

سلسلہ انبیاء و کتب پر بزرگ کمپنی لطیفہ امرت م

نمبر ۱۵

سلسلہ وزراء اسلام

کی پہلی جلد

الکبر

یعنی خلیفہ بارون الرشید عباسی کے نامور وزراء یحییٰ بن فضل و زعفر برکی کی

مفصل سوانح عمری

پہلا دوسرا اور تیسرا حصہ

اس کتاب کے پہلے حصہ میں یحییٰ، دوسرے میں فضل، تیسرے میں جعفر برکی کی سوانح عمری اور ان مراتب کی تفصیل ہے جو اسباب و احوال پاکہ اور حضرت عباس کی شادی کے قتل و واقعہ کی حقیقات سے متعلق ہیں

مؤلف

فشی محمد عبدالرزاق صاحب کانپوری

مؤلف کی نظر ثانی اور تصحیح و اصلاحات و تزیینات کے بعد اشاعت کی گئی

مطبوعہ نوکلشور شمیم پریس لاہور







جعفر بن یحییٰ برمکی  
(وزیر خلیفہ ہارون الرشید)









سلسلہ نایجات وکیل ٹریڈنگ کمپنی لمیٹڈ امرتسر  
نمبر ۱۸  
سلسلہ وزراء اسلام

پہلی جلد  
M.F.  
۲۰۲۰

یہی خلیفہ ہارون الرشید عباسی کے نامور وزیر ابی الفضل وجعفر برہکی کی

پہلا دوسرا اور تیسرا حصہ  
اس کتاب کے پہلے حصہ میں یعنی 'دوسے میں فضل تیسرے میں جعفر برہکی کی سوانح عمری اور ان مراتب کی تفصیل  
ہے جو اسباب نزول ہر ایک اور حضرت عباس کی شادی کے غلط واقعات تحقیقات سے متعلق ہیں  
مؤلف

منشی محمد عبدالرزاق صاحب کانپوری

(مؤلف کی نظر ثانی اور محققانہ اصلاحات و تغیرات کے بعد اشاعت کی گئی)

مطبوعہ نوکشتوریم پریس لاہور

قیمت فی جلد ۲۵ مجلد ۲۰ روپے

تعداد اشاعت ۲۰۰۰

تیم  
۴۴۴

داخله نموده 6753

# فہرست مطالب کتاب البرامکہ

صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
۵۶	خالد کی حکیمانہ نصیحت		پہلا حصہ
۵۷	خالد کی اصابت رائے کا ایک واقعہ		
۵۹	موصل کی حکومت		
۶۰	خالد کا علم و فضل و ملکی اقتدار	۱۰	دوسرا حصہ
۶۱	طرز حکومت	۱۷	سوانح عمری کے فوائد
۶۱	اولیات	۱۷	فہرست کتب جن سے البرامکہ ماخوذ ہے
۶۲	منصور عباسی کا علمی زمانہ	۱۹	لفظ برامکہ کی تحقیقات اور خاندان
۶۷	ابوالفضل یحییٰ بن خالد برمکی	۲۷	برامکہ کی وجہ تسمیہ
۶۷	ولادت	۲۷	خاندان برامکہ کی ابتدائی حالت
۶۷	طفولیت	۲۸	شجرۃ النسب آل برمکہ
۶۷	تعلیم و تربیت	۲۸	جعفر بن جاس
۶۸	یحییٰ کا سن رشد و ملکی اعزاز	۳۰	نام و نسب
۶۹	یحییٰ کا تالیق مارون الرشید	۳۰	آتشکدہ نو بہار
۷۰	یحییٰ کے عام اخلاق و عادات شانہ	۳۳	جعفر کی قابلیت
۷۰	فیاضی اہل علم کی قدردانی	۳۳	عہد خلافت ولید بن عبدالملک
۷۱	فیاضی پر شعرا کا فیصلہ	۳۹	خالد بن جعفر برمکی
۷۳	برامکہ کے اوصاف	۳۹	خالد کی ولادت
۷۳	ایک شاعر کے فی البدیہہ اشارہ کا صلہ	۴۰	تعلیم و تربیت
۷۴	فیاضی کا خاص طریقہ	۴۱	نبوتائیت کی سلطنت کا زوال اور دولت
۷۵	علم موسیقی کی کمال قدردانی	۴۱	عباسیہ کا آغاز
۸۵	اہل علم کی قدردانی	۴۷	جوگر آبادی بغداد
۸۶	سادہ مزاجی	۵۴	شعار منتخب قصیدہ حکیم انوری
۸۶	اہل طبی کی قدردانی	۵۵	بیعت مہدی و طلع یحییٰ بن موسیٰ
		۵۵	خالد کا تالیق مہدی عباسی

صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
۸۰	فنون فلسفہ کے تجربے - ذوق علمی	۸۰	من مکافات
۹۲	بیت الحکمتہ - مجالس مناظرہ -	۹۲	امین و مامون کی مخالفت پر یحییٰ کی پھینکائی
۹۵	حکیمانہ اقوال - خاتمہ -	۹۵	شال ایثار
۱۱۷	اشعار تہنیت ابراہیم الموصلی	۹۸	خالد عبداللہ بن مالک الخزاعی اور یحییٰ کی
۱۱۸	اشعار اعرابی	۱۰۲	عالی ہستی و موت
۱۱۹	یحییٰ کا اغراض	۱۰۲	رقت طبع
۱۲۰	یحییٰ کی وزارت پر مؤرخین کی رائے	۱۰۳	آداب شاہی
۱۲۰	دربار کے اہل کمال	۱۰۳	خیرات کا عمدہ طریقہ
۱۲۲	تجربہ علوم یونانی کی ابتدائی تاریخ	۱۰۴	عطف
۱۲۴	خالد بن یزید کا علمی زمانہ	۱۰۴	قدم و خواست
۱۲۸	بیت الحکمتہ	۱۰۵	من اخلاق
۱۲۸	ہندوستانی علمی خزانے میں کرنا	۱۰۵	اشعار شکایت آمیز
۱۳۷	یحییٰ کا کتب خانہ	۱۰۶	یحییٰ کا جواب
۱۳۸	یحییٰ کا فضل و کمال	۱۰۷	بارون و ہادی کی حریفانہ کوششیں
۱۳۸	شاعری	۱۰۷	ہادی کی موت - بارون کی خلافت
۱۳۹	یحییٰ کے شاعر اور کاتب	۱۰۷	یحییٰ برہمی کی مستقل وزارت شاہ
۱۴۰	مناظرہ اور علمی مجلسیں	۱۰۷	مہدی کی وصیت
۱۴۰	سپیوہ اور کسائی کا مناظرہ	۱۰۸	ہادی کی خلافت
۱۴۱	علم خط کی ترقی	۱۰۸	ہادی و خیزران کی مخالفت
۱۴۲	علم فلسفہ	۱۱۱	ہادی و یحییٰ کی گفتگو خلافت پر
۱۴۲	علم نجوم اور آس کا اثر	۱۱۳	ہادی کے احکام
۱۴۳	ہندوؤں کے شگنون	۱۱۵	ہادی کی موت
۱۴۴	ابو یعقوب ناہیسا سے یحییٰ کا فال دکھلانا	۱۱۶	بارون کی تخت نشینی
۱۴۶	عقائد نجوم سے توبہ	۱۱۷	یحییٰ کی وزارت
۱۴۷	یحییٰ کے حکیمانہ اقوال	۱۱۷	یحییٰ کی وزارت اور آس کا اقتدار -
۱۴۹	یحییٰ کی موت	۱۱۷	قوال فی منصبی - علوم کی اشاعت -

صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
۱۸۲	مسافر نوازی		<b>دوسرا حصہ</b>
۱۸۳	ایک سلام کا معاوضہ		<b>فضل برکی</b>
۱۸۴	جواب عطلہ	۱۵۱	
۱۸۵	نہجی اثر	۱۵۱	
۱۸۶	عفو و نترحم	۱۵۲	<b>فضل کی ولادت اور تعلیم و تربیت</b>
۱۸۷	کاغذ بنانے کا کارخانہ	۱۵۲	ولادت
۱۸۸	فضل کی موت	۱۵۲	رضاعت
	<b>تیسرا حصہ</b>	۱۵۴	رضاعت پر شعرا کے خیالات
۱۸۹	تہذیب	۱۵۵	فضل کا سن رشد
۱۹۰	جعفر برکی کی ولادت تعلیم و تربیت	۱۵۵	امین الرشید کی اتالیقی
۱۹۱	ولادت	۱۵۶	<b>فضل کی وزارت</b>
۱۹۲	تعلیم و تربیت	۱۵۷	یحییٰ بن عبداللہ کی بغاوت
۱۹۳	جعفر کا سن رشد - ملکی خدمات	۱۶۰	<b>صوبہ خراسان کی ولایت</b>
۱۹۴	مصر - خراسان - بصرہ کی ولایت	۱۶۱	نقشہ سالانہ خراج مالک مقبوضہ
۱۹۵	وزارت - . . . . .	۱۶۱	فضل برکی . . . . .
۱۹۶	مصر و خراسان کی ولایت	۱۶۳	شکایت آئینہ عرضی
۱۹۷	جعفر کی وزارت	۱۶۳	یحییٰ کا جواب فضل کو
۱۹۸	جعفر کی لیاقت پر ہارون کا ناز تھا	۱۶۴	آتشکدہ نوہار کی بربادی
۱۹۹	وزارت کا اقتدار	۱۶۵	<b>عام اخلاق و عادات</b>
۲۰۰	خلیفہ اور وزیر کا اتحاد	۱۶۶	فضل کی سخاوت
۲۰۱	دجلہ کی سیر	۱۶۹	نخوت پسندی
۲۰۲	مامون الرشید کی اتالیقی	۱۷۱	ارکان عباسیہ سے سلوک
۲۰۳	جعفر کا فضل و کمال - فوق علی	۱۷۲	وزارت کا اقتدار دیکھو
۲۰۴	ابن علم کی قدردانی - علوم کی اشاعت	۱۷۴	حقوق ہمسائیگی
۲۰۵	مناظرہ علمی مجلس - اور بیانات احوال	۱۷۵	انسانی ہمدردی
		۱۷۶	نہجین کی رعایت

صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
۲۸۹	عالیہ بنت الہدی کی روایت	۲۲۱	فضل و کمال
۲۹۰	جعفر کے اصلی خیالات کا اندازہ	۲۲۳	اہل علم کی قدردانی
۲۹۲	جعفر کا قتل ملی حیثیت سے تھا	۲۲۸	عورات براہم کی علمی قدر دانی
۲۹۲	اسباب نزوال براہم	۲۳۱	فصاحت و بلاغت
۲۹۳	(۱) تیار سی قہر جعفر بر مکی	۲۳۴	کتابت
۲۹۴	(۷) خرباری بار عہد کینز	۲۳۹	مناظرہ اور علمی مجلسیں
۲۹۸	(۳۸) ابو الہیج محمد بن لیث کی شکایت	۲۳۶	مناظرہ فضل بن بیج جعفر بر مکی
۲۹۹	(۴۴) فضل بن بیج کی مخالفت	۲۳۸	جعفر کے حکیمانہ اقوال
۳۰۰	(۵) ذراوہ محمد شیر خاص کی گرم شگی	۲۴۰	جعفر کے عام اخلاق و عادات
۳۰۳	(۹) گنام خطوط سے اشتغال طبع پیدا ہوا	۲۴۰	فیاضی
۳۰۵	(۴) عرب کا گردہ اور اس کا اقتدار	۲۴۱	علمی فیاضی
۳۰۶	(۸) یحییٰ بن عبداللہ کی ربائی	۲۴۲	بزرگان دین کی خدمت
۳۰۶	(۹) علامہ ابن غلدون کی رائے نزوال پر	۲۴۳	ترجم اور رقت طبع کی مثالیں
۳۰۶	براہم پر	۲۴۸	طباعی و ذہانت
۳۰۹	(۱۰) خلافت عباسیہ کے مالک براہم تھے	۲۵۰	فہم و فراست
۳۱۱	عبرت	۲۵۲	خلافت
۳۱۱	(۱۲) یحییٰ بر مکی سے مخالفت کا اعلان	۲۵۴	جعفر کے قتل کا افسانہ
۳۱۲	(۱۳) براہم عہد جاگیران کے مالک تھے	۲۵۶	جعفر کا عقد عباسیہ سے اور
۳۱۴	(۱۴) تعویض حکومت خراسان علی بن یحییٰ	۲۵۶	اس کا سبب
۳۲۱	(۱۵) جعفر کے قتل کا جوش	۲۵۶	طبری کی سب سے پہلی روایت
۳۲۲	(۱۶) جعفر کے قتل کا مشورہ	۲۵۶	بارون اور عباسیہ کی محبت کا سبب
۳۲۲	(۱۷) وزارت کی تبدیلی پر بارون الرشید کے خیالات	۲۵۶	طبری کی غلط روایت پر عقائد نظر
۳۲۲	خلیفہ بارون الرشید کی ناراضی کا اثر خاندان براہم پر ان کے باہمی مشورے اور بارون یحییٰ کا معاہدہ	۲۵۶	جنت اللام یا شاہ کی بہشت
۳۲۲		۲۵۶	حکایت بران و ذنبیل
۳۲۲		۲۵۶	احمد بن زہیر کی روایت کی غلطی
۳۲۲		۲۵۶	صلاح رسالی ابن ہلہ ہندی صاحب ابراہیم عباسی



صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
۳۴۹	یحییٰ کا صبر اور استقلال	۳۲۴	۱۱) یحییٰ کا مشورہ خاندان سے
۳۵۰	نقد و مال منقبط	۳۲۵	۱۲) جعفر کو اپنے قتل کا تعین تھا
۳۵۰	براہمہ کی مدح سرائی کی ممانعت	۳۲۶	۱۳) احباب کے مشورے سے
۳۵۱	۱۱) سیف بن ابیہیم	۳۲۶	۱۴) اسحاق بن سلیمان سے مشورہ
۳۵۱	۱۲) ابو ذؤانس	۳۲۶	۱۵) خلیفہ ہارون الرشید اور یحییٰ کا معاہدہ
۳۵۲	۱۳) دعل بن علی خزاعی	۳۲۹	واقعات سفر مکہ معظمہ ۸۶ھ
۳۵۲	۱۴) رقیاشی	۳۲۹	مقاصد سفر
۳۵۵	۱۵) ابیہیم بن عثمان بن منیک کا قتل	۳۳۰	مدینہ منورہ میں خلیفہ اور براہمہ کی فیاضی
۳۵۹	۱۶) اش بن ابی شیخ کا قتل	۳۳۱	معاہدہ امین الرشید و مامون الرشید
۳۵۹	آل براہمہ کا بغداد میں قید ہونا	۳۳۱	بمقام مکہ معظمہ . . . . .
۳۵۹	اور مصائب اٹھانا یحییٰ کا ہار و آریہ	۳۳۲	ابتدائی چھڑ چھاڑ
۳۵۹	سے رہائی کی درخواست کرنا اور نا منظور	۳۳۲	یحییٰ برہمی و خلیفہ ہارون الرشید کی مناجات
۳۵۹	ہونا - مع دیگر واقعات	۳۳۲	خانہ کعبہ میں . . . . .
۳۵۹	ہارون اور فضل کی گفتگو	۳۳۴	واقعات قتل جعفر برہمی
۳۵۹	قیہ میں فضل پر تشدد	۳۳۴	علی بن عیسیٰ کی مخالفت
۳۵۹	سزائے تازیانہ فضل پر کی	۳۳۵	ہارون الرشید کا بمقام عمر ٹھہرنا اور جعفر
۳۵۹	فضل کی ایک تقریر	۳۳۵	کا قتل ہونا . . . . .
۳۶۰	باپ کی ان عمت	۳۳۶	جشن کی رات
۳۶۱	عبداللہ بن صباح کی گرفتاری و الزام ہونا	۳۳۶	جعفر کی وصیت
۳۶۱	یحییٰ برہمی کا غلط نام خلیفہ ہارون الرشید	۳۳۶	جعفر کی موت
۳۶۱	یحییٰ کے اقبال اور اوبار کی حکایت	۳۳۶	ہارون الرشید کا دربار
۳۶۱	یحییٰ کی بی بی اور اس کی مصیبت	۳۳۶	احکام ضبطی جاگیرات براہمہ و گرفتاری
۳۶۱	جعفر کے قتل خلیفہ ہارون الرشید	۳۳۶	خاندان
۳۶۱	کا نام سف - وزیر کی ضرورت - ملکی	۳۳۶	جعفر کے قتل کا اثر خاندان پر
۳۶۲	بغاوت میں سفر سے جعفر کی نقش کا جلانا	۳۳۶	قیدیوں سے سلوک
۳۶۲	اور بغداد سے سفر رفتہ . . . . .	۳۳۶	شجرہ قیدیوں آل براہمہ

صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
۴۰۰	مذہب الرشیدہ و شقی دربار امون الرشید میں	۳۷۳	جعفر کو قتل کر کے ہارون الرشید کا نام دینا
۴۰۶	فضل برکی کی فیاضی کا ایک خاص واقعہ	۳۷۶	جعفر کی ذکاوت
۴۰۷	ایک بدو سے فضل کا مکالمہ	۳۷۹	عبرت
۴۱۶	براکہ کا مذہب	۳۷۹	حالات سفر رتہ
۴۱۸	ضمیمہ الطہرون	۳۸۰	سرداران قبائل اعاب کا جعفر کی
		۳۸۲	تقریرت کو آنا . . . . .
۴۱۸	تہمید	۳۸۲	رقہ میں ہارون کے کیا خیالات تھے
۴۱۹		۳۸۴	خلیفہ ہارون الرشید کا خط بنام مادیجی برکی
۴۲۰	نسب نامہ آل عباس	۳۸۶	فاطمہ مادیجی برکی کا خط ہارون الرشید کے نام
۴۲۰	خلافت عباسیہ کا مختصر تذکرہ	۳۸۷	زبیدہ بنت منیر مادیجی برکی کی موت
۴۲۱	ہارون الرشید کی ولادت اور تعلیم و تربیت	۳۸۸	مادیجی کی موت
۴۲۲	ہارون الرشید کی ولیعہدی	۳۸۹	مادیجی کی رانی کی واسطے فاطمہ جعفر کی گواہی
۴۲۲	ہارون الرشید کی خلافت	۳۹۲	محمد برکی کی موت
۴۲۵	عمال کا عزل و نصب	۳۹۵	فضل کی موت
۴۲۷	فہرست والیان صوبہ جات عہد خلافت	۳۹۶	ہارون الرشید کا انتقال
۴۲۸	امین و مامون کی ولیعہدی	۳۹۶	امیر المومنین مامون الرشید کی
۴۲۹	ملکی بناوتیں	۳۹۶	خلافت فضل بن سہل کی وزارت
۴۳۰	فتوحات	۳۹۶	آل برک کا قید سے رہائی پانا۔
۴۳۳	وسعت سلطنت سلاز خراج نقد و فوج و اسلحہ	۳۹۸	اور ملکی عہدوں پر مقرر ہونا۔
۴۳۴	مشاہیر کی موت	۳۹۸	فضل بن سہل کا خط بنام عباس
۴۳۵	خلیفہ ہارون الرشید کے عام طلاق و عداوت اور دیگر واقعات	۴۰۰	بن فضل و مومنین بن مادیجی برکی
			امام کی نوحہ خوانی براکہ کی تباہی
			اور فیاضی پر . . . . .

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

نَحْمَدُہٗ وَنُسَلِّیْہِ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ

حلقہ ہے ہر اک گوش میں لشکارترا  
بھٹکے ہوئے دل میں بھی ہے کھسکارترا

کائنات ہے ہر اک جگر میں انگارترا  
ماں نہیں جس نے تجھ کو جانا ہے ضرور

خاکسار و لعل کمال ادب معزز ناظرین کی خدمت میں گزارش پر داز ہے کہ عموماً تصنیف اور تالیف کی راہیں نہایت سخت اور خطرناک ہیں خصوصاً تاریخ نویسی اور سیرت نگاری۔ یہ وہ سنگلاخ گھاٹیاں ہیں کہ جن میں قلم کا مسافر بھی (باوجودیکہ پتھر کی چھاتی اور لوہے کا کلیجہ رکھتا ہے) ہر قدم پر ٹھوکریں کھاتا ہے۔ بہ ہزار دشواری اگر **صَنَفَ فَقَدْ اسْتَحْدَفَ** کے سراور سینہ توڑیڑنگی نہ سے بچ کر نکل گیا۔ تو پھر راستہ صاف ہے۔ لیکن اب یہ بات فیصلہ طلب ہے کہ وہ کون بلند حوصلہ صاحب ہمت، عالی طبیعت ہیں، جو ان رہتوں کے چلنے والے ہیں بقول بعض

دانشمندوں کے وہ لوگ ہیں جو خاتقاہوں یا مدرسوں میں علم و کمال کی سندیں بچھا کر بیٹھے ہیں۔ اور جن کے حلقہ درس میں مختلف ملک و دیار کے طلبہ ازانوے اوب تہہ کئے ہوئے دنیاویات۔ معقول۔ منقول۔ حکمت اور فلسفہ وغیرہ کی تکمیل میں مشغول ہیں اور سچ یہ ہے کہ خزانہ تاریخ کی کنجیاں بھی اسی مقدس گروہ کے ہاتھ میں ہیں۔ لیکن اس کا فیصلہ کون کر سکتا ہے۔ اور کیا بھی جائے۔ تو تسلیم کون کرے گا کہ قوم کے حق میں یہ علم مفید ہے اور وہ غیر مفید۔ یا یہ کام نفع رساں ہے اور وہ مضرت انگیز۔ کیونکہ باسری بجانے والا اپنی لئے کو اور ستار باز اپنی گت کو تمام دنیا کے شغلوں سے اچھا جانتا ہے۔ وَلَيْسَ بِمِثْلِ الْقَائِمِينَ مَدَّ اِهْبُ لہذا اس مقدس گروہ کا بھی علم تاریخ اور اس کے متعلقات پر متوجہ ہونا تعجب انگیز نہیں ہے۔ کیونکہ بقول ایک فلسفی مورخ کے یہ سادہ مزاج گروہ اب تک صحراے عرب اور بہارستان فارس کا خواب دیکھ رہا ہے، لیکن موجودہ زمانے میں جو ترقی تاریخ اور سوانح عمریوں کی فلسفیانہ حیثیت سے ہو رہی ہے۔ اس سے یقین ہے کہ اب تک جو کمی تھی وہ آئندہ پوری ہو جائیگی۔ میری استعداد علمی اور معلومات تاریخی ایک ابتدائی سے زیادہ نہیں ہے۔ اس لئے اگر میدان تاریخ کے سوار مجھ پیادہ کی دوڑ پر نہ۔ زنی کریں تو میں اس کا مستوجب ہو سکتا ہوں کیونکہ تاریخ کی تصنیف و تالیف اس شخص کا حصہ ہے کہ جو علاوہ دیگر علوم کے علم اوب، علم اللسان، علم الرجال کا ماہر ہو۔ اور فن تاریخ کے ان اصول اور فروع کو جاننا ہو جن سے تاریخی نتائج مستنبط ہوتے ہیں۔ لیکن صرف اس خیال سے میں نے جرات کی ہے کہ جس طرح سے ہر شخص پر

ملک اور سلطنت کے حقوق ہوتے ہیں۔ اسی طرح اپنی ملکی زبان کا بھی ہر شخص پر حق ہے۔ اور مسلمانوں کی یہ خاصیت ہے کہ وہ تمام حقوق اور فرائض کو جانتے ہیں اور نہ صرف جانتے ہی ہیں بلکہ دل سے اُنکے ادا کرنے کی کوشش بھی کرتے ہیں۔ لیکن افسوس ہے کہ زمانے کے امتداد اور ملک کے تغیر و تبدل نے یہ بات بالکل بھلا دی ہے کہ ہماری قومی زبان کیا تھی۔ اور اُس کے خزانے میں کیسے انمول اور قیمتی جواہر تھے۔ یہ مسلم ہے کہ اب ملک کی علمی اور قومی زبان اردو ہے۔ قومی زبان ہونے کا شرف نہ اب عربی کو باقی ہے نہ فارسی کو۔ ہاں اس قدر ضرور ہے کہ عربی کو باعتبار تقدس مذہب اسلام کے۔ اور فارسی کو بلحاظ فصاحت و بلاغت و تعلقات سیاسی و شامان ہندوستان کی یادگار ہونے کے اردو پر بلاشبہ فضیلت ہے۔ اس لئے جب ہم اردو کو قومی زبان تسلیم کرتے ہیں تو نہایت افسوس ہے کہ اُس کے خزانے میں بجائے زرو جواہر کے سنگریزے ہوں۔ اب سے پچاس ساٹھ برس پہلے کی حالت پر اگر نظر کرو تو صاف معلوم ہوتا ہے کہ اردو زبان نے دوسرا جنم لیا ہے کیونکہ پہلا سرمایہ اردو کا یہ تھا کہ اُس میں مشنوی حیرت اور قصہ چار درویش یا اسی قسم کی چند کتابیں نظم و نثر کی تلاش پر دستیاب ہوتی تھیں لیکن دولتِ برطانیہ کے فیض حکومت سے وہ زمانہ تھوڑے دن کے بعد جا رہا۔ ۱۸۳۵ء سے اردو کا ستارہ اقبال چمکا کیونکہ ابوظہر شہاب الدین محمد شاہ جہان بادشاہ کے عہد سلطنت میں اردو کا صرف تلوار پر قبضہ تھا۔ اب حضور سرکارِ ملکِ معظمہ کوہن و کٹوریا قیصرِ مہند خاندانِ ملکہا کے دور شاہی میں قلم بھی اُتاتھیں لے کر ذوالریاستین کے درجے پر پہنچ گئی ہے۔ قصہ

مختصر یہ کہ چند سال کے بعد کل دفتروں میں اردو زبان رائج ہو گئی۔ ۱۳۶ھ سے اردو اخبارات کا سلسلہ جاری ہوا اور اب تو یہ نوبت پہنچی ہے کہ اردو تمام نئے نئے علوم اور نئے نئے فنون کی مالک بنی بیٹھی ہے۔ فقہ۔ حدیث۔ تفسیر۔ منطق۔ طبیعیات۔ ریاضیات۔ فلسفہ۔ جغرافیہ اور قانون۔ کون ایسا علم ہے جو اردو میں نہیں ہے انصاف یہ ہے کہ سبھی کچھ ہے، لیکن اگر کمی ہے تو اسلام کے نامور اور مشہور فرائض کی تاریخ کی کمی ہے۔ فاتحان ہندوستان کی تاریخیں موجود ہیں۔ لیکن اسلام کی تاریخ ایسی وسیع ہے کہ اس کا تعلق صرف ہندوستان پر ختم نہیں ہوتا۔ بلکہ تمام عالم میں تاریخ اسلام کا اثر و ڈھابہ ہے کیونکہ جس طرح پر ایک ملک کی تاریخ دوسرے ملک کی تاریخ سے اسباب و اوقات تعلق رکھتی ہے۔ اسی طرح پر اسلام کی تاریخ صرف ہندیا فاس پر ختم نہیں ہوتی ہے۔ بلکہ با واسطہ یا بلا واسطہ تمام دنیا سے وابستہ ہے۔ باعتبار نشو و نما مذہب اسلام اگرچہ صرف عرب کی تاریخ کو اسلام کی تاریخ کہہ سکتے ہیں۔ کیونکہ اسلام کی ابتدائی حکومت یا دار الخلافہ کا سرچشمہ جزیرہ نما عرب تھا۔ لیکن ابتداء زمانہ اسلام سے آج تک جو ۱۴۰۰ سال تک پہنچ گیا ہے۔ اسلام کے مختلف خاندان سلطنت اور وزارت کے مالک ہوئے ہیں، ان میں بظاہر ان کے کارناموں کا نام تاریخ اسلام ہے۔ ہر خاندان خاص فضائل سے مشہور تھا۔ آج اگر اچھے زمانے کے حالات اور واقعات کوئی دیکھنا چاہے تو کہاں دیکھے؛ کیونکہ یہ دفتر کے دفتر عربی الماریوں میں بند پڑے ہیں۔ لیکن سخت مشکل ہے کہ جو عربی کے مالک ہیں ان کو تاریخ کی طرف مطلق التفات نہیں رہا باقی رہے وہ نوجوان جنہوں نے زمانہ حال میں تعلیم و تربیت پائی

ہے۔ ان کی عربی تاریخوں پر دسترس نہیں! کیونکہ زمانے کی سخت ضرورتوں نے علوم جدیدہ کے اکتساب پر عوام و خواص کو متوجہ کر دیا ہے۔ اس لئے موجودہ نسلوں سے علم عربی مفقود ہوتا جاتا ہے۔ تاہم جس قدر ہو سکتا ہے انگریزی سے بذریعہ تراجم اپنی ملی اور قومی زبان کی امداد کرتے ہیں۔ لیکن جب یہ خیال آتا ہے کہ ہندوستان دنیا کی تاریخ میں علمی حیثیت سے منحصر پر بھی مقدم تھا۔ اور آج اُس کی یہ حالت ہے کہ بہالت میں روز افزوں ترقی کرتا جاتا ہے تو سخت افسوس ہوتا ہے۔ اور حقیقت میں کیا ہمارے لئے یہ حیف کی جگہ نہیں ہے؛ کہ وہ علمی خزانے جن کی کنجیاں فیاض ازل نے مسلمانوں کو بخشیں تھیں آج دوسری قوموں کے ہاتھ میں ہیں۔ چنانچہ ایک عیسائی مؤرخ اسلامی تاریخ لکھتے ہوئے ہمارے علوم اور اُس کے زوال پر تحریر کرتا ہے کہ: مسلمان تو بہت ہیں مگر وہ جانتے کیا ہیں؛ اگر آج عربی کا ایک عمدہ دیوان یا تاریخ کی کتاب درکار ہو تو یورپ سے لینی پڑیگی۔

ابن خلدون۔ ابوراشد۔ حاجی خلیفہ۔ ابن بطوطہ۔ ابن المائثر۔ اور مقبریزی۔ وغیرہ جو اسلام میں آسمان علم کے آفتاب تھے۔ یہاں (ہندوستان میں) ان کو

**حاشیہ**۔ یہ عربی علم نے اپنے موقع پر پڑے کر دیا ہے کہ عہد قدیم میں بے علمی ترقی ہوتی تو سب سے پہلے ہندوستان یا فارس میں اس کا غور ہوا۔ پھر غالباً ہندوستان سے پھیلے لیا۔ پھر ہندوستان کا مجموعہ دیکھا گیا۔ اور یونان سے رومہ کرنے لگا۔ اور اسطاعت ملی (روم سے عرب پھر عرب اور رومہ اور یونان سے یورپ) نے فیض اٹھایا۔ لیکن اس مجرکے طائر ہندوستان میں اسلئے اسلئے ایسے ہیں کہ جو باہر راست ہندوستان سے عرب اور یورپ میں گئے ہیں۔

**حاشیہ**۔ علامہ شہین الاسلام جلال صفحہ مطبوعہ پبلک انڈین اورینٹل پریس لاہور مصنفہ ڈاکٹر لیشتر صاحب۔

کوئی جانتا ہی نہیں۔ مابلہ۔ شہداء امرء القیس۔ غمخیزہ۔ حامی۔ مختصری۔ اور  
 ابو کام کا دیوان کئی آدمیوں نے پڑھا ہے؛ انگلنڈ۔ جرمن۔ فرانس۔ میں صدہا آدمی یہ  
 کتابیں پڑھتے ہیں اور ترجمہ قرآن تو لاکھوں، لائق مؤرخ کی تحریر آنکھوں میں عبرت کا سر  
 لگاتی ہے اور نظر غماض سے کہہ رہی ہے کہ فَاَعْتَبِرُوا يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰلَ الْاَبْصَارِ، اگر تو میں  
 اپنے علوم کا رواج بتاتا تو شاید ایک مؤرخ کے قلم سے ایسے الفاظ نہ نکلتے بیشک یہ انہوں  
 کی جگہ ہے کہ ہم ایسے سلف کے خائف ہیں اور اپنے موروثی ترکہ سے بھی محروم ہیں۔ اور  
 اس سے بڑھ کر یہ بد نصیبی ہے کہ جو صنعت کے کارنامے یاد رکھنے کے قابل ہیں ان کو بھی  
 بھلا دیں۔ لیکن قوم اس الزام سے پھر کسی قدر سبکدوش ہو جاتی ہے جب کوئی سوال کرتا ہے کہ  
 حضرت یہ تو ذلّٰی کہ بزرگ مجھے چپ چلاتے۔ اور پھر خواہات جس کے آپ اس قدر مداح ہیں۔ ہم کو  
 کہاں مل سکتے ہیں۔ اور ان کی بھرسی کا کیا ذریعہ ہے، اس کا جواب سوائے خاموشی کے  
 اور کیا ہو سکتا ہے۔ لیکن نہایت فخر و سرت کا مقام ہے۔ ہمارے محترم مخدوم واجب التعلیم۔  
 شمس العلماء۔ مولانا شبلی نعمانی۔ فیلو یونیورسٹی الہ آباد۔ و پروفیسر مدرستہ العلوم علیگرہ کے ایک  
 سلسلہ نامور فرمانروایان اسلام کا لکھنا شروع کیا ہے۔ چنانچہ سلسلہ خلافت سے المامون  
 یعنی خلیفہ مامون الرشید عباسی کی سوانح متعدد مرتبہ شائع ہو چکی ہے۔ اس تصنیف سے  
 جو اعتراض علماء پر عدم توحہ تیاری کا تھا وہ بطور فرض کفایہ کی قدر ساقط ہو گیا ہے۔ بزرگان  
 قوم نے المامون کو قبول کے ہاتھوں میں لیا۔ اور اس کے مضامین کو غربت کے کاغذ  
 سے سنا۔ اس شوق اور شغف سے پایا جاتا ہے کہ کئی گزری ہوئی حالت میں بھی مسلمانوں کو اپنی



قومی تاریخ سے خاص دلچسپی ہے۔ اور زمانے میں اب ایسے بزرگوں کی تعداد وزبر و کم ہوتی جاتی رہے جن کی گرانایہ عمر کا بڑا حصہ بوستان خیال۔ داستان امیر حمزہ۔ خاور نامہ۔ نلدن -

مثنوی بدینیر۔ اور ہر عشق۔ وغیرہ کی ورق گردانی میں گزرتا تھا۔ اگر کوئی اہل نظر تجربے کی جینک سے دیکھے۔ تو اس کو صاف معلوم ہوگا کہ جن ڈالیوں پر بھی طوطے مینا کے بڑے بڑے غول شام و سحر ان کر بیٹھتے تھے۔ جن کی سُریلی آوازوں سے دل میں جان اور جان میں زندہ دل پیدا ہوتی تھی۔ اب ان پر یورپ کی خوش رنگ و خوب صورت چڑیاں چھپا رہی ہیں۔ جن لوگوں کو یہ دلکش ترانے مرغوب ہیں۔ انھیں کوئل و سپیچے کی آواز اور ٹیل و ہزار کے زمرے ناگوار ہیں اور جو ہندی راگینوں پر مٹے ہوئے ہیں وہ فاختہ کی کوکو۔ اور قمری کی حق سترہ کا کرن پرنزنج دیتے ہیں۔ لیکن قانون قدرت کو کون توڑ سکتا ہے؛ باوجود صر کے سخت جھونکوں نے ہزاروں اشیائے برباد کر دیئے ہیں۔ اور بعض بعض شکستہ ڈالیوں پر جو باقی ہیں۔ اینٹیں ہیں کہ وہ بھی زیادہ مدت تک قائم رہ سکیں۔ بہر حال یہ پھلپی بہانہ بھی خاتمہ پر ہے۔ اور زمانے کی ترقی کلہر قدم آگے بڑھتا جاتا ہے اس لئے ”در شہم الدھر کیف ماد اس“ کو اپنا دستور العمل بنانا چاہئے۔ اور مقتضائے زمانہ وہ کام کرنا چاہئے جس سے کچھ سود و بہود ہو۔ لیکن بقول بعض مصلحان قوم کہ ”اب ہماری قیمت کے پیمانے عمدہ تصنیفات ہیں جو کچھ لیکنا انھیں چٹانوں پر لیکنا“ اس لئے سخت ضرورت ہے کہ علاوہ کتب علیہ کے ایسی تصنیفات بھی اردو میں شائع کی جائیں جو ہمارے بزرگوں کے رسوم و اخلاق کا آئینہ ہوں۔ تاکہ ہم اپنی آنکھ سے ہر داغ و جتے

سلہ چلو تم ادھر کہہ رہو جہر کی نیاس جس رخ و لا پھرے اسی رخ پیر جاؤ۔“

کو کہہ سکیں۔ لیکن یہ صفت دوسری تصنیف میں بحرِ تاریخ یا سیرت کے مفقود ہے۔ اسلئے شائقین کی بصیرت کے لئے مختصر تاریخ اور سیرت کی غایت لکھی جاتی ہے۔

**تاریخ کے فوائد** خلاق عالم نے زمین کو نہایت وسیع پہاڑوں پر بنایا ہے۔ یہاں تک کہ تمام عمر میں بھی کوئی سیاح ایک کنارے سے دوسرے تک پیادہ پاٹے نہیں کر سکتا ہے۔ تمام کرۂ زمین کی تقسیم اقلیم جداگانہ پر ہے۔ ہر اقلیم میں مختلف خاندانِ تنوع و تاج کے ملک ہیں۔ عدالت و تجارت میں ہر سلطنت کے اصول جداگانہ ہیں۔ پیداوار موسمی حالتوں کا تغیر و تبدل بالکل نرالا ہے۔ رعایا کے اوضاع۔ اطوار۔ آداب۔ نشست و برخاست۔ رسوم و اخلاق۔ ایک دوسرے کے مخالف ہیں۔ اگر ایک شخص کل حالات کا استداراک کرنا چاہے تو کیونکر کر سکتا ہے؛ جب تک وہ تاریخ نہ پڑھے۔ جب انسان کے دل پر زمانے کے افکار اور غم و اہم کا ہجوم ہوتا ہے۔ اس وقت تفریح قلب اور رنج و حشت کا کوئی ذریعہ بحرِ علم تاریخ کے نہیں ہے۔ چنانچہ حکمانے معلومات کے دوزخ میں قرار دئے ہیں ایک عقل۔ دوسرے حس۔ عقل اگرچہ گراںمایہ جو ہر ہے لیکن حقایق الاشیاء کا ہی نہ تو استفادہ ہو سکتی ہے۔ نہ تمام عالم کے حالات کا ادراک کر سکتی ہے۔ اسلئے انکشافِ عالم کا دارِ عموومات پر ہے۔ پھر عموومات کا انحصار مشاہدات۔ اور عموومات پر لیکن تمام دنیا کے مشاہدے اور اس کا تجزیہ چل پھر کر حاصل کرنا تو محال ہے پس لامحالہ عموومات پر جو علم تاریخ کا ماضی ہے نال کرنا پڑتا ہے۔ اور اس نال سے سب بھتہ کھل جاتے ہیں اور صرف تاریخ ہی ایسا علم ہے کہ جس کے ذریعے سے ایک شخص ہندوستان میں بیٹھ کر اقلیمِ سب کے حالات معلوم کر سکتا ہے۔ اور ان سے

ویسا ہی تحریر پیدا کر سکتا ہے جیسا کہ ذاتی مشاہدے سے عبادہ ان صفات کے قدرتی طور پر بھی انسان کو تاریخ سے مناسبت خاص ہے۔ کیونکہ جس طرح آنکھوں کو حسن منظور نظر ہے۔ ویسے ہی کانوں کو اچھی خبریں مرغوب ہیں۔ چنانچہ عرب کا مقولہ مشہور ہے کہ **لَا تَشْبَعُ الْعَيْنُ مِنَ النَّظَرِ وَلَا السَّمْعُ مِنَ الْخَبَرِ وَلَا الْإِنْسَانُ مِنَ الْقَطْرِ** اور اگر لحاظ تقدس مذہب غور کیا جائے تو علم تفسیر فقہ۔ حدیث کے بعد تاریخ کا درجہ ہے۔ کیونکہ انبیائے کرام خلفائے عظام۔ بزرگان دین۔ اور سلاطین کے اخبار و انداز اسی علم سے معلوم ہوتے ہیں۔ بادشاہوں کے احوال و اقبال کے مرتبے انبیاء مرسلین کی سیرت و بہت کی تصویر۔ مورخوں ہی کے قلم سے کھینچی جاتی ہے۔ اور غالباً اسی شرافت کا اثر ہے کہ یہ علم ہمیشہ انھیں بزرگوں میں رہا ہے۔ جو باعتبار اپنے علمی کمالات کے ناز میں مشہور عام رہے ہیں۔ اور کبھی ایسا نہیں ہوا کہ کوئی بازاری یا ادنیٰ درجے کا آدمی مؤرخ ہو اور اس قسم کا آدمی کبھی تاریخ سے فائدہ اٹھا سکتا ہے کیونکہ تاریخ حقیقت میں ان لوگوں کے محاورے و مناقب کا ایک مجموعہ ہے جن کو بارگاہ عالم میں خلعت تہلے نے درجہ خاص کی کرسی عزت فرمائی تھی اور ایک بڑی فضیلت تاریخ کی یہ ہے کہ تمام کتب سماویہ میں جو حقیقت میں خدا کا کلام ہے۔ انبیاء علیہم السلام کے معاملات۔ اور ان کی حمد و مذہب کی کے حالات۔ اور نیز پچھلے بادشاہوں کے تمدن و جلال کے اخبار۔ جو بنی آدم پر حکم ان رہے ہیں۔ درج ہیں۔ اور یہی توفیق تاریخ کی ہے اور اندر حدیث کے قول کے مطابق کہ **اَلْحَدِيثُ وَ عَلِيمُ السَّيْرِ نَحْمُ تَوَامِدِنَ** تاریخ کی فضیلت بہت بڑھ جاتی ہے۔ اور

لے آکر دیکھئے۔ کان کا سننے۔ زمین کا پانی سے کبھی پیٹ نہیں جاتا ہے۔

اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ روایت کی جانچ اور روایت کی صحت۔ معاملات کی تحقیقات۔ توقیت۔ تاریخ نبی سے وابستہ ہے۔ کیونکہ اگر کوئی محدث۔ مؤرخ نہ ہو اور اس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کرام کے معاملات کی (جو ارکان روایت احادیث کے ہیں) خبر نہ ہو اور ان کی دوستی۔ سچائی۔ حاصل نہ ہو اور منافقین وغیرہ کی عداوت کا علم نہ ہو اس وقت تک کسی حدیث کا سچا مال نہیں ظاہر ہو سکتا ہے۔ اور نہ روایت کا حق ادا ہو سکتا ہے۔ علاوہ اس کے وہ مفصل تذکرے اور اسلامی واقعات جو قرن نبوت یا قرن صحابہ سے متعلق ہیں تاریخ نبی سے معلوم ہو سکتے ہیں۔ اصطلاحات اور بزرگوار کا قول ہے کہ جو لوگ رے صاب رکھتے ہیں۔ تاریخ ان کی ہر وقت مددگار ہے اور مؤرخ کو جو سانچہ پیش آتا ہے اس کے اسناد کی تہیں۔ موجودہ حالت اور گزشتہ واقعات۔ سے بہت جلد کرتا ہے۔ اور مشکلات میں ذل کو صبر اور اطمینان ہو جاتا ہے کیونکہ اہم سابقہ کے حالات یاد آجانے سے اپنی حالت کو قبول جاتا ہے۔ تاریخ کے مطالعہ سے انسان میں راستی اور سچائی پیدا ہوتی ہے۔ اور نیکو کاری کے ثمرات اور بدکاری کے نتائج معلوم ہو جاتے ہیں۔ اور ہر قسم کا تجربہ حاصل ہوتا ہے۔ ایسی حالت میں قومی تاریخ کا زندہ رکھنا اور اس پر عمل کرنا حیات انسانی کا ایک اعلیٰ اصول ہے۔ اور جو قومیں اپنی گزشتہ تاریخ منادیگی نہ وہ قوم کھلانے کی سعی ہیں اور نہ انکو دنیا میں زندہ رہنے کا کوئی حق ہے۔

سوانحی کے فوائد

ایک شہد تاریخ کا تذکرہ ہے۔ جس کو یونانی میں ہیروگرافی اور انگریزی میں لائف عربی میں سیرت اور عبرانی زبان میں سوانحی کہتے ہیں۔ اگرچہ

تذکرہ لکھنے کا دستور قدیم زمانے سے چلا آتا ہے۔ لیکن یہودیوں۔ یونانیوں۔ رومیوں کے بعد جنہوں نے

ابتداءً اس فن میں ترقی کی تھی۔ یہ خاص مغرور و انشمنہ ان یورپ کو ہے۔ جنہوں نے سترھویں صدی میں اس فن کے اصول و فروع پر کافی غور کیا اور اس کے مطالب اور اغراض میں تبدل و تفریق کے ایک جداگانہ مفید فلسفہ اور عظیم الشان علم بنا دیا۔ کیونکہ عیسائی گزشتہ دو صدی سے پہلے سوانح عمریوں میں پیشوایان مذہب کے افسانے لکھا کرتے تھے۔ بلکہ مذہبی علم ادب کا یہی بڑا عنصر تھا۔ لیکن موجودہ تہذیب اخلاق کے زمانے میں سیرت ایک ممتاز درجہ رکھتی ہے جس کی تعریف معمولی الفاظ میں نہیں ہو سکتی ہے۔ جیسا کہ مغرب یورپ کو موجودہ زمانے کی سوانح عمریوں کے طرز تحریر پر ہے ویسا ہی کمال۔ و افتخار مسلمانوں کو زمانہ متوسط میں تھا اور اس عہد کے تذکرے سب سے زیادہ قابل وقعت ہیں لیکن اگر افسوس ہے تو اس قدر کہ یہ تحقیق و ذوق اسماء الرجال تک محدود ہے۔ باقی ایڈفن اور مجتہدین علوم کے تذکرے ہیں جن میں صرف روایت کی جھلک ہے اور درایت کو کچھ دخل نہیں ہے۔ برخلاف اس کے اس زمانے میں تمام شاہ میر کی جداگانہ سوانح موجود

حاشیہ ملہ روایت۔ اور روایت یہ دو مولی الفاظ ہیں جو تاریخ یا تذکرے میں اکثر آتے ہیں۔ لیکن جن وسیع معنوں میں ان الفاظوں کا استعمال ہوتا ہے اس سے شخص وقت نہیں ہے لہذا حسب ذیل تصریح کی جاتی ہے تاکہ کتاب کے دیگر لفظ پر اس کے نئے معنے میں وقت نہ ہو و نہ ذراۃ و اوقات تاریخی کے ثابت کرنے کے واسطے ہیں۔ روایت و روایت۔ روایت سے یہ مطلب ہے کہ جو واقعہ بیان کیا جاتا ہے اس کی سند اس شخص تک پہنچائی جاتے جو خود اس واقعہ میں موجود رہا ہو و عرب کی تمام مستند تاریخیں اسی اصل پر لکھی گئی ہیں۔ اسی وجہ سے کہ اس میں آنحضرت ﷺ کے ذریعے سے سند کا تمام سلسلہ مذکور کیا جاتا ہے اور ان تمام راویوں کا نام لیا جاتا ہے جن کے ذریعے سے واقعہ کی سند اس شخص تک پہنچی ہے جو خود

ہیں جن میں بات بات پر جرح کی گئی ہے۔ اور ان کی زندگی کا کوئی ایسا کارنامہ نہیں ہے کہ جس پر منطقی دلائل اور فلسفہ تاریخ سے کوئی نتیجہ نکالا گیا ہو۔ سیرت کے فوائد کم و بیش ہر قوم کے حکمائے قلبیہ کئے ہیں لیکن حکماءِ یورپ نے خاص کر اس مضمون میں زیادہ حصہ لیا ہے۔ مسٹر کارلائل ایک موقع پر لکھتے ہیں کہ ”معتزہ طبقہ کے اسلاف کی تاریخ پر نسبت دنیاوی تاریخ کے زیادہ ضروری ہے۔ کیونکہ قومی زندگی کا طرز معاشرت اس سے اچھی طرح ثابت ہوتا ہے۔ گو ان کا لگ اسی زمانے کا نتیجہ ہے۔ لیکن جو مجموعہ مفید خیالات کا ہے وہ انھیں کے مانع کا ترتیب دیا ہوا ہے۔“ ڈاکٹر اسمائلس مصنف سلفن ہیلپ کا مکتولہ ہے کہ ”مشہور کامیوں کی سوانح عمری نوع انسان کی ترقی کا مفید ذریعہ ہے۔ جس طرح کہ پہاڑی پر چاروں طرف روشنی پھیل جاتی ہے۔ اسی طرح ان کی روحانی روشنی آئندہ نسلوں کے واسطے اپنی چمک جاری رکھتی ہے۔“ اور ہمارے زمانے کا مشہور و معروف قومی شاعر۔ حیاتِ سعدی کے دیباچہ میں لکھتا ہے۔

کہ تیر گئی ان بزرگوں کی ایک لازوال یادگار ہے۔ جنہوں نے اپنی نمایاں کوششوں سے دنیا

و البقیہ حاشیہ: اس واقعہ میں شریک تھا چشتی صوفی امام اسلامی تذکرین کا بیس طوطا امکا دانا ابید اسکار اور کچھ چکن  
گزشتہ تین صدیوں کے واقعات میں جنگ اسکا لگا ہے یعنی اس زمانے کے انھیں واقعات کا اعتبار کیا جائے جو مسلمانوں کے ساتھ  
ماتہ ہوں۔ درایت سے یہ عرض ہے کہ وہ واقعہ بیان کیا جاتا ہے اس پر اس لحاظ سے نو کیا جاوے کہ وطنیت انسانی کے اقتضا  
نہ لڑائی خصوصیتوں، منسوب الیہ کے حالات اور ہی قوم کے اندرون کی یہ طاقت لکھتا ہے یا نہیں۔ اگر وہ واقعہ اس مبادی پر نہیں  
مردانہ و فکری مسکنہ ہر کی اپنی مثال جو کارروایت کے کیرات نے واقعہ کی صورت بدل دی ہے۔ اور ساتھ لکھتا ہے پورے شریکی مقامی؟

میں کمالات اور نیکیاں پھیلائی ہیں۔ اور جو انسان کہ آئندہ نسلوں کے لئے اپنے سماعی جمیل کے عمدہ کارنامے چھوڑ گئے ہیں۔ خصوصاً جو تو میں علی ترقیات کے بعد پستی اور ترترل کے وجہ سے کو پہنچ جاتی ہیں ان کے لئے بیوگرافی ایک تازیانہ ہے جو ان کو خواب غفلت سے بیدار کرتا ہے۔ جب وہ اپنے اکابر و اسلاف کی زندگی کے حالات اور ان کے کمالات دریافت کرتے ہیں۔ تو ان کی غیرت کی رگ حرکت میں آتی ہے۔ اور اپنی کھوئی ہوئی عزت اور برتری کے دوبارہ حاصل کرنے کا خیال ان کے دلوں میں پیدا ہوتا ہے۔ دنیا میں اکثر لوگ ایسے گدرے ہیں۔ جنہوں نے بڑے بڑے آدمیوں کی زندگی کے حالات صرف کتابوں میں پڑھ پڑھ کر اپنے تئیں انسانیت کے اعلیٰ درجے پر پہنچایا تھا۔ چنانچہ لکھا ہے کہ تو تھکر کے دل میں جو ایک غیر معمولی ترکیب پیدا ہوئی۔ اور نجمین فرنیکنائن نے نہایت پست حالت سے اعلیٰ درجے کی ترقی اور شہرت حاصل کی اس کا بڑا سبب یہی بیوگرافی کا مطالعہ تھا۔

انگلستان کے ایک مشہور مصنف کا قول ہے کہ ”بیوگرافی چلا چلا کر اور مندر کے طوفان کی طرح غل مچا کر یہ آواز دیتی ہے کہ جاؤ اور تم بھی ایسے ہی کام کرو۔“

حاشیہ۔ اے تو تھکر جن کلہ بنے والا عیسائی مذہب کا ایک مشہور مصلح اور تمام یورپ کو پرپ کے پنجے سے نکالت دینے والا ہے۔ تھکر کو میں پیدا ہوا۔ تھکر کو میں فائدہ ہوا۔

تھکر بنجھن امریکا کا ایک مشہور فاضل ہے جس نے سب سے اول علم برقی کے اصول دریافت کیے ہیں۔ تھکر میں بنجامن فرسٹن پیدا ہوا اور تھکر میں فوت ہوا۔

تھکر صفحہ ۱۰۰ حیات سعدی مصنف ملک الشعرائے افسانہ اوجہ الطاف حسین صاحب عالی ہانی قی مدظلہ العالی۔

بہر حال اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ اکابر قوم کے تذکرے آئندہ نسلوں کے واسطے ایسے ہی لازمی ہیں جیسے جسم کو روح یا آنکھ کو نور۔ اس لئے ہر شخص پر لازم ہے کہ وہ بزرگوں کی سوانح عمری سے فائدہ اٹھائے۔ اور ان کے نقش قدم پر چلنے کی کوشش کرے۔ اور بیوگرافی کے اس سبق کو نہ بھولے کہ ”ہم کو کیا کرنا چاہئے؟ اور کیا ہونا چاہئے؟“ کیونکہ کسی فلسفی کا یہ مقولہ ہے کہ ”تم وہی ہو جو ہونا چاہو“ صبح سے شام تک لوگ سوانح عمریاں پڑھتے ہیں مگر ایک حقہ کی حیثیت سے۔ اور نتائج کی طرف کسی کا ذہن منتقل نہیں ہوتا، یہی وجہ ہے کہ ہم آج تک کوئی مستند فائدہ نہیں اٹھا سکے ہیں۔“

لحماء نتائج مذکورۃ بالا، میں نے بھی تذکرہ نویسی پر قلم اٹھایا ہے۔ اور اس مقصد کے واسطے خاندان براکمہ انتخاب کیا ہے جو خاص فضائل سے منسوب تھا، براکمہ کے جو دو کم کے افسانے اور ان کے علمی کارنامے بطور ضرب المثل آج تک تاریخوں میں یادگار ہیں چنانچہ امیر محمودی میں امام فقہال تحریر فرماتے ہیں کہ ”میں سلطان محمود غزنوی کی خدمت میں اکثر حاضر ہوا کرتا تھا ایک دن اثنائے کلام میں دنیا کے مشہور اور فیاض لوگوں کا تذکرہ شروع ہوا میں نے براکمہ کا ذکر چھیڑا اور عرض کیا کہ فیاضی اس خاندان کے حصے میں تھی“ سلطان نے ارشاد فرمایا کہ تم مجھ سے انبیاء و کرامات اولیاء کے بعد مجھ کو فیاض لوگوں کے حالات سننے کا کمال شوق ہے“ میں نے عرض کیا کہ ”یہ خیال سلطان کی نیکی پر دلالت کرتا ہے“ پھر سلطان نے فرمایا کہ میں نے براکمہ کا



کا واقعہ سنایا ہے۔ مجھے اُن سے محبت اور مہمردی ہے معلوم نہیں؟ کہ خلیفہ مارون الرشید نے انہیں ایسے فیاض خاندان کو ہلاک کر دیا۔ قیام زمانہ تک اُن کے اثر اور مناقب کتابوں میں باقی رہیں گے۔

چونکہ اگر اُن کے حالات سے ایک خاص دلچسپی لوگوں کو زمانہ وراثت سے ہے۔ اس لیے میں نے مناسب جانا کہ ہر ایک کے مفصل حالات جس قدر دستیاب ہو سکیں اُن کو بطور تذکرے کے لکھوں تاکہ اُن کا نام دنیا میں زندہ ہو اور اُن کے فضائل اور کمالات سے قوم میں ایک عمدہ تحریک پیدا ہو۔ اس کتاب کے پڑھنے سے یہ اچھی طرح معلوم ہو سکتا ہے کہ فیاضی حقیقت میں کیا چیز ہے۔ اور عوام اور خواص کو اس سے کیا نفع پہنچ سکتا ہے۔ خیر یہ صفت تو مشترک ہے لیکن ارکان سلطنت کو بڑے تجربے کی یہ بات معلوم ہوگی کہ شخصی سلطنتوں میں جب کوئی وزیر یا امیر اپنا درجہ بادشاہ سے بڑھانا چاہتا ہے تو اس وقت غیرت یا مصلحت ملکی سے بادشاہ اس خاندان کے ساتھ کیا کرتے ہیں۔

اور کس طرح پر ایک چشم زدن میں اس کو مٹا دیتے ہیں۔ جس طرح خلیفہ مارون الرشید عباسی نے جعفر وزیر السلطنت کو جبکہ اس کی قوت سلطنت سے بڑھ گئی تو ہلاک کر دیا۔ سارے خاندان کو اوج شہم سے گرا دیا جس طرح اس خاندان کے ابتدائی ترقی کے حالات قابل تقلید ہیں ویسے ہی اُنکی تنزیل اور اباد کی تاریخ قابل عبرت ہے۔ ولید بن محمد الملک کے زمانے سے تاریخ میں ہر ایک کا ذکر شروع ہوتا ہے لیکن اُن کے عروج اور زوال کی اصلی تاریخ خلافت عباسیہ سے وابستہ ہے

طبع محمد مہمردی ہر ایک کی ہلاکت سے گماہ تھا لیکن اس کو اس باب ہلاکت معلوم نہیں تھے۔

ہارون الرشید عباسی کے عہد سلطنت میں براکہ کا ستارہ فلک اقبال پر چمکا۔ لیکن چند ہی سال  
 کی گردشوں میں ڈوب گیا۔ مؤرخین کے نزدیک ہارون الرشید کے عہد حکومت میں اگر کوئی واقعہ  
 ہے تو وہ براکہ کا قتل ہے۔ شمس العلماء مولانا شبلی نعمانی المامون میں تحریر فرماتے ہیں: ”حق یہ  
 ہے کہ اگر اس کا ہارون الرشید، دہن انصاف براکہ کے خون سے رنگین نہ تھا تو ہم اس کے  
 ہوتے عباسیوں میں کسی فرماؤ کو انتخاب کی نگاہ سے نہ دیکھ سکتے“ چونکہ براکہ کے حالات نہایت  
 دلچسپ تھے۔ اور اس وقت تک اردو زبان میں تحریر نہیں ہوئے تھے اسلئے قوم کے سامنے یہ  
 تالیف پیش کی جاتی ہے اور براکہ کی مناسبت سے ”البراکہ“ نام ہے۔ براکہ کی منتقل تاریخیں  
 عربی میں دو مشہور ہیں ایک المسالک فی احوال البراکہ۔ دوسری اخبار البراکہ۔ المسالک کی نسبت  
 تحقیق نہیں ہو سکتی کہ کس سنہ میں تصنیف ہوئی اور کون اس کا مصنف ہے۔ البتہ اخبار البراکہ  
 علامہ مرزائی کی تصنیف ہے جو ابن ندیم محمد بن اسحاق مصنف الفہرست کا سامعہ ہے اور الفہرست  
 ”سمرجری میں تصنیف ہوئی ہے۔ لہذا کم و بیش ہی زمانہ اخبار البراکہ کی تصنیف کا ہے۔  
 مرزائی نے یہ کتاب ابتدائی خاندان سے زوال براکہ تک پانچ سو ورق میں لکھی ہے۔ علاوہ ان کے  
 ابو الفرج علامہ اصفہانی مصنف افغانی نے بھی ایک بسیط تاریخ موسومہ اخبار البراکہ لکھی ہے مگر وہ  
 بھی نایاب ہے۔ البراکہ کی تالیف کے زمانہ میں میں نے بے انتہا کوشش کی کہ کوئی ایک نسخہ  
 دستیاب ہو جائے لیکن نصیبی سے ہندوستان کے کسی کتب خانے میں یہ نہیں لگا۔ بلکہ  
 مختلف تحقیقات سے یہ معلوم ہوا کہ مالک اسلامی کے کتب خانے بھی ان کتابوں سے خالی  
 ہیں تب مجھ پر ہو کر فارسی اور عربی کی بسیط تاریخیں بغیر انتخاب و کمینا شروع کیں خیال تھا

کر دھتہ اصفا اور فارسی کی دیگر تاریخوں میں بہت کچھ حالات ملیں گے۔ لیکن اس میں بھی کلابیانی نہونی تب مجبوراً غزنی علم ادب۔ اور تاریخوں کی ورق گردانی شروع کی۔ کم و بیش حالات جن مستند تاریخوں سے لئے گئے ہیں وہ حسب ذیل ہیں۔ علاوہ اس کے اخبارات اور علمی رسالے ہیں جن کے نام بسبب طوالت فہرست سے خارج کر دیے ہیں اور وہ تمام کتابیں بھی اس فہرست سے خارج ہیں جن کو بامید حالات برآمدول سے آخر تک دیکھا لیکن متعلق برآمد کے ایک واقعہ بھی نہیں ملا۔

## فہرست کتب جن سے البراکہ ماخوذ ہے

طبری کبیر۔ ابن خلدون۔ کمال بن الاثیر جزوی۔ مرویج الذهب و معاون الجوہر مسعودی۔ تاریخ ابن خلکان۔ الغفری ابن الطقطقی۔ کتاب الفہرست ابن النیرم تاریخ ابو الفدا کتاب الاغانی علاء مصہانی۔ حیون الانباء فی طبقات الاطباء ابن ابی اصیبتہ۔ مرآۃ الجنان یا فہی۔ التوفیقات الالہامیہ محمد مختار پاشا۔ روضۃ المناظر فی اخبار الاول والاخر۔ اخبار الاول فیمن تصرف فی مصرین ارباب الخ۔ تحفۃ الناظرین فیمن ولی مصرین الولاۃ واساطین۔ احکام الناس باذوق لبراکہ مع بنی عباس کتاب المعارف قیسیہ سلم۔ مختصر الدول ملکی۔ کتاب الاعلام باعلام بیت اللہ الحرام کتاب ابنہ بنہاء الانباء۔ سیم البدن خزانیہ قیوت جموی۔ المعانی وغریبۃ الغرائب ابن الوروی۔ سفر نامہ ابن جبیر کشف الظنون۔ آثار الاول فی الترتیب الدول۔ البتر المسبوک فی فصل الخ ملکوک امام غزالی۔ کتاب الاول کیا ابن جوزی۔ عقد الفریادین عبد ربہ۔ عقد الفریادین سعید۔ نشر النظم حل العقد لاثم البلی شراۃ الاوراق۔ المستطرف فی کل فن مستطرف۔ زہر الادب علامہ ابو اسحق منزہۃ الالباء فی طبقات الاولاء ابن ربی

شرح مقامات حریری ابوالباس احمد شریسی۔ رنات الثالب والثانی فی روایات الاغانی  
 حیوة الیونان دیری۔ رتج الابراز فخری۔ تلج العروس شرح القاموس۔ محیط المحيط بطرس بستانی  
 دیوان ابونواس۔ دیوان ابوالقاسم۔ علاؤہ حبیب السیر وروضة الصفا کے فارسی کی حسب نیل  
 تاریخوں سے بھی انتخاب کیا گیا ہے۔ تاریخ نزهة القلوب حمد اللہ ستونی۔ تاریخ نگارستان محمد بن احمد  
 کوفی۔ جامع الحکایات المشہور بفرج بعداۃ۔ زہر البیع سید نعمت اللہ جزیری۔ نزهة القلوب حمد اللہ  
 بن محمد اثری المشہور بہ تاریخ ضیاء برنی۔ تاریخ ماوراء النہر محمد السلطان محمد تقی خاں۔ تاریخ الفی فی  
 صدر الملک۔ تاریخ خراسان قلی بیست نامہ خواجہ نظام الملک طوسی۔ گنج دانش جزایہ ایران۔  
 جزایہ جام جم شہزادہ فرما میرزا۔ یہ وہ تاریخیں ہیں جن سے زیادہ جامع اور معتبر ہونا مشکل ہے اور  
 بعض بعض تاریخیں مثلاً طبری۔ مسعودی۔ کمال۔ ابن خلدون۔ دس دس جلدوں سے بھی زیادہ  
 ضخیم ہیں۔ لیکن ان تمام کتابوں میں متفرق طور پر براہ کمال ذکر آیا ہے۔ اور کوئی واقعہ تاریخی ترتیب  
 سے منضبط نہیں ہے۔ اس لحاظ سے اگر ایک نام مذکورہ بالا عربی فارسی تاریخوں کا ایسا جامع واقع  
 انتخاب ہے کہ جس سے زیادہ فراہم کرنا میرے اختیار سے باہر تھا۔ جعفر اول سے لے کر جو مورث  
 اور ابوالقاسم خاندان براہ کمال کا تھا۔ جعفر ثانی تک جو عہد خلافت ہارون الرشید میں قتل ہوا۔ ہر ایک کے  
 حالات اس طرز پر قلمبند کئے گئے ہیں کہ جسکی آج کل ضرورت ہے۔ اور اول سے آخر تک اس کا  
 لحاظ رکھا گیا ہے کہ جو بات لکھی جائے مستند کتابوں سے لکھی جائے۔ اسلئے ہر ایک روایت کا مافذ  
 حاشیہ میں لکھ دیا گیا ہے۔ لیکن باوجود اس محنت کے مجھے یہ ہرگز دعوے نہیں ہے کہ میں نے تذکرہ  
 نویسی کا حق ادا کیا ہے۔ اور وہ زمانہ حال کی میسر کے مطابق ہے۔ یا یہ کہ اگر خاندان براہ کمال کا جامع

سید کرہ ہے البتہ ایک بنیاد ہے جس پر زمانہ آئندہ میں بڑی عمارت بن سکتی ہے۔ حَسْبُنَا اللَّهُ  
وَنِعْمَ الْوَكِيلُ نَحْمُ الْمَوْلَى وَنُعِمْ النَّصِيرُ رَبَّنَا اقْبَلْ مِنَّا إِنَّكَ  
أَنْتَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ

## لفظ برک کی تحقیقات اور خاندانِ برک کی تسمیہ

برک کی جمع برک اور برک آتی ہے۔ اس لئے یہ شبہ ہوتا ہے کہ برک عربی لفظ ہے۔ لیکن  
تحقیقات سے معلوم ہوا کہ علم اللسان نے اپنے اصول کے موافق فارسی سے اس لفظ کو عربی  
سانچے میں ڈھالا ہے۔ لیکن اس لفظ کی اصلیت ظاہر کرنے سے پہلے۔ کہ ابتدا کیا تھا اور پھر  
کس طرح تبدیل ہوا۔ اربابِ لغت کا قول نقل کیا جاتا ہے۔ جس سے اندازہ ہو سیکے گا کہ ہماری تحقیقات  
کہاں تک صحیح ہے۔ مصنف برہان قاطع بحوالہ رشیدی و لطائف لکھتا ہے کہ ”برک نام  
جائے دولایت ست۔ و لقب جعفر بن خالد کہ در اوائل حال موس بود متولی سدا نیم کہ از متوقفا  
نوبہار کہ آن بخانہ و آنشدہ ملخ است و ہر کہ متولی آنجا شد برک گفتند“ چونکہ لغت کا  
ایک ایک حرف صحیح سمجھا جاتا ہے اس لئے عوام کو یقین ہو گا کہ بیشک برک کسی شہر کا نام ہے  
لیکن مجھے خوف ہے کہ اگر میں بھی برک کو شہر تسلیم کروں تو اس زمانہ میں کہ جس میں علمِ جغرافیہ  
کا سارہ نصف النہار پر پہنچ گیا ہے۔ یہ ثابت کرنا پڑے گا کہ برک کرہ ارض کے فلالِ قلم میں  
ہے۔ اور ایشیاءِ یورپ۔ افریقہ۔ امریکہ کے نقشبات میں فلالِ شہر یا جزیرہ کے متصل  
واقع ہے لیکن کسی جزایہ میں برک کا پتہ نہیں ہے۔ ایسے یہ اسم فرضی قابلِ اعتبار نہیں ہے۔



کرتے تھے ویسے ہی نوہار کا طواف کرتے تھے۔ اور جو متولی اس کا ہوتا تھا وہ ”برہمکا“  
 یعنی والی کہ کہلاتا تھا۔ یہ وجہ تسمیہ اس وجہ سے خلاف قیاس ہے کہ قدیم عجم نے اسلام سے  
 پہلے کبھی عرب کو عزت کی نگاہ سے نہیں دیکھا ہے۔ و کعبہ کی کچھ عزت کی ہے۔ اس لئے یہ  
 کہنا کہ عجمیوں نے کعبہ کی شہرت اور عزت کے مقابلے میں اپنے بتکدے یا اس کے متولی کا  
 نام برہمکا رکھا تھا محض غلط ہے۔ لیکن انت کی بناوٹ پر غور کرنے سے معلوم ہوا کہ لفظ برک  
 اصل میں بر صغیر ہے۔ کیونکہ عرب نے بُغ کے لفظ میں عجیب عجیب تصرفات کئے ہیں چنانچہ  
 بُجوسی۔ و جوس بھی اسی لفظ کی بڑھی ہوئی صورت ہے۔ اس لئے بُغ سے بُرکت بنایا گیا  
 ہے۔ اور پھر تخفیف کے لئے صغیر سے تبدیل ہو کر بُرکت ہو گیا۔ صغیر کا فتح تریوں ہوا۔ اب باقی  
 رہا غین کا کاف سے بدلنا یہ ایک معمولی بات ہے۔ کیونکہ اول غین جیم سے بدلا گیا جیسے ارغوان  
 سے ارجوان پھر جیم کاف ہو گئی اور غین براہ راست بھی کاف سے بدل جاتا ہے۔ جیسے  
 الاغواخاں کو عربوں نے ہلاکو خاں کر لیا ہے اب اگر لفظی ترکیب پر خیال کیا جائے تو بمقابلہ برکا  
 کے برغ زیادہ قرین قیاس ہے کیونکہ بُغ آتش پرست کو کہتے ہیں۔ فارسی قاعدے سے لفظ بر صغیر

لے دروسی طوسی یا درو کہ سلطان تھا لیکن عجمی الاصل ہونے کی وجہ سے مسلمانوں سے ہنوز تعصب باقی تھا چنانچہ شاہنار  
 میں لکھا ہے کہ ”زیر پرستہ خردن سو سپہار“ عرب ماجاے رسیدت کار کہ تاج کیاں را کند آرزو کہ طور بد اے  
 ہر گز دامن خود“ اگرچہ دروسی دوسرے شخص کی زبان سے ایک واقعہ بیان کر رہا ہے لیکن اس سے قوی خیال کی کیا

بھٹک پائی باقی رہے +

ہونے سے برنغ سے وہ شخص مراد ہوا جو مغلوں کا سردار ہو۔ لیکن مذکورہ بالا بحث صرف اُن لوگوں کی تسکین کی خاطر کے واسطے لکھی گئی ہے جو عربی تصرفات سے ناواقف ہیں ورنہ محض برنغ بکھینا کافی تھا۔ کیونکہ عربی میں کثرت ایسے لغت موجود ہیں جن کی نسبت پرشبہ بھی نہیں ہو سکتا ہے کہ وہ سرب ہیں مثلاً منجیق کہ اصل میں میکائیک تھا یا بیدق و خندق کہ اصل میں پیادہ و کندہ تھا۔ یونانی و فارسی الفاظ ہیں۔ جو عربی سانچے کے ڈھلے ہوئے ہیں۔ اور ناواقف جانتا ہے کہ خالص عربی الفاظ ہیں۔ بہر حال اس میں کوئی شک و شبہ نہیں ہے کہ ہر مک صرف وہی ایک خاندان ہے جس کو آتشکدہ نو بہار کی تولیت ماصل تھی اور سب سرداری و مرجع خلافت ہونے کے نو بہار کا متولی مغلوں کا افسر بلا دست سمجھا جاتا تھا۔ جسے اہل فارس برنغ اہل عرب ہر مک کہتے تھے۔ اور تمام کتابوں میں جہاں کہیں ہر مک کا ذکر آیا ہے اُس سے یہی خاندان سمجھا جاتا ہے اور مثل قیامہ روم۔ اکاسرہ عجم۔ فراعنہ مصر۔ خاقان چین۔ کے ہر مک بلخ بھی ہے۔ اعزازی خطاب میں ضرب المثل ہیں۔ کیونکہ لغت کی شہادت کے ماسواہ تمام مستند مؤرخین کا بھی یہی قول ہے۔ چنانچہ علامہ مسعودی یا یسخر مروج الذهب و معاون الجہر میں دنیا کے مشہور آتشکدوں اور بیت خانوں کے حالات میں تحریر فرماتے ہیں +

حاشیہ: بطور نوید کے عربی تصرفات کی تذکرہ کی مثالیں لکھی گئی ہیں اگر نظریں کو تحقیقات کا شوق ہو تو فراغتاً مطبوعہ بیروت ملاحظہ فرمائیں جس میں ۹۰ الفاظ و غیر زبانوں سے سرب یکے جگے ہیں بطور مثال کے درج ہیں۔



والبیت الرابع هو النوبهار الذی  
 بناه منو شھر بمدة سنة بلغم خرسان علی  
 اسم القمر وكان من بلی سدانة تعظمه اللد  
 فذلك البقم ونسقاء المره ونزجم الی  
 حكمه وحقل الیه الا موال و  
 كانت علیه وقوفه كان الموکل سدانة  
 یدعی البرموک هوسمة عامة لكل سدة  
 ومن اجل ذلك سمیت البرامک لان  
 بن بومک کان من ولد من کان علی تھن  
 مشهور تشکدوں میں چوتھا نو بہار ہے جس کو  
 فارس کے بادشاہ منو چہر نے ماہتاب کے نام  
 پر سو بہر اسان کے شہر بلخ میں تعمیر کیا تھا۔  
 تمام عجیب کے بادشاہ متولی آتشکدہ کی تعظیم  
 اور حکم کی فرماں برداری کرتے تھے۔ بڑے  
 بڑے چڑھاوے اس پر چڑھاتے تھے۔ اور  
 جاگیریں مصارف کیلئے وقف تھیں جو متولی ہوتا  
 تھا وہ بروک کہلاتا تھا۔ اور یہ ایک عام لقب تھا  
 جو ہر متولی نو بہار کو دیا جاتا تھا یہی وجہ تسمیہ براک کی

ہے کیونکہ خالہ بن زعفران برک اس آتشکدہ کے متولی کا بیٹا تھا۔

یہی قول ابو القاسم عبد الملک بن بدرون کا ہے چنانچہ مصنف اعلام الناس بحوالہ شرح  
 قصیدہ عبد الحمید بن عبدون لکھتا ہے۔

تلفه صفوحه جلد حاشیہ کامل ابن اثیر مطبوعہ مصر۔

تلفه طائفة مسعودی نے برک کو بروک لکھا ہے لیکن یہ تفسیر صرف لہجہ کا ہے کیونکہ بعض جمع براک لکھتا ہے۔

تلفه صفوحه ۱۱۔ اعلام الناس مطبوعہ مبنی مطبع اکبر محمدیہ شرح میرزا نہیں ہوئی لیکن طائفة النقیان میں وہ پراقتصد موجود ہے۔

حکما علیہ یہ ہے

اللہ یفعم بعد العین بالاثار فما البکاء علی الانشباح والصلو

وَالْبَرَمَكُ هُوَ الَّذِي يَحْمِلُ بَيْتَ النَّارِ كَمَا تَرَكُهُ بَلْعُ كَا مَتَوَلَّى تَحَا - اور جو سیوں  
 وکان برمک مرجع بلخ وکان عظیم میں اس کا بڑا درجہ تھا۔ خالد اسی برمک کا  
 القدر فیہم وولده خالد بیٹا ہے۔

یہی رائے ابن خلکان کی ہے۔ لیکن فارسی تاریخوں میں برمک کی ایک وجہ تشبیہ اور بھی  
 لکھی ہے جس کی ارباب لغت نے نہایت زور سے تائید کی ہے۔ اس لئے ہم بھی اس وجہ تشبیہ  
 کو مع اپنی رائے کے لکھتے ہیں امید ہے کہ ناظرین اس لطیفہ سے بہت خوش ہونگے۔ اور چونکہ  
 لغت اور تاریخ کے قریباً ایک ہی الفاظ ہیں لہذا برمان قاطع سے بقیہ عبارت متعلق لفظ برمک  
 لکھی جاتی ہے کہ ”چوں جمال حالش (یعنی جعفر بن جالماس پدر خالد برکی) بزور اسلام آراستہ  
 گردید۔ باعیال و اطفال بجانب دمشق کہ دارالملک حکام بنی امیہ بود و چون نمود۔ بعد از چند روز  
 بہ بارگاہ سلیمان بن عبد الملک آمد۔ چون چشم سلیمان بر جعفر افتاد رنگش متغیر شد۔ اشارہ فرمود  
 تا او را مجلس بیرون بروز خوش و نماے مجلس از صدور این حکم تعجب نمودہ از سبب آن  
 پرسید۔ سیاحان گفت این شخص زہر ہمراہ دارد۔ گفتند چون معلوم خداوند شد؛ گفت دو مہرہ بہ بارگاہ  
 من بستہ است کہ ہر گاہ زہر یا طعام و شراب زہر دار بہ مجلس دآوردند۔ انہا بحسب خاصیت  
 حرکتہ عنیف میکنند جھنار کفایت حال از جعفر پرسیدند جواب داد بلے قدر سے زہر و زہر نگین

حاشیہ ۱۵ و نبات الاعیان لابن خلدون جلد دوم صفحہ ۱۷۷ و کثیر و منہ الصفحہ تاریخ برنی و غیرہ۔

تلفہ تشریح برمک صفحہ ۱۲۰ مطبوعہ و در السلطنۃ قلمتہ۔

آگشتہ دار نہ محبت آنکہ وہ ہنگام شدت الم بر کم و از مذلت بر ہم لہذا او بر کم و اولاد او بر کم کی محبت  
مشہور شدند

یہی مضمون باد نے انیسر صاحب روضۃ الصفا و علامہ ضیاء برنی نے لکھا ہے۔ صرف ہند  
اختلاف ہے کہ مؤرخین کے نزدیک یہ واقعہ عہد سلطنت خلیفہ ولید بن عبدالملک کا ہے۔ اس  
موقع پر ہم کو اس تحقیقات کی ضرورت نہیں ہے کہ جعفر بن جاسم و شوق میں کس طائفہ کے عہد  
حکومت میں آیا۔ البتہ یہ تحقیق کرنا ضرور ہے کہ یہ وجہ تسمیہ کہاں تک موزوں ہے۔ ہمارے  
نزدیک عبارت مذکورہ بالا محض ایک لطیفہ ہے یا شاعرانہ خیال جس کو تحقیقات سے کچھ بھی  
تعلق نہیں ہے۔ کیونکہ دربار خلافت میں آنے سے پہلے جعفر برک کے لقب سے مشہور ہو چکا تھا۔  
علاوہ بریں و شوق میں آنے کی جہیز بیان کی جاتی ہے کہ گردش فکلی اور افلاس جعفر کو بلخ سے  
و شوق میں کھینچ لایا تھا۔ اور یہ بھی مؤرخین کو تسلیم ہے کہ جعفر علاوہ فنون کے علم انشاء اور  
شاعری میں فرزانہ روزگار اور اپنے زمانے میں ایک دانشمند اور حزب المثل شخص تھا۔ جب ہم  
جعفر کا یہ کمال تسلیم کرتے ہیں تو پھر یہ کیونکہ ہو سکتا ہے کہ جعفر یا شخص عرب کی زبان سے  
واقف نہ ہو گا جو دربار کی زبان تھی، کیونکہ ولید بن عبدالملک فارسی نہیں جانتا تھا۔ لیکن  
ہمارے اس شبہ پر یہ اعتراض ہو سکتا ہے کہ کوئی ضرورت جعفر کو عربی زبان دانہ کی نہیں تھی۔  
کیونکہ گفتگو ترجمان کے ذریعے سے ہوئی ہوگی۔ بالفرض اگر ایسا ہوتا تو یہ وجہ تسمیہ جو لفظ بر کم سے  
ماخوذ ہے بالکل بیکار ہو جاتی ہے۔ کیونکہ دعوائے یہ ہے کہ جس وقت جعفر کی زبان سے بر کم نکلا  
اس وقت سے اس کا برک لقب ہو گیا۔ یہ وجہ تسمیہ بناوٹ سے خالی نہیں ہے سیدھی بات

یہ ہے کہ جعفر برکی کا یہ ابتدائی واقعہ جب عربی سے فارسی تاریکوں میں نسل ہوا تو مزہ بین لے  
اس عربی لفظ کا جو اپنے موقع پر جعفر نے استعمال کیا ہو گا۔ بجائے جو ہم یا اسی قسم کے دوسرے  
الفاظ کے اپنے فصیح محاورے میں برکتم ترجمہ کیا اور انصاف یہ ہے کہ پورا حق ترجمہ کا ادراک کیا ہے  
کیونکہ برکتم کو کوئی نیا لغت ہے۔ نہ اس میں کوئی نکتہ ہے۔ ہاں یہ ضرور ہے کہ طویل الاستعمال  
ہے۔ اور نثر کے علاوہ نظم میں بھی شعرا نے کثرت اور برکتم کے شتات ہیں لکھا ہے۔  
چنانچہ کثرت کو یعنی کثرت حکیم سوزنی نے جو مشہور شاعر ہے اس طرح پر باندھا ہے۔

یادزد تو جواب نم سائل غم

از پریر الخوزہ۔ تا مفضل شیرمک

ایک دوسرا شاعر خاندان برکتم کے زوال کا پراثر نظارہ دکھلا کر ارباب زمانہ کو یوں نصیحت  
کرتا ہے۔

اے مفضل دہر گر تو دستانِ حرم و آرز

روزے دو شیر۔ دولت و قبیل برکی (رغل)

حاشیہ سلسلہ جعفر کا دربار میں ہر واقعہ تاریخی ہے۔ باقی اضافہ ہے! اس لئے لفظ برکتم کی تشریح باقتضائے قاری کے  
ہے جس کو واقعہ تاریخی سے کوئی تعلق نہیں ہے اس لئے بحیثیت تاریخ ہم اس کو تسلیم کرتے ہیں چنانچہ آئندہ وہ خطہ قطعاً بھی  
درجہ دوم ہے لکھا جائیگا۔

نکاح کے بعد زہرا المصطفیٰ شکیبائی کے چند ہر مصنفات ہمارے اختیارات معاصر قاری میں۔ ایک بیٹیکر کتاب ہے۔

درمید غرستہ مشوا از کمال نویش

یاد آواز زمانِ بزرگانِ بر مسکی۔ (رسم)

متاخرین شعراء میں سے غالب مرقوم نے بھی کسی فارسی قصیدے میں برکیم کا استعمال کیا ہے جو سندھم نے پیش کی ہے اس سے صاف ظاہر ہے کہ جعفر نے جو کچھ کہا ہو گا وہ عربی میں کہا ہو گا۔ اور فارسی کے جس لفظ میں ترجمہ کیا گیا ہے وہ صرف ایک محاورہ ہے جس میں کسی تاویل اور معنی آفرینی کی ضرورت ہی نہیں ہے۔

## خاندانِ برکیم کی ابست رانی حالت

روز ازل سے جس کی قیمت میں برکیم اعظم ہونا لکھا تھا وہ مشہور حکیم جاماس کا بیٹا۔ اور یشتاسف کا پوتا تھا جس کا نام جعفر برکیمی ہے۔

یشتاسف کے حالات زندگی بالکل تاریکی میں ہیں اور جاماس جو اپنے زمانہ کا ایک نامور مدبر اور حکیم گزرا ہے اس کے مختصر حالات شاہنامہ فردوسی سے معلوم ہو سکتے ہیں لیکن ہماری تاریخ جعفر بن جاماس سے شروع ہوتی ہے۔ خاندانِ برکیم میں یہ بھی ایک عجیب و غریب بات ہے کہ جس طرح خاندانی عروج و اقبال جعفر کے نام سے شروع ہوا تھا ویسا ہی اس کا ابا اور نعاں جعفر کے نام پر ختم ہوا کیلئے خاندانِ برکیم سے عوام میں سب سے زیادہ جس کا نام مشہور و معروف ہے وہ جعفر بن یحییٰ ہے اور اہل لیل میں جا جا اسی کے حمد و ثناء کے افسانے لکھے ہوئے ہیں۔ چنانچہ ذیل کے شجرے سے خاندان کی ترتیب معلوم ہوگی۔

# شَجَرَةُ النَّسَبِ إِلَى بَرْمَا

١٢٨



خالد



ضیعی محمد جعفر موسی عباس احمد خالد عبداللہ ابوبکر

جعفر بن جاسم جو خاندان براکھ کی تیسری پشت میں ہے اسکے

واقعات زندگی بھی محدود ہیں اور یہ بھی یاد رکھنا چاہئے کہ

بعض من جاما س

خاندانِ براء کا مورثہ اعلیٰ اور ابو الہایت مساف ہے لیکن تمام مؤرخین نے براء کی تادیب

کی ابتدا انکو امام جعفر سے کی ہے۔ بلکہ شہوت عام نے جعفر کا نام بھی مثالیہ ہے۔ اور صرف ہر ایک اصغر

بہارِ جعفریہ کے لکھا جا رہا ہے۔ چنانچہ محمد اللہ ستونی نے اپنی مشہور تلمیذ نذیرت اللہ زہت القلوب

حاشیہ: لے زہمت القلوب مغرور و مطبوعہ بمبئی۔ مکہ نقب یہ دنیا پر کی۔

میں اسلام کے ابتدائی واقعات لکھتے ہوئے براہِ مکہ کے متعلق تحریر کیا ہے کہ در ۹۰۰ سیدہ صبیحہ  
 آغازِ دولتِ براہِ مکہ بود۔ و اول شانِ جعفر برکلی کہ بہ جعفر لجنی مشہور بود۔ از تخمِ گودرز۔ دستورِ ارشد  
 بالکان است۔ و نو و سال دولتِ وزارتِ در آن خاندان بود از ایشان پنج کس وزارت کر دند  
 و جهان کرم و کریم جهان بودند، اس تحریر سے یہ معلوم ہوا کہ جعفر برکلی جو اپنے مقدس شہر بلخ کی وجہ  
 سے دنیا میں مشہور تھا۔ گودرز وزیرِ ارشدِ شیرِ بالکان کی نسل میں تھا اور وزارتِ اس کا موروثی ترکہ  
 تھا۔ چنانچہ اس عزت سے وہ خود بھی ممتاز ہوا۔ اور اس کی اولاد میں سے چار شخصوں کو شرف

حاشیہ ۱۔ ولید بن عبد اللہ کی کابرت کا خاتمہ ہو چکا تھا اور سلیمان بن عبد اللہ کی سلطنت چمٹا تھا۔

۲۔ ارشدِ شیرِ بن بک بن ساسان حکم کا مشہور بادشاہ ہے۔

۳۔ منوچہر بن ایرج بن فریدوں نے اس شہر کو آباد کیا تھا۔ اور بعد ازاں سپ میں دار السلطنت راہبوز فرسان میں یہ اول درجہ کا  
 تھا۔ اور بسببِ نوبہار کے محض کھجا جاتا تھا۔ یہاں اسکو بکریہ کہتے ہیں۔ عربوں نے یہاں کو مومگ کی بڑی تریف کی ہے۔  
 ۴۔ مسلمانوں نے خلیفہ سوم کے زمانہ میں یہ شہر فتح کیا تھا۔ ابراہیم ادہم اشغیت لجنی اس شہر کے مشہور و معروف لوگ ہیں چنگیز خان  
 نے ۱۲۱۱ء میں اس پر قبضہ کیا تھا۔ اس وقت سے آج تک بکریہ کی حالت میں ہے۔ اب اس شہر میں ۱۰۰ گاہوں  
 ہیں۔ انخان۔ ازبک۔ تہمت۔ اور پٹاری جیسے آباد ہیں۔ جس زمانے میں اسلام کی غلدار سی تھی اس وقت  
 شہر تہمت ہاکر ۱۰۰ مسجدوں میں مرنے لگا ہوا ہوا تھا۔ اُنہد قدیر میں سے سلطان شہر کی ٹوٹی ہوئی مسجد  
 اب تک موجود ہے۔ باغ و از تار و رخ ماوراء النہر آثار الاول و جزا فیہ جام جسم و ذبیۃ العزائب۔  
 و صلا لک

وزارت حاصل ہوا۔ اور تو سے برس تک آل برک میں وزارت قائم رہی۔

جعفر نساوند ہوا آتش پرست تھا۔ دنیاوی اعزاز۔ اور مذہبی تقدس میں اس سے  
**نام و نسب** زیادہ اور کیا درجہ ہو سکتا ہے۔ کہ آتشکدہ نوبہار کا متولی تھا جس کے سامنے  
 سلاطین کی گزینیں جھک جاتی تھیں۔ اور تمام قوم اور ملک میں جعفر برکی کا اعزاز صرف نوبہار کے  
 صدرتے میں تھا۔ چونکہ بالکہ کی شہرت اس آتشکدے سے وابستہ ہے لہذا مختصر کیفیت نوبہار کی بھی  
 لکھی جاتی ہے جس سے جعفر برکی کی وقت کا ناظرین خاص اندازہ کر سکیں۔

## آتشکدہ نوبہار

دنیا میں جس قدر مشہور و معروف آتشکدے تھے۔ منجملہ ان کے نوبہار بھی بلخ کا آتشکدہ ایک  
 تاریخی یادگار ہے۔ اور مؤرخین نے بلحاظ عظمت و شہرت کے نوبہار کا چوتھا نمبر لکھا ہے اور چونکہ ہر  
 آتشکدہ کسی نہ کسی دیوتا کے نام سے منسوب ہوتا تھا اس لئے منوچہر بادشاہ فارس نے ہاشمابک کے

حاضریہ۔ شہر دیکھ کر نہ صرف وہ تاریخ سوری بلکہ عجم و مشرق کا لایعنیہ۔ حالت بیت الزمان۔  
 علیہ السلام زردان سے آتشکدہ کی بنیاد پڑی ہے۔ کیونکہ ابالی خدس آگ کو درجہ کم کر اس کی پرستش کرتے تھے۔ اور کھتے تھے کہ ذات  
 اور خلوق میں آگ ایک واسطہ ہے اور تمام دنیا کی ابتدا آگ سے ہوئی ہے۔ اور جو کسی آتشکدہ میں اس شکافت کیا کرتے تھے چنانچہ  
 اصول مذہب کی رو سے زردان نے اول فرسان میں ایک آتشکدہ بنایا۔ بعد کو سحمان اور اس میں بنائے گئے۔ چنانچہ بدست  
 جوسی کے ظہور سے قبل اس آتشکدے مختلف مقامات میں ہو چرے۔ اور کئی ظہور کے بعد آہ کثرت ہوئی کہ جس کا شمار بھی  
 ہو سکتا ہے۔ چنانچہ مین مین آتشکدے بہت مدت تک قائم رہے۔ اور چنانچہ صدی تک خدس میں ہی قضا آتشکدے تھے۔  
 اس کی نسبت ابن حنبل جزایں اپنے جزیئے میں لکھتا ہے کہ وہ اس کثرت سے ہیں۔ اور مثیلہ کجور سرکاری کا خدات  
 کے کوئی شخص ان کا احسان نہیں کر سکتا۔ اور اس کثرت کی نسبت ظہر سوری کا خیال ہے کہ جب ظلام کے زیادہ ہوتی



نام پرے آتشکدہ بنایا تھا۔ اس کی غارت نہایت مضبوط۔ اور رنج الشان تھی تو گزمر بنے  
 اور اسی میں غارت تھی۔ اور سو گز لمبہ تھی اور چھت پر لمبہ نیزے گرے ہوئے تھے جس پر حریر  
 سبز کے پھیرے اڑا کرتے تھے۔ اور ہر ایک پھیرہ طول میں سو گز ہوتا تھا۔ چنانچہ شدت ہو اسے  
 جب کبھی نیزے سے کوئی پھیرہ الگ ہو جاتا تھا۔ تو کئی کئی میل کے فاصلے پر جا کر گھبراتا تھا پورا  
 آتشکدہ حیرا اور دیبا کے پردوں اور جو ابرغیسے آراستہ تھا۔ اور مجاوروں کے رہنے کے واسطے  
 تین سو ساٹھ حجر بنے ہوئے تھے۔ اور اکثر چڑھاوے میں علاوہ بڑی بڑی رتوں کے لہل  
 فلک حیر سبز کے پھیرے چڑھاتے تھے جس کا یہ اثر تھا کہ ایک ایک معمولی خادم اس آتشکدہ  
 کا امیر کہیے بنا ہوا تھا۔ اور تجربہ رکھی جس کو قبول ایک ظریف کے پیر میاں کہنا مناسب ہے  
 اس کی دولت و ثروت کا اندازہ کون کر سکتا ہے؟

بقیہ حاشیہ شروع کی تو بیوں نے اس خیال سے متفرق مقامات میں آتشکدے قائم کرنا شروع کر دیے کہ اگر ایک بار  
 ہو جائیگا تو دوسرا ضرور آتی رہے گا۔ چنانچہ عہد قدیم کے خاص خاص آتشکدے جب ذیل مقامات میں تھے۔  
 نام مقام

سائر دہان دارا۔  
 اور شین ایک۔ اس آتشکدہ کا نام برہا تھا۔ دوسرا آتشکدہ خلیج تسلیطہ میں جایا تھا جو عہد علیہ مدی  
 قریب مدینہ میں تعمیر ہوا کہ منام تھا۔  
 بیتا صاحب بادشاہ۔ اس آتشکدے کا نام مارا تھا۔ پہلے یہ صنم خاں تھا۔  
 منشا۔ اس آتشکدے کا نام قردان تھا۔ عہد علیہ سوم میں توڑا گیا۔ ایک برج اس کا آج تک موجود ہے۔  
 قریب کربہ ہران بنت کربہ۔  
 قریب آتشکدہ قریب کربہ ہران بنت کربہ۔ جس کے علاوہ کران۔ بکرستان۔ بہمال۔ توبہ بیان۔ ہندو تہہ میں کثرت آتشکدے تھے۔

فرنگہ نو بہار اپنے زمانے میں عیسویوں کا کعبہ تھا۔ اور اصول مذہب کے مطابق سالانہ حج ہوتا تھا۔ طواف بھی کیا جاتا تھا۔ نو بہار کا متولی خود مختار ہوا لی تھا۔ اور اس کی حکومت نو بہار سے اکیس میل تک تھی جس میں وہ شانانہ اختیارات برتنا تھا۔ اور نو بہار کی عظمت اس سے زیادہ اور کیا ہو سکتی ہے کہ عجم کا پیغمبر (بقول جو بیان) زروشت اس آشکدہ میں مدتوں معتکف رہا ہے اور لہر اسپ با و شاہ جب بوڑھا ہو گیا تو اس نے سلطنت اپنے بیٹے شکار کو سپرد کر دی۔ اور خود نو بہار کا جاوہر بن گیا۔ چنانچہ اس واقعہ کو اُستاد وقتی نے گشتا سپ میں اس طرح پر لکھا ہے۔

چو گشتا سپ را دوا لہر اسپ تخت فرو داد آذ تخت و در بہت رخت  
 بہ پنج گزین شد دواں نو بہار کہ بزواں پرستان آں روزگار  
 مراں خانہ را دوا شمسند چن اس کہ مر کعبہ را آمازیں این نرساں

لیکن نو بہار کی عرطمی جو چکی تھی اس لئے اب اس کی خزاں کا وقت آیا۔ اور ۱۰۴۴ ہجری میں خراسان فتح ہوا۔ اور حکومت اسلام تمام اطراف میں پھیل گئی۔ اس وقت یہ آشکدہ بھی مرد ہو گیا۔ اور جو آگ عہد منو پھر سے جلتی چلی آتی تھی۔ وہ چشمہ زون میں راکھ ہو کر اُڑ گئی۔

حاشیہ طے جزائے بیخ دانش صفحہ ۱۱۸۔ حالات پنج مطبوعہ طہران ۱۳۲۵ ہجری۔ صدر المآلک پنج خراسان حالات پنج نثری طے علامہ نقشبندی نے بیخ الابریس لکھا ہے کہ خالد برکی کو حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے مسلمان کیا تھا۔ اور اس کا نام عبد اللہ رکھا تھا۔ استیلا پنج اور دارالذکر کا مصنف لکھا ہے کہ جب پنج فتح ہوا ہے اس وقت متزلی برک دنام نہیں لکھا ہے سلطان ہو گیا۔ اور چونکہ پنج کی حکومت پہلے سے برک کے قبضہ اقتدار میں تھی۔ اس وجہ سے اسے خراج کی ذمہ داری نہ پڑی۔ سوم نے بدستبرک کی سپردگی میں رکھا۔ مضمون پنج اور دارالذکر صفحہ ۱۱۸ سلطان محمد تقی خاں بدختری کی

اور خاندانِ براہمہ بھی مصیبت کا لشکر ٹوٹ پڑا اور ان کا جہاد و جلال جا آ رہا۔ فتحِ خراسان کے بعد اس خاندان پر کیا کیا انقلاب آئے۔ اس کی تاریخوں میں کوئی تفصیل نہیں ہے۔ مگر اس میں شک نہیں ہے کہ ایک زمانہ دراز تک جعفر نے اپنے وطن کو نہیں چھوڑا لیکن آخر کار امیدِ منفعت یا شوقِ سیاحت نے ایک مدت کے بعد جعفر برکی کو بھی بلخ سے ہمیشہ کے لئے خیر باد کہنے پر مجبور کیا اور وطن سے وِشَق میں پہنچا دیا۔

**جعفر کی قابلیت** جعفر علاوہ حسن صورت کے علم و فضل میں خاص امتیاز رکھتا تھا۔ علم ادب۔ انشاپر وازی۔ شاعری میں ضرب المثل تھا۔ غرض کہ

دنیاوی اعزاز کے واسطے کوئی ایسی صفت نہ تھی جو فیاضِ ازل نے جعفر سے دریغ رکھی ہو۔ اور غالباً یہی کمالِ جعفر کو بلخ سے وِشَق میں لایا تھا۔ کیونکہ اس عہد میں دربارِ خلیفہ کے سوا اظہارِ کمالات کا کوئی دوسرا موقع اہل علم کے حق میں نہ تھا۔ جب جعفر وِشَق پہنچا ہے اس وقت

**عہدِ خلافتِ ولید** خاندانِ امیہ کا ساتواں تاجدار ولید بن عبد الملک تختِ سلطنت پر جلوہ افروز تھا۔ یہ خلیفہ ۷۰ھ میں اگرچہ تخت نشین ہوا۔ اور

۷۹ھ میں فوت ہو گیا۔ لیکن اس عرصے میں فتوحات کی نہایت ترقی ہوئی۔ ہندوستان

بقیہ حاشیہ کی روایت میں خالد کلام ہے یہ صحیح نہیں ہے کیونکہ خالد بن ولیدؓ ہمہ جہت میں پیدا ہوا تھا۔ اور اس وقت بلخ فتح ہوئے آٹھ برس ہو چکے تھے اور کئی عین حکومتِ بلخ کا واقعہ ہجرتِ بلخ کے ادھیڑ تاریخ میں نہیں ملا۔ ہاں یہ ہو سکتا ہے کہ جو وہ متولی اسلام لایا ہو جیسا کہ دوسری روایت میں ہے۔

۱۔ صفحہ ۷۷۰ تاریخِ سیوطی مطبوعہ مصروفات الولید بن عبد الملک ۶

پرفوج کشی ہوئی۔ دیبل (ٹھٹھ) فتح ہوا۔ خوارزم۔ وکترقند و کابل و فرغانہ پر اسلامی نشان اُڑتا تھا۔ علاوہ اس کے حدود اسلامی کے دائرے میں شام و اندلس اور تمام افریقہ کا رقبہ دخل تھا۔ اور خاص دار الخلافہ دمشق کی شان و شوکت کا کیا پوچھنا ہے۔ چنانچہ پائے تخت کی عظمت و جلال دیکھ کر جعفر حیرت زدہ رہ گیا۔ اب جعفر کو یہ فکر ہوئی کہ کسی جیلے سے دربار کا داخلہ میسر ہو۔ اور حقیقت میں غریب مسافر کے لئے یہ ایک مشکل موقع تھا مگر اپنے مطلب میں کامیاب ہونے کے واسطے جعفر نے یہ تدبیر نکالی کہ اول امر اسے دربار اور اراکین سلطنت سے ملنا شروع کیا۔ چونکہ جعفر ایک مشہور آتشکدہ کا ستولی اور رئیسِ اعظم تھا عام اس سے کہ وہ مسلمان ہو چکا تھا یا اسلام کی جانب مائل تھا اس لئے تمام اسلامی مجالس میں اس کی عزت ہوتی تھی۔ اور قطع نظر اس خصوصیت کے جعفر کی شیریں کلامی اور فصاحت و بلاغت کا جادو و عبد الملک کے ہرذیم پر اپنا اثر کر چکا تھا۔ اس لئے دمشق کے ہر گلی کوچے میں جعفر کی نکتہ سنجی کی دلوں بجاتی تھی۔ اراکین سلطنت نے جب ہر طرح پر جعفر کی قابلیت کا اندازہ کر لیا اس وقت بسبیل تذکرہ خلیفہ ولید سے جعفر کے مفصل حالات بیان کئے۔ خلیفہ نے جعفر کے

حاشیہ ۱۔ اقلیم چارم میں یہ شہر بت قدیم ہے۔ اور شام کے تمام شہروں سے بڑا ہے۔ چار ہزار برس سے زیادہ عرصہ گذر جب ارم بن سام بن نوح نے اس کو آباد کیا تھا۔ اٹھ میل کے دور میں آباد ہے۔ یورین کا بیان ہے کہ باغ ارم اسی شہر میں تھا جس کو شہر لوطا کے نام سے یاد کیا گیا تھا۔ کہ یسعیل متلکھا فی البلا و اسی کی صفت ہے ابتدا سے زمانے سے آج تک مختلف خاندانوں میں اہل حکومت رہی ہے۔ اور اسکے فتح کرنے میں ہر قوم کا ویرانہ حصہ ہے چنانچہ اول سلمان بابل و فارس نے اس پر قبضہ کیا۔ اور چار سو برس تک ان کا ماتحت رہا۔ اس کے بعد وحانی سو برس تک یونانیوں کا فرمانبردار رہا۔ جب یونان کا زوال ہوا تو رومیوں کے سلسلے میں چلا گیا۔ ساڑھے سات سو برس کے بعد رومیوں سے عربوں نے چھین لیا۔

حالات سنگری خیال کیا کہ اگر فی نفسہ جعفر جامع صفات نہ ہوتا تو کسی کو اس کے فضائل بیان کرنے کی میرے حضور میں جسارت نہ ہوتی۔ اور خود اہل دربار کا جعفر کو پیش کرنا اس پر دلیل ہے کہ وہ ایک گرانمایہ جوہر ہے۔ کیونکہ اہل دربار کو یہ اندیشہ تو ضرور ہی ہوا ہوگا کہ جعفر کی شہرت عام مجتہد تک تو ضرور پہنچ جائے گی۔ اس لئے خود انہوں نے تمام حالات عرض کر دیے۔ چنانچہ ولید بن عبد الملک نے دل ہی دل میں یہ فیصلہ کر کے حکم کر دیا کہ اچھا جعفر کو دربار عام میں پیش کرو چنانچہ جعفر خلیفہ کے روبرو حاضر لایا گیا۔ لیکن خلیفہ نے اس کی شکل دیکھتے ہی چوب دار کو یہ حکم دیا کہ ”جعفر کو سزا دی جائے“ خلیفہ کے حکم کی فوراً تعمیل ہوئی اور وہ بھی اس سختی سے کہ جعفر کھڑے سے گر پڑا اور گرتے ہی بیہوش ہو گیا۔ جعفر نرم گشتہ بخون آلودہ بلڈ سے باہر بیچ دیا گیا۔ اہل دربار کے واسطے جعفر کی سزا ایک سیلی تھی جس کا بوجھنا مشکل تھا۔

بقیہ حاشیہ اور سائے بارو برس اس پر گرا ان رہے۔ ۳۳۳۔ برس قبل حضرت عیسیٰ کے سکنہ۔ علم نے فتح کیا۔ اور مسیحیوں نے اہل تبارہ کر دیا لیکن مسیحیوں میں خلیفہ اول کے اخیر عہد میں سلاخوں کے قبضے میں آیا۔ اور مسیحیوں میں اہل معاویہ نے اپنا دار الحکامہ بنایا۔ چنانچہ اس وقت سے دمشق ترقی کرنا گیا اور جس وقت جعفر بن ابی طالب کے عروج کا زمانہ تھا۔ اس کے بعد سلطنت عباسیہ۔ قالیہ سلوکیہ کے قبضے میں رہا۔ مسیحیوں نے جعفر بن ابی طالب کے عہد میں تیرنے قبضہ کر کے براہ کیا۔ لیکن یہ مسیحیوں نے عہد سلیم اول سے ترکوں کے قبضے میں ہے۔ اور اب خلائی بعد الحجاز تان خلافتہ ملک کی تلوار کے نیچے سر جھکانے ہے۔ کرامت کے ہزار انتظار اس شہر میں ہیں چنانچہ ولید بن عبد الملک کی جزائی ہوئی مسجد میں جس کو کرم اللہ وجہہ لکھ رو پر صرف ہوا تھا تمام دنیا میں بے نظیر تھی۔ اولیٰ مسجد ایک ہیکل عظیم تھی جو مشرقی کے نام پر بنائی گئی تھی۔ جب یونانیوں نے عیسائیوں کے قبضے میں آئی تو تکیہ ہوئی جب مسلمانوں نے لیا تو مسجد بنادیا۔ اور دنیا کی مشہور مسجد گاہوں میں سے مشہور مسجد بن کر۔ شہر بان اہل بیت کے بدھو کو۔ دمشق ہے۔ بقول ابن حوقل سیاح کے آٹھ دن تک مسافر اس بیرون گاہ کی مدین میں سفر کر سکتا ہے۔ اور اس کو سایہ و درختان جاں فرما۔ اور خوشگوار پانی کے چھٹے ہیں۔ اور خوار و جزا فیہ عام و سفر نامہ احمد جبر۔ و جزا فیہ فوت۔ و تاریخ القلوب و فریۃ الہام ابن الدی۔ و تاریخ سودی و فریہ۔ لطف اس جگہ سے تاریخ کے ناول کی صورت اختیار کی ہے۔ اور تمام عجیب و غریب اس واقعہ کو رنگا ہے۔ صرف لفظ شہوت ہم نے بھی لکھ دیا ہے تاکہ ناظرین اس کی اصلی حالت معلوم ہو جاوے اور مضابط میں نہ رہیں۔

اکثر اہل دربار نے چاہا کہ اس مئے کو مل کریں۔ لیکن جلال شاہی سے اس وقت کسی کو جرات نہ ہوئی کہ اس ظلم کی پردہ کشائی کرے۔ اور سب حیرت زدہ رہ گئے لیکن اپنے کئے ہوئے صل سے بخل تھے۔ کہ ناواقف ہم نے غریب جعفر کو سردار رسوا کیا، اس واقعہ کے بعد ایک عرصہ تک مدبار میں جعفر کا تذکرہ نہیں ہوا۔ پھر چند اجاب جعفر کی عیادت کو گئے۔ دیکھا تو سقیم الحال پایا۔ صنعت اور ناتوانی نے جعفر کو نڈھال کر دیا تھا۔ سب کو اس کی شکستہ حالی اور غریبی پر رز آگیا۔ اور مختلف طور پر سب نے خدمت کی۔ جعفر نے اجاب کا شکریہ ادا کیا۔ اور چلتے وقت نہایت عاجزانہ لہجے میں یہ درخواست کی کہ ”جس طرح ممکن ہو۔ براہ مہربانی خلیفہ سے یہ دریافت کجھئے کہ آخر میری سزا کا باعث کیا تھا؛ سب نے اقرار کیا اور وقت کے منظر پر ہے ایک دن خلیفہ کو بتشاش دیکھ کر عرض کیا کہ ”اگر قصدام والا کو معلوم ہو کہ جعفر برکی کا یہ قصور تھا۔ تو جہاں تک ممکن ہو اس کام سے پرہیز کیا جائے“ اس وقت خلیفہ نے اپنے مصاحبوں کے جواب میں یہ ارشاد فرمایا کہ ”جعفر کو دربار میں حاضر ہونے کا کچھ بھی شہ نہیں ہے۔ جب وہ میرے حضور میں آیا تو اس کے پاس زہر موجود تھا۔ بس یہی اس کا قصور تھا جس کی سزا دی گئی۔ کیونکہ بادشاہوں کے حضور میں جلا اور اپنے پاس زہر رکھنا کون سے سلیقے کی بات ہے؛ خصوصاً ایسے شخص کے لئے جو بادشاہوں کی منادیت کا امیدوار ہے۔ میرے نزدیک اسکا یہ فعل نہایت ہی قابل نفرت ہے۔ اور یہ حال مجھے اس طرح معلوم ہوا کہ میرے بازو پر دوسرے بندے ہیں۔ ان کی خاصیت یہ ہے کہ جس وقت زہر کی بوتل کے پاس پہنچتی ہے تو ان میں حرکت ہوتی ہے۔ چنانچہ جعفر جس وقت میرے سامنے لیا ہے اس وقت ان دونوں میں

میں انت حرکت ہوئی جس سے مجھے معلوم ہو گیا کہ جعفر کے پاس زہر ہے! جعفر نے یہ خبر سنی تو اس کا اعتراف کیا۔ اور کہا کہ ”حقیقت میں اس وقت میرے پاس زہر موجود تھا۔ اور یہ میری محض گستاخی اور بے ادبی تھی کہ میں دربار میں زہر لے کر حاضر ہوا! جعفر کا یہ واقعہ عبداللہ شری کی تاریخ میں موجود ہے۔ بعض اوتاریخوں میں بھی اس کا ذکر ہے لیکن مستند مؤرخین نے اس قصہ کو ہمیشہ غلط سمجھا ہے اور ایسے واقعہ نگاروں کو سادہ دل اور عجائب پرست قرار دیا ہے۔ اور حقیقت میں یہ واقعہ منجملہ ان عجیب و غریب قصہ کہانیوں کے ہے

حاشیہ طبع میں نے تاریخ اسحاقی مشہور اخبار الاول میں بھی یہ قصہ پڑھا ہے اور وہ اس طرح کہ ایک دن منصور عباسی کے دربار میں خالد بن برمک حاضر ہوا۔ لیکن خلیفہ نے خالد کو بیٹھنے کی اجازت نہیں دی اور کہا کہ تمہارے پاس زہر ہے! خالد نے تسلیم کیا اور کہا کہ ”بیشک میری گوفی میں گینے کے نیچے زہر ہے۔ اور وہ اس لئے ہے کہ درباریوں کے دل میں بہت جوتے ہیں معلوم نہیں کہ کس وقت زندگی سے دل سیر ہو جائے اور موت کی آرزو ہو۔ چنانچہ اس غرض سے میں زہر کھتا رہا کہ وقت ضرورت کے کھالوں اور رسوائی سے محفوظ رہوں! جعفر کی وجہ تسمیہ میں اسی فقرے پر استدلال کیا جاتا ہے کہ وہ جنگام شدت الم بعمہ از ذلت برم پہنچا جو یہ غرض خلیفہ نے تسلیم کیا۔ باقی افسانہ مہروں کی لڑائی کا مجھ سے ہے۔ لیکن تاہم بہت مختصر ہے۔ خلاصہ تاریخوں میں طویل دے کر ضائع ٹھکانا بنا دیا گیا ہے۔ چنانچہ ضیاء برنی نے اس کے ثبوت میں ایک نظیر بھی پیش کی ہے اور وہ یہ ہے کہ شاہ طبرستان کے پاس ایک طوائف چھلی تھی۔ اور وہ دیا سے پھینکی ہوئی انگوٹیاں ڈھونڈ کر نکال لاتی تھی اور سچ دیا کے کنارے پہنچ کر انہ سے انگوٹھی اوگل دیتی تھی جس کا تجربہ خود ہی صوفیے کیا تھا۔ اور صاحب نگارستان بحر الیاف عجیب السیر لکھتا ہے کہ ”خلیفہ ولید نے یہ چھلی طبرستان سے منگا کر خود تجربہ کیا تھا۔ بلکہ اس چھلی کے مقابلے میں انھوں نے ایک قری کو پیش کیا ہے۔ یعنی سلطان محمود غزنوی کو ہندوستان کے کسی ناچ نے ایک قری بھیجی تھی۔ اور اس میں یہ صفت تھی کہ جب دسترخوان پر کھانا رکھا جائے تو قری کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو جاتے تھے۔ اور جو قطرہ پکٹا تھا وہ مثل پتھر کے ٹوٹے کے ہو جاتا تھا۔ اور دونوں پر نگلے سے دم کھاکام دیتا تھا۔ علاوہ عجیب السیر وغیرہ کے نظام الملک وزیر ملک شاہ سلجوقی نے بھی حمایت عمده الفاظ میں جعفر کا یہ قصہ لکھا ہے۔ انہیں اگر محفل رکھنا چاہیں تو کتب سیاستناثر سے نظام الملک صفحہ ۲۵۷ء بطور حد پیرس (دوا السلطۃ فرانس) ۱۸۹۷ء ملاحظہ فرمائیں۔

جوابدشاہوں کے دربار میں قصہ گو بیان کرتے ہیں جس کو تاریخ سے کوئی واسطہ اور تعلق نہیں ہوتا ہے۔ چنانچہ بطور نمونہ ہم نے بھی جعفر کا یہ قصہ لکھا ہے ورنہ فی نفسہ یہ کوئی واقعہ نہیں ہے ورنہ درمن قال ہے

اگلے وقتوں کے ہیں یہ لوگ انھیں کچھ نہ کہو جو کہ قصوں کو صحیح اور سجا کہتے ہیں بہر حال تاریخی حیثیت سے یہ ثابت نہیں ہے کہ ولید بن عبد الملک کے دربار میں جعفر اول مرتبہ کس تقریب سے پیش ہوا۔ اور پھر اس نے کس طرح پرولید کو اپنا گرویدہ بنالیا۔ لیکن یہ ضرور ثابت ہے کہ ولید بن عبد الملک نے جعفر کو درجہ کتابت تک پہنچا دیا تھا۔ اس سے زیادہ کوئی اور کارنامہ جعفر کا ایسا نہیں ہے جو ناظرین کے سامنے پیش کیا جائے البتہ دو قابل اظہار ہیں ایک یہ کہ خلیفہ ولید کے فیض صحبت سے جعفر مسلمان ہوا۔ اور پھر تمام خاندان میں اسلام باقی رہا۔ بلکہ حیثیت اسلامی جو کارنامے کئے ہیں وہ زمانے میں یا دگار ہیں۔ دوسرے یہ کہ اسی مبارک زمانے میں جعفر کے ایک بیٹا پیدا ہوا جس کا نام خالد ہے۔ اور یہی وہ بلند اقبال لڑکا ہے جو پچھلے دور میں خاندان برک کی شہرت عام کا قدیم ہوا ہے۔

حاشیہ ۱۔ مکیت تاریخ ضیاء برنی دہشت توہم جلد صفحہ ۱۰۸۔

۲۔ زمانہ حال کی اصطلاح میں کتابت کا عمدہ چھت سکوڑی کے معنی میں ہے۔

۳۔ عربی تاریخوں میں جعفر کے اسلام کی کوئی مرآت نہیں ہے لیکن یہ توین تباہ ہے کہ جعفر اسی زمانے میں مسلمان پیدا ہوا ہے جیسا کہ ضیاء برنی نے لکھا ہے۔



## خالد بن جعفر برسکی

### خالد کی ولادت

جعفر بن ابی کاہہ ہونہار۔ اور بلند اقبال لڑکا خلیفہ ولید بن عبد الملک کے زمانے میں پیدا ہوا۔ ابن عساکر نے تاریخ دمشق میں خالد بن ابی کاہہ کی ولادت یہ بیان کیا ہے۔ لیکن مؤرخین کا اس میں اختلاف ہے کہ دراصل خالد جعفر بن ابی کاہہ کا لڑکا تھا یا نہیں۔ تاریخ طبری کبیر۔ ابن خلدون۔ وکال بن الاثیر۔ کی تحریر کا یہ خلاصہ ہے کہ یہ میں قتیبة بن مسلم حجاج کی طرف سے خراسان میں والی ہو کر آیا۔ اور کثیر العدد فوج جمع کر کے مرو پر فوج کشی کی طیاری کی۔ ہمدان کے جوش میں پنج کی اطراف و جواب سے قافلے جمع ہوتے جاتے تھے چنانچہ صلح بن مسلم کی سپہ سالاری میں بہتیت ایاس بن عبد اللہ بن عمرو۔ علی الخراج اور عثمان بن العدی جیسے پر جوش اور بہادری

حاشیہ ۱۔ ابن عساکر صفحہ ۲۲۲۔ جلد ۲۔ طبری جلد سوم ۱۵۵۔ ابن خلدون جلد ۳ صفحہ ۵۹۔

۱۵۵۔ کامل یہ جلد ۲۰۰ صفحہ ۲۰۱۔ جہاں کی سفایاں زیادہ ترانہ مذہب اور پیشہ ایمان دین پر تھیں صحابہ کرام اور عارفین کی تعداد جو جہاں نے قتل کرانی ایک لاکھ بیس ہزار ہے۔ اس کے ظلم کی انتہائی قرینیت یہ ہے کہ حضرت عمر بن عبد العزیز (نویں خلیفہ خاندان امیہ) نے کہا ہے کہ اگر اوپنہ ہوں کی نہیں سب لکرا ہے اپنے زمانے کے بیکاروں کو چھٹی کریں اور ہم صحت و تندرستی میں لادیں تو وہ شہر بار بار آجہاری رہے گا یہ بے سقوت قید غذا ہی کا ایجاد ہے۔ مرد و عورت سب کو ایک زنجیر میں اسی قید کیا۔ صحرائیں لوگوں کے اقدوں پر ان کے اور ان کی ولادت گاہ کے نام گروا ہے۔ عرب کی کشیوں پر مال کا رغن نکلیا۔ سب سے پہلے جس کے دیبا میں ہزار خوان کھانے کے دل مجلس کے سامنے رکھے گئے وہ یہی حجاج ہے۔ تاریخ الخلفاء جلد اول ص ۱۵۱۔

افسوس کے مرد پر لشکر روانہ ہوا۔ اور صالح اس مہم میں کامیاب ہو گیا۔ لیکن خاتمہ جنگ کا صلح پر ہوا۔ اس لڑائی میں جو لونڈیاں گرفتار ہو کر آئیں ان میں بکٹ اصغر کی عورت جو تاشکندہ نوہار سے گرفتار ہو کر آئی تھی۔ موجود تھی۔ جب غنیمت تقسیم ہوئی تو یہ عورت عبداللہ بن مسلم کے حصے میں آئی چند روز بعد صلح ہوئی تو قتیبہ کے حکم سے لونڈیاں بھی واپس ہوئیں۔ تب مجبوراً عبداللہ کو بھی یہ عورت واپس کرنا پڑی۔ اس وقت عورت نے کہا کہ "اے عرب مجھے تیرا عمل رہ گیا ہے یہ لیکن مطابق صلح کے یہ لونڈی واپس کر دی گئی۔ گر یہ طے پایا کہ اگر بیٹا ہو تو ہمارا ہے یہ چنانچہ اس عورت سے خالد پیدا ہوا۔ بہر حال خالد خواہ عبداللہ بن مسلم کا ہی بیٹا کیوں نہ ہو۔ مگر سلسلہ نسب میں امام طور پر جو تاریخی شہرت ہے وہ جعفر کے نام سے ہے اور خالد بن جعفر برکی مشہور ہے اور اس کا اعتراف تو ہر مورخ کو ہے کہ خالد کی پرورش جعفر برکی کے سایہ عاطفت میں ہوئی ہے۔

لیکن تعلیم و تربیت کے مزید حالات میں ہماری تحقیق محدود ہے البتہ تاریخ الملوک سے صرف اس قدر پتہ معلوم ہوا ہے کہ کشمیر کے پہاڑوں میں خالد کی تعلیم ہوئی تھی۔ چونکہ یہ زمانہ علوم و فنون کی بہار کا تھا۔ اور تمام اطراف ہندوستان علمی خزانوں سے معمور تھے۔ اس لئے تعجب نہیں کہ دمشق سے سیر و سیاحت اور حصول علم کے لئے خالد کشمیر بھیجا گیا ہو۔ اور چونکہ جعفر تو بھی فرناضہ روزگار تھا اس لئے یہ صحیح سمجھنا چاہئے کہ خالد بھی اعلیٰ تعلیم و تربیت کا ایک عمدہ نمونہ تھا۔

حاشیہ صفحہ یکہ کے دو جزیرے کا لقب بلکہ مراد جاسکے کہ تاریخ الملوک صفحہ ۹۰۔ ۹۱۔ ۹۲۔ ۹۳۔ ۹۴۔ ۹۵۔ ۹۶۔ ۹۷۔ ۹۸۔ ۹۹۔ ۱۰۰۔ ۱۰۱۔ ۱۰۲۔ ۱۰۳۔ ۱۰۴۔ ۱۰۵۔ ۱۰۶۔ ۱۰۷۔ ۱۰۸۔ ۱۰۹۔ ۱۱۰۔ ۱۱۱۔ ۱۱۲۔ ۱۱۳۔ ۱۱۴۔ ۱۱۵۔ ۱۱۶۔ ۱۱۷۔ ۱۱۸۔ ۱۱۹۔ ۱۲۰۔ ۱۲۱۔ ۱۲۲۔ ۱۲۳۔ ۱۲۴۔ ۱۲۵۔ ۱۲۶۔ ۱۲۷۔ ۱۲۸۔ ۱۲۹۔ ۱۳۰۔ ۱۳۱۔ ۱۳۲۔ ۱۳۳۔ ۱۳۴۔ ۱۳۵۔ ۱۳۶۔ ۱۳۷۔ ۱۳۸۔ ۱۳۹۔ ۱۴۰۔ ۱۴۱۔ ۱۴۲۔ ۱۴۳۔ ۱۴۴۔ ۱۴۵۔ ۱۴۶۔ ۱۴۷۔ ۱۴۸۔ ۱۴۹۔ ۱۵۰۔ ۱۵۱۔ ۱۵۲۔ ۱۵۳۔ ۱۵۴۔ ۱۵۵۔ ۱۵۶۔ ۱۵۷۔ ۱۵۸۔ ۱۵۹۔ ۱۶۰۔ ۱۶۱۔ ۱۶۲۔ ۱۶۳۔ ۱۶۴۔ ۱۶۵۔ ۱۶۶۔ ۱۶۷۔ ۱۶۸۔ ۱۶۹۔ ۱۷۰۔ ۱۷۱۔ ۱۷۲۔ ۱۷۳۔ ۱۷۴۔ ۱۷۵۔ ۱۷۶۔ ۱۷۷۔ ۱۷۸۔ ۱۷۹۔ ۱۸۰۔ ۱۸۱۔ ۱۸۲۔ ۱۸۳۔ ۱۸۴۔ ۱۸۵۔ ۱۸۶۔ ۱۸۷۔ ۱۸۸۔ ۱۸۹۔ ۱۹۰۔ ۱۹۱۔ ۱۹۲۔ ۱۹۳۔ ۱۹۴۔ ۱۹۵۔ ۱۹۶۔ ۱۹۷۔ ۱۹۸۔ ۱۹۹۔ ۲۰۰۔ ۲۰۱۔ ۲۰۲۔ ۲۰۳۔ ۲۰۴۔ ۲۰۵۔ ۲۰۶۔ ۲۰۷۔ ۲۰۸۔ ۲۰۹۔ ۲۱۰۔ ۲۱۱۔ ۲۱۲۔ ۲۱۳۔ ۲۱۴۔ ۲۱۵۔ ۲۱۶۔ ۲۱۷۔ ۲۱۸۔ ۲۱۹۔ ۲۲۰۔ ۲۲۱۔ ۲۲۲۔ ۲۲۳۔ ۲۲۴۔ ۲۲۵۔ ۲۲۶۔ ۲۲۷۔ ۲۲۸۔ ۲۲۹۔ ۲۳۰۔ ۲۳۱۔ ۲۳۲۔ ۲۳۳۔ ۲۳۴۔ ۲۳۵۔ ۲۳۶۔ ۲۳۷۔ ۲۳۸۔ ۲۳۹۔ ۲۴۰۔ ۲۴۱۔ ۲۴۲۔ ۲۴۳۔ ۲۴۴۔ ۲۴۵۔ ۲۴۶۔ ۲۴۷۔ ۲۴۸۔ ۲۴۹۔ ۲۵۰۔ ۲۵۱۔ ۲۵۲۔ ۲۵۳۔ ۲۵۴۔ ۲۵۵۔ ۲۵۶۔ ۲۵۷۔ ۲۵۸۔ ۲۵۹۔ ۲۶۰۔ ۲۶۱۔ ۲۶۲۔ ۲۶۳۔ ۲۶۴۔ ۲۶۵۔ ۲۶۶۔ ۲۶۷۔ ۲۶۸۔ ۲۶۹۔ ۲۷۰۔ ۲۷۱۔ ۲۷۲۔ ۲۷۳۔ ۲۷۴۔ ۲۷۵۔ ۲۷۶۔ ۲۷۷۔ ۲۷۸۔ ۲۷۹۔ ۲۸۰۔ ۲۸۱۔ ۲۸۲۔ ۲۸۳۔ ۲۸۴۔ ۲۸۵۔ ۲۸۶۔ ۲۸۷۔ ۲۸۸۔ ۲۸۹۔ ۲۹۰۔ ۲۹۱۔ ۲۹۲۔ ۲۹۳۔ ۲۹۴۔ ۲۹۵۔ ۲۹۶۔ ۲۹۷۔ ۲۹۸۔ ۲۹۹۔ ۳۰۰۔ ۳۰۱۔ ۳۰۲۔ ۳۰۳۔ ۳۰۴۔ ۳۰۵۔ ۳۰۶۔ ۳۰۷۔ ۳۰۸۔ ۳۰۹۔ ۳۱۰۔ ۳۱۱۔ ۳۱۲۔ ۳۱۳۔ ۳۱۴۔ ۳۱۵۔ ۳۱۶۔ ۳۱۷۔ ۳۱۸۔ ۳۱۹۔ ۳۲۰۔ ۳۲۱۔ ۳۲۲۔ ۳۲۳۔ ۳۲۴۔ ۳۲۵۔ ۳۲۶۔ ۳۲۷۔ ۳۲۸۔ ۳۲۹۔ ۳۳۰۔ ۳۳۱۔ ۳۳۲۔ ۳۳۳۔ ۳۳۴۔ ۳۳۵۔ ۳۳۶۔ ۳۳۷۔ ۳۳۸۔ ۳۳۹۔ ۳۴۰۔ ۳۴۱۔ ۳۴۲۔ ۳۴۳۔ ۳۴۴۔ ۳۴۵۔ ۳۴۶۔ ۳۴۷۔ ۳۴۸۔ ۳۴۹۔ ۳۵۰۔ ۳۵۱۔ ۳۵۲۔ ۳۵۳۔ ۳۵۴۔ ۳۵۵۔ ۳۵۶۔ ۳۵۷۔ ۳۵۸۔ ۳۵۹۔ ۳۶۰۔ ۳۶۱۔ ۳۶۲۔ ۳۶۳۔ ۳۶۴۔ ۳۶۵۔ ۳۶۶۔ ۳۶۷۔ ۳۶۸۔ ۳۶۹۔ ۳۷۰۔ ۳۷۱۔ ۳۷۲۔ ۳۷۳۔ ۳۷۴۔ ۳۷۵۔ ۳۷۶۔ ۳۷۷۔ ۳۷۸۔ ۳۷۹۔ ۳۸۰۔ ۳۸۱۔ ۳۸۲۔ ۳۸۳۔ ۳۸۴۔ ۳۸۵۔ ۳۸۶۔ ۳۸۷۔ ۳۸۸۔ ۳۸۹۔ ۳۹۰۔ ۳۹۱۔ ۳۹۲۔ ۳۹۳۔ ۳۹۴۔ ۳۹۵۔ ۳۹۶۔ ۳۹۷۔ ۳۹۸۔ ۳۹۹۔ ۴۰۰۔ ۴۰۱۔ ۴۰۲۔ ۴۰۳۔ ۴۰۴۔ ۴۰۵۔ ۴۰۶۔ ۴۰۷۔ ۴۰۸۔ ۴۰۹۔ ۴۱۰۔ ۴۱۱۔ ۴۱۲۔ ۴۱۳۔ ۴۱۴۔ ۴۱۵۔ ۴۱۶۔ ۴۱۷۔ ۴۱۸۔ ۴۱۹۔ ۴۲۰۔ ۴۲۱۔ ۴۲۲۔ ۴۲۳۔ ۴۲۴۔ ۴۲۵۔ ۴۲۶۔ ۴۲۷۔ ۴۲۸۔ ۴۲۹۔ ۴۳۰۔ ۴۳۱۔ ۴۳۲۔ ۴۳۳۔ ۴۳۴۔ ۴۳۵۔ ۴۳۶۔ ۴۳۷۔ ۴۳۸۔ ۴۳۹۔ ۴۴۰۔ ۴۴۱۔ ۴۴۲۔ ۴۴۳۔ ۴۴۴۔ ۴۴۵۔ ۴۴۶۔ ۴۴۷۔ ۴۴۸۔ ۴۴۹۔ ۴۵۰۔ ۴۵۱۔ ۴۵۲۔ ۴۵۳۔ ۴۵۴۔ ۴۵۵۔ ۴۵۶۔ ۴۵۷۔ ۴۵۸۔ ۴۵۹۔ ۴۶۰۔ ۴۶۱۔ ۴۶۲۔ ۴۶۳۔ ۴۶۴۔ ۴۶۵۔ ۴۶۶۔ ۴۶۷۔ ۴۶۸۔ ۴۶۹۔ ۴۷۰۔ ۴۷۱۔ ۴۷۲۔ ۴۷۳۔ ۴۷۴۔ ۴۷۵۔ ۴۷۶۔ ۴۷۷۔ ۴۷۸۔ ۴۷۹۔ ۴۸۰۔ ۴۸۱۔ ۴۸۲۔ ۴۸۳۔ ۴۸۴۔ ۴۸۵۔ ۴۸۶۔ ۴۸۷۔ ۴۸۸۔ ۴۸۹۔ ۴۹۰۔ ۴۹۱۔ ۴۹۲۔ ۴۹۳۔ ۴۹۴۔ ۴۹۵۔ ۴۹۶۔ ۴۹۷۔ ۴۹۸۔ ۴۹۹۔ ۵۰۰۔ ۵۰۱۔ ۵۰۲۔ ۵۰۳۔ ۵۰۴۔ ۵۰۵۔ ۵۰۶۔ ۵۰۷۔ ۵۰۸۔ ۵۰۹۔ ۵۱۰۔ ۵۱۱۔ ۵۱۲۔ ۵۱۳۔ ۵۱۴۔ ۵۱۵۔ ۵۱۶۔ ۵۱۷۔ ۵۱۸۔ ۵۱۹۔ ۵۲۰۔ ۵۲۱۔ ۵۲۲۔ ۵۲۳۔ ۵۲۴۔ ۵۲۵۔ ۵۲۶۔ ۵۲۷۔ ۵۲۸۔ ۵۲۹۔ ۵۳۰۔ ۵۳۱۔ ۵۳۲۔ ۵۳۳۔ ۵۳۴۔ ۵۳۵۔ ۵۳۶۔ ۵۳۷۔ ۵۳۸۔ ۵۳۹۔ ۵۴۰۔ ۵۴۱۔ ۵۴۲۔ ۵۴۳۔ ۵۴۴۔ ۵۴۵۔ ۵۴۶۔ ۵۴۷۔ ۵۴۸۔ ۵۴۹۔ ۵۵۰۔ ۵۵۱۔ ۵۵۲۔ ۵۵۳۔ ۵۵۴۔ ۵۵۵۔ ۵۵۶۔ ۵۵۷۔ ۵۵۸۔ ۵۵۹۔ ۵۶۰۔ ۵۶۱۔ ۵۶۲۔ ۵۶۳۔ ۵۶۴۔ ۵۶۵۔ ۵۶۶۔ ۵۶۷۔ ۵۶۸۔ ۵۶۹۔ ۵۷۰۔ ۵۷۱۔ ۵۷۲۔ ۵۷۳۔ ۵۷۴۔ ۵۷۵۔ ۵۷۶۔ ۵۷۷۔ ۵۷۸۔ ۵۷۹۔ ۵۸۰۔ ۵۸۱۔ ۵۸۲۔ ۵۸۳۔ ۵۸۴۔ ۵۸۵۔ ۵۸۶۔ ۵۸۷۔ ۵۸۸۔ ۵۸۹۔ ۵۹۰۔ ۵۹۱۔ ۵۹۲۔ ۵۹۳۔ ۵۹۴۔ ۵۹۵۔ ۵۹۶۔ ۵۹۷۔ ۵۹۸۔ ۵۹۹۔ ۶۰۰۔ ۶۰۱۔ ۶۰۲۔ ۶۰۳۔ ۶۰۴۔ ۶۰۵۔ ۶۰۶۔ ۶۰۷۔ ۶۰۸۔ ۶۰۹۔ ۶۱۰۔ ۶۱۱۔ ۶۱۲۔ ۶۱۳۔ ۶۱۴۔ ۶۱۵۔ ۶۱۶۔ ۶۱۷۔ ۶۱۸۔ ۶۱۹۔ ۶۲۰۔ ۶۲۱۔ ۶۲۲۔ ۶۲۳۔ ۶۲۴۔ ۶۲۵۔ ۶۲۶۔ ۶۲۷۔ ۶۲۸۔ ۶۲۹۔ ۶۳۰۔ ۶۳۱۔ ۶۳۲۔ ۶۳۳۔ ۶۳۴۔ ۶۳۵۔ ۶۳۶۔ ۶۳۷۔ ۶۳۸۔ ۶۳۹۔ ۶۴۰۔ ۶۴۱۔ ۶۴۲۔ ۶۴۳۔ ۶۴۴۔ ۶۴۵۔ ۶۴۶۔ ۶۴۷۔ ۶۴۸۔ ۶۴۹۔ ۶۵۰۔ ۶۵۱۔ ۶۵۲۔ ۶۵۳۔ ۶۵۴۔ ۶۵۵۔ ۶۵۶۔ ۶۵۷۔ ۶۵۸۔ ۶۵۹۔ ۶۶۰۔ ۶۶۱۔ ۶۶۲۔ ۶۶۳۔ ۶۶۴۔ ۶۶۵۔ ۶۶۶۔ ۶۶۷۔ ۶۶۸۔ ۶۶۹۔ ۶۷۰۔ ۶۷۱۔ ۶۷۲۔ ۶۷۳۔ ۶۷۴۔ ۶۷۵۔ ۶۷۶۔ ۶۷۷۔ ۶۷۸۔ ۶۷۹۔ ۶۸۰۔ ۶۸۱۔ ۶۸۲۔ ۶۸۳۔ ۶۸۴۔ ۶۸۵۔ ۶۸۶۔ ۶۸۷۔ ۶۸۸۔ ۶۸۹۔ ۶۹۰۔ ۶۹۱۔ ۶۹۲۔ ۶۹۳۔ ۶۹۴۔ ۶۹۵۔ ۶۹۶۔ ۶۹۷۔ ۶۹۸۔ ۶۹۹۔ ۷۰۰۔ ۷۰۱۔ ۷۰۲۔ ۷۰۳۔ ۷۰۴۔ ۷۰۵۔ ۷۰۶۔ ۷۰۷۔ ۷۰۸۔ ۷۰۹۔ ۷۱۰۔ ۷۱۱۔ ۷۱۲۔ ۷۱۳۔ ۷۱۴۔ ۷۱۵۔ ۷۱۶۔ ۷۱۷۔ ۷۱۸۔ ۷۱۹۔ ۷۲۰۔ ۷۲۱۔ ۷۲۲۔ ۷۲۳۔ ۷۲۴۔ ۷۲۵۔ ۷۲۶۔ ۷۲۷۔ ۷۲۸۔ ۷۲۹۔ ۷۳۰۔ ۷۳۱۔ ۷۳۲۔ ۷۳۳۔ ۷۳۴۔ ۷۳۵۔ ۷۳۶۔ ۷۳۷۔ ۷۳۸۔ ۷۳۹۔ ۷۴۰۔ ۷۴۱۔ ۷۴۲۔ ۷۴۳۔ ۷۴۴۔ ۷۴۵۔ ۷۴۶۔ ۷۴۷۔ ۷۴۸۔ ۷۴۹۔ ۷۵۰۔ ۷۵۱۔ ۷۵۲۔ ۷۵۳۔ ۷۵۴۔ ۷۵۵۔ ۷۵۶۔ ۷۵۷۔ ۷۵۸۔ ۷۵۹۔ ۷۶۰۔ ۷۶۱۔ ۷۶۲۔ ۷۶۳۔ ۷۶۴۔ ۷۶۵۔ ۷۶۶۔ ۷۶۷۔ ۷۶۸۔ ۷۶۹۔ ۷۷۰۔ ۷۷۱۔ ۷۷۲۔ ۷۷۳۔ ۷۷۴۔ ۷۷۵۔ ۷۷۶۔ ۷۷۷۔ ۷۷۸۔ ۷۷۹۔ ۷۸۰۔ ۷۸۱۔ ۷۸۲۔ ۷۸۳۔ ۷۸۴۔ ۷۸۵۔ ۷۸۶۔ ۷۸۷۔ ۷۸۸۔ ۷۸۹۔ ۷۹۰۔ ۷۹۱۔ ۷۹۲۔ ۷۹۳۔ ۷۹۴۔ ۷۹۵۔ ۷۹۶۔ ۷۹۷۔ ۷۹۸۔ ۷۹۹۔ ۸۰۰۔ ۸۰۱۔ ۸۰۲۔ ۸۰۳۔ ۸۰۴۔ ۸۰۵۔ ۸۰۶۔ ۸۰۷۔ ۸۰۸۔ ۸۰۹۔ ۸۱۰۔ ۸۱۱۔ ۸۱۲۔ ۸۱۳۔ ۸۱۴۔ ۸۱۵۔ ۸۱۶۔ ۸۱۷۔ ۸۱۸۔ ۸۱۹۔ ۸۲۰۔ ۸۲۱۔ ۸۲۲۔ ۸۲۳۔ ۸۲۴۔ ۸۲۵۔ ۸۲۶۔ ۸۲۷۔ ۸۲۸۔ ۸۲۹۔ ۸۳۰۔ ۸۳۱۔ ۸۳۲۔ ۸۳۳۔ ۸۳۴۔ ۸۳۵۔ ۸۳۶۔ ۸۳۷۔ ۸۳۸۔ ۸۳۹۔ ۸۴۰۔ ۸۴۱۔ ۸۴۲۔ ۸۴۳۔ ۸۴۴۔ ۸۴۵۔ ۸۴۶۔ ۸۴۷۔ ۸۴۸۔ ۸۴۹۔ ۸۵۰۔ ۸۵۱۔ ۸۵۲۔ ۸۵۳۔ ۸۵۴۔ ۸۵۵۔ ۸۵۶۔ ۸۵۷۔ ۸۵۸۔ ۸۵۹۔ ۸۶۰۔ ۸۶۱۔ ۸۶۲۔ ۸۶۳۔ ۸۶۴۔ ۸۶۵۔ ۸۶۶۔ ۸۶۷۔ ۸۶۸۔ ۸۶۹۔ ۸۷۰۔ ۸۷۱۔ ۸۷۲۔ ۸۷۳۔ ۸۷۴۔ ۸۷۵۔ ۸۷۶۔ ۸۷۷۔ ۸۷۸۔ ۸۷۹۔ ۸۸۰۔ ۸۸۱۔ ۸۸۲۔ ۸۸۳۔ ۸۸۴۔ ۸۸۵۔ ۸۸۶۔ ۸۸۷۔ ۸۸۸۔ ۸۸۹۔ ۸۹۰۔ ۸۹۱۔ ۸۹۲۔ ۸۹۳۔ ۸۹۴۔ ۸۹۵۔ ۸۹۶۔ ۸۹۷۔ ۸۹۸۔ ۸۹۹۔ ۹۰۰۔ ۹۰۱۔ ۹۰۲۔ ۹۰۳۔ ۹۰۴۔ ۹۰۵۔ ۹۰۶۔ ۹۰۷۔ ۹۰۸۔ ۹۰۹۔ ۹۱۰۔ ۹۱۱۔ ۹۱۲۔ ۹۱۳۔ ۹۱۴۔ ۹۱۵۔ ۹۱۶۔ ۹۱۷۔ ۹۱۸۔ ۹۱۹۔ ۹۲۰۔ ۹۲۱۔ ۹۲۲۔ ۹۲۳۔ ۹۲۴۔ ۹۲۵۔ ۹۲۶۔ ۹۲۷۔ ۹۲۸۔ ۹۲۹۔ ۹۳۰۔ ۹۳۱۔ ۹۳۲۔ ۹۳۳۔ ۹۳۴۔ ۹۳۵۔ ۹۳۶۔ ۹۳۷۔ ۹۳۸۔ ۹۳۹۔ ۹۴۰۔ ۹۴۱۔ ۹۴۲۔ ۹۴۳۔ ۹۴۴۔ ۹۴۵۔ ۹۴۶۔ ۹۴۷۔ ۹۴۸۔ ۹۴۹۔ ۹۵۰۔ ۹۵۱۔ ۹۵۲۔ ۹۵۳۔ ۹۵۴۔ ۹۵۵۔ ۹۵۶۔ ۹۵۷۔ ۹۵۸۔ ۹۵۹۔ ۹۶۰۔ ۹۶۱۔ ۹۶۲۔ ۹۶۳۔ ۹۶۴۔ ۹۶۵۔ ۹۶۶۔ ۹۶۷۔ ۹۶۸۔ ۹۶۹۔ ۹۷۰۔ ۹۷۱۔ ۹۷۲۔ ۹۷۳۔ ۹۷۴۔ ۹۷۵۔ ۹۷۶۔ ۹۷۷۔ ۹۷۸۔ ۹۷۹۔ ۹۸۰۔ ۹۸۱۔ ۹۸۲۔ ۹۸۳۔ ۹۸۴۔ ۹۸۵۔ ۹۸۶۔ ۹۸۷۔ ۹۸۸۔ ۹۸۹۔ ۹۹۰۔ ۹۹۱۔ ۹۹۲۔ ۹۹۳۔ ۹۹۴۔ ۹۹۵۔ ۹۹۶۔ ۹۹۷۔ ۹۹۸۔ ۹۹۹۔ ۱۰۰۰۔ ۱۰۰۱۔ ۱۰۰۲۔ ۱۰۰۳۔ ۱۰۰۴۔ ۱۰۰۵۔ ۱۰۰۶۔ ۱۰۰۷۔ ۱۰۰۸۔ ۱۰۰۹۔ ۱۰۱۰۔ ۱۰۱۱۔ ۱۰۱۲۔ ۱۰۱۳۔ ۱۰۱۴۔ ۱۰۱۵۔ ۱۰۱۶۔ ۱۰۱۷۔ ۱۰۱۸۔ ۱۰۱۹۔ ۱۰۲۰۔ ۱۰۲۱۔ ۱۰۲۲۔ ۱۰۲۳۔ ۱۰۲۴۔ ۱۰۲۵۔ ۱۰۲۶۔ ۱۰۲۷۔ ۱۰۲۸۔ ۱۰۲۹۔ ۱۰۳۰۔ ۱۰۳۱۔ ۱۰۳۲۔ ۱۰۳۳۔ ۱۰۳۴۔ ۱۰۳۵۔ ۱۰۳۶۔ ۱۰۳۷۔ ۱۰۳۸۔ ۱۰۳۹۔ ۱۰۴۰۔ ۱۰۴۱۔ ۱۰۴۲۔ ۱۰۴۳۔ ۱۰۴۴۔ ۱۰۴۵۔ ۱۰۴۶۔ ۱۰۴۷۔ ۱۰۴۸۔ ۱۰۴۹۔ ۱۰۵۰۔ ۱۰۵۱۔ ۱۰۵۲۔ ۱۰۵۳۔ ۱۰۵۴۔ ۱۰۵۵۔ ۱۰۵۶۔ ۱۰۵۷۔ ۱۰۵۸۔ ۱۰۵۹۔ ۱۰۶۰۔ ۱۰۶۱۔ ۱۰۶۲۔ ۱۰۶۳۔ ۱۰۶۴۔ ۱۰۶۵۔ ۱۰۶۶۔ ۱۰۶۷۔ ۱۰۶۸۔ ۱۰۶۹۔ ۱۰۷۰۔ ۱۰۷۱۔ ۱۰۷۲۔ ۱۰۷۳۔ ۱۰۷۴۔ ۱۰۷۵۔ ۱۰۷۶۔ ۱۰۷۷۔ ۱۰۷۸۔ ۱۰۷۹۔ ۱۰۸۰۔ ۱۰۸۱۔ ۱۰۸۲۔ ۱۰۸۳۔ ۱۰۸۴۔ ۱۰۸۵۔ ۱۰۸۶۔ ۱۰۸۷۔ ۱۰۸۸۔ ۱۰۸۹۔ ۱۰۹۰۔ ۱۰۹۱۔ ۱۰۹۲۔ ۱۰۹۳۔ ۱۰۹۴۔ ۱۰۹۵۔ ۱۰۹۶۔ ۱۰۹۷۔ ۱۰۹۸۔ ۱۰۹۹۔ ۱۱۰۰۔ ۱۱۰۱۔ ۱۱۰۲۔ ۱۱۰۳۔ ۱۱۰۴۔ ۱۱۰۵۔ ۱۱۰۶۔ ۱۱۰۷۔ ۱۱۰۸۔ ۱۱۰۹۔ ۱۱۱۰۔ ۱۱۱۱۔ ۱۱۱۲۔ ۱۱۱۳۔ ۱۱۱۴۔ ۱۱۱۵۔ ۱۱۱۶۔ ۱۱۱۷۔ ۱۱۱۸۔ ۱۱۱۹۔ ۱۱۲۰۔ ۱۱۲۱۔ ۱۱۲۲۔ ۱۱۲۳۔ ۱۱۲۴۔ ۱۱۲۵۔ ۱۱۲۶۔ ۱۱۲۷۔ ۱۱۲۸۔ ۱۱۲۹۔ ۱۱۳۰۔ ۱۱۳۱۔ ۱۱۳۲۔ ۱۱۳۳۔ ۱۱۳۴۔ ۱۱۳۵۔ ۱۱۳۶۔ ۱۱۳۷۔ ۱۱۳۸۔ ۱۱۳۹۔ ۱۱۴۰۔ ۱۱۴۱۔ ۱۱۴۲۔ ۱۱۴۳۔ ۱۱۴۴۔ ۱۱۴۵۔ ۱۱۴۶۔ ۱۱۴۷۔ ۱۱۴۸۔ ۱۱۴۹۔ ۱۱۵۰۔ ۱۱۵۱۔ ۱۱۵۲۔ ۱۱۵۳۔ ۱۱۵۴۔ ۱۱۵۵۔ ۱۱۵۶۔ ۱۱۵۷۔ ۱۱۵۸۔ ۱۱۵۹۔ ۱۱۶۰۔ ۱۱۶۱۔ ۱۱۶۲۔ ۱۱۶۳۔ ۱۱۶۴۔ ۱۱۶۵۔ ۱۱۶۶۔ ۱۱۶۷۔ ۱۱۶۸۔ ۱۱۶۹۔ ۱۱۷۰۔ ۱۱۷۱۔ ۱۱۷۲۔ ۱۱۷۳۔ ۱۱۷۴۔ ۱۱۷۵۔ ۱۱۷۶۔ ۱۱۷۷۔ ۱۱۷۸۔ ۱۱۷۹۔ ۱۱۸۰۔ ۱۱۸۱۔ ۱۱۸۲۔ ۱۱۸۳۔ ۱۱۸۴۔ ۱۱۸۵۔ ۱۱۸۶۔ ۱۱۸۷۔ ۱۱۸۸۔ ۱۱۸۹۔ ۱۱۹۰۔ ۱۱۹۱۔ ۱۱۹۲۔ ۱۱۹۳۔ ۱۱۹۴۔ ۱۱۹۵۔ ۱۱۹۶۔ ۱۱۹۷۔ ۱۱۹۸۔ ۱۱۹۹۔ ۱۲۰۰۔ ۱۲۰۱۔ ۱۲۰۲۔ ۱۲۰۳۔ ۱۲۰۴۔ ۱۲۰۵۔ ۱۲۰۶۔ ۱۲۰۷۔ ۱۲۰۸۔ ۱۲۰۹۔ ۱۲۱۰۔ ۱۲۱۱۔ ۱۲۱۲۔ ۱۲۱۳۔ ۱۲۱۴۔ ۱۲۱۵۔ ۱۲۱۶۔ ۱۲۱۷۔ ۱۲۱۸۔ ۱۲۱۹۔ ۱۲۲۰۔ ۱۲۲۱۔ ۱۲۲۲۔ ۱۲۲۳۔ ۱۲۲۴۔ ۱۲۲۵۔ ۱۲۲۶۔ ۱۲۲۷۔ ۱۲۲۸۔ ۱۲۲۹۔ ۱۲۳۰۔ ۱۲۳۱۔ ۱۲۳۲۔ ۱۲۳۳۔ ۱۲۳۴۔ ۱۲۳۵۔ ۱۲۳۶۔ ۱۲۳۷۔ ۱۲۳۸۔ ۱۲۳۹۔ ۱۲۴۰۔ ۱۲۴۱۔ ۱۲۴۲۔ ۱۲۴۳۔ ۱۲۴۴۔ ۱۲۴۵۔ ۱۲۴۶۔ ۱۲۴۷۔ ۱۲۴۸۔ ۱۲۴۹۔ ۱۲۵۰۔ ۱۲۵۱۔ ۱۲۵۲۔ ۱۲۵۳۔ ۱۲۵۴۔ ۱۲۵۵۔ ۱۲۵۶۔ ۱۲۵۷۔ ۱۲۵۸۔ ۱۲۵۹۔ ۱۲۶۰۔ ۱۲۶۱۔ ۱۲۶۲۔ ۱۲۶۳۔ ۱۲۶۴۔ ۱۲۶۵۔ ۱۲۶۶۔ ۱۲۶۷۔ ۱۲۶۸۔ ۱۲۶۹۔ ۱۲۷۰۔ ۱۲۷۱۔ ۱۲۷۲۔ ۱۲۷۳۔ ۱۲۷۴۔ ۱۲۷۵۔ ۱۲۷۶۔ ۱۲۷۷۔ ۱۲۷۸۔ ۱۲۷۹۔ ۱۲۸۰۔ ۱۲۸۱۔ ۱۲۸۲۔ ۱۲۸۳۔ ۱۲۸۴۔ ۱۲۸۵۔ ۱۲۸۶۔ ۱۲۸۷۔ ۱۲۸۸۔ ۱۲۸۹۔ ۱۲۹۰۔ ۱۲۹۱۔ ۱۲۹۲۔ ۱۲۹۳۔ ۱۲۹۴۔ ۱۲۹۵۔ ۱۲۹۶۔ ۱۲۹۷۔ ۱۲۹۸۔ ۱۲۹۹۔ ۱۳۰۰۔ ۱۳۰۱۔ ۱۳۰۲۔ ۱۳۰۳۔ ۱۳۰۴۔ ۱۳۰۵۔ ۱۳۰۶۔ ۱۳۰۷۔ ۱۳۰۸۔ ۱۳۰۹۔ ۱۳۱۰۔ ۱۳۱۱۔ ۱۳۱۲۔ ۱۳۱۳۔ ۱۳۱۴۔ ۱۳۱۵۔ ۱۳۱۶۔ ۱۳۱۷۔ ۱۳۱۸۔ ۱۳۱۹۔ ۱۳۲۰۔ ۱۳۲۱۔ ۱۳۲۲۔ ۱۳۲۳۔ ۱۳۲۴۔ ۱۳۲۵۔ ۱۳۲۶۔ ۱۳۲۷۔ ۱۳۲۸۔ ۱۳۲۹۔ ۱۳۳۰۔ ۱۳۳۱۔ ۱۳۳۲۔ ۱۳۳۳۔ ۱۳۳۴۔ ۱۳۳۵۔ ۱۳۳۶۔ ۱۳۳۷۔ ۱۳۳۸۔ ۱۳۳۹۔ ۱۳۴۰۔ ۱۳۴۱۔ ۱۳۴۲۔ ۱۳۴۳۔ ۱۳۴۴۔ ۱۳۴۵۔ ۱۳۴۶۔ ۱۳۴۷۔ ۱۳۴۸۔ ۱۳۴۹۔ ۱۳۵۰۔ ۱۳۵۱۔ ۱۳۵۲۔ ۱۳۵۳۔ ۱۳۵۴۔ ۱۳۵۵۔ ۱۳۵۶۔ ۱۳۵۷۔ ۱۳۵۸۔ ۱۳۵۹۔ ۱۳۶۰۔ ۱۳۶۱۔ ۱۳۶۲۔ ۱۳۶۳۔ ۱۳۶۴۔ ۱۳۶۵۔ ۱۳۶۶۔ ۱۳۶۷۔ ۱۳۶۸۔ ۱۳۶۹۔ ۱۳۷۰۔ ۱۳۷۱۔ ۱۳۷۲۔ ۱۳۷۳۔ ۱۳۷۴۔ ۱۳۷۵۔ ۱۳۷۶۔ ۱۳۷۷۔ ۱۳۷۸۔ ۱۳۷۹۔ ۱۳۸۰۔ ۱۳۸۱۔ ۱۳۸۲۔ ۱۳۸۳۔ ۱۳۸۴۔ ۱۳۸۵۔ ۱۳۸۶۔ ۱۳۸۷۔ ۱۳۸۸۔ ۱۳۸۹۔ ۱۳۹۰۔ ۱۳۹۱۔ ۱۳۹۲۔ ۱۳۹۳۔ ۱۳۹۴۔ ۱۳۹۵۔ ۱۳۹۶۔ ۱۳۹۷۔ ۱۳۹۸۔ ۱۳۹۹۔ ۱۴۰۰۔ ۱۴۰۱۔ ۱۴۰۲۔ ۱۴۰۳۔ ۱۴۰۴۔ ۱۴۰۵۔ ۱۴۰۶۔ ۱۴۰۷۔ ۱۴۰۸۔ ۱۴۰۹۔ ۱۴۱۰۔ ۱۴۱۱۔ ۱۴۱۲۔ ۱۴۱۳۔ ۱۴۱۴۔ ۱۴۱۵۔ ۱۴۱۶۔ ۱۴۱۷۔ ۱۴۱۸۔ ۱۴۱۹۔ ۱۴۲۰۔ ۱۴۲۱۔ ۱۴۲۲۔ ۱۴۲۳۔ ۱۴۲۴۔ ۱۴۲۵۔ ۱۴۲۶۔ ۱۴۲۷۔ ۱۴۲۸۔ ۱۴۲۹۔ ۱۴۳۰۔ ۱۴۳۱۔ ۱۴۳۲۔ ۱۴۳۳۔ ۱۴۳۴۔ ۱۴۳۵۔ ۱۴۳۶۔ ۱۴۳۷۔ ۱۴۳۸۔ ۱۴۳۹۔ ۱۴۴۰۔ ۱۴۴۱۔ ۱۴۴۲۔ ۱۴۴۳۔ ۱۴۴۴۔ ۱۴۴۵۔ ۱۴۴۶۔

جس طرح تاریخوں سے یہ ثابت نہیں ہوا کہ جعفر بن ابی ہاشم نے خلافتِ امیہ میں کیا کیا کام کئے۔ بعینہ یہی حالت خالد کی ہے۔ اور کوئی واقعہ ایسا نہیں ہے جو ہشام بن عبد الملک کے عہد تک قابلِ تحریر ہو۔ کیونکہ ہشام کے زمانے تک جعفر بن عباس بھی زندہ تھا۔ بہر حال خالد کی شہرت عام اور اس کی تمام کارگزاریاں خلافتِ عباسیہ سے وابستہ ہیں لیکن خلافتِ عباسیہ کے ابتدائی دور میں خالد نے آلِ عباس کے ساتھ کیا سلوک کیا اور اس کی اولاد نے آئندہ خلفاء کو کس عروج پر پہنچایا؟ اس مسئلے کے سمجھنے کے واسطے چند سطریں لکھی جاتی ہیں جس سے خلافت کا اجمالی سلسلہ اور بنو امیہ کی سلطنت اور دولتِ عباسیہ کے آغاز کا حال معلوم ہوگا۔

دولتِ بنی امیہ کا زوال اور آلِ عباس کا ظہور اقبال کیونکر ہوا۔

### بنو امیہ کی سلطنت کا زوال

یہ ایک وسیع مضمون ہے جس کی تفصیل کا یہ موقع نہیں ہے۔ لیکن مختصر یہ ہے کہ آنحضرتِ صلعم سے پہلے عرب کے

### اور دولتِ عباسیہ کا آغاز

اصل جہاد و جلال کا گھر قریش کا قبیلہ تھا۔ اور پھر قریش کے تقسیم شدہ جڑوں میں ہاشم اور امیہ دو برابر کے حریف تھے لیکن ان میں بھی ملکی اقتدار میں بنو امیہ ہوا ہاشم سے بڑھ کر تھا۔ پھر ان حضرات کے انتقال کے بعد خلیفہ سوم کے دو بیٹے بنی امیہ کا ستارہ اور بھی

حاشیہ ۱: ہشام بن عبد الملک ۱۳۵ھ میں تخت نشین ہوا۔ ۱۳۵ھ میں فوت ہو گیا۔ اسکے بعد میں دینار بن علی بن حسین سے اہل کوئے بیت کی۔ مگر جب ہشام کی طوٹ سے فوج آئی تو یمنیوں نے امام کا ساتھ دیا۔ آخر امام شہید ہوئے۔ خالد بن عباس کی سلسلہ جنسابی پہلے پہل اسی کے عہد میں چوٹی۔ اور اسلامی ترقی و ترقی میں خراسان تک پہنچ کر مگر مگر شہنشاہِ امیہ میں علامہ شبلی نعمانی نے اسی معرکہ کی طوط اشارہ کیا ہے کہ

دو نیزہ فغان کھل کر شہزادہ خراس کے جگر پر

اور وہ ان عمارت۔ خلافتِ امیہ کا خاتمہ ہو گیا۔ جو ۱۳۵ھ میں تخت پر بیٹھا تھا۔

چمک گیا تھا۔ حتیٰ کہ ہیر معاویہ کی ڈالی ہوئی نیاویں مروان بن حکم کی کوششوں سے عہد ہشتم تک آسمان سے تپیں کرنے لگی تھیں۔ اور خلافت اُمیہ ایک عظیم الشان درجے پہنچی ہوئی تھی۔ یہ ترقی کے منظر بنی ہاشم کے پیش نظر تھے۔ گرویدہ وغیرہ کی سیاسی چالوں اور پرزور کوششوں نے خلافت کو سنبھالے رکھا۔ اور بنی ہاشم کی کوششیں رائیگاں گئیں لیکن جب اُمیہ خاندان کے اُموال العزم بہادر دنیا سے کوچ کر گئے اور خلافت کا جاہ و جلال جاتا رہا۔ اُس وقت سادات اور علویین کے مقابلے میں ایک اور گروہ اُٹھا۔ جو آل عباس کے نام سے مشہور ہے۔ کیونکہ علویین میں سے حضرت عبداللہ (محمد بن حنیفہ کے بیٹے) اور حضرت علی کے پوتے اکو زہر دے دیا گیا تھا۔ اور خراسان و ایران کے حدود میں جو شورش مٹی وہ جاتی رہی تھی۔ اب سادات میں کوئی با اثر باقی نہیں تھا۔ اور حضرت عبداللہ لاؤلفوت ہو گئے۔ اس لئے محمد بن علی بن عبداللہ بن عباس (عم بزرگوار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) جانشین ہوئے۔ اور محض اس سجادہ نشینی کا یہ اثر ہوا کہ علویین کی محبت و قوت خاندان عباسیہ میں منتقل ہو گئی۔ اور تمام مک عراق و خراسان میں آل عباس کے نقیب اپنی ہمدادی کرنے لگے۔ چونکہ عام نقیبوں کا اثر ملک میں پھیل چکا تھا۔ اس لئے علویین کو پھر بھرنے کا موقع نہیں ملا اور ۱۳۱ھ میں زید بن علی (۱۳۵ھ میں بھی بن زید اپنی بہادری کے جوش میں علم خلافت لے لے گئے۔ لیکن نتیجہ یہ ہوا کہ دل کی آرزو دل میں رہی اور میدان کارزار میں مارے گئے۔ اور خلافت کی امیدوں کے ساتھ فوجی طاقت بھی تشریف لے گئی۔ اور عباسیوں کے واسطے میدان صاف ہو گیا۔ ۱۳۶ھ میں محمد بن علی نے انتقال فرمایا اور ان کے بیٹے

ابراہیم جانشین ہوئے۔ اور قوم و ملک سے امامت کا معزز خطاب حاصل کیا۔ امام ابراہیم  
 سب سے زیادہ خوش نصیب تھے کہ ان کو ۱۲۸۱ھ ہجری میں ابو مسلم خراسانی رگوں در کیانی  
 یازرچہر کی اولاد میں تھا، ایک ایسا بہادر و کواکرم اور تجربہ کار شخص ہاتھ آگیا جس نے اپنی  
 ان تھک کوششوں سے خلافت کو بلند درجے پر پہنچا دیا اور نقیب آل محمد اور بانی دولت  
 عباسیہ کے لقب سے مشہور ہوا۔ ۱۳۲ھ ہجری میں لڑائیوں کے بعد امام ابراہیم مروان الحمار  
 کی قید میں مارے گئے۔ اس لئے جمعے کے دن ۱۲- رجب الاول کم جنوری ۱۳۲ھ کو بقیع کوفہ  
 بجائی کی جگہ پر ابو العباس بن محمد لقب بہ سفلح خلیفہ بنایا گیا۔ اور سب سے پہلا خلیفہ خلافت  
 عباسیہ کا ہوا۔ ادھر ابو مسلم کے زور بازو سے حکم قدح طوس۔ رے۔ جرجان۔ ہمدان۔ و ہماؤ  
 وغیرہ فتح ہوا اور شہر زور پر خود مروان کے بیٹے عبداللہ سے مقابلہ ہوا۔ ابو عون نے جو  
 ابو مسلم کا ایک فوجی افسر تھا۔ عبداللہ کو شکست فاش دی۔ یہ خبر سنکر مروان ایک فوج  
 عظیم کے ساتھ جو تعداد میں لاکھ سے زیادہ تھی اور جس میں بنو امیہ کا تمام خاندان شاہی شریک  
 تھا۔ ابو عون کے مقابلے کو بڑھا اور سفلح نے محمد بن علی اپنے چچا کو ابو عون کی مدد کو بھیجا۔  
 مروان نے شکست کھائی۔ اور مصر کو روانہ ہوا چند روز بھاگتا پھر اور آخر ۲۰ ذی الحجہ ۱۳۲ھ  
 کو بصرہ (مصر کا ایک شہر ہے) کے ایک گرجے میں محصور ہو کر مارا گیا۔ اور اس کے قتل کے  
 ساتھ مروانی حکومت کا بھی خاتمہ ہو گیا، نتیجہ اس تہید کا یہ ہے کہ یہ فوجی بہادر مالک ....  
 حاشیہ: نسب نامہ میں اختلاف ہے۔ بعض مؤرخ ابو مسلم کو علی النسل قرار دیتے ہیں دیکھو انھی جلد اول۔

بن ہشتم عبد الملک بن یزید الازدی تھا جس کے حسن تدبیر اور زور بازو نے خلافت امیہ کا خاتمہ کر دیا۔ اور قتمندی کا جھنڈا اُس کے ہاتھ رہا اس آخری لڑائی میں جیسی شہرت عبد الملک نے پائی ہے۔ اس سے زیادہ آل عباس کی حمایت میں خالد برکمی نے کوششیں کی ہیں۔ لیکن افسوس ہے کہ مؤرخین نے اس کو مفضل نہیں لکھا ہے۔ بلکہ ابتدائی لڑائیوں میں جابجا یہ لکھ دیا ہے کہ اس لڑائی میں خالد برکمی بھی شریک تھا لیکن شایع قاسم کی تحریر سے یہ واضح ہوتا ہے کہ خالد نے دولت عباسیہ کے استحکام اور قیام سلطنت میں بڑی بڑی کوششیں کی ہیں اور ابو عون اول (عبد الملک) سے ابو عون بھی کچھ کم نہیں ہے چنانچہ تاج العروس سے وہ عبارت نقل کی جاتی ہے: "خالد کی کنیت ابو عون اور ابو العباس غنی۔ عبد الحمید کاتب سے روایت ہے کہ دعوت بنی عباس کے واسطے جو لوگ منتخب ہوئے تھے نملہ ان کے ایک خالد بھی تھا۔ اور ابن العدیم نے بروایت ابن الارزق تاریخ حلب میں لکھا ہے کہ جعفر برکمی ہشام بن عبد الملک کے در دولت پر حاضر تھا۔ کہ وہاں محمد بن علی

حاشیہ صفحہ تاج العروس شرح قاسم جلد ۱ صفحہ ۱۰۹ مطبوعہ خزیرہ پریس

عہ دولت عباسیہ کے نقیب جو مالک عراق اور غسان میں دولت دیتے تھے تعداد میں مستزق تھے۔ عربی قبائل سے سب ذیل داعی تھے جن کی بدولت سلطنت عباسیہ قائم ہوئی: سلمان بن کثیر غسانی۔ و بیز بن قطیطانی۔ بن سہب کسبیتی۔ خالد بن ابراہیم۔ ابو داؤد۔ ابو القاسم بن جاشع۔ عمران بن حمیل۔ ابو نجم۔ مالک بن شمر غسانی۔ طلحہ بن امثری۔ عیسیٰ بن عین اور عیینہ بن عیسیٰ بن خالد برکمی۔ ابو طم غسانی۔ اور ابو علی ہروی مشہور و معروف ہیں۔ و کعبہ طبری کبیرہ الحنفی۔

بن عہد عبداللہ بن عباس تشریف لائے چنانچہ جعفر ان کا جادو و جلال دیکھ کر تعجب میں رہ گیا اور  
 حال پوچھا تو معلوم ہوا کہ آپ خالد بن مسالت سے ہیں تب جعفر نے اپنے بیٹے خالد سے کہا۔  
 کہ میرے عزیز بیٹے! یہ اہلبیت رسالت ہیں۔ اور ہر طرح یہی خلافت کے مستحق ہیں جہاں  
 تک تم سے ہو سکے ان کی مدد کرو کہ یہ بڑی یادگار ہے چنانچہ خالد نے باپ کی نصیحت پر  
 دل سے عمل کیا۔ اور جب آل عباس نے علم خلافت بلند کیا اس وقت خالد بھی غمناک و گریہ  
 اشخاص کے ایک اعلیٰ رکن تھا۔ حقیقت میں خالد نے جو کوشش ابتدائی زمانے  
 میں سفاح کی حکام سلطنت میں کی وہ آل برک کے واسطے فخر تھی۔ اور خالد کی اس  
 کوشش کا صلہ خلفائے عباسیہ سے جو کچھ پیچھے وغیرہ کو ملتا وہ منظور تھا۔ اور آل برک نے  
 جو جو احسان خلافت عباسیہ سے کئے ہیں ان سب میں خالد کا یہ کارنامہ فوق رکھتا ہے۔  
 بہر حال اس محنت اور خیر خواہی کا صلہ بھی خالد کو بدل گیا۔ کیونکہ حفص بن سلیمان ابو سلمہ  
 الحکمال روزیہ آل محمد کی سفارش سے جو سفیل کا وزیر اعظم تھا۔ فوجی صفینہ سے ملکی عہدے

حاشیہ پہلے کمالیہ صفحہ ۹۴ جلد مذکور قتل عام بن صنادید

علیہ اعلام اناس صفحہ ۹۴ معبر و معنی حفص بن سلیمان ابو سلمہ الحکمال نائب وزیر آل محمد۔ دولت عباسیہ کا سب سے  
 پہلا وزیر تھا۔ یہ وزیر کوثر محمد بن خالد بن عباس بنے والا تھا۔ اور وفات بنی عباس پر اپنی دولت کا کثیر حصہ خرچ کیا کرتا تھا۔  
 اور اسکا شکر کہیہ بن مازن امام ابراہیم کا نائب تھا۔ جب کہسیر رسول کا تو امام ابراہیم سے حفص سے لئے سفارش کر گیا  
 اور امام صاحب نے جبر کو کوفہ سے بلایا۔ چند روز میں اپنی کارگزاریوں سے وزیر بھر گیا۔ لیکن اخیر زمانے میں  
 کاہ خیال ہو گیا تھا کہ حضرت جعفر بن محمد صادق۔ عہد عبداللہ بن حسن بن علی۔ عہد الاشرف بن زین العابدین علیہ السلام  
 میں سے کسی ایک کو سفاح کی جگہ تخت نشین کر دے۔ چنانچہ خطوط بھی جاری کر دئے گئے تھے۔ جب اس

پر خالد برکی منتقل کیا گیا۔ اور چونکہ اقبال یا در تھا۔ اس لئے ملکی مصلحتوں سے سفاح نے ابوسلمہ کو قتل کرادیا۔ اور بجائے اس کے خالد کو وزیر مقرر کر دیا۔ اس واقعہ سے بھی یہ امر ثابت ہے کہ سفاح نے بیشتر خالد کی قابلیت کا اندازہ کر لیا ہو گا۔ تب وزارت سپرد کی ہو گی۔ کیونکہ بغیر خاص اسباب کے کوئی بادشاہ یکایک کسی شخص کو وزارت کا عہدہ نہیں دیتا ہے خلافت عباسیہ میں یہ دوسرا وزیر تھا۔ جو خاندان براکہ سے وزارت کے ممتاز عہدے پر مقرر ہوا۔ چنانچہ سفاح کے مرنے تک خالد نے وزارت کی عہد انتقال سفاح کے ۳۰۔ جنوری ۱۵۵ھ میں المنصور ابو جعفر عبداللہ وادی تھائی کی جگہ پر تخت نشین ہوا۔ چنانچہ اس عہد میں بھی خالد نے ایک محل ایک مہینے تک وزارت کی۔ لیکن ابوالیوب الموریانی نے ایک حکمت عملی سے خالد کو موصول بھیج دیا۔ تب منصور نے بجائے خالد کے ابوالیوب کو وزیر مقرر کیا۔ خالد نے موصول پہنچ کر معقول انتظام کیا۔ اور اگر اودنے جو شور وغل چار کھا تھا۔ اس کو رفع کر دیا۔ لیکن وزارت بدستور ابوالیوب کے قبضے میں رہی اور خالد کو دیوان الخراج کا دفتر سپرد کیا گیا جس کو نہایت

بقیہ حاشیہ سازش کا سفاح کو علم ہو گیا تو اس نے جھوٹا قتل کرادیا اور خالد برکی کو بجائے اس کے معذور کر دیا۔ تفصیل کے لئے دیکھو الفروعی ص ۱۳۵۔ بطور مدد۔

سن ۱۵۵ھ۔ اہل مدینہ کمال ایشیہ صفحہ ۳۱۔ ابن خلکان جلد ۲  
صفحہ ۵۳۔ اہل مدینہ۔ ابن خلکان حالات جعفر برکی۔

عہد دیوان الخراج کا دفتر تحصیل مالگزاری کا دفتر تھا۔ لیکن اس سے سچ پیا نے پر ہمارا کرنا مال میں مصلحت کا اسے اندر ہوا۔ آفر دینا ہے یہ عہد دار و مصلح مالگزاری اور مصلح جزیرہ کا خاص کردار ہے۔ جتنا ظاہر اس کے بعد بھی بہت سے ذمہ داری کے کام سپرد ہوتے تھے۔ دیانت عدالت کے سوا علم حساب اور علم مساجت جتنا لازمی تھا۔ دیکھو آثار الاول فی ترتیب الدولہ صفحہ مطبوعہ مصر ۱۸۵۵ تاریخ الخلفاء ص ۱۵۷۔



دینت اور قابلیت سے خالد نے شکام دیا اور چونکہ خلیفہ منصور کو خالد کے کاموں پر بہت اعتبار تھا اس لئے کوئی ملکی معاملہ ایسا نہ تھا کہ جو بغیر مشورہ خالد کے کیا جاوے لیکن افسوس ہے کہ براقہ کے ملکی انتظامات کو مورخین نے بالکل قلم انداز کر دیا ہے اور اگر سچ پوچھئے تو ارکان سلطنت کی سیرت میں ہی ایک چیز ہے جو اس کی جان ہوتی ہے۔ اس لئے ملکی انتظامات کے نظارے ہماری تاریخ بھی خالی ہے البتہ ایک واقعہ خالد کی اصابت رائے کا تعمیر بغداد ہے جس کو مستند مؤرخین نے لکھا ہے اس لئے ہم بھی اجالا اس کو لکھتے ہیں۔

## ذکر آبادی بغداد

عبداللہ ابوالعباس سفاح نے اپنے عہد خلافت میں (کوفہ کے فوج میں ایک مختصر آبادی کی بنیاد ڈالی تھی اور اس کا نام مائشیمہ رکھا تھا۔ اب تک یہی مقام دار الخلافہ تھا۔ لیکن ابو جعفر منصور کی حکومت کے واسطے یہ مختصر مقام کافی نہ تھا۔ علاوہ بریں راوندیہ کی بنیاد۔ اور کوفہ کا قریب ابھی منصور کو ناپسند تھا۔ اس لئے پرفضا اور وسیع ارضی کی تلاش ہوئی۔ ملک کے گوشہ نشین بطریق اور راہب دریافت حال کے لئے بلائے اور

حاشیہ صفحہ پینچون حب ذیل تاریخوں سے اخذ ہے صفحہ ۱۹۶ جلد ۳ ابن خلدون صفحہ ۲۰ جلد ۲ کمالیہ ذکر بناء بغداد  
۱۰۳۰ ہجری کو فتنہ اصفا صفحہ ۱۰ تاریخ برقی صفحہ ۴۰۰ بہت القلوب محمد بن مستوفی۔ جزئیہ جام جم۔ و جزئیہ خدیۃ المہتاب المہربان  
تاریخ بغداد متفرق مقامات۔ اعظمی ۱۴۳۔

صفحہ ۱۰ خلیفہ جو کو طبعیت کا خیریت اسلئے سفاح لقب ہوا لیکن باوجود خیریت کے در بغداد  
صفحہ بطریق دوم کا پتہ کی احمیت میں دس ہزار آدمی ہوں اس کے بعد و در بغداد کان کاہے اور قریب آدھ کلاہ کلاہ میں لکھا ہے

ان سے مشورہ کیا۔ گرمی۔ سردی۔ بارش۔ اور خشکات الارض کے حالات دریافت کئے۔ چنانچہ تمام اہل الارض کے مشورے کے بعد نو شیروان عاقل کا باغ واد جس کا مختصر نام بعد اوشہور تھا۔ انتخاب ہوا۔ باعتبار اعمدال آب و ہوا۔ اور نیز ملکی مصلحتوں کے بھی یہ جگہ نہایت موزوں تھی اور چاروں طرف نہایت زرخیز صوبے واقع تھے۔ دریائے وجل اور فرات کا اتصال۔ شام۔ روم۔ مصر۔ مغرب۔ چین۔ ہند۔ بصرہ۔ واسطہ۔ وبارجر۔ روم اور موصل ممالک اسلامی کی تجارت کے واسطے و سوار و رمنڈی یا بیشتر ک تجارت گاہ ہو سکتا تھا۔ چنانچہ منصور نے بھی اسی جگہ کو پسند کیا۔ اور غلاما خطے کے لئے موقع پر کیا۔ مورخین نے لکھا ہے کہ جس وقت منصور بغداد کے مہمانے کل رہا تھا اس وقت راہبوں نے خاص خاص پیشین گوئی کیں۔ منجملہ ان کے ایک یہ تھی۔ کہ بانی عمارت کا لقب مخلص ہوگا۔ منصور نے سنا تو تصدیق کی اور کہا کہ ”خدا کی قسم میرا ہی لقب مخلص ہے۔“ اور بہت خوش ہوا اور فوراً منتخب شدہ اراضی تعمیرت مناسب راہبوں سے خرید کر لی گئی۔ اور فرامین بھیج کر شام۔ موصل۔ کوفہ۔ واسطہ۔ کوہستان۔ جبل۔ اور بصرہ سے ستلح اور کاریگر طلب کئے گئے۔ طبیعت میں چونکہ بخل تھا۔ اور اسی وجہ

بقیہ حاشیہ جائق اور طمان واقعہ کا درجہ ہے ازوالہ اللہ صفر ۴۰۴ ھ مطابق ۱۰۱۴ء میں بغداد کو درجہ میں سب سے زیادہ قریب قیاس یہ ہے کہ یہ قلعہ آبادی جو دار الحکومت کے واسطے تجزیہ و ترقی میں اس کے ذریعہ نو شیروان کا باغ تھا۔  
 حوالہ دہ خطبات فیصل کیا کرتا تھا۔ اور اسی وجہ سے وہ باغ واد کو طمان تھا اور انسان کا باغ (طمان) کا نام لایا اور اس میں مخلص کا لقب رکھا گیا ہے۔ اور ایک بڑے عالم راہب کہشیرین کی بھی جاتی ہے لیکن کیا عجیب ہے کہ اس راہب کو نصیر کا نام دیا جا معلوم ہوگا۔

سے دو آنتی کھانا تھا۔ اس لئے عام نگرانی اور حساب کی جانچ پڑتال کے لئے نہایت مانت اور دیانت کے لوگ جمع کئے گئے۔ امام ابوحنیفہ رحم صاحب کونست شماری کا نڈل کام سپرد کیا گیا اور تعمیر کی خدمت نامی انجینیروں کے سپرد کی گئی۔ ایسے بڑے دارالحکومت کی تیاری میں جو کم کروڑوں روپے کا صرف تھا اسلئے کفایت شماری کا خیال پیدا ہوا۔ اس وقت ابو ایوب، ابو یوسف، ابو یوسف کے شہر سے غلیظہ منصور کی دربارے ہوئی کہ نو شیروان عادل کے شاہی محلات جو دمشق میں موجود ہیں۔ انکو ترکہ ایوان کمرے جو نہایت وسیع عمارت ہے اس کو مسما کر کے اسی انٹ۔ چونکہ ابو یوسف سے بغداد کی تعمیر شروع کی جائے چنانچہ تائید کلام کے واسطے خالد برکی سے اپنا ارادہ ظاہر کیا۔ لیکن منصور کی امید کے خلاف خالد نے نہایت ادب سے عرض کیا کہ امیر المومنین آپ کا یہ خیال نہایت پست ہے۔ خزانے میں کس چیز کی کمی ہے کہ آپ شانائین عجم کی عمارت جو زمانے میں یادگار ہے بنانا چاہتے ہیں (عرنی کا یہ شعر اس کا مصداق ہے از نولف)

از نقش و نگار و در و دیوار شکستہ  
آثار پدیدست صنایع وید غم را

حاشیہ: امام صاحب سے جو غنی کی گئی اس کا نام سبب یہ تھا کہ منصور نے کئی بار امام صاحب کو مدعو کیا تھا۔ امام صاحب نے جواب دیا کہ میرا دعائے سچا ہے کیونکہ عجمی شخص قاضی نہیں ہوتا۔

سلسلہ ماثن ارض اہل میں قدیم شہر تھا اور سب سے بڑا اور اس میں ایوان کمرے و درخ تھا۔ جبکہ ارتضلع اور استحکام کی تاریخ میں شال ویکاتی ہے جس کی نسبت ایک شاعر کہتا ہے کہ جزاے حسن قل میں کرد و کار ہلا کہ خواب سے بیدار گاہ کسرے را۔ اس وقت ویران چاہا ہے۔ اور شہر کے گرد میں شمار تھا ہے۔ اور شہر شہر و درخت کنواں بھی تھیں۔ جس میں جان کیا جاتا ہے کہ کونسا دولت قریب

اور قطع نظر اس کے باعتبار فتوحات اسلام کے بھی ایوان کسرے آثار اسلام سے ہے جس کے دیکھنے سے ابتدائی زمانہ رسالت مآب کا یاد آتا ہے اور آپ کے ایک مجرم کی تصدیق ہوتی ہے جو وقت ولادت باسعادت کے ہوا تھا جیسا سعدی علیہ الرحمۃ کا قول ہے از نولف

### بہو صیتش در افواہ دنیا فداؤ تزلزل در ایوان کسرفداؤ

اور حضرت امیر المؤمنین علی بن ابی طالب کرم اللہ وجہہ کا مصالے تواب تک موجود ہے۔ علاوہ اس مذہبی تقدس کے نوشیروان اور خسرو پرویز نے ایوان کو ایسا مستحکم بنایا ہے کہ اس کی ایک اینٹ بھی مستم اپنے محل سے الگ نہوگی اور جس قدر رقم مسماری میں صرف ہوگی اتنی ہی میں جدید عمارت تیار ہو جائیگی اور امیر المؤمنین کا یہ خیال بادشاہوں کی نظریں حقارت سے دیکھا جائیگا اس لئے میں آپ کی اس رائے کا مخالف ہوں "افسوس کہ منصور نے خالد کے اس بلا تعصب اور عاقلانہ مشورے کا کچھ بھی خیال نہیں کیا اور خالد کے جواب میں کہا کہ "تیرے آباؤ اجداد خاندان کسرے کے نمکونہ تھے اس لئے اب تک ان کی محبت تیرے دل میں جاگزیں ہے اور تو نہیں چاہتا ہے کہ آتش پرستوں کے آثار دنیا سے مٹائے جائیں" خالد یہ سنکر متعصبانہ ادب خاموش ہو رہا لیکن منصور نے اپنی غورانی سے حکم دے دیا کہ اول ایوان کسرے کا ایک چھوٹا ٹکڑہ جو قصرا بیض

(سفید کوٹھی) کے نام سے مشہور ہے توڑا جائے۔ چنانچہ کام جاری کر دیا گیا۔ لیکن چند  
 روز کے حساب دیکھنے پر معلوم ہوا کہ جس قدر ڈھلانی اینٹوں کی دی گئی ہے وہ اس گت  
 سے زیادہ ہے جس سے نئی اینٹیں تیار ہو سکتی تھیں۔ تب منصور نے اپنی غلط فہمی کا اعتراف  
 کیا اور قصر امین کا توڑا جانا متوی کر دیا اور خالد سے کہا کہ اب میرا ارادہ ایوان کسرے  
 کے مسما کرنے کا نہیں ہے اس وقت خالد نے عرض کیا کہ میں آپ کی اس رائے کا  
 بھی مخالف ہوں کام بدستور جاری رہنا چاہئے اور کل ایوان مسما کرادیا جائے۔ یہ سنکر  
 منصور جھٹلا اٹھا اور غضب ناک ہو کر کہا کہ تیری یہ رائے بھی غلط ہے۔ میری سمجھ میں  
 نہیں آتا ہے کہ تو کیا کہتا ہے تب خالد نے عرض کیا کہ امیر المؤمنین خدا کی قسم میری دونوں  
 رائیں نصیحت اور خیر خواہی کی تھیں۔ میں نے اول انہدام ایوان سے اسلئے منع کیا تھا  
 کہ ایوان لوکٹ عجم کی یادگار ہے جن کی سلطنت تو زائل ہو چکی ہے۔ لیکن ان کی ہیبت و  
 شوکت کی مثال موجود ہے۔ اور یہ عمارت زبان حال سے آنے والی نسلوں کو بتاتی ہے۔  
 کہ باوجودیکہ لوک فخرس نہایت زبردست تھے۔ لیکن جس قوم نے اس پر فتوحات حاصل  
 کیں وہ اس سے زیادہ قوی تھی اس سے اسلام کی عظمت و شان معلوم ہوتی ہے۔ جسے  
 عجم کو تہ و بالا کر دالا ہے۔ اور اب جو میں کہتا ہوں کہ ایوان مسما کرادیا جائے۔ اس میں یہ  
 حکمت ہے کہ جب آئندہ نسلیں بنی ہوئی عمارت کے بعض حصے کو ٹوٹا پھٹا دیکھیں گی تو

حاشیہ صفحہ ۵۱ پر درج کی جیسی یہ عمارت تھی تمام دنیا میں ایسی عالیشان عمارت کسی نے نہیں بنائی۔ صرف مکان  
 کا اندرونی حصہ ۷۰ گز مربع تھا جس میں ۲۰۰ گز طول و ۷۰ گز عرض ۲۰۰ گز ارتفاع کا ایک خوبصورت چبوترہ بنا ہوا تھا  
 نہایت اقدوس و استرلی۔

کہیں گی کہ ایک وہ قوم تھی جس نے ایسی مستحکم عمارت بنائی اور دوسری وہ تھی کہ بنی ہوئی عمارت کو توڑ بھی نہ سکی، حالانکہ بنانے سے عمارت کا توڑنا سہل ہے (اب اگر یہ ایوان مسلمانہ کیا جائیگا تو ملک فارس کی تعظیم اور شاہان اسلام کی توہین ہوگی بلکہ لوگوں کو یہ کہنے کا موقع ملے گا کہ نخل کے سبب خلیفہ اس عمارت کو بھی مسمار نہ کر سکا، لیکن منصور نے اس مفید اور عاقلانہ مشورے پر کچھ خیال نہیں کیا اور قصر امیض کو توڑا پھوٹا اپنے حال پر چھوڑ دیا۔ اور جدید عمارت کی تیاری کا حکم صادر کیا چنانچہ بنیادی پتھر رکھنے کا وقت آ گیا تو بخت جو سی نجم کو رہنجم منصور کے ہاتھ پر اسلام لایا تھا حکم دیا کہ احکام نجوم کے مطابق زائچہ تیار کرو (خلاصہ عبارت میں منصور کو نجوم پر زیادہ اعتقاد تھا، اور مزید اطمینان کے لئے خالد برکی، حجاج بن اٹا، ابراہیم الفرازمی و علی بن عیسیٰ منجمین کو بھی زائچہ دکھایا جائے۔ چنانچہ تعمیل حکم تمام منجمین نے حسب منابطہ زائچہ تیار کر سکے پیش کیا باعتبار مصطلح معنوں کے غلط طالع میں قوس تھا۔ تو بخت نے صاف الفاظ میں حکم لگا دیا کہ یہ جگہ مبارک ہے اور زمانہ دراز تک عمارت قائم رہے گی۔ خلافت کی کثرت سے ملک آباد رہے گا اور سب سے زیادہ حیرت انگیز یہ حکم لکھا کہ "والخلافت میں کوئی تخت نشین فوت نہ ہو گا۔" منصور نے یہ احکام سنے تو خوش ہوا اور ہنسکر کہا کہ الحمد للہ علی ذلک، جب سب مرحلے طے ہو گئے تو بروز شنبہ جمادی الاول ۱۳۱ھ ۱۳۱ھ میں خود اپنے ہاتھ سے بنیاد کا پتھر رکھا اور اس وقت قرآن مجید کی یہ آیت پڑھی اِنَّ الْاَوَّلَیْنَ لِلّٰہِ یُؤْتِیْہَا

حاشیہ ۱: جس طرح خالد نے منصور سے ایوان کرنے کے اہتمام پر مخالفت کی تھی۔ ویسی ہی ایک موقع پر عیسیٰ برکی نے ہارون سے اختلاف کیا تھا کہ ایوان کا کرنی حصہ مسلمانہ کر لیا جائے۔

۲: عمارہ بن عیسیٰ نے اسی مضمون کی طرف اشارہ کیا ہے چنانچہ لکھا ہے کہ تفسیر بہان الدیر غنیۃ بہار باکھشا، فی غنیۃ یقین



کی روائی اور باغوں کی فضاؤں کا بیان بہت خوب صورتی سے کیا ہے لہذا ہم بھی اسکے  
چند اشعار پر حکو لغز اسے نصحت ہوتے ہیں۔

## اشعار منتخب قصید حکیم انور می

خوشنوا حی ہذا دجلے فضل و ہنر سواد او بہ مثل چون سپہر مینارنگ کنار دجلہ ز ترکان سیمن خلج ہزار ذوق خورشید شکل بر سر آب بہ شبہ باغ شود آسمان بہ وقت غروب بوقت شام ہمے ایں باں سپار و گل شگفتہ ز گس بویا بہ طرف لالستان بخا صیت ہمہ سنگش عقیق لولو بار صبا سرشتہ بخاکش طراوت طوبے نواے طوطی و ڈبل - خروش حکم و سار	اگر کس نشان ندہد در جان پناں کشور ہو اے اوصیت چون نسیم جاں پرور میان رجبہ زغبان ماہ رخ کشر براں صفت کہہ پراگندہ بر سپہر اختر بہ شکل چرخ شود بوستان بوقت سحر بگاہ بام ہمے آں ہاں و ہدا ختر چنانکہ در قیج گوہر میں مئے ا صفر بہ منفعت ہمہ خاکش غیر خالیہ بر ہو اہفتہ در آبش حلاوت کوثر ہمیں کنند نخل لہنہائے خنیا کر
---	---

خلیفہ منصور کو خالد کی وفات - تجربہ اور اصلیت راے کا چونکہ کامل یقین ہو گیا تھا۔

حاشیہ: سلطہ حکیم انور کے علاوہ دیگر شرا نے بھی تصانیف اہمیت لکھی ہیں اور عربی تصانیف بھی بہ کثرت ہیں لیکن بطور  
نزد کے مرن ایک رہائی پر اتفاق کیا جاتا ہے۔ بعد از شراست لیکن از ہر کے + کو را بردار دل بود دستہ + + ہا ہننے ہر  
برہم عزیز + ضائع نگاہ و در جانی نئے +



اس لئے تعمیر بغداد کے بعد کوئی ایسا معاملہ نہیں ہوا کہ جس میں خالد کے مفید مشورے کے مطابق عمل درآمد نہ کیا گیا ہو۔ اس لئے بیعت ہمدی کے معاملے میں بھی منصور نے خالد کو بیعت ہمدی و خلع

اپنا ہمارا بنایا اور تفصیل اس واقعہ کی یہ ہے کہ ربیع الاول ۱۲۷

۱۲۷ھ ہجری میں خلیفہ منصور نے اپنے بھتیجے عیسیٰ بن موسیٰ

کو جو ہمد سفاح سے اب تک کوفے کا والی تھا معزول اور یہودی

عیسیٰ بن موسیٰ

سے خارج کر کے شہزادہ ہمدی کے لئے بیعت لینا چاہی چنانچہ خالد برکی معزوارکان سلطنت کو درجہ تعاد میں تیس تھے (اپنے ہمراہ لے کر کوفہ روانہ ہوا۔ اور عیسیٰ کو بیعت ہمدی پر آمادہ کیا۔ لیکن عیسیٰ نے کسی کا کہنا نہیں مانا اور اپنے دعووں پر متقل رہا تب خالد نے منصور کے دربار میں موجودگی ارکان وفد یہ شہادت دی کہ تحقیقت میں عیسیٰ انقض بیعت پر آمادہ ہے۔ چنانچہ اس شہادت پر منصور نے عیسیٰ کو حکومت کوفہ سے معزول کر کے

محمد بن سلیمان بن علی کو مقرر کر دیا۔ اور علی رؤس الاشہاد خالد نے شہزادہ ہمدی کے واسطے بیعت لینا شروع کی۔ اس کارگزاری کے صلے میں علاوہ انعام کثیر کے منصور نے خالد اور اس کی اولاد کے حق میں عمدہ سلوک کئے اور سب سے بڑھ کر یہ قدردانی کی کہ ہمدی کا آئلیق خالد کو مقرر کر دیا۔ اور خالد کو یہ ہدایت کی گئی کہ

خالد آئلیق ہمدی عباسی

”ہر جگہ خواہ بزم ہو یا بزم ہمدی کے ساتھ ساتھ رہے“

اور حصول تجربے کے لئے رنجے اور طبرستان کی حکومت مہدی کے سپرد کر کے خالد کو ہمراہ کر دیا اور وقت نصحت کے خالد کو پھر سمجھایا کہ ہمیشہ مہدی کے پاس رہنا چونکہ مہدی کا عالم شباب تھا اس لئے دارالحکومت میں ہتھکڑ عیش و طرب کے جلسوں میں پڑ گیا دن کو سیر و شکار اور رات کو بے تکلفی کے جلسوں سے دل بہلایا کرتا تھا۔ خالد نے مہدی کا یہ رنگ دیکھ کر سمجھایا کہ صاحب عالم امیر المؤمنین نے آپ کو ولیمہ سلطنت کیا ہے۔

آپ کے حاسد۔ دشمن۔ اور برابری کے وغیرہ بہت ہیں اور اس مقام کی مدانگی سے بھی امیر المؤمنین کا یہ مقصد ہے کہ امور سیاست

خالد کی حکیمانہ

نصیحت

میں کامل و متنگاہہ حامل ہوا طراف عالم میں بلند اقبال اور ملک گیری کی شہرت جو دشمنوں کی نظروں میں عزت و وقار ہو۔ کیونکہ یہی عزم کام کرنے کی ہے۔ اگر اس وقت شہرت نہ ہوتی تو آئندہ قوم و ملک میں کیا اعتبار ہو گا۔ میری یہ عرض ہے۔ کہ حضور والا فوج بھرتی کریں اور مالگزاری اور ملک کی آمدنی کا بڑا حصہ فوج پر صرف کیا جائے۔ مالگزاری کے اصول مستقل طور پر بنائے جائیں۔ رعایا کے مقدمات میں عدل و انصاف سے تجاوز نہ ہو۔ سرحدی مقامات پر دشمنوں کی آمد کا انسداد کیا جائے اور جو آئے

حاشیہ علیہ: ارض طبرستان اور ارض رے عراق عجم کے دو مشہور صوبے ہیں۔ اور ان کے دارالسلطنت بھی اسی نام سے مشہور ہیں لیکن رے بہت قدیم ہے چنانچہ مجاہد قداست کے عرب رے کو ام المہلاد و شیخ المہلاد کہتے ہیں۔ حضرت شیش علیہ السلام نے اس کی بنیاد ڈالی تھی۔ لیکن مہمہ شنگ۔ منوچہر۔ اور فریدوں میں دن بن ترقی ہوتی رہی۔ اور بعد ازاں حکمران فارس کے عند اسلام میں مہدی عباسی نے اس کو قبضہ آباد کیا تھا۔ اب ایران ہے اور اس کے شمالی حصے میں طران آباد ہے۔ بطول بلوچی کا گنبد آثار قدیمہ میں سے آج تک باقی ہے۔ ازجام جم۔ ذہبت القلوب۔

خطرناک ہیں ان پر حفاظت کے لئے بہت قدامتاً مناسب فوج رہے۔ دشمن کے عام حالات سے ہر وقت خبردار رہنا چاہئے۔ اور تمام ملکی معاملات کی امیر المومنین کو اطلاع کرنا چاہئے۔ یہ بادشاہوں کے فرائض ہیں۔ جب ان کاموں سے فرصت ملے تو سیر و شکار کا بھی مضائقہ نہیں۔ چونکہ خالد کی تقریر دل سوزی اور حکمت آمیز مقولوں سے بھری ہوئی تھی اس لئے مہدی پر اس کا اچھا اثر پڑا۔ شکار کا جانا بھی کم ہو گیا اور اسوہ سلطنت میں دل چسپی پیدا ہو گئی۔

**خالد کی صابست**  
**کا ایک واقعہ**  
 ایک دن کا واقعہ ہے کہ مہدی مع مختصر فوج کے ایک جنگل میں شکار کھیل رہا تھا۔ خالد ہمراہ رکاب تھا۔ کہ دور سے ایک قلعے کی بلندی معلوم ہوئی۔ مہدی نے قلعے کے اوپر جا کر نظارہ کرنا چاہا چنانچہ مع اپنے منتخب سپاہیوں کے قلعے کے اندر داخل ہوا۔ اور اس کے بلند حصے پر چڑھ گیا۔ ناگہاں شال کی جانب سے گرد اڑتی ہوئی نظر آئی خالد نے مہدی سے کہا کہ یہ غبار خالی از علت نہیں ہے۔ کیا تعجب ہے کہ دشمن کے لشکر کی گرد ہو۔ کیونکہ اندھی کی علامت نہیں ہے۔ اور جو اکی معمولی رفتار میں کچھ اضافہ نہیں ہوا ہے۔ یہ غبار ضرور کسی لشکر کا ہے۔ اس لئے ہم کو ہوشیار رہنا چاہئے۔ مہدی کو خالد کی باتیں تعجب انگیز معلوم ہوئیں لیکن بزرگ ناصح کے کہنے سے روانہ ہوا ایک فرسنگ ٹے کیا ہو گا کہ گور خروہر ہرن۔ اور صحرائی جانور بھاگتے ہوئے نظر آئے۔ خالد نے کہا کہ ”لشکر حریف کے بھگائے ہوئے معلوم ہوتے ہیں۔ آگے چلو، تھوڑی دور پہنچنے پر معلوم ہو گا کہ لشکر دیا لہ لڑائی کے ارادے سے آ رہا ہے۔ مہدی

لے واپس جانا غنیمت سمجھا۔ خالد نے بڑھ کر رکاب تھامی اور عرض کیا کہ یہی تو لڑائی کا موقع ہے۔ دشمن کی فوج منزل مارے ہوئے آرہی ہے۔ ہر ایک سپاہی تھکلا ماندہ دھوکا پیا ساء ہے۔ ہماری فوج اگرچہ جولین کے مقابلے میں کم ہے۔ لیکن تازہ دم اور دھوا سے سکے قابل ہے سب کو درست کر کے حملہ کر دینا چاہئے۔ فتح ہمارے ساتھ ہے۔ اور نیز مقابلہ پس چلے میں علاوہ بدنامی کے غیم کو جرات ہوگی۔ اور اگر تھوڑا سا بھی وقفہ مل گیا تو پھر ان سے مقابلہ مشکل ہوگا، مہدی نے حسب مشورہ خالد حملہ کر دیا۔ میدان میں تلواریں چمکنے لگیں تھوڑی دیر میں دیالہ کو شکست ہوئی اکثر ہلاک ہوئے اور کسی قدر گرفتار میدان مہدی کے ہاتھ رہا۔ اور بے شمار غنیمت ہاتھ لگی جس میں سے سب سے عمدہ اور منتخب چیزیں خالد کو عطا کی گئیں۔ اور امیر المومنین منصور کے حضور میں اس واقعہ کی ایک عرضداشت مہدی نے اپنے قلم سے لکھ کر روانہ کی۔ اس معرکے کے بعد سے خاندان عباسیہ کو آل برکت خاص محبت ہو گئی تھی۔ اور خالد برکتی منصور و مہدی کی نظروں میں معزز و ممتاز ہوتا جاتا تھا بلکہ تاریخی شہادت سے پایا جاتا ہے کہ آئندہ احکام اور دوام خاندان برکت کا باعث بھی مہدی عباسی ہے۔ چونکہ خلیفہ منصور خالد کی عاقلانہ کارروائیوں سے نہایت خوش تھا۔ اس لئے ۳۶۶ھ ہجری میں خالد

حاشیہ صفحہ خالد برکتی کا یہ دو قرین عثمان کی حلاۃ ۳۲۶ھ میں بھی تحریر ہے۔ مرث اس قدر اختلاف ہے کہ ابن عثمان کے نزدیک یہ واقعہ مسرت کا ہے۔ جب ابو سلم غرسانی و قطیب بن شیبہ الطائی نے یزید بن عمر بن ہبیرۃ الفرزدی عامل حرقین پر حملہ کیا تھا۔

## موصل کی حکومت

کو نہایت ذمہ داری کا کام یعنی موصل کی گورنری مرحمت ہوئی کیونکہ اس صوبے میں اگر اود نے نہایت شورش پھیلادکھی تھی چنانچہ خالد نے اپنی حاکمانہ کوشش سے کل انتظام کر دیا اور بعد انتظام کے واپس آیا چونکہ قائم مقامی کی کارروائی میں خالد نے نیک نامی حاصل کی تھی اس وجہ سے منصور کو خالد کا خیال تھا یہاں میں جب موسیٰ بن کعب گورنر موصل نے سرکشی کی تو خلیفہ نے اس کی معزولی کا حکم صادر فرمایا اور شہزادہ ہمدی کو حکم دیا کہ تتم رقبہ کو موصل ہو کر روانہ ہو اور موسیٰ کو گرفتار کر کے اس کی معزولی کا اعلان کرو مگر عام طور پر یہ شہرت نہو۔ اور بظاہر بیت المقدس کی رونگی معلوم ہو، چنانچہ ہمدی نے ایسا ہی کیا۔ اور کل احکام کی تعمیل کر کے واپس آیا لیکن اگر اود کی شرارتوں کی متواتر خبریں پہنچ رہی تھیں اس لئے اب ایک حافل اور منتظم حاکم کی ضرورت تھی۔ منصور نے ارکان سلطنت سے پوچھا کہ موصل کی گورنری کے قابل کون شخص ہے مسیب بن زہیر نے کہا کہ میرے نزدیک خالد برکی سے بڑھکر کون ہو سکتا ہے منصور نے کہا یہ کیونکر ہو سکتا ہے کہ میں خالد کو مقرر کروں کیونکہ ابھی ایک معاملے میں وہ ماخوذ ہے۔ اور پیش لاکھ درہم اس کے ذمے واجب الادا ہیں اور جس کی میعاد صرف تین یوم ہیں اگر اندر میعاد داخل نہوا تو وہ قتل کیا جائیگا لیکن مسیب نے بہت اصرار کیا اور کہا کہ میں خالد کی ضمانت کرتا ہوں تب دوسرے دن خالد منصور کے سامنے پیش ہوا۔ اور جمعی بن خالد کی کوشش و غارہ بن حمزہ کی فیاضی سے

حاشیہ ملے صفحہ جلد کال اثر ملے کالیں کسی کوئی راحت نہیں ہے لیکن امتاریوں سے پایا جاتا ہے موصل کی گورنری پر خالد مقرر رہا ہے۔ اور غارہ بن جمعی کی قیس لاکھ کی رقم خالد نے عرف کر ڈالی تھی جس کا انوار مس پر تھا۔

کل روپیہ بھی داخل خزانہ ہو گیا۔ اور قبیہ تین لاکھ خلیفہ نے معاف کر دیا۔ اور مصل کی گورنری کا فرمان خالہ کو مل گیا۔ چنانچہ خالہ نے پہنچتے ہی تمام فساد اور ہنگامے رفع کر دیے۔ اور ملک کو اپنے احسانات اور انتظامات سے فرمانبردار بنالیا۔ اس وقت سے منصور کی وفات تک برابر خالہ مصل کی گورنری پر مقرر رہا۔ اور خلیفہ منصور کا یہ حسن سلوک صرف خالہ تک محدود نہ تھا۔ بلکہ اس کے فرزند یحییٰ برمکی کو بھی بڑے بڑے صلیے اور انعام ملا کرتے تھے۔ پھر رفتہ رفتہ ملکی کام کرنے لگے۔ چنانچہ آذربائیجان کی گورنری نے یحییٰ کے ملکی اقتدار کو اور بھی بڑھا دیا۔ بلکہ یہ کہنا چاہئے کہ یحییٰ کی آئندہ ترقی اور شہرت عام کا یہ پہلا زینہ تھا۔

خالہ کا علم و فضل و ملکی اقتدار  
وہیت کی جس قدر سچی تعریف کیجائے وہ کم ہے جس شخص

نے خلافت عباسیہ میں اپنی آئندہ نسلوں کے واسطے امارت و وزارت بلکہ سلطنت کا اعزاز قائم کیا وہ بھی خالہ برمکی ہے۔ خالہ کی خدا داد قابلیت کا اندازہ صرف اسی سے نہیں ہو سکتا ہے کہ وہ بڑی بڑی جاگیروں کا والی تھی۔ بلکہ اپنے خاندان اور اولاد کو اپنے ہی دور حکومت میں معزز عہدوں پر پہنچا دیا تھا۔ جس طرح خود ہمدی عباسی کا تالیق تھا اسی طرح انتظامداروں الرشید کے واسطے اپنے بیٹے یحییٰ کو تالیق مقرر کرادیا تھا۔ کیونکہ یہی شہزادہ آگے چل کر تاج و تخت کا وارث ہونے والا تھا۔ چنانچہ اس خیال کا نتیجہ یحییٰ کے حق میں نہایت مفید ہوا۔ خلیفہ سفاح عباسی

حاشیہ: ۱۔ کمال بن یحییٰ ص ۲۰۱۔ ۲۔ صفحہ ۲۰۱۔ ۳۔ کمال بن یحییٰ ص ۲۰۱۔ ۴۔ ابن خلدون

صفحہ ۲۰۲۔ ۵۔

خالد کی بڑی عزت کرتا تھا اور خالد کا اقتدار اسی زمانے میں عروج پر پہنچ گیا تھا۔ سفاح کی بیٹی طر  
خالد کی بیٹی کے ساتھ ایک پٹنگ پر سوتی تھیں۔

حکومت میں خالد کا طرز عمل منصفانہ تھا۔ جو روٹم یا جبر و ستم مزاج میں پاس نہ آتا  
طرز حکومت تھا۔ باوجود اس کے حکومت میں شان و شوکت کا جلوہ نظر نہ آتا تھا۔ امجد بن محمد

سوار الموصلی کا قول ہے کہ میں نے خالد سے زیادہ کسی کدہبیت والا نہیں دیکھا۔ کوئی ایسا نہ  
تھا کہ جس کے دل میں خالد کی مہبت نہ ہو، ابن خلکان نے بروایت ابوالحسن مسعودی لکھا ہے کہ  
یحییٰ عقل وراے ہیں۔ فضل فیاضی میں جوہر کتابت و فصاحت میں محمد عیش پسندی و  
ہمت میں۔ موسیقی شجاعت و ہمت میں مشہور تھا۔ لیکن تمام محاسن کے لحاظ سے کوئی بھی خالد  
کی برابری کا دعویٰ نہیں کر سکتا ہے، مصنف الغفری کا قول ہے وکان خالد بن برمک  
من رجال الدولة العباسية فاضلاً جليلاً كوميلاً حازماً دقيقاً استوزر السلف  
ونخف على قلبه كان ليمى وزيراً

فیاضی کی ابتدا خاندان برمک میں خالد سے شروع ہوتی ہے۔ صبح کے وقت خالد کے  
اولیات دروازے پر اہل غرض، شعرا، اور دیگر شرفا کا مجمع ہوا کرتا تھا۔ اور یہ سب سائل کہلاتے  
تھے خالد نے کہا کہ لفظ سائل نہایت ذلیل اور مکروہ ہے یہاں شرفاء اور اکابر کا مجمع ہے۔ اتنے سے انکو  
”زوار“ کا خطاب دیا جائے چنانچہ اس حکم کے بعد یہ مجمع ہمیشہ اسی خطاب سے پکارا گیا۔

حاشیہ: کامل از مرقہ جلد ۱  
علامہ ابن خلکان طبع ۱۳۱۱ھ حالات یحییٰ برمکی۔  
تذکرہ الغفری صفحہ ۱۳۹۔

## منصور عباسی کا علمی زمانہ

سیکھی اور جعفر برکی کی حالات میں وہ علمی ترقیاں دکھلائی جائیں گی جو عہد خلافت ثارون الرشید میں ہوئی ہیں۔ لیکن عہد ثارون میں جو حکمہ ترجمہ قائم ہوا۔ اس کی بنیاد منصور کے زمانے میں پڑ گئی تھی۔ اس لئے خالد برکی کے حالات میں منصور عباسی کا علمی کارنامہ لکھنا ضرور ہے۔ کیونکہ یہ علمی ترقی بھی خالد کی روشنفکری کا نتیجہ ہے جو منصور کے نام سے منسوب ہے۔ اور خاندانِ برمکہ کو سب سے زیادہ جس چیز نے تاریخ میں بقا دیا وہاں سے ان کا آغاز ہوا ہے۔ وہ یہی علمی کارنامے ہیں۔ بلکہ یہ کہنا تو حقہ نفس الامر یہ ہے کہ خلافت عباسیہ کو علمی حیثیت سے جو ترقیج دولت بنی آئینہ پر ہے وہ برمکہ کی قدردانی اور فیاضی سے ہے۔ خلفائے عباسیہ میں ابو جعفر منصور وہ اہل حق بل میں ضرب المثل تھا۔ لیکن اہل علم کے ساتھ ہمیشہ فیاضی کیا کرتا تھا۔ جس کا ایک سبب یہ بھی ہے کہ سلاطینِ یورپ سے مقابلہ کرنا پڑا تھا۔ اس لئے علوم و فنون کی ترویج پڑنا ضروری ہو گیا۔ اور جو صلہ شانہ سے کام لیا۔ اور قیصرِ روم سے کتبِ علمیہ کے عربی ترجمے منگائے۔

حاشیہ: یہ قدرت کا ملکہ ہے کہ کامِ اکبر بادشاہِ وقت کے نام سے شہر ہوا کرتے ہیں جس طرح اکبر بادشاہ کی سلطنت ابو الفضل کے کارناموں سے آج کل شہر ہے۔ علمِ روم کے نام سے ہشتائے خواص کے عوام ناواقف ہیں اور وہ روم سے ہمیشہ قسطنطنیہ مراد لیا کرتے ہیں اس لئے لکھا جاتا ہے کہ اہل روم مالکِ اہل عرب ہیں جو سید بسمل حضرت عیسیٰ کے آباد ہوا تھا اور جن مالک میں لاطینی زبان بولی جاتی تھی۔ یہ ان کا دار السلطنت تھا۔ جب سلطنتِ جمہوری کو شکست ہوئی تو بادشاہ کا لقب قیصر تھا۔ یہاں کے لوگ بہت پرست تھے۔ اس سلطنت کا وہ چارہ دو حال تھا کہ تمام دنیا اس وقت کے جزائے کے روم سے اہمیت ملتی اور شل یونانی کے اس ملک کی زبان بھی علوم و فنون کی ترقی تھی۔ اس لئے میں قسطنطنینِ اعظم بادشاہِ روم نے شہرِ بزنس یا بزنطین رومان کا ایک شہر قائم کر دیا وہ سچ کے اپنے نام سے۔ اور کیا اور اس کا قسطنطنیہ نام رکھا۔ لیکن شاہی رجب سے یہ شہر بھی روم کہلانے لگا جس زمانہ تک یہاں کی رعایا عیسوی رہ رہ گئی تھی۔ لیکن اب درسلانِ بلوچی کی فتوحات کے بعد قسطنطنیہ کے مشرق میں اسلامی



کیونکہ اس وقت دار الخلافت میں کوئی ایسا زباندان نہ تھا جو ان فلسفہ کی کتابوں سے واقف ہو۔ چنانچہ قیصر نے اقلیدس اور بعض کتابیں فلسفہ کی ترجمہ کرا کر بھیج دیں جس کو پڑھ کر علماے اسلام اور زیادہ مشتاق ہوئے اور خلیفہ کی صرف اس قدر دلچسپی کا نتیجہ ہوا کہ دربار خلافت میں دور و دراز ممالک سے علما و حکما آنا شروع ہو گئے۔ اور بقول عیسائی مؤرخین کے منصور کے ذوق علمی سے بغداد و ایب مشہور ہو گیا کہ جیسے سکندر کا اسکندریہ۔ یہ حکما عیسائی اور مجوسی نسل سے تھے۔ کیونکہ وہ فنون فلسفہ جن کے ترجمے کی ضرورت تھی یونانی و سریانی زبان میں تھے۔ اور علماے اسلام میں اس وقت صرف چند اشخاص ان زبانوں کے ماہر تھے۔ لیکن جب علمی مذاق عام طور پر پھیلنا شروع ہوا تو علماے اسلام میں بھی تحریکی قوت کا برقی اثر پہنچ گیا۔ مذہبی مسائل۔ علمی کا نامے۔ تاریخی حالات۔ جواب تکذابی بیان ہوا کرتے تھے یا جانوران صحرائی کی کھال اور درختوں کی چھال یا پتوں پر تحریر کئے جاتے تھے! یہ سلسلہ بند ہوا۔ اسلامی علوم کی تدوین پر خاص توجہ شروع ہوئی۔ چنانچہ ۱۸۳۳ء ہجری سے اس مبارک کام کا آغاز ہوا۔ اور زمانے کی رفتار کے ساتھ ترقی کرتا گیا۔

تقدیر نامہ شیعہ حکومت بڑھنے لگی۔ سنی اکثریت ہجری میں محمد خاں ثانی نے قسطنطنیہ فتح کر لیا جو اس وقت کے ایک ترکوں کے قبضے میں ہے۔ اس لئے روم قدیم سے دار السلطنت اٹلی مراد ہے جس کو روایت کرنے یا مغربی روم کہتے ہیں اور روم جدید سے قسطنطنیہ جس کو روم شرقی کہتے ہیں۔ استنبول اس کا وہ حصہ ہے جو مشرق جانب ہے۔

۱۰۱۰ء طبرہ مصر تاریخ کامل و محمد بن عبدون۔ علیہ بیعت ابو جعفر المنصور المالی ملک الروم ان بیعت الیہ بکتاب التعلیم مترجمہ فبعث الیہ باقلیدس بعض کتب الطبیعات و قرأ بها السامعون و اطاعوا علی ما فیہ و اذوا و احصا علیہ الفطر بما بقی منها کشف الظنون



کے ساتھ بھی کچھ کم اعتنائیں کیا گیا۔ بلکہ اسی زمانے سے ہندو علماء بغداد کے دربار میں جمع ہونے شروع ہوئے۔ یہاں تک کہ خاندان برمک نے ایک ہندو طبیب کو اپنے ہسپتال کا مہتمم اور افسر مقرر کیا۔ ان علماء کی بدولت اور نیز ان مسلمانوں کی وجہ سے جنہوں نے تحقیقات علمی کے لئے ہندوستان کا سفر کیا۔ سنسکرت کی اکثر عمدہ تصنیفات بغداد کے کتب خانوں میں جمع ہوئیں اور ان میں شے پاکھر۔ راجہ۔ سکھ۔ واہر۔ اکر۔ رنگل۔ جہر۔ امدی۔ جہاری۔ ماہک۔ سالی۔ نوکسل۔ روسا۔ رائے پگل اور براہم کی تصنیفات کا ترجمہ عربی زبان میں ہوا۔ چنانچہ اس عہد کے مترجمین عبدالمسیح ابن عبداللہ الحنفی مشہور باب نامہ۔ و سلام اللابرش۔ و عبداللہ ابو ازی ہیں جن کے اہتمام سے یونانی اور فارسی زبان کی بہت سی کتابیں ترجمہ ہوئیں۔ عہد منصور عباسی میں (۷۵۰ء تا ۷۵۵ء ہجری تک) جس قدر علمی ترقی ہوئی۔ بقابلہ عہد مارون کے اگرچہ بہت ہی کم ہے۔ لیکن چونکہ یہ ابتدائی زمانہ تھا اس لئے جس قدر اس عہد میں ہوا وہ بھی بے انتہا قابلِ سپاس گزری ہے۔ جن حکمانے یونانی۔ سریانی۔ فارسی۔ عربی میں ترجمہ کیا ہے۔ اب ہم صرف ان کے ناموں پر اکتفا کرتے ہیں۔ اور مزید حالات ناظرین طبقات الاطباء ابن ابی اصیبعہ و کشف الطغون وغیرہ میں ملاحظہ فرمائیں۔

جارجیس بن جبرئیل۔ فرات بن سحنائہ۔ عیسیٰ بن مار جیس۔ البطریق۔ یہ سب عیسائی عالم تھے۔ عبد اللہ بن المقفع۔ و فضل بن نوحخت۔ و اسمعیل

چشمہ طہ ان حکما کے ناموں کی نسبت کہ اس ناسل کا نام ہے جو طوم عربی و سنکرت میں کمال رکھتا ہو لیکن یہ ماننا چاہئے کہ عربی علماء پر پڑنے سے قبل انہوں میں مزہر تیز ہو گیا ہے۔

عہد قبلہ یونانی میں جاری ہیں نہایت مشہور ہے۔ ہندی سوار کے شفاخانہ کا مہتمم اصطلح تھا۔ یونانی زبان کا بہت بڑا ماہر تھا۔

بن ابوسہل بن جوحنت (یہ مجوسی عالم تھے)۔

کتاب فلسفہ طب اور اخلاق کے ترجموں کے علاوہ علم ریاضی کی بھی عمدہ تصنیفیں بہت کچھ ترقی ہوئی۔ چنانچہ یہ سیدہ ہجری میں ہندوستان کا ایک بڑا ریاضی دان ہندو عالم منصور کی پادشاہی کا شہرہ منکر اور الخلافت میں داخل ہوا۔ اس نے ایک نہایت عمدہ ریاضی جس کو اس نے ایک عمدہ اور جامع تصنیف سے جو ہند کے ایک ہمارا جو ستے برہمچکر کی طرف منسوب ہے خلاصہ کیا تھا منصور کی خدمت میں پیش کی۔ محمد بن ابراہیم فزاری نے منصور کے حکم سے عربی زبان میں ترجمہ کیا۔ اور اس سے ایک کتاب مرتب کی جو ریاضی دانوں میں ہند ہند کے نام سے مشہور ہے۔ مامون الرشید کے زمانے تک اعمال کو اکب میں اسی زینچ پامتماو کیا جاتا تھا، خلیفہ منصور کی خلاف میں یابیوں کہنا چاہتے کہ خالد برکی کے عہد اہمیت و وزارت میں جو علمی ترقی ہوئی اس کا مختصر بیان لکھا جا چکا ہے۔ اس سے زیادہ تشریح کی اس موقع پر ضرورت نہیں ہے۔ انشا اللہ اپنے موقع پر مفصل بیان ہو گا۔ خالد کی سوانح میں جو بڑے کی موت کے اور کچھ باقی نہیں ہے لہذا اب ہم ختم کرتے ہیں۔ بقول ابن عساکر ماہ شہان یوم پنجشنبہ ۱۶۷ مطابق ۱۱ مایہ ۱۱۷۷ اس نامور وزیر نے دنیا سے سفر آخرت قبول کیا۔

بقیہ حاشیہ طہارت میں تمام اطباء رفق رکھتے تھے اس میں خلیفہ منصور کے علاج کے واسطے طب پر کثیر اور اس واقعہ میں بن اسحاق نے اسی کی تہذیب کا کوئی میں ترجمہ کیا تھا۔ جو شہا خاں کے انتقال کے لیے سریانی زبان میں کسی کوئی حقیت والا اور مددگار طور پر اسے گورنر تعلیم مسلمانان پر غیر شولی تھی بطور مدد رکھتے۔

## ابوالفضل یحییٰ بن خالد بزمی

خالد بزمی کا نامور ڈاؤر بلند اقبال بیٹا یحییٰ بزمی، ہشام بن عبدالملک کے سلطنت

**ولادت**

میں اخیر ۱۱۹ھ ہجری یا شروع ۱۲۰ھ ہجری میں پیدا ہوا جس زمانے میں فیش

تغذیر کا پیدائش اس وقت باپ کی کیا حالت تھی یہ ظاہر کرنا مشکل ہے کیونکہ ابوالعباس

سفاح عباسی کے صبا میں خالد بزمی کا زمانہ ۱۲۲ھ ہجری سے شروع ہوتا ہے۔ اور ولید بن

عبدالملک کا عہد حکومت جس میں یحییٰ کا دادا جعفر بزمی دمشق میں آیا تھا ۹۷ھ میں ختم ہوا

ہے۔ اس لئے یحییٰ کا زمانہ طفولیت معمولی حالت میں گزرا ہو گا کیونکہ خاندان براء کو اسلامی

حکومت سے کوئی حصہ اس مابین میں نہیں ملا تھا۔ لیکن ۱۱۷ھ میں بعد کا زمانہ

**طفولیت**

یحییٰ کے قیام میں نہایت مبارک تھا۔ کیونکہ ابوسلمہ الحلال کے قتل کے بعد

خالد سفاح کا وزیر مقرر ہو چکا تھا۔ اور خلیفہ منصور عباسی کے زمانہ میں ابتدائے وزارت اعظم اس کے

بعد وزیر الخراج (بوڈاؤف ریونیو) و والی صوبجات کے ممتاز عہدے کیا کرتے تھے۔

یحییٰ کے اساتذہ فن کے تعلق ہماری واقفیت محدود ہے۔ تاہم نہایت عربی

**تعلیم و تربیت**

سے یہ کہا جاسکتا ہے کہ علمی روشنی اس زمانے میں چل گئی تھی۔ و براء خلافت

میں علما اور مجتہدین فن موجود تھے۔ اس لئے یحییٰ کی تعلیم و تربیت بڑے اہتمام سے ہوتی ہوگی۔

حاشیہ: مذکورہ یحییٰ بزمی کا سن ولادت جو کسی تاریخ سے نہیں معلوم ہوتا، لیکن تمام مستند مؤرخین کا اس پر اتفاق ہے کہ ۱۱۹ھ

میں یحییٰ کی عمر بیس سال کے انتقال کیا اس لئے سنہ ولادت اخیر ۱۱۹ھ یا شروع ۱۲۰ھ مقرر کیا جاتا ہے جو صوابی قاعدے سے

صحیح ہے۔

کیونکہ یحییٰ کے جس قدر حالات معلوم ہوئے ہیں ان سے ثابت ہوتا ہے کہ خالد برکی نے مجمع علوم و فنون میں اپنے نامور بیٹے کی عمدہ تعلیم کی تھی۔ علم ادب، فصاحت، بلاغت میں یحییٰ کا کمال مؤرخین کو تسلیم ہے۔ اس لئے اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ یحییٰ برکی دنیا کے ممتاز اور مشہور اہل کمال میں سے تھا۔

جب یحییٰ کے شباب کا زمانہ ہوا اس وقت خالد برکی حکومت عباسیہ میں کمال اقتدار رکھتا تھا۔ کیونکہ ابو جعفر منصور نے خالد کی کارگزاریاں دیکھ کر اس کو موصل کا والی رگوزہ کر دیا تھا۔ ایسے معزز عہدے دار کو اسلامی سلطنت میں یہ مشکل نہ تھی کہ اپنے لڑکے کے واسطے وہ کوئی صورت ملازمت کی نہ نکال سکے۔ چنانچہ منصور نے خالد کے استحقاق پر نظر کر کے یحییٰ کو بھی محرم۔ ۱۱۰ نومبر ۳۱۴ھ میں آذربائیجان کا حاکم مقرر کیا۔ یہ پہلا عہدہ تھا کہ جو یحییٰ برکی کو دیا گیا تھا۔ عہد منصور میں تو صرف اسی قدر ترقی ہوئی لیکن ابو عبد اللہ مہدی عباسی کا عہد حکومت یحییٰ کے حق میں بہت مبارک تھا۔ کیونکہ مہدی تمام امیر سلطنت میں خالد کی راے پر چلتا تھا۔ اس لئے خالد نے کمال دور اندیشی سے حکمت کی کہ یحییٰ کو شہزادہ مارون الرشید کا اتالیق مقرر کرادیا۔ کیونکہ مارون کے طرز عمل سے خالد بھگ گیا تھا کہ بعد مہدی کے مارون تخت و تاج کا مالک ہو گا اور یحییٰ کی یہ اتالیقی خاندان براہ کمر کے آئندہ عروج اور استحکام کی بنیاد ہو گئی اور خلافت عباسیہ میں براہ کمر کی اتالیقی اب سرور ثی کے درجے پر پہنچنے والی تھی۔ کیونکہ مہدی عباسی کا اتالیق خلیفہ منصور نے خالد کو



نہ تھی کہ جو یحییٰ نے مارون سے در تلخ رکھی ہو۔

## یحییٰ کے عالم خلاق و عادت سماہ فیاضی اہل علم کی قدردانی

خاندان برکری میں جو چیز سب سے زیادہ قابل فخر اور باعث بقا ہے دوام ہے۔ وہ اس کی عام فیاضیاں۔ علمی کارنامے۔ اور ملکی استقامت ہیں لیکن کتب تاریخ۔ اخلاق۔ اور علم ادب کی کتابوں میں فیاضی کے افسانے جستہ جستہ مذکور ہیں۔ چنانچہ اس مقام پر بعض واقعات جسکو مستند مورخین نے یحییٰ کے حالات میں نقل کیا ہے ہم بھی لکھتے ہیں۔ لیکن ملکی سمالات کی نسبت ایک واقعہ بھی لکھنا مشکل ہے کیونکہ قدانے عام مولیٰ اور جزئی واقعات سمجھ کر نظر انداز کر دیا ہے۔ اسلئے امید ہے کہ ناظرین بھی اس کا الزام نہ دینگے کہ ہم نے کوئی ملکی واقعہ یحییٰ کے حالات میں تحریر نہیں کیا۔ حالانکہ یہی مضمون سب سے زیادہ مہتمم بالشان تھا۔

یحییٰ برکی کی نسبت مورخین کے متفقہ الفاظ یہ ہیں کہ تمام خاندان میں یحییٰ سے زیادہ کوئی صاحب رائے۔ بردبار۔ عالی حوصلہ۔ خوش اخلاق۔ شجاع۔ فصیح و بلیغ۔ عقیل۔ اور فیاض نہیں ہوا۔ اور خاص کر فیاضی کے اس قدرواقعات ہیں کہ اگر فیصدی پانچ کا انتخاب کیا جائے تو بھی البراکہ کی وسعت اس کے واسطے کافی نہیں ہے۔ تاہم چند روایات لکھی جاتی ہیں جو پسپائی سے خالی نہیں ہیں۔ اور علاوہ فیاضی کے خاص خاص خوبیاں یحییٰ برکی کی ان سے ظاہر ہوتی

حاشیہ: ملکہ خلیفہ نہ رہا سی نے یحییٰ کی قابلیت پر یہ جملہ لکھا ہے۔ "ولد اکابر ابناء و ولد خالد

بن برمک اباہ کتاب الاکابر ابن جزی حالات و ذرا صفہ ہم بطور مضمون۔



ہیں بچھی کا قول ہے کہ جب زمانہ موافق ہو اس وقت بھی خوب فیاضی کرنا چاہئے۔ کیونکہ جو دو کرم سے خزانہ میں کمی نہیں ہوتی ہے۔ اور جب دوبارہ اس وقت بھی فیاضی سے اٹھ نہ روکنا چاہئے کیونکہ دولت روکنے سے اس وقت نہ رکے گی (کیونکہ دولت آنے جانے والی چیز ہے)۔  
حسن بن اہل نے سنا تو ان کو بہت تعجب ہوا اور اسی مضمون کو بچھی نے نظم کرنے کا حکم دیا تو ایک شاعر نے اس طور پر نظم کیا۔

لا تبخل من دنیا وھ مقبلۃ	فلیس ینقصھا التبذیر السرف
جب دنیا تیری طرف متوجہ ہو تو مخالفت نہ کر	کیونکہ خراجی اس کو گھٹا نہیں سکتی
فان قلت فاحری ان تجود بها	فلیستبقی ولکن شکرھا خلف
اور جب دنیا تمہارے لئے نعمتوں کا گنا اور بھی مناسب ہے	کیونکہ دنیا اگر نہیں رہی تو اس کا شکر تو رہ جائے گا

جس طرح خود فیاض تھا ویسے ہی ہمیشہ اپنے بیٹوں کو نصیحت کیا کرتا تھا کہ جب تک ہو سکے بھلائی اور احسان کرو چنانچہ جعفر سے بھی کہا کرتا تھا کہ ”یا بنی مادام قلمک یرعد خامطہم ورفا“

یعنی تمہاری عمر کے دروازے پر ہمیشہ عام سائلوں کے علاوہ ایک گروہ فیاضی پر شعر کا فیصلہ شکر کا موجود رہتا تھا۔ جن کو مختلف توقعوں پر گراں بہا خلعت اور انعام ملا کرتے تھے۔ اور انہیں انعامات کا باعث ہے کہ جس زور شور سے بچھی کی صفت میں قصائد لکھے گئے ہیں اگر بادشاہ وقت کی بھی تعریف میں لکھے جاتے تو غالباً اس نے یا وہ

حاشیہ علیہ مطعون ہذا دل اسطرح اظہر ہو۔

زہوتے۔ کسی نے اس کی موصی سے پوچھا کہ بحیثی کی فیاضی کا کیا حال ہے تو اس نے یہ اشارہ کر دیا۔

ولکنی عبدلیحی بن خالد

بلکہ میں یحییٰ بن خالد کی کنیز ہوں

تو ارشی من والد ہمد والد

بلکہ باپ دادا سے بلکہ وراثت میں پایا ہے

مسالت المندی هل انت حوفاکلا

میں خدا کی پوچھا کہ کیا تو آؤ زلو ہے؟ اس نے کہا نہیں

فقلت شوامقال لابل وراثۃ

میں نے کہا اس نے تجھ کو خرید لیا۔ اس نے کہا نہیں

مصنف عقد الفریہ لکھتا ہے کہ جس شاعر نے یہ شعر یحییٰ کی بیچ میں لکھے تھے اس کو دس ہزار دینار صلے میں مرحمت ہوئے تھے یہ شاعر کا یہ قول بظاہر بالذہن معلوم ہوتا ہے مگر حقیقت میں خیال ان حد سے زیادہ فیاض تھا۔ جس قدر شعرا نے لکھا ہے اس میں کچھ بھی برابر اور عبارات آرائی نہیں ہے۔ بلکہ ہر ایک کی فیاضی کے صلی واقعات ہیں۔ ایک اور شاعر فیاضی کے عام جوش میں لکھتا ہے۔

حاشیہ طہ ابو اسحق بن ابراہیم الموصی وہ مشہور شخص ہے کہ جس نے سبقتی کو راج کال تک پہنچا دیا تھا۔ اپنے ہم عصروں میں باقتدار شہرت جو کہ اس کی حالت مریضی کے سب پر فانی تھا۔ اسحاق نے عمار امسی اور میدہ۔ کسائی۔ قراسی۔ فزاسی۔ ادب۔ انساب۔ روایات۔ لغت۔ نحو۔ حاصل کیا تھا۔ اور ان تمام علوم میں بہت زیادہ کمال رکھتا تھا۔ لیکن یہ عورت کا مقام ہے کہ مریضی کے آفتاب نے اس کو تو فقیہ مشہور بننے دیا۔ لیکن اس کی قدر و قیمت کے بغیر لقب سے تمام دنیا میں اس کی شہرت ہوئی جس کو ہر دور و کوشش کے سلطنت بھی نہ مٹا سکی۔ خود بھائی لڑائی سے سیکھا تھا۔ اور تمام ناگنیاں اپنے باپ اور ابراہیم اور شدہ سے سیکھی تھیں۔ غلیفہ مامون الرشید اس کی اس قدر عزت کرتا تھا کہ اس کو دنیا میں کے ذمے میں جگہ دیتا تھا۔ اور وہاں فقہ کا لباس پہن کر اسے کی اجازت تھی غلیفہ مستنصر بائد کر کہ کرتا تھا کہ اسحاق جب گاتا ہے تو غلیفہ جو سرست میں بیٹھا ہوتا ہے کہیری سلطنت میں کوئی نیا ملک اضافہ ہو گیا۔ ۳۳۳ھ میں غلیفہ لڑنے لگا۔ اللہ کے ذمے میں فوت ہوا۔

طہ و کیمو دیوان ابو اسحق ابی الاولیٰ نے المریض صفحہ ۱۱۱ مطبوعہ بیروت مطبع جلیہ الفنون۔

طہ اعلام الناس صفحہ ۱۱۱ مطبوعہ بیروت عقد الفریہ جلد اول صفحہ ۱۱۱ مطبوعہ مصر۔

شمت خیم الجوزال برصک	ولو كنت من بعد اذ في الف فرسخ
نبی عی خاندان برک کی سخاوت کی خوشبو کے درخت میں لگی	گو میں ہندو سے ہزار میل کے فاصلے پر ہوں
براکہ کے اوصاف ابو نواس جو خلافت عباسیہ کا مشہور شاعر ہے براکہ کی مدح میں اسطرح لکھتا ہے۔	
فعل الملوك وعلموه الناس	ان الذین تعلموا
اور لوگوں کو سکھایا	براکہ وہ ہیں جنہوں نے بادشاہ کا کام خود سیکھا
لم یهدوا البت انهم ما اسسا	كانوا اذا غرسوا استقوا واذا بنوا
اور جب کوئی حالت بناتے تھے تو اس کوڑھلاتے تھے	جب وہ کوئی پھانکتے تھے تو اس کی بڑیں پانی پیتے تھے
جعلوا لها طول البقاء لباسا	واذا هم صنعوا الصنعة في الورى
تو اس کو قیام دوام کا لباس پہناتے تھے	اور جب وہ لوگوں کے لئے کچھ کام کرتے تھے
عام خانہ دانی حیثیت سے قطع نظر کر کے علیحدہ علیحدہ بھی سمجھیں۔ فضل جعفر کی مدح میں شعرا نے بڑا قصائد لکھے ہیں لیکن ان کا مع ترجمہ کے اس موقع پر لکھنا تکلف سے خالی نہیں ہے جو علم ادب کے شائق ہیں وہ دیوان ابونواس اور ادبی تصنیفات ملاحظہ کریں۔	
اسحاق موصلی راوی ہے کہ عجمی کا دستور تھا کہ جب	ایک شاعر کے فی البدیہہ اشعار کا مصلہ
گھوڑے پر سوار ہوتا تو اس شخص کو جو سب سے پہلے	
سانسے آجاتا دوسو درہم دیا کرتا تھا ایک دن روانگی کے وقت ایک سامنے آگیا اور اس نے	
ہر جتیرہ اشعار پڑھے۔	
حاشیہ: ابن خلکان حالت عجمیہ برکتی جلد ۳ صفحہ ۳۳۷ دہرہ چارہ کا۔ اور زینار پانچ روپے کا ہوتا ہے۔	

یا سہی المختور بھیجی امتیحت

یا سہی المختور بھیجی امتیحت

اے حضرت یحییٰ کے ہنسنا میرے لئے

اے حضرت یحییٰ کے ہنسنا میرے لئے

جل من مرفی الطریق علیکم

جل من مرفی الطریق علیکم

جو شخص راہ میں تمہارے سامنے آجاتا ہے

جو شخص راہ میں تمہارے سامنے آجاتا ہے

مائتادہم لمثلہ قلیل

مائتادہم لمثلہ قلیل

دوسو درہم مجھ جیسے کے لئے قندوز ہیں

دوسو درہم مجھ جیسے کے لئے قندوز ہیں

یہ تعداد تو اس کے لئے ہے جو کوئی جلدی ہو۔ گویا اگر ایسے تھا

یحییٰ نے سن کر کہا کہ ماں سچ ہے اور حکم دیا کہ اس شخص کو ٹھیراؤ۔ جب دربار سے واپس آیا تو

اس شاعر کو بلایا۔ حال پوچھا۔ اس نے بیان کیا کہ میں نے نکاح کیا ہے جس کی تین شرطیں

اول یہ کہ چار ہزار دین مہرا دوں۔ اگر نہ ادا کر سکوں تو عورت کو طلاق دوں۔ تیسری یہ کہ تمام

سامان خانہ داری مہیا کروں۔ یحییٰ نے سنا تو فوراً چار ہزار مہرا دیا۔ اور چار ہزار درہم خرید مکان

اور چار ہزار ضروری سامان کے واسطے دیئے۔ علاوہ اس کے چار ہزار درہم بھی دے کر کمال

اطمینان ہو جائے۔ چنانچہ تین شعر کے صلے میں سولہ ہزار دینار دئے اور نصحت کر دیا۔

اسحق موصی اپنے باپ ابراہیم کا واقعہ بیان کرتا ہے کہ ایک

دن یحییٰ کے پاس گیا اور اپنی تنگ دستی کی شکایت کی

شکر افسوس کیا اور کہا کہ میں کیا کروں اس وقت میرے پاس کچھ موجود نہیں ہے۔ مگر ایک

تدبیر بتلاؤں اور وہ یہ ہے کہ خلیفہ مصر کا ایک وکیل مجھ کو تحفہ دینا چاہتا ہے۔ میں نے بہت

انکار کیا ہے لیکن وہ اصرار کرتا ہے اور میں نے سنا ہے کہ تمہاری ایک کنیز بکاؤ ہے جس کے

تیس ہزار درہم فلاں شخص دیتا ہے اور یہ کنیز ہدیہ کے قابل بھی ہے۔ فوراً اس کو کھل کر دے۔ جب اس کی طرف سے ہدیہ پیش ہوگا تو وہ لوٹدی ہماری ہوگی۔ لیکن قیمت میں ہزار سے نہ گھٹانا۔ اتنے میں ایک شخص میرے پاس آیا اور اس کنیز کا بھاؤ کرنے لگا۔ میں نے کہا کہ تیس ہزار سے کم پر نہ فروخت کرونگا۔ لیکن بیس ہزار پر توڑ ہو گیا۔ یعنی اس قدر رقم کیے سنکر مجھے انکار نہ ہو سکا۔ اور قیمت وصول کر لی۔ اس کے بعد بھی کے پاس حاضر ہوا اور سارا قصہ بیان کیا۔ جب بھی نے سنا کہ بیس ہزار کو فروخت کر دی تو کہا کہ بڑے سستے دھول بیچ ڈالا اور وہ لوٹدی میرے حوالے کر دی جو دینے میں آئی تھی اور اسی طرح وکیل فارس کے ذمے سے تیس ہزار دینار وصول ہوئے۔ یہی کی قیاضی کا یہ ایک اونے نمونہ ہے کہ صرف ایک اشارے سے پچاس ہزار دینار وصول ہو گئے۔

(۳) یہ بھی برکی نے اسحاق موصلی کے ساتھ جو قیاضی کی ہے اس کا حال نہایت علم موسیقی کی ہی دھپ ہے۔ جس کو خود اسحاق نے اس طرح روایت کیا ہے کہ میرے پاس کمال قدر دانی ایک نہایت خوبصورت گانے والی کنیز تھی جس کے حسن و جمال پر

میں فریفتہ تھا۔ اس سے ایک بیٹا پیدا ہوا۔ عبد اللہ بن مالک خزامی کو جو دیار میں ایک معتقد امیر تھا۔ جب اس کی خبر ہوئی تو ایک رقم میری طلبی میں لکھا اور دس ہزار درہم تنہیت میں اس رقم کے ساتھ بھیجے۔ میں حسب الطلب چلا گیا۔ وکیتا ہوں تو عبد اللہ نشے کے عالم میں

حاشیہ صفحہ ۶۵ کان جلد ۲ صفحہ ۲۷۲ و کتاب الاذکار ابن جوزی صفحہ ۲۲۔ منہ و کیمہ سنارہ فی صفحہ ۱۰۰ نہایت بہرہ مند ہوئی و حدیث الامامین۔ ائمہ دوم صفحہ ۲۱۱۔ جو اس واقعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ یہی کامل اس حدیث شریف تھا کہ الدال علی الخیر کف عیالہ جو شخص بیک کی مدد کرتا ہے وہ بھی شل بیک کر لے دے۔

مجموع رہا ہے۔ اور رات کے ٹٹے کا اب تک غار باقی ہے۔ مجھے دیکھ کر کہا کہ اسحاق اس وقت  
 ساز چھیلو۔ اور اس لئے سے کوئی چیز سناؤ۔ کہ میری موجودہ حالت میں اضافہ ہو جائے۔  
 چونکہ اس قسم کے خلاف تہذیب کلمات میں نے اب تک بعد اللہ سے نہیں سنے تھے۔ اس لئے  
 میں نے سمجھا کہ غالباً یہ اسی دس ہزار درہم کا سبب ہے۔ ورنہ میں ندیم اور مفتی حلیفہ  
 نازدن الرشید کا ہوں! اس سٹکلم سے کوئی شخص مجھ سے فرمائش نہیں کر سکتا ہے لیکن  
 تاہم مصلحت وقت سمجھ کر میں نے کچھ گانا شروع کیا۔ گربے دلی کے ساتھ۔ چونکہ اس وقت  
 کی راکنی سے مجھے خود مسرت نہ تھی اور دل اُچاٹ ہو رہا تھا۔ اس لئے عبداللہ کا بھی  
 جی نہ لگا اور وہ تین بار اپنے مصاحبوں سے مخاطب ہو کر کہا کہ ”اسٹی تو کچھ برا کہہ رہی کی  
 مجلس میں خوب کلمے بازیاں کرتا ہے۔ ہمارے یہاں کیوں جی لگا کر گانے لگاؤ اور یہ برا کہہ  
 حقیقت میں نسل جو سیویں سے ہیں اور معمولی آدمی ہیں۔ امیر المومنین منصور نے خالہ  
 کو عروج پر پہنچا دیا تھا۔ اور ہم نسل عرب سے ہیں۔ اہل نسب ہم کو خوب جانتے ہیں۔ پھر  
 برکی ہم سے کیونکر افضل! اور فیاضی میں کیسے ہمارے برابر ہو سکتے ہیں؟“ عبداللہ کی یہ  
 باتیں سن کر مجھے مضبوط نہ ہو سکا اور نہایت ہی صدمہ ہوا۔ چونکہ میں پہلے سے بھرا بیٹھا  
 تھا۔ اس لئے یہ چھڑ چھاڑ اور بھی غضب ہو گئی اور اسی مجلس میں بول اٹھا کہ ”جناب  
 کو ایسی گفتگو مناسب نہیں ہے۔ جو فیاضیاں کہہ کر کہنے کی ہیں وہ دوسرے سے ہو ہی  
 نہیں سکتی ہیں۔ ہاں یہ سچ ہے کہ وہ بھی افسان ہیں لیکن مروت و سخاوت میں کوئی شخص  
 عرب و عجم میں ان کا مقابل نہیں ہے اگر ارشاد ہو تو صرف ایک اپنا واقعہ بطور مثال کے

عرض کروں۔ میرے یہ الفاظ عہدائے کو بہت ہی تلخ کر رہے۔ اور سب نشہ کافر ہو گیا۔ سبھل  
 بیٹھا۔ اور کہا کہ ہاں جو کہنا ہے کہو۔ میں نے کہا کہ ایک دن تجھی برکتی نے علی الصباح مجھ کو  
 بلایا۔ اُس زمانے میں میرا مکان ایک محدود رقبہ میں تھا۔ یہاں تک کہ گھوڑا دہلیز کے اندر  
 بندھا جاتا تھا۔ دن رات یہی پریشانی تھی۔ اور میں بہت چاہتا تھا کہ اگر کوئی ہمسایہ اپنا  
 مکان فروخت کرے تو لے کر مکان کو وسیع کروں۔ اتفاقاً اُسی وقت ایک شخص آیا اور  
 مجھے کہا کہ مجھے ایک ضرورت پیش ہے اپنا مکان بیچنا ہوں اگر خریداری منظور ہے تو  
 بسم اللہ نقد دام دلوائیے۔ اور دوبار وزیر کا جانا آج طوی کر دیجئے۔ تجھی کے انعامات اور صلے  
 کی طمع سے تو یہی جی چاہتا تھا کہ فوراً چلا جاؤں لیکن مجبوری اور جدید عمارت کے شوق سے  
 بھی اُس وقت نہ جاسکا۔ لین دین کے جھگڑوں میں ایک پہرہ چڑھ گیا تھا۔ مگر میں  
 اُسی وقت دربار میں پہنچا۔ تجھی نہایت شناس اور خوش و خرم بیٹھا ہوا تھا۔ مجھے دیکھ کر  
 ہنسنا۔ اور کہا کہ تُو صاحبِ اجلہ صبح کی تو خوب قدر کی اور اچھے وقت پر آئے ہیں  
 قدموں پر گر پڑا۔ اور معذرت کے ساتھ دیر تک وجہ توقف۔ اور خریداری مکان کا راگ گاتا  
 رہا۔ میرا حال سن کر تجھی کو پسینا آگیا اور کہا کہ افسوس! ہمارے حال سے میں اس قدر  
 بے خبر ہوں۔ یہ سراسر میرا قصور ہے۔ میں نے معذرت کی اور مجلس کے حسب حال گانا شروع  
 کیا۔ رگنی وقت کے مناسب تھی خوب ہی سماں بندھا لیجئے کہ وجد کی حالت طاری تھی۔  
 بعد فراغِ جلسہ نہایت قیمتی خلعت۔ ایک راس اسپ مطوق۔ اور ایک لاکھ ورم انعام دیا  
 تھوڑی دیر بعد ایک کیل کو بلایا اور حکم دیا کہ اسحاق کے مکان میں جا کر بالافانے سے وکیو۔

جس قدر مکانات کرو پیش نظر آئیں۔ ان کو خرید کر کو قیمت کی کچھ پروا نہیں ہے۔ دو چندہ چند  
یا جس قیمت پر ان کے مالک راضی ہوں تمام مکانات خرید کر کے سلسلہ تعمیر جاری کر دتا کہ  
شاہی طرز کی عمارت بہت جلد بن کر تیار ہو جائے جدید مکان میں اسحاق ہماری دعوت کرے گا۔  
وزیر السلطنت کا یہ حکم سن کر میں جاے میں پھولانہ سلاتھا۔ دوسرے دن سورج نکلنے سے  
پہلے خواجہ حامد وکیل میرے مکان پر پہنچ گیا۔ اور محل کی چھت پر بیٹھ کر مجھے حکم دیا کہ روپے  
کی تھیلیاں میرے ساتھ ہیں اپنے ہمسائے کے لوگوں کو بلاتا کہ منتخب شدہ مکانات کا سامان  
دے دیا جاوے۔ میں نے تیرہ قطعہ مکانات منتخب کئے۔ سالکان نے بھی برکی کی خریداری سمجھ کر  
اصلی لاگت سے سہ چند قیمت مانگنا شروع کی اور آخر کو منہ کے مانگے ہوئے دام لیکر واپس  
دیتے ہوئے چل دئے۔ اسی روز سے عمارت کا سلسلہ شروع ہو گیا اور کاریگروں کو سخت تاکید  
کی گئی کہ بہت جلد عمارت تیار ہو جائے۔ تیسرے دن میں نے چاہا کہ اور مکانات خرید کر دوں  
تو معلوم ہوا کہ ابوالنصر احمد اصمہ فانی ان مکانات کو جو خواجہ حامد نے کرچکا تھا دو چند قیمت  
پر خرید کر رہا ہے اور جو صناعت اب تک اس عمارت میں کام کرتے تھے ان کو بھی زیادہ اجرت  
دے کر ہم سے چھین لیا اور اپنی عمارت کی تیاری شروع کر دی باعتبار نقوش و نگار اور مٹلا  
کاموں کے بناد میں یہ عمارت بہت ہی اعلیٰ درجے کی بھی جاتی تھی جو دیکھتا تھا حیران  
رہ جاتا تھا کہ سبحان اللہ کیا ہی عجیب و غریب عمارت ہے! یہ کرشمے میں بھی اپنی آنکھوں سے  
دیکھتا تھا کہ چپ تھا کہ جب خواجہ حامد کی نگرانی میں میرے مکان تیار ہو گئے اور ابوالنصر احمد  
کے مکانات بھی بن گئے تو ہمارے وکیل نے بھی برکی سے اطلاع کی حکم صادر ہوا کہ شانانہ



طریقے سے مکانات آراستہ کئے جائیں۔ ہر قسم کے ظروف لقرنی شیشہ آلات اور زلفٹ کپڑے اور اس قدر لوٹنی علامہ حضرت مہمان کے واسطے کافی ہوں بھیج دئے جائیں خوب صورت۔ صاحب جمال۔ مغنیہ کنیزیں بھی بھیجی جائیں۔ غرض کہ ہر قسم کے ساز و سامان سے میرے مکانات نمونہ فردوس بن گئے اور علاوہ سامان و آرائش کے ایک لاکھ درہم ضروری اخراجات و عوت کے واسطے بھیج دیا۔ جب تمام سامان مرتب ہو گیا تب بھیجی گئے کہ اب وہ وقت قریب ہے کہ اسحاق ہماری دعوت کر گیا۔ میں نے نہایت ادب سے سر جھکا کر عرض کیا کہ بسم اللہ تشریف لے چلے۔ جو کچھ ہے وہ بندگان وزیر کا عطیہ ہے۔ پانچ سو وقت مقررہ پر اپنی مہربانی اور بندہ نوازی سے سچائی مع صاحبزادوں فصل و جعفر اور تمام مذبیوں کے میرے مکان پر آگیا۔ اور مجلس عیش و طرب کی گرم ہوئی۔ اس وقت کی خوشی کوئی میرے دل سے پوچھے بار بار یہی جی چاہتا تھا کہ سچائی اور اس کے فرزندوں پر قربان ہو جاؤں تھوڑی دیر تک سچائی بیچے کے درجے میں مشغول عیش و نشاط رہا۔ پھر بالا خانے کا قصد کیا۔ وہاں بھی عمدہ مجلس مرتب تھی۔ کچھ دیر تک وہاں بھی اسی قسم کی صحبت رہی۔ سامنے سے ابو نصر محمد کے حالیہ شان محل نظر آرہے تھے ان کو دیکھ کر مجھے پوچھا کہ اسحاق تمہارے پڑوس میں یہ خوشگامارت کس کی ہے، میں نے عرض کیا کہ ابو نصر احمد کی اور ساتھ ہی وہ تمام بیادیتیاں جو اب تک پیش آئی تھیں کہہ کر۔ لیکن میری امید کے خلاف سچائی نے ابو نصر کو کچھ بھی نہ کہا۔ بلکہ میری باتوں پر خوب قہقہے لگاتے تب تو مجھے بہت ہی ندامت ہوئی کہ میں نے ناحق اس قدر کہنا سنا۔ تھوڑی دیر بعد حکم دیا کہ ابو نصر کے مکان کی ایک دیوار دھو میرے مکان سے

متصل تھی اور میدان سے شق کر دیجائے۔ چنانچہ فوراً اُس کی تعمیل ہو گئی۔ اور پھر بجلی بچ رہنے کے  
 میرے مکان سے اُنھکر جدید دروازے سے وہاں چلا گیا میں اپنے دل میں کہتا تھا کہ یہ کیا معاملہ  
 ہے؟ یہ تو ذریعہ کا برقی نظم ہے کہ ابو نصر کے مکان میں بلا حصول اجازت چلا گیا ہے۔ اور تنہا  
 بھی نہیں بلکہ مع مصاحبین کے اور اُس پر طرہ یہ ہے کہ ساز و نمہ بھی پھیر دیا ہے۔ ان خیالات  
 کا سلسلہ میرے دل میں بڑھتا جاتا تھا۔ لیکن کسی سے اب تک میں نے اس کا اظہار نہیں  
 کیا تھا۔ سب کے ہمراہ میں بھی ابو نصر کے مکان میں داخل ہوا۔ یہ بجلی نے اپنے پاس  
 بٹھالیا اور کہا کہ اول وقت ہم تمہارے مہمان تھے۔ دوسرے وقت ایسے موزن شخص کے  
 مہمان ہیں جس نے شانہ طرز پر دعوت کا سامان کیا ہے مکان آراستہ ہے۔ عطر کی خوشبو  
 آ رہی ہیں۔ غلام۔ کنبز۔ طعام۔ شراب۔ اور سب سامان ہمارے لائق تھیا ہے۔ پھر دسترخوان  
 چنگیا چاندی سونے کے خوب صورت ظروف سے تمام محل جگمگا رہا تھا پر تکلف زریعت کے  
 دسترخوان سب کے سامنے بچھے ہوئے تھے۔ بعد از فراغ طعام تب بھی نے مجھے باکر کہا کہ احق  
 ابو نصر کی شکایتیں اور سختیاں تمہاری زبانی سن کر مجھے ہنسی آگئی۔ اس پر تم کو تعجب ہوا ہو گا۔  
 پھر مکان کی ویو از نوکر اس مکان میں آنا اور بھی بڑی اور استہجاب کا باعث تھا۔ میں نے  
 عرض کیا کہ بیشک اسے بھی نے جواب دیا۔ حقیقت یہ ہے کہ ابو نصر بھی میرا ہی وکیل ہے  
 یہ کل محل اور عمارات مع اسباب کے سب تمہارے واسطے ہیں۔ میں نے جو کچھ کیا اُس میں یہ  
 حکمت تھی کہ تم کو شادی رگ نہ ہو جائے اور قصداً ابو نصر کے ذہن سے تکلیف دی گئی۔  
 میں نے ذریعہ شکرہ ادا کیا۔ پھر حضور اور فضل سے مخاطب ہو کر کہا کہ احق کے واسطے کیا ہو لائے۔

ہو ہوا صاحبزادوں نے عرض کیا کہ جو ارشاد مالی ہو۔ تمہیں کیجائے تبھی اے کہا کہ اچھا تم دونوں  
 مل کر بیس ہزار دینار دو تاکہ کچھ دونوں اسحاق امیرانہ بسر کرے اور کسی کا محتاج نہ ہو بلکہ کسی کی یہ  
 فیاضی دیکھ کر مجھے حیرت ہوتی تھی کہ یا الہی! یہ فرشتے ہیں جو آسمان سے آتے ہیں یا آدمی او  
 ہیں کہ اس قدر غیر متعارف فیاضی میرے ساتھ کر گزرے ہیں۔ پھر وہ جلسہ ختم ہو گیا۔ اور تمام  
 حکامات مع ساز و سامان کے میرے سپرد کر دئے گئے۔ علاوہ اس خاص مہربانی کے روزمرہ  
 انعامات اور صلے اس قدر ملے ہیں کہ آج تک عیش میں گزرتی ہے۔ کیا اس کے مقابلے  
 میں آپ کوئی فیاضی کی مثال پیش کر سکتے ہیں؟ جب میں کہہ چکا تو عبداللہ نے کہا کہ میرے سامنے  
 پھر کبھی برآمدگی کی فیاضیاں نہ بیان کرنا کیونکہ میں ان کا ذکر سننا نہیں چاہتا ہوں۔ چنانچہ اسحاق  
 روایت کرتا ہے کہ عبداللہ کا اور میرا اکثر جگہ سامنا ہو گیا لیکن وہ میری شکل سے ہمیشہ بیزاری رہا۔  
 (۴) مخارق مشہور منی ہے (راوی ہے کہ ایک دن میں علی الصباح اپنے استاد ابراہیم موصلی کے  
 مکان پر گیا۔ وہاں سے میں نے پوچھا کہ آج استاد کس شغل میں ہیں؟ تو اس نے کچھ جواب دیا  
 اور کہا کہ ”اندزہ شریف لیجئے“ جب میں مکان میں داخل ہوا تو دیکھا کہ ابراہیم تنہا بیٹھا ہوا ہے  
 اور جام و صراحی سامنے دھری ہوئی ہے لیکن اگلی سی پھل پھل نہیں ہے۔ بلکہ چاروں طرف  
 سناٹا ہو رہا ہے۔ میں نے اس کا سبب پوچھا تو کہا ”آج صبح سے متفکر ہوں۔ کیونکہ مکان کے

حاشیہ علیہ ناؤ و از زبات جداول مطہرہ مطہرہ پر دست علیہ ابراہیم موصلی۔ من مرقی کا مشہور استاد تھا۔ علیہ نامہ دون الرشید  
 کے دو باہن اپنی خدمت پر وہ روز بروز پانچ سو روپے ادا ہوا کرتا تھا۔ ابن جلیلی بھی۔ زلال محمد بن یاقوت۔ خوال۔ طویہ۔  
 اس کے ہم عصر تھے۔ لیکن جو لطف اس کے سامنے نہیں تھا وہ دوسروں میں نہ تھا۔ ہارون الرشید نے ایک مرتبہ بیعت سوال کیا کہ ابراہیم  
 کی نسبت تمہارا کیا خیال ہے؟ اس نے جواب دیا کہ امیر المؤمنین ”وہ ایک ایسا باغ ہے جس میں ہر قسم کے پھول اور پھل ہیں“ ابراہیم  
 بہت سی راہیوں کا سوا ہے اور اسحاق موصلی ہی ابراہیم کا بیٹا ہے۔ از عقد الخدیجہ حالات نہیں۔

قریب ایک زمین فروخت ہونے والی ہے۔ جس کی مجھے ایک عرصے سے خواہش ہے لیکن قیمت  
 اس کی ایک لاکھ درہم ہے میں نے کہا ایک لاکھ قیمت ہونا تو دو کا سبب نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ کھانا  
 کریم نے اپنی مہربانی سے زمین کی قیمت سے بہت زیادہ آپ کو دولت و ثروت دے رکھی ہے۔  
 کہاں یہ تو سچ ہے لیکن میرا دل اس کو گوارا نہیں کرتا ہے کہ اتنی بڑی رقم خزانے سے نکال کر  
 باہر ڈال دوں میں نے کہا پھر کیا تدبیر خریداری کی آپ نے سوچی ہے؟ کیونکہ امیر المومنین  
 فاروق الرشید سے بھی یہ امید نہیں ہے کہ اتنی بڑی رقم دیدیں۔ اوروں کا تو کیا ذکر ہے۔  
 ابراہیم نے کہا کہ تم اس کی فکر نہ کرو میں نے ایک تدبیر کامیابی کی نکالی ہے اور وہ یہ ہے کہ  
 تم کو ایک راگنی سکھاتا ہوں۔ یہ چند شہر تھیں برکلی کی صحن میں ہیں اس کو یاد کرو اور میرے بلے  
 میں جا کر سناؤ۔ چنانچہ جب میں وہ اشعلیاد کر چکا تو کہا کہ اس وقت بھیجی برکلی کے در دولت  
 پر حاضر ہوتے والے برابر آجے ہونگے۔ اور مہنوز دربار عام شروع نہ ہوا ہوگا۔ لہذا سب سے پہلے  
 پہنچ کر اپنی اطلاع کرنا اور جب کبھی کا سامنا ہوا وہ تمہارے آنے کا سبب پوچھے تو عرض کرنا کہ  
 فقط سلام کی غرض سے حاضر ہوا ہوں۔ پھر باتوں ہی باتوں میں میرا حال بیان کر جانا۔ اسکے  
 بعد یہ کہنا کہ آج میرے استاد ابراہیم موصلی نے جھکولیک نیراگ سکھایا ہے اور وہ اس قابل  
 ہے کہ حضور کی غلاں کیز کو سکھایا جائے۔ چونکہ یہ بھی نئی راگینوں کا از حد شائق ہے وہ فوراً کیز  
 کو بلانے لگا اور تجھے حکم دیا کہ اسی وقت یہ راگنی کیز کو سکھا دے۔ چنانچہ مطابق ہدایت کے میں  
 بھیجی کے در دولت پر حاضر ہوا اور وہ تمام واقعات پیش آنے جیسا کہ ابراہیم نے کہا تھا جب  
 حاشیہ ملے اشدر برقع کے چھوڑنے لگے ہیں۔

میں کینز کو تعلیم کر چکا تو مجھ سے یہ بھی نے پوچھا کہ خارقِ اہم کج گھر مانا چاہتے ہو یا میرے پاس رہنا پسند کرتے ہو؟ میں نے دعا دیکر عرض کیا کہ ضرورتاً جانا چاہتا ہوں۔ تب ایک غلام کو حکم دیا کہ دس ہزار درہم خارق کو دیداد اور ایک لاکھ درہم ابراہیم کے مکان پر بھیج دو کہ وہ زمین خرید کر لے۔ میں تو انعام لے کر مکان کو چلا گیا۔ اور اپنے دوستوں میں خوشیاں منانے لگا۔ اور صبح کو ابراہیم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ میرا خیال تھا کہ وزیر کے انعام سے خوش و غرم ہو گا۔ لیکن دیکھا تو اگلی حالت پر پایا۔ میں نے بہت سی تدبیریں کیں کہ ہنسے بولے مگر وہ خوش نہوا۔ پھر میں نے پوچھا کہ عطیہ وزیر پہنچا ہے کہا۔ ہاں، لیکن میرا مطلب اس وقت تک نہیں ہوا ہے۔ کیونکہ وہ روپیہ بھی داخلِ خزانہ ہو چکا ہے۔ اور میں جیسا تجمل پہلے تھا وہیسا ہی اب بھی ہوں۔ ابراہیم کی گفتگو سے مجھے بہت تعجب ہوا اور پوچھا کہ استاد اب کیا ہو گا؟ تب مجھ سے کہا کہ آج تمہیں دوسری راگنی سکھاتا ہوں۔ یہ کل والی راگنی سے بڑھ کر ہے۔ میں نے سنا تو حقیقت میں اس کا طرزِ بالکل جدید تھا۔ جب میں یاد کر چکا تو کہا کہ آج فضل بن سچائی کے یہاں جاؤ بیٹے کی ولادت کی خوشی میں فضل ایک مجلسِ عیش مرتب کرنے والا ہے۔ لیکن یہ جلسہ خاص ہو گا۔ جب فضل سے ملاقات ہو تو میرا قصہ اقدار بھی برکی کی فیاضی کا حال کہدینا۔ پھر اس راگنی کا ذکر کرنا جو تم کو آج سکھائی ہے۔ چنانچہ میں نے ایسا ہی کیا۔ فضل نے ابراہیم کا حال سنا تو اس کی کنجوسی پر کثرتِ ملامت کرتا رہا۔ لیکن چونکہ ابراہیم کی جدید راگنیوں پر یہ بھی شہید تھا۔ اپنی ایک کینز کو بلا کر میرے سپرد کیا۔ میں نے تعلیم شروع کر دی ہنوز پورے طور پر کینز کو بتا بھی نہیں چکا تھا کہ فضل جوشِ مسرت سے کہنے لگا کہ خدا کی قسم تو اور تیرا استاد

دونوں کامل ہیں۔ اور خوش ہو کر حکم دیا کہ بیس ہزار درہم مخدق کو اور دو لاکھ درہم ابراہیم کو  
 دئے جائیں۔ میں تو اپنے حصے کا انعام لے کر چل دیا اور سارا دن میٹھ و طرب میں گزارا۔ اور  
 صبح کو آستاد کی خدمت میں حاضر ہوا لیکن یہاں آج بھی وہی رنگ و صنگ تھا نہ ت  
 باجی راگ بوجھا۔ میں سمجھ گیا کہ الخ فضل کا عطیہ بھی تہرچہ درکان نمک رفت نمک شد کا  
 مصداق ہو چکا ہے۔ اس لئے میں نے کہا کہ جس شخص کو ایسی دولت بے دریغ ملے اور  
 پھر بھی وہ اپنے نفس پر جبر کرے اس سے زیادہ بد نصیب اور کون ہو سکتا ہے؛ لیکن ابراہیم  
 نے اس کا کچھ جواب نہیں دیا۔ اور مجھے آج ایک اور اگنی سکھائی جو گزشتہ دنوں سے  
 بھی زیادہ دل کش تھی۔ اور بعد یاد کرنے اشعار کے حکم دیا کہ آج جعفر برکی کے یہاں جاؤ۔  
 اور پچھلے حالات بیان کرو۔ چنانچہ جعفر نے بھی مثل اپنے بزرگوں کے کیز کو وہ اشعار یاد  
 کرائے اور ابراہیم کے امداد میں سن کر خوش ہوا۔ اور وقت رخصت کے تیس ہزار درہم  
 بجھوا اور تین لاکھ درہم ابراہیم کو دئے۔ میں شاداں و فرحاں اپنے گھر گیا۔ اور جب صبح کو  
 میں ابراہیم سے ملا۔ وہ نہایت خوش تھا۔ میں نے حال پوچھا تو تکتے کے پیچھے سے  
 ایک دستاویز نکال کر مجھے دی۔ بائع اس کا بقدا کو کارہنے والا تھا۔ اور شترتی گئی برکی  
 تھا۔ اور قبالہ کے ساتھ ایک رقبہ بھی تھا۔ جس کا یہ مضمون تھا کہ مجھے یقین ہو گیا ہے  
 کہ اگر تمام دنیا کی دولت ابراہیم کو مل جائے تو بھی وہ زمین نہیں خرید کرے گا۔ اس لئے  
 میں اپنے دامن سے خرید کر کے قبالہ بھیجتا ہوں۔ جب میں کاغذات پڑھ چکا تو ابراہیم  
 نے کہا کہ تمھاری دنیا میں ایسے ہی لوگوں کے ساتھ معاشرت کرنا چاہئے۔ کیونکہ ساتھ ہزار

درہم تھے۔ اور چھ لاکھ نقد اور ایک لاکھ کی جائداد مجھے ملی۔ حالانکہ میں نے گھر سے باہر ایک قدم بھی نہیں نکالا۔ پھر ان کی حدیم المثال فیاضی کا خیال کر کے رونے لگا۔ کہ جب یہ نہ ہونگے تو ہماری ایسی قدر کون کرے گا۔ اور کون ایسے بڑے صلے دیگا؟

خلیفہ بغدادی نے تاریخ بغداد میں علامہ ابو عبد اللہ محمد بن عمر الوقدانی **اہل علم کی قدردانی** کے ترجمے میں لکھا ہے کہ علامہ مذکور مدینے میں گندم کی تجارت کیا

کرتے تھے۔ لیکن تجارت میں جو روپیہ لگتا ہوا تھا وہ اور لوگوں کا تھا۔ اتفاق سے اس المال کے ایک لاکھ درہم تلف ہو گئے۔ تب بھی برکی کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ مقدم اور حاجب نے جس وقت دستروان پچھایا گیا بے جا کر پیش کیا کیونکہ یہ صلائے عام کا وقت تھا۔ سب کے ساتھ کھانے پڑھ گئے۔ ابو عبد اللہ کا بیان ہے کہ فراغ طعام کے بعد کئی نے میرا حال پوچھا میں نے سارا قصہ بیان کیا۔ اور رخصت ہو کر میں بھی چلا گیا۔ میرے مکان پر ایک خادم پہنچا اور ایک قبلی ہزار دینار کی پیش کی۔ اور پیام دیا کہ بیچنے نے سلام کہا ہے اس کو قبول فرمائیے۔ اور کل پھر تشریف لائے گا۔ میں نے وہ نذرانہ قبول کیا۔ چنانچہ متواتر چار روز تک یہی ہوتا رہا۔ تب میں نے جانا بند کر دیا۔ رخصت کے وقت دو لاکھ درہم اور ایک مکان مع تمام سامان کے محرمت فرمایا اور درخواست کی کہ میرے پاس سکونت اختیار کیجئے میں نے دعا دی اور وعدہ کیا کہ بعد واپسی مدینہ منورہ کے حاضر ہوں گا۔ چنانچہ ایسا ہی کیا اور تمام عمر بغداد میں بسر کر دی۔

حسن بن سل کی روایت ہے کہ کاتب بھیجی نے اپنے بیٹے کا قلم کیا تمام امر اس  
 ساوہ مزاجی دربار نے تحفہ بھیجے۔ منجملہ احباب کے ایک دوست نے بھی جو اس وقت

پریشان حال تھا نک اور آستان کی دو تھیلیاں نذر بھیجیں اور ایک رقم بھی اس کے ساتھ  
 لکھا۔ جس میں بعد از معذرت یہ لکھا تھا: ”مجھے خوف ہے کہ اہل کرم کی فرست بند ہو جائے اور  
 اس میں میرا نام نہ ہو۔“ نک اور آستان کی دو تھیلیاں تحفہ میں بھیجا ہوں نک کی برکت  
 اور آستان کی لطافت میرے دوسے کے لئے کافی ہے اور رقم کے خاتمے پر قرآن مجید کی یہ  
 آیت لکھی کیس حلّی الطمّ عفاء ولا حول الا للہ والذین لا یجحدون  
 ما ینفقون حوج“ دعوتِ ولیمہ میں جب یہی شریک ہوا۔ تو کاتب نے تمام دیا اور  
 تحائف پیش کئے۔ اور وہ دونوں تھیلیاں بھی پیش کیں یہی نے رقم کا مضمون پڑھا تو حکم  
 دیا۔ ”دونوں تھیلیاں واپس کر دی جاویں“ چنانچہ چار ہزار دینار دونوں میں بھر کر تھیلیاں  
 واپس کر دی گئیں۔

ابو القاسم محمد طائفی روایت فرمے مولائی بھڑ بھڑکی روایت کرتا ہے  
 اطباء کی قدر و ادا کی کہ جس کی کوہر و شکم کا عارضہ تھا اگر طبیبوں نے علاج کیا مگر کسی سے کامل  
 نفع نہیں ہوا۔ فضل جو بھر کو سخت صدمہ تھا۔ ہر وقت علاج کی فکر میں رہتے تھے۔ ایک دن بر  
 سبیل تذکرہ معلوم ہوا کہ ملک فارس میں ایک مجوسی طبیب اپنے فن میں کامل و نگاہ رکھتا ہے۔

حاشیہ: سہ بن منکان جلد دوم صفحہ ۳۲۵ ملا سہولی نے اپنی تاریخ میں مجسہ آبی تم کا ذکر حالت ماسوں میں لکھا ہے۔  
 کہ ایک مجلس آرمی نے بعد شاہی پروان کے دو تھیلیاں پیش کی تھیں۔ یکم سو فی صوف، ۳۰ اظہر و صر علیہ تاریخ ضیاء بری الخوند  
 طبیب بنی عسہ پارہ دوم (طہار) سورہ توبہ ص ۱۵۔ آیت ۳۰۔



چنانچہ اسی وقت والے فارس کو پروانہ لکھا گیا کہ ”طیب کو بلا توقف درگاہ خلافت میں روانہ کر دو“ حاکم فارس نے ایک ہزار دینار سفر خرچ دے کر طیب کو بغداد روانہ کیا۔ یحییٰ نے طیب کی بڑی خاطر کی اور عزت و تعظیم کے ساتھ اس کو اپنا مہمان کیا۔ اور طیب کے دربار عام میں پوشی کے واسطے ایک تیار معین مقرر کر کے اپنے خاص اندیوں کو حکم دیا کہ ہر ایک اپنا اپنا قارورہ ملاحظہ کے واسطے پیش کرے دربار کا ایک ظریف جو ہمیشہ یحییٰ کے سامنے عیش و طرب کے جلسوں اور روانہ کو ششوں کا ذکر کیا کرتا تھا اسکو بھی حکم دیا کہ جب سب درباری جمع ہو گئے تو طیب فارس طلب کیا گیا۔ لیکن طیب کے آنے سے قبل امتحان کی غرض سے یہ کارروائی کی گئی کہ ہر ایک کے قارورے کی شیشی باہم تبدیل کر دی گئیں۔ اول یحییٰ نے قارورہ دکھایا طیب نے مزاج کے موافق نسخہ لکھا اور جو غذا مناسب تھی وہ تجویز کی۔ پھر اندیوں کی طرف متوجہ ہوا۔ شیشیاں غور سے دیکھ کر یحییٰ سے اجازت چاہی کہ آپ مصاحبوں کو حکم دیجئے کہ اپنا اپنا قارورہ ملاحظہ کریں کیونکہ شیشیاں تبدیل ہو گئی ہیں اس صورت میں علاج ممکن نہیں ہے حاضرین مجلس کو طیب کی خفاقت و مہارت پر تعجب ہوا سب سے اخیر جس ظریف کی باری آئی طیب نے کہا کہ یہ شخص رجولیت سے محروم ہے۔ اس پر یحییٰ کو بہت تعجب ہوا۔ اور سرور بار پر وہ فاش ہونے پر ظریف بہت ہی ادا ہوا اور دو ہفتے کے علاج میں یحییٰ کو کامل صحت ہو گئی۔ جنس صحت کے دن ظروف فقرہ۔ جاعائے قیمتی۔ اسپان مطوق۔ زرد و ہوا نقدی ملا کر تیس ہزار دینار صلے میں یحییٰ نے طیب کو رحمت کئے علاوہ اسکے دو ہزار درہم اور خلعت فضل نے اور ایک لاکھ درہم مع تحائف کے جعفر نے طیب کو انعام دیا۔ اور برائے کی ایک فیاضی سے تمام عمر

حاشیہ: اس طیب کا نام نزل تھا۔ دیکھ مالات مجزی کی صفحہ ۱۱۱۱

کے واسطے طبیب فارس روئند ہو گیا۔ سچ یہ ہے کہ خاندان براء کا اہل کمال کا شائق تھا۔ ہرن کے کال آدمی دربار میں جمع تھے علامہ ابن ابی اصیبعہ نے عیون الانبیاء میں جبرئیل بن سکتیشوع حکیم کی سالانہ آمدنی کا ایک نقشہ دیا ہے اس کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ سالانہ وظیفہ جبرئیل کو جو صرف ہر اکڑ سے ملتا تھا وہ حسب ذیل ہے یحییٰ بن خالد برکلی چھ لاکھ درہم۔ جعفر بن یحییٰ بارہ لاکھ درہم۔ فضل بن یحییٰ چھ لاکھ درہم۔ یہ رقم تو خاص تھی اور مختلف موقعوں پر غسل صحت کے وقت جو دیا جاتا تھا۔ وہ رقومات خارج از حساب ہیں۔

**حسن مکافات** علی بن حسین بن داؤد نے یحییٰ بن خاقان بن حسن بن اسلم وزیر ہون لارشد سے روایت کی ہے۔ کہ ایک دن مارون الرشید نے یحییٰ کو ایک ضروری

کام کے واسطے بلا بھیجا۔ دروازے پر راجہ تہذیبوں کا ایک گروہ موجود تھا حاجب نے اطلاع کی کہ اسید و راجہ حاضر ہیں۔ یحییٰ نے کہا کہ ”مجھے آج فرصت نہیں ہے سب سے میرا سلام کہو کہ کل صبح تشریف لائیں“ چنانچہ وہ لوگ چلے گئے۔ سب سے اخیر میں ایک گروہ سائین کا اٹھایا۔ ان میں اخیر درجے پر احمد بن خالد احوال بھی کھڑا ہوا تھا یحییٰ نے احمد کو دیکھا تو فضل کی طرف متوجہ ہو کر کہا کہ ”اے جان پدر امیر سے ساتھ اس جوان کے باپ کا ایک واقعہ ہے۔“

جب میں اس کام سے فارغ ہو جاؤں تو یاد دلانا ”یہ یحییٰ واپس آیا تو فضل نے کہا کہ اب خالد احوال کا قصہ بیان فرمائیے یحییٰ نے کہا کہ ”مہدی عباسی کے زمانے میں جب میں عراق سے

حاشیہ ص ۱۱۵ طبقت الاطباء ابن ابی اصیبعہ جلد اول صفحہ ۱۳۰۔ طبیب و سرطاح تہذیب و ملتقات فی کل فن مستوف جلد اول

صفحہ ۱۱۵۔ طبیب و سرطاح اس کے دیگر مؤرخین نے بھی اس واقعہ کو لکھا ہے۔

آیا۔ تو میری حالت نہایت اتر تھی۔ بالکل محتاج تھا کوئی چیز پاس نہ تھی۔ یہاں تک کہ  
 تین دن کا فاقہ ہو چکا تھا۔ میں اس سوچ اور فکر میں بہت رویا۔ اور حیران تھا کہ کیا  
 کروں چنانچہ یاد آگیا کہ گھر میں ایک منڈیل موجود ہے۔ مکان میں دریافت کیا تو معلوم  
 ہوا کہ اب تک باقی ہے۔ چنانچہ اس کو ایک شخص کے ذریعے سے فروخت کر ڈالا۔  
 سترہ درہم اس کی قیمت آئی۔ میں نے گھر میں لا کر دے دیے۔ اور کہا کہ جب تک  
 خدا کسی اور جگہ سے ہمارا رزق بھیجے اس وقت تک تو اس کو صرف کرو پھر علی الصباح  
 میں خالد احوال کے دروازے پر حاضر ہو اکیونکہ اس وقت ہمدی عباسی کا وزیر اعظم  
 تھا (بعض کا قول ہے کہ ابو عبد اللہ بن عباس ہاشمی وزیر تھا) دروازے پر لوگوں کا  
 جمع تھا۔ اور وزیر کے برآمد ہونے کا سب کو انتظار تھا۔ چنانچہ تھوڑی دیر میں آمد آمد  
 شروع ہوئی مجمع عام میں مجھے خالد نے دیکھ کر سلام کیا اور مزاج پوچھا میں نے کہا  
 کہ ”اے خالد اس کا حال کیا پوچھتے ہو؟ جس نے اپنے گھر سے سترہ درہم کو منڈیل  
 فروخت کی ہو۔“ یہ کلمہ تا سفت سن کر مجھے بغور دیکھا اور کچھ جواب نہ دیا۔ میں گھر کو  
 لوٹ آیا۔ اور جو واقعہ خالد سے گزرا تھا وہ کہہ سنایا۔ سب نے کہا کہ ”بڑا کیا خدا  
 کی قسم خالد کوئی بڑی خدمت سپرد کرتا۔ لیکن اپنے حال سے تم نے مطلع کر دیا خالد  
 نے کوئی چھوٹے درجے کا شخص سمجھا ہو گا۔ کیونکہ تمہاری عزت بڑے شخص کے برابر  
 تھی اب وہ ہمیشہ اسی نظر سے دیکھیگا۔“ گھر والوں کی باتیں سن کر میں نے کہا خیر  
 جو کچھ ہونا تھا وہ ہو گیا۔ اس کے بعد پھر صبح کو میں خلیفہ کے دروازے پر حاضر ہوا۔

جس وقت وہاں پہنچا ایک شخص نے بڑھ کر مجھے کہا کہ ابھی اس جگہ پر تمہارا ذکر ہو رہا تھا۔ میں نے اس کی بات پر کچھ التفات نہیں کیا۔ اس کے بعد ایک دوسرا شخص ملا اس نے بھی یہی کہا۔ پھر حاجب (خالد) سے ملاقات ہوئی اس نے پوچھا کہ آپ کہاں تھے وزیر نے حکم دیا ہے کہ ”دربار سے واپسی تک میرا انتظار کرو“ چنانچہ خالد کے آئے تک میں بیٹھا رہا۔ مجھے دیکھ کر بلایا۔ اور سہاری کا حکم دیا میں بھی سوار ہو کر خالد کے مکان تک ساتھ گیا۔ جب مکان پر پہنچا تو حکم دیا کہ ”حمید اور زاہر کو جو گندم کی تجارت کرتے ہیں میرے پاس حاضر کرو“ جب وہ آئے تو ان سے پوچھا کہ میں نے تمہارے ماتہ دیہات کا غلہ ایک لاکھ اتنی ہزار دینار کو فروخت کیا ہے؟ انھوں نے اقرار کیا تو پھر سوال کیا کہ میں نے یہ شرط بھی کی تھی کہ اس میں ایک اور شخص بھی شریک ہے۔ اور جس کے واسطے کہا تھا وہ یہی ہے۔ اور مجھے کہا کہ ان کے ہمراہ جاؤ۔ چنانچہ میں ان سودا گروں کے ساتھ ہولیا۔ وہاں سے چلا تو انھوں نے کہا کہ ”تھوڑی دیر کے واسطے اس مسجد میں تشریف لے چلے کچھ گفتگو کرنا ہے اور آپ کے حق میں مفید ہے“ میں ان کے ساتھ چلا گیا۔ تب انھوں نے کہا کہ ”اس تجارت میں دلال۔ ڈونڈی دار۔ وغیرہ کی آپ کی ضرورت ہوگی اور ناپنے تو لسنے کے بھی جھگڑے ہیں۔ تب کہیں منافع ہوگا۔ اس لئے بہتر ہے کہ آپ اپنا حصہ ہمارے ماتہ نقد وہوں پر بیچ ڈالیں۔ اس صورت میں بہت سی تکلیف اور جھگڑوں سے آپ کو نجات مل جائیگی۔“ میں نے پوچھا کہ اچھا کتنے پر سودا کرتے ہو؟ انھوں نے کہا کہ ایک لاکھ درہم۔ میں نے یہ نام منظور کیا۔ لیکن اخیر

میں تین لاکھ پرتوڑ ہو گیا۔ تب میں نے خالد سے مشورہ کر کے اپنا حصہ بیچ ڈالا۔ اور نقدی کو اپنے قبضے میں کیا۔ اس کے بعد میرے سب کام درست ہو گئے۔ اس بیان کے بعد فضل سے مخاطب ہو کر کہا بتاؤ اتم اس شخص کے بیٹے سے جس نے تمہارے باپ کے ساتھ ایسا سلوک کیا تھا کیا احسان کر سکتے ہو؟ فضل نے کہا کہ خدا کی قسم کوئی بدلہ اس سے زیادہ نہیں ہو سکتا ہے کہ میں اپنی جگہ پر احمد بن خالد کو درجہ وزارت پر مقرر کروں۔ چنانچہ فضل نے احمد کا ماتھ پجڑ کر کہا کہ بھائی وزارت کی تمام تنخواہ اور جاگیرات کے آج سے تم مالک ہو جو وزارت کی خدمتیں دربار میں میرے متعلق ہیں میں ان کو انجام دیا کروں گا۔ لیکن اس کے تمام منافع کے مالک تم ہی ہو گے۔ باوجود اس کے بھی میں اس حق سے جو میرے والد بزرگوار پر ہیں کدہ نہیں ہو سکتا ہوں۔“ فضل کی تقریر سن کر احمد سے سوائے اس کے اور کچھ نہ ہو سکا کہ یہ بھیجی کے پاؤں پر گر پڑا اور کہا کہ ”حقیقت یہ ہے کہ جو حق میرے باپ کا آپ نے ادا کیا ہے ویسا کہ کسی نے کیا ہے نہ ہو سکتا ہے“ اور محمد بن عبدوس نے کتاب الوزن میں بروایت یحییٰ بن خاقان یوں لکھا ہے کہ ”جب یہ واقعہ میں سن چکا تو میں نے یحییٰ بن خاقان سے پوچھا کہ یہ بھیجی نے احمد سے کیا سلوک کیا تو بھیجی نے کہا کہ احمد برا کہہ کے عہد دولت میں بڑے ممتاز درجے پر تھا۔ بلکہ دولت و عزت میں برا کہہ کے برابر تھا۔ چنانچہ احمد کی روایت ہے کہ جب خلیفہ ہارون الرشید برا کہہ سے ناراض ہو رہے اس وقت میں ہارون (ملک شام) میں تھا کہ یہ بھیجی نے ملک کو ایک عہدے پر مقرر کر کے بھیجا تھا۔ اور جب وہاں سے واپس آیا

ہوں اُس وقت تکھی برکی جیل کی مصیبتیں جھیل رہا تھا۔ چنانچہ میں بھی کی خدمت میں حاضر ہوا اور چھ ہزار دینار نذر کئے۔ لیکن بڑے اصرار سے صرف تین ہزار قبول کئے۔

اور مجھے کہا کہ "اے فرزند! ایسا معلوم ہوتا ہے کہ

**امین و امون کی مخالفت پر  
سیکے کی پیشین گوئی۔**

مارون الرشید عنقریب اس دنیا سے کوچ کرنے والا

ہے۔ اور خاندانِ خلافت میں سخت نزاع ہو کر

مامون الرشید تخت نشین ہوگا۔ میں ایک رقمہ تم کو دیتا ہوں اس کو اپنے پاس رکھو۔

جب انقلاب حکومت ہو اُس وقت تم اس رقمہ کو فضل بن سہل کے پاس لے جا لیا

عجب ہے کہ تمہارے حق میں مفید نتیجہ پیدا ہو" چنانچہ رقمہ کے دو ٹکڑے کر کے ایک مجھے

دے دیا اور دوسرا مصلے کے نیچے رکھ لیا۔ چنانچہ میں وہ رقمہ لے کر نصحت ہوا۔ تھوڑے

زمانے کے بعد خلیفہ مارون الرشید نے انتقال کیا۔ اور امین الرشید ولیعہد سلطنت اور

مامون الرشید میں لڑائی شروع ہو گئی آخر کار امین قتل ہوا اور سپہ سالار طاہر نے بغداد

فتح کر لیا۔ اور مامون الرشید مستقل خلیفہ قرار پایا۔ اُس وقت میں مکار۔ غمانہ نشین۔

اور محض مفلس تھا۔ ایک دن رات کے وقت کسی نے دروازے پر آکر دستک دی۔

افلاس نے لوٹ پی غلاموں کو اول ہی آزاد کر دیا تھا کوئی جواب دینے والا نہیں تھا۔

میں نے بی بی سے کہا دیکھو کون آیا ہے؛ لیکن بغیر میری اطلاع کے دروازہ کھولنا۔

بی بی نے واپس آکر کہا کہ چند سپاہی نظر آتے ہیں۔ مجھے بہت سے شبہ ہوئے

لیکن گھر سے باہر نکلا تو معلوم ہوا کہ طاہر نے بلایا ہے۔ سواری دروازے پر موجود تھی۔

سوار ہو کر روانہ ہو گیا۔ طاہر نے میری بڑی خاطر کی اور عورت سے بٹھایا اور فضل بن سہل کا لکھا ہوا ایک پروانہ دکھایا جس کا یہ مضمون تھا کہ ”امیر المومنین مامون کا حکم ہے کہ احمد بن خالد کو جہاں کہیں وہ ملے اول اپنے پاس بلاؤ اور پچاس ہزار درہم اور بیس گھوڑے اس کو دے کر نہایت اعزاز سے ہمارے پاس خراسان بھیج دو“ پروانے کا مضمون پڑھتے ہی مجھ میں جان آگئی اور سامان سفر کے واسطے دو روز کی ہمت طلب کی۔ چنانچہ طاہر نے منظور کیا پھر صلہ دے کر رخصت کیا اور حکم دیا کہ فوراً خراسان روانہ ہو۔ میں نے وہ نصف رقبہ جو یکمئی نے دیا تھا اور ابنا تک شل تعویذ کے میرے پاس تھا۔ لے کر بغداد سے کوچ کر دیا۔ ہر روز منزل پر بموجہ حکم شاہی میرا خیر مقدم ہوتا تھا چنانچہ میں نے مرو پہنچ کر فضل بن سہل کو اپنی حاضری کی اطلاع دی۔ وزیر نے فوراً مجھ کو بلایا اور پوچھا کہ ”احمد بن خالد آپ ہی ہیں؟“ میں نے عرض کیا کہ ہاں یہی خادم ہے۔ اس سے زیادہ مجھ سے کچھ نہیں پوچھا اور کہا کہ ”تو کان سفر نے خستہ کر دیا ہو گا اب آرام کرو“ چنانچہ تین دن تک میں نے آرام کیا۔ چوتھے دن صبح کو سیاہ لباس پہن کر ذوالریستین (فضل) کے دربار میں حاضر ہوا۔ فضل امیر المومنین کے حضور میں جا رہا تھا میں نے سلام کیا۔ اور پیادہ پامر کاب ہو لیا۔ دربار میں پہنچ کر فضل اور مامون الرشید دونوں ایک تخت پر بیٹھے۔ تھوڑی دیر میں میری طلبی ہوئی۔ سامنے پہنچا میں نے شاہی قاعدے سے سلام کیا۔ اور فضل نے مامون الرشید سے مخاطب ہو کر کہا کہ ”امیر المومنین ابھی احمد بن خالد ہے۔ محمد امین کے زمانے میں اسی کی تحریر مدینہ اسلام

(بغداد) سے میرے پاس کیا کرتی تھی۔ اور جوئے و قمار ہوتے تھے اس کی اطلاع کیا کرتا تھا۔ یہ شخص تمام والاکے خاص ہوا خواہوں میں ہے۔ اپنا مال و عزت دونوں حضور والا پر نثار کرنا چاہتا ہے۔ مامون الرشید نے کہا کہ "خدا اس کے مال میں برکت دے۔ اور اس کے خزانے کو دو چن کرے" جب وزیر نے خلیفے کو خوش پایا تو عرض کیا کہ اگر حکم ہو تو کوئی عمدہ خدمت احمد کے سپرد کی جائے تاکہ لوگوں کو امیر المومنین کے قرب و اختصا سے کا اندازہ معلوم ہو۔ چنانچہ مامون الرشید نے منظور کیا اور خدمت کتابت سپرد ہو گئی۔ چند روز بعد ایک دن شبلی کی مجلس میں فضل نے جھکوا بلایا۔ میں وہ نصف رقعہ بھیجی برکی کا اپنے ساتھ لیتا گیا تھا۔ مجلس میں وزیر کا بھائی حسن بن سہل بھی موجود تھا۔ چنانچہ اُنہائے گفتگو میں حسن نے مجھے پوچھا کہ "ابو العباس امیرے استاد اور مخدوم ابو علی کبھی بن خالد برکی سے بھی تمھاری کچھ جان پہچان ہے؟" میں نے عرض کیا کہ "ہاں! اور جو سلوک میرے باپ نے بھیجی برکی سے کئے تھے اور جو خدمت میں نے جیل میں کی تھی مع واقعہ تحریر رقعہ کے بیان کیا" حسن نے پوچھا کہ وہ رقعہ کہاں ہے؟ میں نے کہا کہ میرے پاس موجود ہے۔ بلکہ جیب سے نکال کر سامنے رکھ دیا۔ چنانچہ حسن

حاشیہ: علیہ السلام امیر بنی خالد اول حسن بن سہل وزیر کی درخواست پر اسکا تمام مقام مقرر ہوا تھا۔ اس نے جب ایک مستقل کرنا چاہا تو اس نے انکار کیا۔ اور کہا جو خدمت مجھے پہچانے میں حاضر ہوں۔ لیکن وزارت کے لقب سے معاف کیا جاؤں۔ اس نے پھر بھی مخالفت کا صیغہ اندازہ کر لیا تھا یہ درخواست قبول نہ کی۔ اور غلط وزارت عطا کیا۔ احمد نے نہایت عداوت اور عداوت کے ساتھ وزارت کی۔ اس میں بھی اسی عداوت و کینہ تھا کہ ایک بار احمد نے اس سے کہا کہ اگر اس کی رعیت کا تیرا ہے۔ مقدسات میں غلات اصفان کی طعمہ داری کر تا ہے؟ اس نے اس شکایت پر اگر کچھ طعنا کیا تو یہ کیا کرتا؟ اس کے علاوہ وہ ہم زمانہ احمد کے دستخون کے لیے بھڑک رہا ہے۔ مامون احمد دوم فرما ۱۰۰۰ سیر و صند عام لکھ ملج مائی۔



نے بھی دوسرا کڑا نکالا۔ اور دونوں کو جوڑ کر پڑھا اور رونے لگا پھر اپنے بھائی  
فضل کی طرف مخاطب ہو کر کہا کہ بیشک یہ تحریر خاص تیجی کے قلم کی ہے اور مجھے  
کہا کہ جانتے ہو اس میں کیا لکھا ہے؛ میں نے عرض کیا نہیں۔ چنانچہ وہ رقم مجھے  
دیدیا۔ میں نے پڑھا تو یہ مضمون تھا۔ ”برخوردار من اتم کو معلوم ہے کہ احمد بن خالد کے  
کس قدر مجھ پر حقوق ہیں لیکن اب مجھے اس قدر توفیق نہیں ہے کہ اُس کا کوئی حق  
ادا کروں۔ کیونکہ میرا اقبال پہاڑ کی چوٹی کا ڈھلتا سو بج ہے اور تمہاری بلند اقبال کا  
آفتاب نصف النہار پر ہے مجھے امید ہے کہ تم اُس حق کو جو مجھ پر ہے ادا کر دو گے۔  
اور احمد کا خیال رکھو گے۔“ چنانچہ تیجی کی تحریر کا یہ اثر تھا کہ میں درجہ کتابت سے  
امون الرشید کی وزارت تک پہنچ گیا۔

یعقوب بن اسحاق بن ابراہیم بن صالح بن منصور جو مقربین دربار  
مثال اشار (۴) ہارون الرشید میں سے تھا روایت کرتا ہے کہ استیصال برامہ کے  
زمانے میں سلطنت عباسیہ کی اتر حالت تھی۔ ملک میں ہر طرف جھگڑے فساد کھڑے  
ہو گئے تھے۔ کوئی معاملہ حسب دلخواہ نہ ہوتا تھا۔ اسی زمانے میں ایک دن مجھ کو بلایا  
حاضر ہوا تو کیا دیکھتا ہوں کہ ہارون نہایت غضب ناک ہو رہا ہے۔ پھر سے پر عزن  
دلال کے آثار میں مجھے دیکھ کر حکم دیا کہ ”اسی وقت رخصت ہو اور منصور بن دیا سے

حاشیہ ۱: جامع الکلمات صفحہ ۹۹ و تاریخ مملوستان للہ البراء السبک فی الصلح الملوک۔ امام ابو حامد غزالی صفحہ

۱۱۶ نہایت ۱۱۹ ملاحظہ فرمائیے۔ تاریخ مضامین صفحہ ۲۳

گیارہ لاکھ کی رقم جو اس کے ذمے واجب الادا ہے وصول کر کے مغرب تک داخل کر دو  
 اگر حصول زر میں تاخیر ہو تو سر پیش کر دو۔ میرے حکم کے خلاف کیا تو روح ہمدی کی قسم  
 کھا کر کہتا ہوں کہ تیرا سر نہ ہوگا! میں سمجھ گیا کہ منصور کے خون کا یہاں ساہے۔ مجھے تشویش  
 تھی کہ حکم کی تعمیل کیونکر ہوگی کیونکہ منصور شاہیر بغداد سے ہے اور خاندان بھی بڑا رکھتا  
 ہے۔ مگر میں نے عبوراً منصور کا ہاتھ پکڑا اور حکم سنادیا۔ منصور حکم شاہی سنکر رونے لگا  
 اور کہا "حقیقت یہ ہے کہ خلیفہ میرے قتل کی فکر میں ہے۔ ورنہ میرے پاس اس قدر رقم  
 کہاں۔ خدا کی قسم میری جائداد کی قیمت ایک لاکھ درہم سے زیادہ نہ ہوگی۔ اور کل تعداد  
 کا پورا ہونا تو محال ہے۔ معلوم ہوا کہ میری عمر کا پیمانہ لبریز ہو چکا ہے اب صرف ایک آرزو  
 باقی ہے اور وہ یہ ہے کہ اس اخیر وقت میں اہل و عیال سے رخصت ہو لوں اور چند  
 وصیتیں کرتا چلوں" میں نے یہ درخواست منظور کر لی اور منصور کو اس کے گھر لے گیا۔  
 حکم شاہی سنکر تمام مکان میں ایک تھلک مچ گیا۔ عزیزوں کے مال و فریاد سے قیامت برپا  
 ہو گئی۔ میں بھی کانپ اٹھا اور منصور کو میں نے یہ مشورہ دیا کہ اس مصیبت میں بجز برائے  
 کے اور کوئی ایسا نہیں ہے جو اس مصیبت سے نجات دلا سکے۔ غرض کہ میں منصور کو  
 لے کر رخصت ہو گیا۔ یہی برکی کا مکان راستے میں پڑتا تھا۔ وہاں حاضر ہوا۔ منصور نے  
 اپنا غمناک افسانہ سنایا۔ سنکر تھوڑی دیر تک سرنگوں رہا۔ پھر خزانچی کو بلایا۔ اور پوچھا  
 کہ اس وقت خزانے میں کس قدر درہم موجود ہیں؟ خزانچی نے کہا پانچ لاکھ۔ چونکہ مطالبہ  
 میں ہنوز بہت کمی تھی اس لئے فضل کو رقم لکھا کہ اس وقت مجھے ایک اراضی کی

خریداری کی ضرورت ہے اُس میں روپے کی حاجت ہے جس قدر ہو سکے بھیج دو چنانچہ فضل نے دولاکھ درہم بھیج دئے اور ایک دوسرا آدمی جعفر کے پاس بھیجا وہاں سے بھی دولاکھ درہم آگئے۔ چنانچہ اس طرح پر دولاکھ درہم جمع ہو گئے۔ اور منصور کے قول کر دیئے۔ منصور نے کہا کہ آپ کی فیاضی سے اس قدر تو ہو گیا ہے لیکن بقیہ رقم کی بھی فکر کر دیجئے تب تو یہی روئے لگا۔ اور ایک غلام کو بلایا کہ اس وقت دنانیر کے پاس جاؤ۔ اور وہ قیمتی مرصع مار جو امیر المومنین نے اُس کو انعام میں دیا ہے لے آؤ۔ کیونکہ میں نے اُس کو امیر المومنین کے واسطے دولاکھ کو خرید کیا تھا وہ ملا کر کل تعداد ستادان کی پوری ہو جائے گی لیکن اندیشہ ہے کہ وہ عطیہ ماروں کا ہے اُس کو وہ ضرور پہچان لیگا۔ چنانچہ منصور کو مع مطالبہ کے لے کر میں ماروں کے پاس روانہ ہو گیا۔ راستے میں منصور یہ شعر پڑھتا جاتا تھا۔

دائتاك خفت من ضرب النبال

وما ابتغتني طوعاً ولحناً

بلکہ میرا خیال ہے کہ تو تیروں کی زد سے ڈر گیا

ترنے خوشی سے میری اطاعت نہیں کی

یہ سن کر مجھے بہت ہی تعجب ہوا اور منصور کی دناوت طبع اور خباثت کا یقین ہو گیا۔ جس وقت دربار میں رو بکاری ہوئی خلیفہ نے مجھے سارا قصہ سنا۔ مار واپس کر دیا۔ اور باقی روپیہ خزانے میں بھیج دیا۔ اور منصور کو چھوڑ دیا۔ لیکن کچھ ہی پر بہت غضب ناک ہوا۔ اور حاضری دربار کا حکم دیا۔ جس وقت تک آ یا ماروں بہت غصے ہو رہا تھا۔ لیکن

حاشیہ: غلام برکی کی کنیز کا نام ہے جو مرد راجہ بجاتی تھی۔

اپنی خوش بیانی سے تھوڑی دیر میں یحییٰ نے راضی کر لیا اور عرض کیا کہ جو خطا  
منصور کی ہے اُس سے اطلاع بخشی جائے۔ خلیفہ نے کہا ہمارے خاندان سے اُس کو  
صداوت ہے یہی باعث گرفتاری تھا لیکن آپ کی فیاضی نے آج منصور کو ہلاکت سے بچا لیا  
یہ بھی نے کہا کہ میں نے تو کچھ بھی نہیں کیا ہے اصلی فیاضی تو امیر المؤمنین کی ہے۔ کیونکہ اگر  
حکم ہوتا تو یحییٰ کا مال عطیہ بادولت ہے تو میں کیا کر سکتا تھا۔ یہ سن کر ہارون نے کہا کار  
کالینا مناسب نہیں تھا کیونکہ وہ تو عطیہ تھا۔ یحییٰ نے کہا کہ ”جب حاجت حد سے بڑھ جاتی  
ہے تو عقل پر پردہ پڑ جاتا ہے“ صالح کہتا ہے کہ جب تمام معاملات طے ہو گئے تو میں نے  
منصور کا ذکر نہ بلا شریعت کیے کو سنایا۔ سن کر بجز اس کے اور کچھ نہ کہا کہ جب انسان بیخ و غم  
میں مبتلا ہوتا ہے تو مجبور ہوتا ہے جو جی میں آتا ہے کہہ کر زہرے۔ منصور نے دل سے کچھ نہ  
کہا جو کا“

(۱۰)

خالد عبد اللہ بن مالک الخزاعی  
اور یحییٰ کی عالی ممتی و مروت

ابو علی قاسم بن محمد روایت کرتا ہے کہ خالد  
عبد اللہ دربار ہارون الرشید میں نہایت  
معزز امرا میں شمار کیا جاتا تھا۔ اور خلیفہ کو

اُس پر بہت اعتبار تھا۔ تقریب شہری اور دنیاوی جاہ و چشم میں عبد اللہ یحییٰ ربی  
کا قریب تھا اور دربار سے عبد اللہ کو بڑے بڑے کام سپرد ہوا کرتے تھے۔ یہاں تک کہ  
یحییٰ اور جعفر کہا کرتے تھے کہ عبد اللہ نے ہارون پر جاو کر دیا ہے اس صداوت کا

حاشیہ: البتہ اسبک فی تصانیع الملک، الاموال صفحہ ۱۱۹ مطبوعہ بیروت میں مکتبہ مدنی صفحہ ۵۰۔

مارون کو بھی علم تھا۔ یہ بخش آخر کو اس حد تک بڑھ گئی تھی کہ اگر ایک جلسے میں دونوں جمع ہوتے تو ضرور سخت کلامی اور بہاتنہ ہو جاتا تھا۔ لیکن اپنی اپنی حکمت علی سے کوئی چوکتا نہ تھا۔ اتفاق سے آرمینہ اور آذربہجان میں بغاوت ہو گئی تو مارون نے رفع نزاع کے واسطے یہ عمدہ موقع سمجھا کہ عبداللہ کو اس طرف روانہ کرے۔ چنانچہ خلعت فاخرہ دے کر رخصت کیا۔ وقت کم اور کام ضروری تھا اس لئے عبداللہ کو کوئی موقع عذر و حجت کا بھی نہیں ملا۔ مجبوراً روانہ ہوا۔ اور جس مہم پر روانہ ہوا تھا اس کو عمدہ طور سے انجام کر دیا۔ لیکن مصلحت ملی سے مارون نے حکومت آرمینہ کی عبداللہ کو سپرد کر دی اور بدستور وہاں قیام کا حکم دیدیا۔ معاویہ بن یحییٰ شاعر کو عبداللہ اور یحییٰ کی مخالفت کا کچھ علم تھا۔ یحییٰ کی طرف سے جعلی خط سفارش کا بنا کر آرمینہ پہنچا۔ مضمون پڑھ کر عبداللہ کو نہایت ہی تعجب ہوا۔ کہ آخر یحییٰ نے مجھ کو خط کیوں لکھا ہے ظاہر کوئی وجہ نہیں معلوم ہوتی ہے ضروریہ خط جعلی ہے؛ اور تحقیقات کی غرض سے معاویہ کو مہمان رکھا۔ لیکن وقت صحبت کے یہ کہہ دیا کہ آپ نے اس قدر دور دور از سفر کی زحمت ناپق اٹھائی۔ کیونکہ یہ خط جعلی ہے تاہم آپ اطمینان رکھیں میرے یہاں سے نامزد نہ جائینگے۔ معاویہ نے کہا کہ خدا امیر کی عمر دہرا کرے! اگر میرا آپ کو ناگوار ہے تو کسی دلیل کی ضرورت نہیں ہے میں رخصت ہوتا ہوں کیونکہ **اَزْمَنَ اللّٰہِ وَاَسَعَتْہُ الْاَزَاقُ حَتّٰی مَبِیْنٌ** جو خط میں نے پیش کیا ہے وہ تو خاص یحییٰ کا دستخط ہے جعلی کیونکہ ہو سکتا ہے؛ عبداللہ نے سنا تو کہا کہ اچھا میں آپ کے قول پر اکتفا کر لیتا ہوں آپ دو باتوں میں سے کسی ایک کو قبول کیجئے اور وہ یہ

ہیں کہ میں اس خط کو اپنے سفیر کے پاس جو بغداد میں مقیم ہے بھیجتا ہوں وہ بھیجی سے دریافت کرے گا اگر معاملہ سچا ہوا تو کسی شہر کی حکومت عطا کرونگا اور اگر صرف انعام لینا منظور ہو تو ایک لاکھ درہم مع گھوڑے اور خلعت کے دوں گا۔ اور اگر جھوٹ ہوا تو قتل کرونگا تا کہ جلسہ سزاؤں کو عبرت ہو! معاذ نے دونوں شرطیں قبول کر لیں اور کہا کہ ”اگر امیر کو خط کی صحت میں شک ہے تو آپ تصدیق فرمائیں۔ اگر یکجہی قبول نہ کرے تو اس سزا کا حق

ہوں جو میرے لئے تجویز کی گئی ہے۔ لیکن بزرگوں اور ارباب سخا کا یہ طریقہ ہے کہ تحقیقات سے قبل سزا کا حکم نہیں سناتے ہیں“ عبداللہ نے یہ عاقلانہ طنز آمیز جواب سنا تو شرمندہ ہوا۔

اور اپنا قاصد بذریعہ ایک خط کے سفیر بغداد کے پاس روانہ کیا عبداللہ کے سفیر نے جو دربار خلافت میں رہتا تھا کچھ اسے واقعہ بیان کیا اور وہ خط جو آیا تھا پیش کر دیا یہ بھی اپنے نزدیک کے ہمراہ اس وقت بیٹھا ہوا تھا مضمون خط کا پڑھ کر سفیر کو تو رخصت کر دیا اور کہا کہ آپ کو کل جواب ملیگا۔ اور حاضرین سے پوچھا کہ اس شخص کی کیا سزا ہے۔ جس نے جلی خط بنا کر میرے دشمن کے سامنے پیش کیا ہے؛ سب نے مختلف جواب دیئے کسی نے قتل کسی نے قطعید۔ کسی نے سزائے تازیانہ تجویز کیا یہ بھیجی نے اپنے شیروں کی تجویز سن کر افسوس کیا اور کہا کہ جیعت ہے تم میں سے ایک بھی صاحب مروت نہیں۔ معاذ نے جو کچھ کیا ہے میرے کرم اور میری فیاضی کے بھروسے پر کیا ہے۔ مجھے ہرگز منظور نہیں ہے کہ معاذ عبداللہ کے روبرو شرمندہ ہو۔ کیونکہ عبداللہ کا قرب اور اعزاز جو امیر المومنین کے نزدیک ہے اور میری عداوت کا حال تم لوگوں کو جو عرصہ میں سال سے ہے خوب معلوم ہے اس

شخص کے ذریعے سے صفائی ہو جائیگی اور گویا منجانب اللہ یہ سامان ہو گیا ہے“ اور  
 قلم اٹھا کر اپنے ہاتھ سے اس مضمون کا خط عبد اللہ کو لکھا کہ ”آپ کا خط میرے پاس پہنچا  
 صحت و عافیت کا مژدہ سن کر کمال مسرت ہوئی۔ معاذ نے جو خط پیش کیا ہے وہ تو  
 خاص میرا قلمی ہے۔ آپ کو اس میں شک کیونکر ہوا۔ معاذ میرا دوست ہے اور قابل عزت  
 ہے جو کچھ آپ اس پر احسان کرینگے وہ مجھے احسان ہو گا۔“ اور خط کو بند کر کے سیفر کے  
 سپرد کیا کہ روانہ کر دو عبد اللہ نے جواب پڑھا تو بہت خوش ہوا۔ اور معاذ سے کہا کہ  
 مدت سے ہم دونوں میں بیچ تھا آپ کے ذریعے سے صلح ہو گئی۔ اب دونوں شرطوں  
 میں سے جو منظور ہو ارشاد فرمائیے۔ معاذ نے بمقابلہ حکومت انعام قبول کیا۔ عبد اللہ نے  
 دو لاکھ درہم۔ دس عربی گھوڑے مع زین مرصع۔ اور بیس تھان قیمتی کپڑوں کے۔  
 دس غلام مع ساز و سامان۔ وظروف طلا و نقرہ۔ مرحمت فرمایا اور نہایت اعزاز سے  
 بغداد کو روانہ کر دیا۔ جب معاذ بغداد آیا تو سیدھا بھائی کے گھر پہنچا۔ اطلاع ہونے پر اندر  
 بلایا گیا۔ بھائی نے کہا کہ میں نے آپ کو نہیں پہچانا۔ معاذ خوف کے مارے بھائی کے پاؤں  
 پر گر پڑا اور عرض کیا کہ ”میں وہ ہوں جس کو زمانے کے جو رستم نے مردہ کر دیا تھا۔ لیکن  
 آپ کے ہاتھوں سے دوبارہ زندہ ہوا ہوں۔ آپ کی طرف سے جس نے جلی خط بنا کر  
 عبد اللہ بن مالک کے سامنے پیش کیا تھا وہ لازم میں ہی ہوں“ یہ سن کر بھائی نے کہا کہ  
 آپ نے بہت اچھا کیا۔ فرمائیے عبد اللہ نے کیا سلوک کیا معاذ نے تفصیل سنائی اور  
 کہا تمام مال و اسباب در دولت پر حاضر ہے۔ اب حکم آپ کے ہاتھ ہے۔ یہ بھی نے سنا تو





کیا کرتا تھا۔ اُس طرح ہارون کو بھی ہر موقع پر ٹوک دیتا تھا۔

ایک دن کا ذکر ہے کہ ہارون الرشید گھوڑے پر سوار جا رہا تھا یہ بھی ہمراہ تھا۔  
فوج کے ایک سپاہی نے آکر عرض کیا میرا گھوڑا مر گیا ہے حکم دیا کہ پانسو درہم دیدے  
جائیں۔ یہ حکم سنکر یہ بھی نے ہارون الرشید کو آنکھ سے اشارہ کیا۔ لیکن اُس کی سمجھ میں نہ  
آیا۔ جب گھوڑا یا تو یہ بھی سے پوچھا کہ اے پدر بزرگوار! اُس وقت آپ نے کیا اشارہ فرمایا  
تھا میری سمجھ میں نہیں آیا کیا مجھے کچھ غلطی ہو گئی تھی؟ یہ بھی نے کہا کہ ہاں ایسی غلطی تو  
بادشاہوں کی زبان پر نہ آنا چاہئے۔ پندرہ ہزار یا دوش ہزار تو ہوں اور ہزار سے  
کم تو کسی حال میں نہ ہونا چاہئے! ہارون الرشید نے پوچھا کہ جب اس قسم کا سوال  
ہو تو کیا جواب دوں؟ یہ بھی نے کہا کہ ایسے موقع پر صرف عطاے سواری کا حکم دینا  
چاہئے تھا۔

(۱۳)  
**خیرات کا عمدہ طریقہ**  
مورخین نے جس قدر حالات یہ بھی کی فیاضی کے لکھے  
ہیں ان میں سے بعض حالات ہم نقل کر چکے ہیں ان  
سے اندازہ ہوتا ہے کہ فی نفسہ یہ بھی میں کس درجہ فطرتی طور پر فیاضی کا مادہ تھا۔ جو فیاضی  
میں رؤس الاشہاد کی گئی ہے اُس کی رقومات کی تعداد تو کروڑوں تک پہنچتی ہے۔  
لیکن علاوہ اس ظاہری فیاضی کے خفیہ طور پر بھی علما اور صنفاء کی خدمت کیا کرتا تھا۔ علامہ  
ابن خلدون نے لکھا ہے کہ کسی نے یہ بھی کو اس کے مرنے کے بعد خواب میں دیکھا۔ اور

پوچھا کہ خدا نے تمہارے ساتھ کیا کیا؟ تو کہا خدا نے مجھے سفیان کی دعا کی بدولت بخش دیا کیونکہ میں ایک ہزار درہم ماہوار سفیان کو دیا کرتا تھا اور وہ میرے حق میں دعا فرماتے تھے۔ اللہ تعالیٰ بھی کھانی اور دنیائے فاکہہ اموال کو خیر

**لطیفہ (۱۴)** ایک دن کا ذکر ہے کہ یحییٰ نے سعاد بن سلم سے مصافحہ کرنا چاہا۔ انھوں نے اپنا ہاتھ فوراً ہی ہٹالیا یحییٰ نے پوچھا آپ نے ہاتھ کیوں سمیٹ لیا؟ معاذ نے کہا معاف فرمائیے گا میں ڈرتا ہوں کہ اس مصافحہ سے کہیں میرا ہاتھ بھی آپ کی فیاضی کی صفت نہ سیکھ جائے اور جو حقوڑا بہت سرمایہ بیرے پاس ہے وہ بھی ہاتھ سے جاتا رہے۔ اس واقعہ کو اگر لطیفہ سمجھئے تو حقیقت میں ایک مذاق ہے لیکن تاریخی حیثیت سے دیکھئے تو اس بات کی تحقیق ہوتی ہے کہ یحییٰ کی فیاضی ضرب الشل ہو گئی تھی۔

**فہم و فراست (۱۵)** ابو عثمان بن عرطا راوی ہے کہ یحییٰ برکی رفتار قلم کو دیکھ کر تحریر کے مطالب پر پہنچ جاتا تھا اور کاغذ کے دیکھنے سے پہلے تمام حالات بیان کر دیتا تھا۔ اور اس سے میں وہ اپنا نظیر نہ رکھتا تھا۔

حاشیہ صفحہ ابو عبد اللہ سفیان بن سعید بن مسروق بن حبیب رابع اشوری الکوفی پر ۹۹ جری میں سلمان بن اللک اموی کے عہد خلافت میں پیدا ہوئے۔ آپ کا شمار قطب معلوم امارکان دین میں ہے اور علم حدیث کے امام ہیں۔ سحر ادنیٰ - ابن جریر - مالک - طاہر - ابن عیینہ - یحییٰ بن عیاض نے آپ سے روایت کی ہے غلیظہ مدنی عباسی آپ کی نہایت محبت کرتا تھا۔ یہ ۱۱۱ھ میں قلعہ بصرہ انتقال فرمایا و قوری طرف توراتین جہنمات کے منسوب ہے مضرب از درمن المطرفی تاج علم سے شرح الصدور صفحہ ۱۱۱۔ مطبوعہ معینہ عام آگرہ۔  
علمہ مدینۃ الانام صفر ۱۱۳ھ۔ اقدیم سوم مطبوعہ زکریا پور پریس۔

(۱۶)  
حسن اخلاق

باوجود ثناء و شان و شوکت - اور درجہ وزارت کے تیکھے کے مزاج  
میں اتنا درجہ کا عجز و انکسار تھا۔ اس کا عام طرز معاشرت تکلف

اور بناوٹ سے بری تھا امر کی دعوتوں میں شریک ہوتا۔ درویشوں - عالموں سے آنکھ  
سکان پر جا کر ملاقات کرتا۔ کسی کی بیماری کا حال سنتا تو جا کر عیادت کرتا۔ بڑی خوبی یہ  
تھی کہ اگر کسی معاملے میں غلطی ہو جاتی اور کوئی متنبہ کرتا تو اس کو قبول کر لیتا تھا۔  
ایک دربار کا شاعر بیمار ہو گیا۔ اور بسبب علالت مدت تک غیر حاضر رہا۔ اس مابین میں  
یعنی کو بھی کچھ خیال نہ آیا۔ صحت کے بعد اس نے شکایت آمیز خط لکھا جس نے اس کے  
جواب میں جو کچھ لکھا ہے اس کے پڑھنے سے یہ بھی کی اعلیٰ درجے کی نیکی اور انصاف  
پسندی ظاہر ہوتی تھی۔

اشعار شکایت آمیز

اسے سردار - خدا تجھ کو سوز رکھے  
اور میرے قائدے کے لئے بڑی غم  
کیا اس کو آپ نے سپندیدہ خیال کیا  
تو میں بھی اس کو سپندیدہ سمجھوں۔  
میں ہندوہ و آپ کی خدمت میں نہ پہنچ سکا۔  
اور کوئی قاصد بھی نہ بھیج سکا۔

اَيْتَقَا ذَا الْاَمِيْدَا كَرَمَكَ اللهُ  
وَالْبَقَاكَ لِي بَقَاءً طَوِيْلًا  
اَجْمِيْلًا تَرَاهُ اَصْلَحَكَ اللهُ  
لَكِيْمًا اِمْرَاةً اَيْضًا جَمِيْلًا  
اَتَنِي قَدْ اَقَمْتَ عَنْكَ قَلِيْلًا  
لَا نَزِيْ مِنْقَدَلِ اِلَيْكَ رَسُوْلًا

الذنب فما علمت سوى الشكر لما قد اوليتني حزيلا قد اتي الله بالصلام فيما انكرت مما عهدت الا قليلا	مجھے اور تو کو فی گناہ نہیں ہوا۔ جزائے اپنے بوجھنا مجھ پر کیوں کر اگر گناہوں خدا نے دے اچھا کیا۔ آپ کو میرے ساتھ ہر تعلق کی نسبت مجھے شکایت نہیں
--	---

### یہ بھی جواب

دفع الله عنك نائبة الدهر وحاشاك ان تكون عديلا اشهد الله ما علمت وما فاق مزالعد ر جائز مقبولا ولعل لو قد علمت لعاودت شهما وكان ذاك قليلا فاجعلني الى التعلق بالعد سبيلا ان لم اجد في سبيلا فقد بما جاء ذو الفضل بالفضل وما سامح الخليل خليلا	خدا تم سے زمانے کے مصائب دفع کرے۔ اور خدا نہ کرے کہ تم بیمار ہو۔ خدا گواہ ہے کہ مجھ کو خبر نہ تھی۔ اور یہ عذر قابل قبول بھی نہیں مجھ کو اگر تمہاری بیماری کا حال معلوم ہوتا تو میں میں تمہاری عیادت کرتا۔ اور یہ بھی کافی نہ ہوتا۔ تم میرے لئے معذرت کا راستہ نکالو۔ مجھ کو تو معذرت کی راہ نہیں تھی۔ ہمیشہ سے بڑا ایسے کڑے لگ رہا ہوں میں اپنے آپ اور دوست و دوست سے درگزر کرتا ہوں۔
--	--

ادبی حیثیت سے یہ خط بتا رہا ہے کہ شاعری میں کبھی برکی کا کیا درجہ ہے۔ اور اخلاقی نظر سے دیکھو تو کس قدر نکتے حل ہوتے ہیں۔

مارون و ہادی کی حریفانہ کوششیں ہادی کی موت  
 مارون کی خلافت تکمیلی برکمی کی مستقل وزارت شاہ  
 مارون الرشید کا پہلا وزیر اعظم بھی برکمی ہے۔ لیکن یہ وزارت کیونکر ہوئی؟ اور مارون  
 کی خلافت کا اجمالی سلسلہ کیونکر ہے۔ یہ بھی تکمیلی برکمی کا ایک مہتمم با شان واقعہ ہے اسلئے  
 مختصر حالات ذیل میں لکھے جاتے ہیں۔

علیفہ مہدی کے دو نامور فرزند تھے۔ بڑے بیٹے کا نام الہادی ابو محمد موسیٰ  
 تھا اور چھوٹے کا نام الرشید ہارون ابو جعفر جن کے واسطے ۱۹۶ھ  
 میں مہدی نے یہ فیصلہ کیا تھا۔ کہ

اول ہادی۔ اس کے بعد مارون تخت نشین ہوگا۔ چنانچہ  
 بائیسویں تاریخ ماہ محرم ۱۹۷ھ جولائی ۱۹۶ھ میں بمقام اسبذان

مہدی کی مصیبت

حاشیہ سلسلہ شیعہ میں یہ علیحدہ تخت نشین ہوا تھا۔ زمانہ کی تردید میں سب سے پہلے اسی نے کہا ہیں لکھنا اسی کے  
 مہدیں اہل دیوبند یا شیعہ خارج ہندوستان جمع ہوا شانہ شانہ شرکت اس کے مہد میں بہت بڑھ گئی تھی۔ ابتدا  
 سلطنت میں پر دے میں رہتا تھا۔ پھر وہ اہرام کرنے لگا۔ کعبہ پر جو غفلت گراں ہوا پر ششیں پڑتی تھیں ہماروں کی  
 شکایت پر اس کو بند کر دیا کیونکہ احتمال تھا کہ بدو کعبہ کو لوٹ لیں اور تمام قیمتی مال لے جائیں اور صرف ایک پر شش  
 باقی نہ گئی جو غور غنبد کی طرف سے بھیجی جاتی تھی۔ محمد بن سلیمان نے سب سے پہلے اسی غلیفے کے  
 واسطے بکر مسلمہ میں برف بھیجی۔ ہزار ہا درمہ کی راہ میں جا بجا ہمتیں اور تالاب بڑا شے۔ ساجد سے معصوم  
 سو اتھ چکے۔ اور غلطی کی خبروں کو گھٹا کر مطابق مہد رسالت کے کر دیا۔ سہ ماہ اہرام کے گرد پیش کے مکانات  
 مارم سے وسیع کر دیا۔ مدینہ۔ یمن۔ کہ اور ہزاروں کے دستوں میں ڈاک جھٹائی یہ کامل اثر جلد ۵ صفحہ ۱۰۵  
 صفحہ ۱۰۶۔ حاجن خلدون جلد ۳ صفحہ ۲۰۱۔

جب مہدی نے انتقال کیا اس وقت مادی جرجان میں تھا۔ اور مارون کے باپ کے پاس موجود تھا۔ اس نے جنازے کی نماز پڑھائی تجہیز و تکفین سے فارغ ہوا۔ تو تخت نشینی کا خیال آیا۔ لیکن باپ کی وصیت کے بموجب بمشورۃ یحییٰ برکلی بھائی کو جرجان سے بلایا اور کہا کہ بھائی جان تخت حاضر ہے! چنانچہ صفر کی چاند رات کو <sup>۱۶۹</sup> ۱۶۹ھ میں مادی نے تخت پر بیٹھ کر سبک بیعت لی۔ یہ غلیفہ اگرچہ رعب داب والا تھا۔ لیکن افسوس ہے کہ خلافت کی شان و

### مادی کی خلافت

شوکت کو نہ سمجھا سکا۔ دن رات لہو و لعب میں رہا کرتا تھا۔ اس لئے تمام معاملات سلطنت کی نگرانی خیزران کے محل پر تمام امراء و بار۔ اور فوجی سرداروں کا مجمع ہوتا تھا۔ انہی وقت خیزران کے محل پر تمام احکام جاری کرتی تھی۔ اور خیزران کے آگے مادی کی کچھ در خواستوں کے مطابق احکام جاری کرتی تھی۔ اور خیزران کے آگے مادی کی کچھ چلتی بھی نہ تھی۔ اس لئے ایک معاملے میں دونوں میں تکرار ہو گئی اور چونکہ وہ معاملہ خیزران کے موافق طے ہوا۔ اس وجہ سے مادی کا رنج اور بھی بڑھ گیا۔ یہاں تک کہ گفتگو میں ادب کا پہلو ہاتھ سے جاتا رہا۔ اور ایک دن غصے میں ان کراماں سے کہنے لگا کہ ادب اگر وہ واسے پر میں نے کسی امیر کو دیکھا تو یقینی اس کی گردن اڑا دوں گا۔ اور آپ کا صرف یہ کام ہے کہ قرآن مجید کی تلاوت کیجئے۔ یا تسبیح پڑھئے۔ بیٹے کی بات سن کر

### مادی خیزران کی مخالفت

خیزران جھٹلا کر اٹھ کھڑی ہوئی۔ اور پھر دونوں میں سخت عداوت ہو گئی۔ مادی نے ماں سے تو اس طرز پر گفتگو کی اور دربار عام میں آ کر امرائے سلطنت۔ اور افسران فوج سے پوچھا کہ تمہاری مائیں افضل ہیں یا میری ماں؟

سب نے تسلیم کیا کہ ”امیر المومنین کی ماں افضل ہیں“ فرمایا اچھا بتاؤ! تم میں سے کون اس بات کو جائز رکھتا ہے کہ امیر المومنین کی ماں سے اس کی مجلس میں جا کر ادھر ادھر کی باتیں کرے؟ ارکان سلطنت مادی کا مطلب سمجھ کر چپ ہو رہے۔ اور سب نے خیزران کی دربار داری بند کر دی۔ مادی کے طرز عمل اور انداز حکومت سے مارون بھی ناراض تھا۔ لیکن کسی معاملے میں دست اندازی نہیں کرتا تھا۔ مگر مادی اپنی چالوں سے نہیں چوکتا تھا۔ اور باپ کی وصیت کے خلاف یہ چاہتا تھا کہ سلطنت سے بھائی کو محروم کر کے اپنے بیٹے جعفر کو ولیعہد مقرر کرے“ اور اپنا یہ خیال ارکان سلطنت اور خود مارون سے بھی ظاہر کر دیا تھا۔ جیسا کہ مادی کے حسب ذیل اشعار سے بھی معلوم ہوتا ہے۔

نصحت لہرون فرد نصیحتی	میں نے اردن کو نصیحت کی مگر اس نے نہ مانا۔
وکل امری لا یقبل نصم نادم	اور جو شخص نصیحت نہیں قبول کرتا ہے۔ نام نہان ہو رہا ہے
وادعوه للامر المولف بیتنا	میں سکڑاؤں کا کم کیون بتا رہوں۔ جو آپ کے مبتلا کا سبب ہے
فیبعد عنہ وهو فی ذلک طالعہ	لیکن وہ پاس نہیں آتا۔ اور یہ اس کا نا اصفائی ہے۔

ولولہ انتطاری ہندیو مال غلبہ

تجربہ اگر کل تک کا انتظار نہ ہو۔

لہذا دالی مقلدہ وھو مرا عہد

تو مارون کویری بات چار چار مانا ہی پڑتی

لیکن مارون نے جعفر کی بیعت سے انکار کیا۔ اور اس راے سے یحییٰ برکی نے بھی جو مارون کا تالیق و میرمنشی تھا۔ اتفاق کیا۔ کیونکہ مارون کی خلافت سے قلمدان وزارت کے ملنے کی یحییٰ کو امید تھی۔ جس کا وہ ایک عرصے سے امیدوار تھا۔ بلکہ اسی آرزو میں وہ ہادی کے خلاف مارون کی بیعت کے واسطے کوشش کر رہا تھا اور ہادی کے اظہار خیالات کے بعد تو پوری کوشش اس میں کرنے لگا۔ کہ ہادی اپنے مقصد میں کبھی کامیاب نہ ہو۔ باوجودیکہ ہادی کی طرف سے بھی بڑا زور یحییٰ پر ڈالا جاتا تھا کہ جو جعفر کی بیعت کے واسطے کوشش کرے۔ چنانچہ جالٹھ الحکایات کا مصنف لکھتا ہے کہ اسی زمانے میں ایک دن یحییٰ کو ہادی نے بلایا۔ جب لوٹ کر آیا تو سخت متوحش تھا۔ کیونکہ ہادی نے حکم دیا تھا کہ وہ مارون کو اس بات پر آمادہ کرے کہ اپنے بھتیجے کی بیعت منظور کرے۔ اور یحییٰ قسم کھاتا تھا کہ میں امیر المومنین کے حکم کے بموجب کوشش کر رہا ہوں لیکن مارون میرا کہنا نہیں مانتا ہے مگر یحییٰ کی باتوں پر ہادی کو یقین نہ آتا تھا اور وہ اس گفتگو کو بناوٹ سمجھتا تھا۔ چنانچہ یحییٰ اسی سبب میں میٹھا ہوا تھا کہ ایک غلام پرچار ہن ہو گیا اور اس کو اس دور سے طہانچہ مارا کہ بکھتری کا حلقہ ٹوٹ گیا۔ اور گھینڈ میں ہرگز نہ ہو گیا۔ کیونکہ ٹوٹنے سے یہی کا دل اور ٹکڑے ہو گیا۔ چنانچہ یحییٰ کے حزن طلال کی جب ایک شاعر کو اطلاع ہوئی تو اس نے حاضر ہو کر چند



اشعار پڑھے جس کا لفظی ترجمہ فارسی میں یہ ہے۔

انگشتری شکست و افتاد نگیں      ز نہار بدیں سبب ناشی نعلیں

اں حلقہ کشادہ گشت و اں بند شکست      فالست نکونیک مبدیش ویریں

یہی چونکہ نجوم و شگون کا بہت معتقد تھا۔ یہ اشعار مکر خوش ہو گیا۔ اور فال

نیک سمجھا۔ لیکن ہمارا مطلب اس حکایت کے لکھنے سے صرف و اتھ تاریخی کی تائید

ہے اور فال و شگون سے کوئی بحث نہیں ہے۔ لیکن بھی برکی نے ہادی کو باتوں ہی

باتوں میں رکھا اور غلیفہ کے انعام و صلے کی کچھ پرواہ نہ کی۔ تب مجبور ہو کر ہادی نے

یہی کو جیل میں بھیج دیا۔ مگر وہ اپنی سرگرمی کو کششوں سے یہاں بھی خالی نہ تھا۔

محمد بن یحییٰ برکی راوی ہے کہ قید میں جاتے ہوئے بھی نے ہادی

کو ایک رقم لکھا۔ اور حاضری کی اجازت چاہی۔ چنانچہ ہادی نے

خلوت میں یحییٰ کو بلالیا۔ اور حال پوچھا۔ یحییٰ نے کہا کہ امیر المومنین

اگر آپ باپ کی وصیت پر قائم نہ رہیں گے تو رعایا پر غراب اثر پڑے گا۔ اور آئندہ ملی سچکیاں

بڑھ جائیں گی۔ کیونکہ جب بادشاہ وقت خود معاہدے کا پابند نہ رہے گا تو رعایا بھی اپنے

قول و قسم پر قائم نہ رہے گی۔ علاوہ اس کے جعفر مہنوز نابالغ ہے۔ خدا نخواستہ اگر ایسا

وقت آجائے کہ امیر المومنین کا سایہ ہم پر نہ رہے۔ اس وقت لمحا معاملات سلطنت۔

سیاست۔ اور شریعت کے کون ایسا ہے جس کو ہم ہام بنا سکتے ہیں؛ ہادی نے کہا

کہ ”ہاں مجھے بھی اس میں تردد ہے“ تب یحییٰ نے کہا کہ ”اس وقت ضرور ہے کہ

ہادی یحییٰ کی

گفتگو خلافت پر

فلاں فلاں اشخاص و عویدار خلافت ہو کر اٹھ کھڑے ہو گئے۔ اور خلافت اولاد مہدی سے نکل جائیگی" یحییٰ کی آزاد اور عاقلانہ رائے سن کر ہادی بھی متفکر ہوا۔ اور کہا بیشک آپ کا کہنا صحیح ہے۔ اب تک میں غفلت کی نیند سو رہا تھا۔ جب تک میں نے ہادی کو راہ راست پر نہ دیکھا تو کر عرصہ کیا کہ مصلحت وقت یہی ہے کہ مارون کو خلع بیعت پر تکلیف نہ دیجائے اور میں اقرار کرتا ہوں کہ جب جعفر جوان ہو گا تو مارون کو اس پر مادہ کر لوں گا کہ وہ جعفر کی بیعت قبول کرے۔ اس قدر گفتگو کے بعد ہادی نے یحییٰ کو رخصت کر دیا۔ لیکن محبت پدری نے اس کو گوارا نہیں کیا کہ بجائے بیٹے کے بھائی تخت نشین ہو۔ اس لئے یحییٰ کو قید کے مصائب بھیلنا ہی پڑے۔ اور مارون پر پہلے سے زیادہ سختیاں ہونے لگیں۔

ہرثمہ بن اعین سے منقول ہے کہ ایک دن ٹھیک دوپہر کے وقت ہادی نے محکوم خلوت میں بلایا۔ چونکہ ہادی کے مزاج سے میں واقف تھا۔ مارے خوف کے کانپنے لگا۔ اور جب حرم ہمارے اندر داخل ہوا۔ تو سب مصاحبوں کو رخصت کر کے تخلیہ کیا اور مجھے حکم دیا کہ "دروازے کو بند کر کے واپس آ"۔ اس حکم نے میرے رہے سے ہوش و حواس گم کر دیئے۔ جب میں لوٹ کر آیا تو مجھے مخاطب ہو کر کہا کہ "اے ہرثمہ! مجھے دن رات اس سبک لمحدہ تریحی بن خالد سے سخت تکلیف پہنچ رہی ہے اس کجنت کو سوائے اس کے اور کوئی کام ہی نہیں ہے کہ میرے سرداران فوج اور اعیان سلطنت کو بھڑکایا کرتا ہے اور اپنے آقا (مارون الرشید) کی دعوت اور بیعت کا ہر پردہ اعلان کر کے اس بات پر لوگوں کو آمادہ

کر رہا ہے کہ میں قتل کر دیا جاؤں۔ اور نارون مسند خلافت پر بٹھایا جائے۔ لہذا اسی وقت

نارون کی عمر کا خاتمہ کر دے۔ اگر محل میں ایسا موقع نہ لگے۔ تو

### ہادی کے احکام

میری طرف سے پیام دینا کہ بھائی جان یاد کر رہے ہیں۔ تشریف لے چلے پھر اثنائے راہ سے اپنے گھر لے جا کر کام تمام کر دینا، میں یہ حکم سنکر حیران رہ گیا۔ اور عرض کیا کہ ”اگر اجازت ہو تو کچھ عرض کروں“ کہناں اجازت ہے تب میں نے عرض کیا کہ ”نارون الرشید آپ کا حقیقی بھائی ہے اور بعد آپ کے ولیعهد خلافت رہے۔ اگر آپ کے حکم کی تعمیل کر دیجائے تو خدا کے سامنے آپ کیا جواب دیں گے اور زمانہ کیا کہے گا۔“ میری گفتگو سنکر ہادی نے بجز اس کے اور کچھ نہیں کہا کہ اگر تعمیل حکم میں توقف ہو تو تمھارا سر نہ ہو گا۔ پھر وقت رخصت کے کہا کہ ”جب میرے اس حکم کی تعمیل ہو جائے تب جیل میں جانا اور دماں آل ابو طالب میں سے جس قدر قید ہوں۔

ان میں سے بعض کو قتل اور بعض کو دجلے میں غرق کر دینا۔ اور جب یہ سب امور طے ہو جائیں تو ایک لشکر جہاز لے کر کوفہ کو روانہ ہونا۔ عباسیوں میں سے جو لوگ ہمارے ہوں ان کو چھوڑ کر شہر میں آگ لگا دینا کہ کل شہر جل کر خاک ہو جائے اور جو عمارت جھلنے سے بچے وہ سار کر دینا“ میں نے عرض کیا کہ ”امیر المومنین ایہ تو ہم امور ہیں میں کیونکر ان پر مشقہ می کر سکتا ہوں“ جواب ملا کہ ”یہ لوگ ہمارے دشمن ہیں اور آل ابو طالب کے مددگار ہیں ملک میں جو فساد ہوئے ان کے باعث یہی کوئی ہوئے“ جب سب ہدایتیں کر چکا تو کہا کہ جب نصف شب گزر جائے تب یہاں سے باہر جانا اور سب سے پہلے نارون کو قتل کرنا۔ پھر

ترتیب وار دیگر کاموں پر متوجہ ہونا۔ یہ کہہ کر آپ حرم سرا میں چلا گیا۔ میں سمجھا کہ ناٹوش  
 ہو کر چلا گیا ہے۔ اب کوئی دوسرا میرا اس خدمت پر مقرر ہوگا اور میں قتل کیا جاؤں گا۔ کیونکہ  
 میں نے کئی بار مخالفت کی ہے اور میرے روکنے سے یہ مطلب ہے کہ افشاں سے راز نہ ہو۔  
 چونکہ مجھے یقین تھا کہ میں قتل کر ڈالا جاؤں گا اس لئے میرا دل یہ چاہتا تھا کہ گھوڑے  
 پر سوار ہو کر بھڑاؤ سے نکل کر ایسے ملک کی ماہ لوں جہاں کوئی میرا شناسا نہ ہو۔ غرض کہ ان  
 خیالات میں ایسا ڈوبا کہ مجھ کو نیند آ گئی۔ اور اس قدر سویا کہ آدھی رات گزر گئی۔ میں سو رہا  
 تھا کہ ایک خادم نے آکر جگایا کہ ”اٹھو امیر المومنین یا فرماتے ہیں“ میں کلمہ شہادت پڑھتا  
 ہوا اٹھ کھڑا ہوا اور بہت سے حجاب کے پردے طے کر کے وہاں تک پہنچ گیا۔ کہ جہاں  
 سے عورتوں کی باتوں کی آواز میرے کان میں آنے لگی۔ تب میں نے خیال کیا کہ مادی  
 کا یہ مطلب ہے کہ مجھے کوئی الزام لگا کر قتل کرے۔ اگر میں حرم سرا میں داخل ہو جاؤں۔  
 تو مجھے پوچھے گا کہ بلا اجازت کیوں آیا۔ اس وقت میں کوئی جواب نہ دے سکوں گا؛  
 اور یہی حیل میرے قتل کو کافی ہے چنانچہ اسی خیال کے موافق سبک خیز درجے میں جا کر  
 میں ٹھہر گیا۔ خادم نے آگے بڑھنے پر ہر چند اصرار کیا مگر میں نے ایک قدم نہ بڑھایا۔ اور  
 کہا ”نمود بائدا! میں کیونکر حرم شاہی کے اندر داخل ہو سکتا ہوں۔ اور مجھ پر کیا منہ ہے کسی  
 میں طاقت نہیں ہے کہ حرم سلطانی میں داخل ہو“ جب خادم نے بہت ضد کی تب  
 میں نے کہا کہ ”جب تک امیر المومنین خود نہ بلا دیں گے خدا کی قسم میں آگے قدم نہیں  
 بڑھا سکتا ہوں“ چونکہ یہ فقرہ میں نے زور سے کہا تھا۔ اس لئے اندسے ایک عورت نے

ویاک یا ہاشمہ۔ میں خیزران ہوں اندر آ۔ اس وقت میں نے تجھ کو ایک بہت  
 بڑے کام کے واسطے بلایا ہے۔ چنانچہ میں اندر چلا گیا۔ خیزران نے ایک دوسرے پردے  
 کی آڑ سے مجھ سے کہا کہ اسے ہرثمہ موسیٰ (مادی) نے دینے کے لیے لایا اور قضاۃ الہی  
 نے اس کے جوہر و ظلم سے تجھ کو اور سب مسلمانوں کو بچا لیا۔ دیکھ! سخت پر مادی مردہ پڑا  
 ہو ہے۔ میں نے پردہ اٹھا کر دیکھا تو ایک چادر اوڑھے ہوئے مادی تخت پر لیٹا ہے  
 اور نمض پر ہاتھ رکھا تو بالکل ٹھنڈا پایہ تب میں نے خدا کا شکر کیا اور خیزران سے پوچھا کہ  
 یہ واقعہ کیونکر ہوا؟ خیزران نے کہا کہ میرے بیٹے اروان اور آل ابوطالب اور آل کوفہ کے  
 واسطے جو حکم مادی نے دیا تھا۔ میں اس کو سن رہی تھی۔ چنانچہ جب مادی اندر کیا تو  
 میں نے مارون کے خون کی معافی چاہی اور اس کو میں نے قسم دی کہ وہ اپنے املاؤں  
 سے باز آئے۔ لیکن اس نے میری بات نہ سنی اور نہایت سختی سے جھڑک دیا تب میں نے  
 اور بھی زمی کی اور خدا اور رسول کا واسطہ دیا۔ اور اس کے سامنے زمین پر سر رکھ دیا لیکن مادی  
 پر کچھ بھی اثر نہ ہوا۔ اور تلوار نکال کر مجھ سے کہا کہ اگر چپ نہ ہو جاؤ گی تو ابھی گردن اڑا دوں گا۔  
 تب میں ناامید ہو کر خاموش ہو رہی۔ اور خدا سے اس کے حق میں بددعا میں کرنے لگی۔  
 تھوڑی دیر میں یہ فتنہ سورتا۔ جب جاگا تو شدت سے کھانسی آئی اور گلے میں پھندا  
 پڑ گیا۔ میں نے ایک پیالہ پانی کا دیا۔ لیکن پھندا ٹوٹا تو درکنار۔ وہی پانی پھانسی کی پھندا  
 مادی کی موت ہو گیا۔ اور دم فنا ہو گیا۔ اب تو اسی وقت بھیجی برکی کو جیل میں جا کر

حاشیہ۔ ملہ مورخین نے مادی کے اسباب موت میں اختلاف کیا ہے بمعن کا قول ہے۔

خبر دے تاکہ مارون کی بیعت کو تمام کرے۔ چنانچہ جیل سے نکل کر چھٹی نے سب سے پہلے یہ کام کیا کہ مارون کو جو خواب راحت میں سوراٹھا جگا کر مزد خلافت سنایا۔ مارون نے نہایت یاس سے کہا ”دیکھو! تم ہنسی کرتے ہو۔ بھائی صاحب سن لیجئے تو یہی ہنسی بلاے جان ہو جائیگی“ چھٹی نے عرض کیا کہ ”قضاے الہی نے اس بحث کا فیصلہ کر دیا۔ آپ اطمینان سے سریر خلافت کو زینت دیں“ اسی گفتگو میں خواص مزد لائی کہ مشکوے مطعے میں وارث تاج و تخت پیدا ہوا یہی وہ مبارک فال لڑکا تھا جس کی قسمت میں صلحون الرشید اعظم ہونا لکھا تھا۔ چنانچہ شنبہ کی رات بیچ الاولیاء ۱۱۰ھ بمطابق ۲۰ ستمبر ۷۲۸ء کی طوبیٰ تاریخ کو بڑی صومدہام سے بقیام صیہ آباد مارون الرشید تخت نشین ہوا۔

مارون کی  
تخت نشینی

صولی کا قول ہے کہ یہ رات بھی عجیب تھی جس میں ایک خلیفہ رمو سے ہادی نے وفات پائی۔ دوسرا مارون الرشید تخت خلافت پر بیٹھا۔ تیسرا رامون الرشید عالم وجود میں آیا۔ جب صبح ہوئی تو رشید کی بیعت عام طور پر ہو چکی تھی اور تیکھلے رات ہی رات کل اختتام کر کے مارون الرشید کو تخت پر بٹھا دیا تھا۔ بہر حال خلاصہ اس تمام تحریر کا

ہتیرہ حاشیہ۔ کہ اس کے گھٹے میں ایک رقم تھا۔ جس کے عدد سے فوت ہوا۔ مہین کا خیال ہے کہ جب ہادی نے خیزران کو خبر دینا تجویز کیا اور اس کا راڈ گھل گیا تو خیزران نے بسبب زبردستی مارون کے اہل و عیال اور خیزران کی کینزدوں سے سوتے ہیں گھار دیا ہادی نے کل ۱۰۰ برس خلافت کی۔ خلافت کے سبب سالے کی اگرچہ طاقت نہ تھی لیکن تاہم ۱۱۰ھ۔ اور فصیح و ادیب تھا۔ ہادی پہلا خلیفہ ہے جس کی ارولی میں سپاہی ننگی تلواریں لے کر چلتے تھے۔ اس کے عہد میں زید بن یثرب قتل ہوئے۔ مافزادہ سیوطی و غیرہ ملے الامون ص ۱۰۱۔ ملے تاریخ الخلفاء سیوطی صفحہ ۱۱۱ و عقد العزیز جلد ۳ ص ۲۰۳۔ تین عربوں نے اس رات کا نام لیلۃ الہاشمیہ رکھا ہے۔

یہ رہے کہ یحییٰ برمکی نے ہارون الرشید کے حصول خلافت میں انتہاء ہے کی کوشش کی تھی۔ اور چونکہ ہارون الرشید ہمیشہ خانہ جنگیوں اور سیاسی جوڑ توڑ سے پرہیز کیا کرتا تھا۔ اس لئے ممکن تھا کہ ہادی اپنے ارادے میں کامیاب ہو جائے لیکن یحییٰ کے حسن تدبیر و دیانت نے ہادی کو مرتے دم تک کامیاب نہ ہونے دیدیا لیکن ہارون الرشید نے بھی یحییٰ کی کوششوں کا جو پچھن سے عالم شباب تک کی گئیں تھیں عمدہ صلہ دیا۔ اور تخت پر بیٹھ کر سب سے پہلے جو حکم لکھا۔ وہ یہ تھا کہ تیکے برمکی مقتل وزیر اعظم یحییٰ کی وزارت کیا گیا۔ اس لئے ہارون کی خلافت اور یحییٰ کی وزارت کی ایک ہی تاریخ سمجھنا چاہئے۔

یحییٰ کی وزارت اور اس کا اقتدار۔ فرائض منصبی۔ علوم کی اشاعت۔ فنون فلسفہ کے ترجمے۔ ذوق علمی۔ بیت الحکمت۔ مجالس مناظرہ حکماء اقوال۔ حاتمہ

خلافت عباسیہ میں ہارون الرشید اگرچہ پانچواں تاجدار تھا۔ لیکن شان و شوکت اور عظمت و مجال میں خلیفہ منصور و ہمدانی سے بڑھ کر تھا۔ چنانچہ مدبری ہوشیار میفرہ

حاشیہ: بعض مورخوں نے حکماء کو سوال شدہ مطابق،، پنج شخصہ مذکور دوسرے کو یحییٰ وزیر عماد کہا گیا ہے۔

اور بھی تاریخ ولادت ابن الرشید کی ہے۔

کے لحاظ سے مؤرخین نے اس کو واسطۂ اختلاف کا خطاب دیا ہے جو اس کے واسطے  
 بہت موزون تھا۔ جیسا خود قابل اور جامع صفات تھا۔ ویسا ہی عاقل اور بیدار مغز  
 وزیر بھی خدانے اس کو دیا۔ مؤرخ صولی نے کتاب الاوراق میں لکھا ہے کہ جب مارون  
 تخت نشین ہوا۔ اور وزارت اعظم کے درجے پر بیٹھے ارمی معزز کیا گیا۔ تو ابراہیم موصلی نے  
 تنہیت میں یہ اشعار پڑھے

اشعار تنہیت ابراہیم الموصلی

الہ تبارک الشمس کانت مریضۃ فلما اُتی ہرون اشرق فوہا تلبست الدینا جمالا بملکہ فہن ون والیہا ویجی وزیرہا	تم نے نہیں دیکھا! آفتاب بیمار تھا۔ جب مارون آیا تو اس کی روشنی چمک مٹی۔ دنیا نے اس کی سلطنت سے طعینوں کی لباس پہن لیا۔ کیونکہ اب مارون بادشاہ ہے۔ اور یجی اس کا وزیر۔
---	--

جس کے صلیب میں مارون نے ایک لاکھ اوتھائی نے پچاس ہزار درہم حرکت کئے۔  
 اعلام الناس میں لکھا ہے کہ جب مارون الرشید کی تخت نشینی کی شہرت اطراف  
 سلطنت میں پھیلی تو ایک بددعا (عربی) دربار میں آیا اور کہا میں نے خواب دیکھا ہے۔  
 جیسے کوئی شخص مجھ سے کہتا ہے کہ اب مارون الرشید تخت نشین ہوا ہے تو اس کے  
 حضور میں یہ اشعار پہنچا دے۔ "مارون نے بدو کا مطلب سمجھ لیا اور حکم دیا "اچھا پڑھو"  
 اجازت پانے پر اس نے یہ چار شعر پڑھے۔

حاشیہ ۱: سیوطی صفحہ ۵۵

۲: اعلام الناس صفحہ ۸۲۔ خلافت مارون۔



## اشعار عربی

تو نے خلافت قریش سے ورثہ میں پائی ہے۔	تو ارثت خلافتہ من قریش
وہ خلافت ہمیشہ قوموں کے پاس رہی جتنی جگہ تھی۔	تزوٹ الیکما ابداء عروسا
موتے کے بعد مارون کے پاس ناز کرتی ہوئی جاگتی۔	الی ہارون تھادی بعد موسیٰ
اور جب یہ موقع مل جاتا ہے۔ تو وہ کیونکر ناز کرے۔	تمیس والہان لاکمسیا

جب اعرابی پڑھ چکا تو بہت کچھ انعام دے کر رخصت کر دیا۔  
ابتداء خلافت میں شل زمانہ ہادی کے تمام امور سلطنت خیزان کے مشورے کے  
مطابق ہوا کرتے تھے۔ لیکن اس سے یہ سمجھنا چاہئے کہ مارون کی بھی میں مادہ حکمرانی کا  
نہ تھا یا ان کو حکومت میں پورا دسترس نہ تھا۔ بلکہ ان کو خیزران کی خاطر داری منظور  
تھی۔ اور ان صدمات کی تلافی بھی جو ہادی کی موت سے خیزران کو پہنچے تھے لیکن  
۳۶۴ھ سے بعد انتقال خیزران کے تمام سپید و سیاہ کا مالکت بھی برکمی تھا۔ اور چونکہ  
بچپن سے بھائی کی گود میں مارون نے پرورش پائی تھی۔ اس لئے بھائی کے کاموں  
میں دخل نہ دیتا تھا۔ بھائی جو چاہتا تھا کرتا تھا۔ اور ایسے کا یہ حال تھا کہ کبھی بھائی کا نام  
نہیں لیا جب خطاب کرتا تو پیارے باپ یا دوسرے معزز الفاظ سے  
**بھائی کا اعزاز** یاد کرتا۔ بعد تخت نشینی کے مارون نے بھائی کا بڑے قیمتی الفاظ میں  
اس طرح پرشکریہ ادا کیا کہ اسے باپ آج میں دربار عام میں بیٹھا ہوا ہوں۔ اس مجلس

میں مجھ کو مر آپ کی برکت اور حسن تدبیر سے جگہ ملی ہے اور تخت پر بیٹھتے ہی انگوٹھی جسکو  
تفہ وزارت کہنا چاہئے یہ بھی کے سپرد کر دی اور یہ کہا کہ

سپر دم تو بویہ خویش را  
تو دانی حساب کم و بیش را

مورخین کا اس پر اتفاق ہے کہ یہی ایک خود مختار وزیر اعظم  
یہ بھی کی وزارت پر تھا۔ تمام معاملات میں اس کا جو جی چاہتا تھا کرتا تھا ابن  
مورخین کی رائے خلکان نے لکھا ہے کہ وزیر چچی نہایت عاقل - کریم - اور

فصیح و بلیغ تھا۔ معاملات سلطنت میں اس کی نظر نہایت غائر تھی اور یہی وجہ تھی کہ  
مارون اس کی بات رد نہیں کرتا تھا۔ تجارت میں آسانی کی غرض سے جب مارون نے  
بحر روم اور بحر قزوم میں آمد و رفت کو لینی چاہی تو یہی نے کہا "روم والے مجازیں  
کس آئیں گے اور سجدہ الحرام سے نمازیوں تک کو اٹھالے جائینگے" اس لئے یہ ارادہ  
موقوف رہا۔ اور ابتداء خلافت میں جو عالمگیر شہرت مارون الرشید کو ہوئی اس کا  
باعث یہی برکتی تھا۔ کیونکہ فضل و جعفر کے عہد وزارت میں سلطنت بہت کچھ مستحکم ہو چکی تھی۔

جائزہ کا قول ہے کہ جیسے ارباب کمال مارون کو میسر ہوئے وہ  
دوسرے خلیفہ کو میسر نہیں ہوئے۔ کیونکہ وزارت میں ہر ایک

دربار کے اہل کمال

حاشیہ: مارون رشید کے اہل القادسیہ ہیں قد قلذ تک امر العیة فاحکم فیہا بمانترجی و  
اعزل من رایت واستعمل من رایت ودفع الیہ خاتمہ الکالی ایضاً صفحہ ۲۶۷۔  
عہ تاریخ الفلاس علی صفحہ ۱۱۲

## عمدہ قصا پر امام ابو یوسف شاعروں میں مروان بن ابی حنفہ ندیوں میں عباس

حاشیہ: ہشتنامے مروان بن ابی حنفہ باقی اہل کمال کے مختلف حالات آجے مل کر لیں گے۔ لہذا اس موقع پر مختصر حال اس شاعر کا لکھا جاتا ہے۔ ابو اسعد مروان بن ابی حنفہ بن سلیمان بن یحییٰ السبائی ہمدانی بیہودی تھا۔ اس کا باپ حضرت عثمان بن زیاد مروان بن الحکم کے پاس آکر مسلمان ہوا تھا۔ مدینے والے اس کو سہیل بن عابد یا بیہودی کا حبشی و فاریابی عیبیں مشہور ہے، عکلم سمجھتے تھے۔ اور ایک روایت ہے کہ اصغر حضرت حضرت عثمانؓ کے پاس قیدیوں میں اس کا باپ آیا تھا۔ اور حضرت زید مروان کو دے دیا تھا۔ مروان کے قصائد غلیظہ ہمدی اور اردن کی طرح میں مشہور ہیں علویوں کی جو گوتی سے دیار ماروں میں اس کی عورت بڑھ گئی تھی۔ من بن زائد و شیبانی کی طرح میں اس کا قصیدہ نامیرت مشہور ہے۔ اور اسی قصیدے کی وجہ سے تمام شہر اپڑندہ فیسوں نے اس کو فضیلت دی ہے۔ اس قصیدہ کا اصل مروان کو اس قدر دلا تھا کہ وہ اس کے اٹھانے سے عاجز تھا۔ اور ہمدی عباسی اسی قصیدے سے ندامت ہو گیا تھا چنانچہ جامع الحکایات میں لکھا ہے کہ بعد انتقال من کے جب مروان ہمدی کے سامنے آیا۔ تو ہمدی نے اس قصیدے کے دو شعر پڑھے جس کا معنی ترجمہ یہ ہے۔

بشر زویش پس از من اگر شوم ساکن      رد او کہ در ایام بچہ منے نیست  
بکاروم ذکر خویشم عطا کرد عالم      چون بیچ کریمے بد بزل دمنے نیست  
پھر مروان سے لکھا کہ جب دنیا سے سخاوت آٹھ گئی اور من در گیا تو پھر اب ہم سے تو کیا چاہتا ہے کہ کھڑے  
من کے دنیا میں اب کون ایسا ہے جو میرے ساتھ نیا معنی کر سکتا ہے " اور دوبار سے مروان کو نکال دیا۔ لیکن  
دوسرے سال پھر دیر عیش کے ہمراہ مروان غلیظہ کے سامنے آ گیا۔ اور اپنا قصیدہ پڑھا شروع کیا جس کا مطلع یہ تھا  
بر من آمدہ اگر دزدے دوست خیال      حیا و غم ہم پیچہ بر حسن و جمال      و جنبش کے اشارت پر ہو گئے اور  
مع کے اٹھائے تو ہمدی کو جد کی حالت طاری ہو گئی اور اسی جوش میں تخت سے اتر کر دس پر آ گیا۔ اور ہمدن  
قصیدہ کے ایک لاکھ درہم دیے۔ اور یہ سب پہلی رقم تھی کہ ایک شاعر کو دولت عباسیہ ملی تھی ترجمہ ان اشعار یہ ہے۔

اداسمان خواند کرداگر خواہمند      کہ بستر بند پوشند از بخوم و ہلال  
چگونہ سکر کرد این معالت را      کہ کرد از در بر لفظ جریب نزال  
خلافت ارث ویت در حدیث مرا      گواہ از پسین آیت ست در انفال

جب پہلی مرتبہ مروان الرشید کے سامنے مروان آیا ہے تو اسے بھی اپنی کمال پرکشش کی تھی لیکن پھر تعذیر محکوم کی وجہ سے تہرہ زار رہ کر رہے تھے  
جبکہ مروان زعفران مروان الرشید نے اس کے قصائد کا اصل فی سبک سبک ہزار درہم دیا۔ احمدی کی نیا معنی کی یا دھونڈا تم کہی۔ ادبی شیعہ

بن محمد عباسی حابروں میں فضل بن الرزح منینوں میں ابراہیم الموصلی  
اور مارون کی ذات خاص سے جس چیز کا تعلق تھا وہ اس کی پیاری بیگم زبیدہ  
خاتون تھی۔

عہد مارون میں سب سے زیادہ جس چیز نے یحییٰ برکی کی وزارت کو فیاضی اور شانہ شانہ  
شکرت کے علاوہ تمام دنیا میں مشہور کر دیا وہ اس کے علمی کارنامے ہیں۔ اور علوم فلسفہ و حکمت  
کی عام قدردانی کا یہ نتیجہ ہے کہ مصنفات تواریخ پر آج تک یحییٰ کا نام نامی ثبت ہے۔ اسلئے  
مختصر حالات ملکہ ترجمہ کے جو بیت الحکمتہ کے نام سے مشہور ہے لکھے جاتے ہیں۔ اس بیت  
کا بانی اگرچہ مارون الرشید کہا جاسکتا ہے۔ لیکن اصلی انجیز جس نے اس عمارت کا نقشہ بنایا  
پھر علوم و فنون کے مرقعوں سے اس کے در و دیوار کو سجایا وہ یحییٰ برکی ہے کیونکہ اسی عالم  
وزیر کے مشورے سے مارون الرشید نے یہ ملکہ قائم کیا تھا۔ اب قبل اس کے کہ ہم ناظرین  
کو بیت الحکمتہ کی سیر کرائیں۔ مختصر طور پر پہلے ابتدائی تاریخ ترجمہ علوم یونانی کے لکھتے ہیں۔  
کیونکہ اس بیت الحکمتہ کا پہلا مدعا تو یہی ہے۔ جس میں قدم رکھتے ہی براہِ مکہ کے ذوق علمی ناظرین  
کو اندازہ ہو جائے گا اور یہ بھی معلوم ہو گا کہ گزشتہ عہد حکومت میں کس قدر علمی ترقی ہوئی  
تھی اور عہد عباسیہ میں اس پر کیا اضافہ ہوا۔

اگرچہ عام مؤرخین نے فیصلہ کر دیا ہے کہ سب سے پہلے جس نے ترجموں  
کی بنیاد ڈالی وہ خلافت عباسیہ کا دورہ آجدار ابو جعفر منصور  
کی ابتدائی تاریخ

کے عہد سے ترجمہ علوم یونانی کی بنیاد پڑ گئی تھی۔ البتہ ضرورت ہے کہ اول میں جو ترجمے ہوئے تھے وہ صرف علم طب کے متعلق تھے۔ جب کسی قدر علمی مذاق کی ترقی ہوئی تو پھر فلسفہ اور علم حکمت وغیرہ کی کتابوں کا ترجمہ کیا گیا۔ لیکن خلفائے بنی امیہ کی قدردانی کے ساتھ ہی عیسائی یہود اور عیسائیوں کا بھی ممنون ہونا چاہئے جن کی توجہ سے یہ نایاب ذخیرہ علوم و فنون کلاوی میں آ گیا۔ کیونکہ بیت المقدس کی بربادی کے بعد جو طیطوس رومی کے ہاتھ سے شہر میں ہوئی تھی۔ تمام ممالک شام اور عراق عرب میں یہودی پھیل گئے تھے۔ اور جہاں جاتے تھے علمی مذاق ساتھ لے جاتے تھے۔ ایک دو صدی کے گزرنے پر خوش قسمتی سے عیسائی بھی یہودیوں کے شامل ہو گئے اور دونوں قوم کے اطبانے مل کر حبشی ساہو میں طبی مدرسہ ریڈیکل کالج قائم کیا۔ اور طب کے متعلق جس قدر سرمایہ تلف ہونے سے باقی رہ گیا تھا۔ اس کو جمع کیا چونکہ نیت کے اچھے اور ارادے کے مستقل تھے۔ اس لئے روز بروز ترقی ہوتی گئی۔ جب خلفائے بنی امیہ کا زمانہ کیا تو انہوں نے بھی مجبوری سے اعلم کی قدردانی سے ان طبیبوں کی سرپرستی کی کیونکہ تانچے ثابت ہے کہ بیمارستان (ہسپتال) اور شہر محللات کے طبیب (ڈاکٹر) مشہور کالجوں کے اعلیٰ مدرس (پروفیسر) سرشتہ تعلیم کے متمم (ڈاکٹر) خلیفہ کے مصاحب۔ اور سلطنت کے اعلیٰ ارکان ہی یہودی یا مسطوری عیسائی ہوتے تھے۔ چونکہ صحبت کا اثر سب سے زیادہ ہوتا ہے۔ اس لئے خلفائے بنی امیہ میں انھیں معزز علم کی وساطت سے علوم فلسفہ اور حکمیہ کا ترجمہ ہونا شروع ہوا۔ ابن اثال عیسائی جو متفق

حاشیہ: علم فلسفہ کی ابتدا ملک یونان سے ہوئی ہے۔ ابتداء فلسفہ میں وجود اور وحدانیت ذات باری از کوکون

کے اہل بایں ممتاز و درجہ رکھتا تھا امیر معاویہ متوفی یوم شنبہ رجب ۳۵ مطابق ۶۴۰ء کا  
طبییب تھا جس نے یونانی زبان سے امیر کے واسطے بعض کتب طبییہ کا ترجمہ بھی کیا تھا۔  
اور اس کے بعد اپنی علمی قابلیت سے محض کا انفرقہ رازہ مقرر ہو گیا تھا۔ مؤرخین کے نزدیک عرب  
کی زبان میں جو سب سے پہلا اضافہ ہوا۔ وہ یہی تھا۔ لیکن یہ ذوق شوق امیر کی قدردانی سے

بقیہ حاشیہ - عالم اور مہر دول کے معنائیں تھے۔ اس دور اول میں سات خلافت مشہور ہیں۔ جن کے یہ نام ہیں۔  
تالیس الملیحی - انکسا غوراس - الکیمافس - انباذ قلس - فیثا غوراس - استقرط -  
اخلاطون - دوسرے دور میں بقراط - دیمقراطیس - وغیرہ مشہور ہوئے لیکن ان کے سائل کا یہ شکل  
لگتا ہے کہ یہ عربی خلافت اسلام نے نئے حالات بہت کم کھلے ہیں۔ پانچویں اور چوتھی صدی قبل مسیح عیسوی کے اول  
زمانہ اس کے قائل تھے کہ تمام عالم آپ سے آپ پیدا ہو گیا ہے اور منیر ہے۔ اور اہلین عالم کو غیر متغیر اور قائم بالادب جانتے  
تھے لیکن جب سترہ - فلاطون - درملو کا زمانہ شروع ہوا تو فلسفے کا رنگ بدل گیا۔ کیونکہ سترہ نے اہلیات - اور طبیعیات کے  
بجائے اخلاقی کا درس دینا شروع کر دیا تھا۔ اور حکیم اراکون نے عقل اور نفس کی کے مسئلے ایجاد کر دیے تھے۔ چنانچہ سترہ کا ہر  
میں یہ معانی پڑھاتے جاتے تھے لیکن ایک صدی کے بعد اراکون نے منطق کو مرن کیا۔ اور طبیعیات کو دوسرے ثابت  
کیا۔ اسی زمانے میں شاہین اور روتین گردہ کی بنیاد قائم ہوئی۔ اب تک میں قد علم ترقی ہو چکی تھی۔ اس پر تیسری  
صدی قبل مسیح میں بہت کچھ اضافہ ہوا۔ کیونکہ اسکندر نے یہ سب فلسفے پھیلانا شروع ہوا اور علم ریاضی اور حساب و کمیت  
وغیرہ میں بہت کچھ ترقی ہوئی۔ لیکن بطلمیوس کے زمانے کے بعد قبل دوسری صدی فلسفے کا رواج سیاست کے لئے  
دیا۔ اور تمام خیالات علوم و ادب کی طرف جمع ہو گئے۔ اور فلسفے میں کثرت - کرامت و اشراق - داخل ہو گیا اور کئی صدی تک یہی فلسفہ  
چار چلایا۔ آخر کاشان دروم کے علم سے فلسفے کی تعلیم بند کر دی گئی۔ اور خلافت مملکت نکال دیے گئے۔ اس کے بعد فلسفے میں جو ترقی ہوئی اور  
محققانہ تصویب ہوئے وہ محمد اسلام سے متعلق نہیں بلکہ کئی طرح کے فلسفے ایک دوسری معنوں کی عزت ہے۔

روز بروز بڑھتا گیا چنانچہ ماسر جو یہ یہودی تھا جو دربار امیر معاویہ میں ایک معزز درجہ رکھتا تھا۔  
علامہ ابن ابی صبیحہ لکھتے ہیں کہ۔

<p>ماسر جو یہ طیب بصرہ نے کتاب ابن قس سراینی سے عربی میں ترجمہ کی۔ یہ طیب یہودی تھا۔ ادھمک شام میں رہتا تھا۔ سلیمان بن حسان المعروف بابن جلیل کی روایت ہے کہ ماسر جو یہ بنی امیہ کے عہد سلطنت میں تھا۔ اسی زمانے میں اس نے کتاب ابن کاتر جو سیرانی سے عربی میں کیا۔</p>	<p>ماسر جو یہ متطب البصرۃ وهو الذی نقل کتاب اہران من السیرانی الی العربی وکان یہودی المذہب سیرانی وقال سلیمان بن حسان المعروف بابن جلیل ان ماسر جو یہ کان فی الایام نبی امیہ واندتولی فی الدوالروانیۃ تفسیر کتاب اہران بن اعین والصریۃ</p>
---	--

حاشیہ اے چونکہ مسلمانوں میں یہودی اور نصرانی اہل کسب سے علوم و فہم کا رواج ہوا تھا۔ اسلئے ہم اس میں ان  
علماء و حکماء کی کمال عزت کی باقی مٹی۔ اور کوئی بڑے سے بڑا عہدہ اور منصب ایسا نہیں تھا جو ان لوگوں کو دیا گیا ہو اور  
مرتبہ اسی پر رکھنا تھا جتنا کہ تمام امیر معاشرت میں مسلمانوں اور غیر قوم کے حقوق سادی تھے۔ مذہبی مصلحتوں کے سوا اور  
اور کتابت تک ان لوگوں کے قبضے میں تھے۔ چنانچہ ابن سروان میسائی عبدالملک بن مروان کا کاتب تھا اور بنیادوی۔  
جلال بن یوسف کا مصاحب خاص تھا۔ مجتہد شریعہ اور جلیل میسائی خلیفہ ماروان الرشید کے عہد میں وزیر  
وزیر اور اقتدار رکھتے تھے۔ بڑے بڑے فوجی آدمی عہدہ داروں کی ہڈیوں انھیں کے ذریعے سے ٹپٹے تک پہنچتی تھیں۔  
بعد ازاں بنی ساسر کے ذیل کالج کے پروفیسر اکثر یہودی طیب تھے۔ بڑے اہل انقیاس و تقویٰ کے نہ تھے بلکہ متعصب  
بنان عیسائی کہ یہ عزت حاصل بھی کہ خطہ کے تمام فرامین سلویہ کے دستخط سے جاری ہوتے تھے۔ مگر متعصب سلویہ کو قاضی القضاۃ  
بڑھ کر دیتا تھا۔ تاہم ان لوگوں کی انصاف پسندی علی قدر وہانی اور بلا تشبیہ کے منصف حالات دیکھا چاہیں تو عوام ان کا  
ملاحظہ فرمائیں جس میں ان حکماء کی منصفی سن غری ہے۔

وحدہ عمر بن عبد العزیز فی خزائن  
الکتب فامروہ باخرجہ وضعہ فی  
مصلاہ واستخار اللہ فی اخرجہ  
المسلمین للاندفاع بہ فلما تم لہ  
فی ذلک اربعون صبا حارجہ  
الی الناس وبشہ فی ابدیہم

حضرت ابن ابی شیبہ نے کہا: یہی وجہ تھی کہ  
میں نے حکم صادر فرمایا۔ اور مسلمانوں کے نفع  
کی غرض سے استخارہ کیا۔ جب چالیس  
دن استخارہ کو ہو چکے تو پھر کتاب کو  
شائع کر دیا اور لوگوں کے ماتہ میں  
رہے دیا۔

امیر معاویہ کے بعد خالد بن یزید بن معاویہ (الموتی شہر حرثی)  
**خالد بن یزید کا علمی نام** کے زمانے میں پھلی کوششوں پر خاص توجہ کی گئی اور  
ترجمے کی بنیاد ڈالی گئی۔ چنانچہ شمس العلماء مولانا شبلی نعمانی تحریر فرماتے ہیں کہ جس  
اولیت کا تعلق مورخوں نے منصور عباسی کے لئے تجویز کیا ہے۔ انصاف یہ ہے کہ اس کا  
مستحق خالد تھا۔ کیونکہ خلفاء اسلام میں سب سے پہلے جو خلیفہ حکیم کے معزز لقب سے  
پکارا گیا وہ خالد ہے، علامہ ابن الندیم تحریر فرماتے ہیں کہ خالد خود فاضل تھا اور بلند ہمتی کے  
ساتھ علوم سے خاص محبت رکھتا تھا۔ جب اس کو صنعت کا خیال آیا تو یونانی فلاسفوں  
کو جمع کیا جو مصر میں رہا کرتے تھے۔ اور فصیح عربی بولتے تھے۔ ان لوگوں کو اس نے حکم دیا  
کہ علم صنعت میں جو کتابیں یونانی اور قبطی زبانوں میں ہیں ان کے ترجمے عربی زبان میں  
کریں۔ چنانچہ علامہ ابن خلکان لکھتے ہیں کہ . . . . .

حاشیہ: یہ ترجمہ تیس سالانہ مجموعہ ابن خلکان جلد اول صفحہ ۱۱۱



ابوہاشم خالد بن یزید بن معاویہ	خالد بن معاویہ کا پوتا متوفی ۷۰ھ۔
بن ابی سفیان لاموی متوفی ۷۰ھ	تقریباً ۷۰ھ میں سب سے زیادہ اہم علم و فن تھا۔
حکام بن اعلم قریشی بفتون العلم	کیبیا اور طب میں اس کی تعینیت ہے۔ ہر وہ علم میں
ولد کلام فی صنعة الکیہما والطب	اعلیٰ درجے کا کمال رکھتا تھا۔ اور یہ تصنیفات اسکی
حکام بصیر بھذا العلمین متقنا لہما	لیاقت اور ضیلت علمی پر دلالت کرتے ہیں۔
ولہ رسائل دالہ علی معرفۃ وبراعۃ	اس نے ایک رومی راہب سے جس کا نام ریانس
واخذ الصنفۃ عن رجل من الرهبان	دریاض تھا علم صنعت حاصل کیا تھا۔ اور طب بھی
یقال لہ ریانس الرومی	اسی حکیم سے پڑھی تھی۔

خالد کی تصنیفات ابن الدیم کے زمانے تک موجود تھیں اور خود مورخ مذکور نے جن کی سیر کی ہے وہ کتاب الحرات۔ کتاب الصنیفۃ الکبیر۔ کتاب الصنیفۃ الصغیر ہیں۔ اس عہد کا مشہور مترجم مصطفیٰ تھا۔ جس نے دیگر مترجمین کی اعانت سے صنعت وغیرہ کی کتابیں یونانی سے عربی میں ترجمہ کیں تھیں۔ مستند شہادتوں سے پایا جاتا ہے کہ علاوہ

عاشیہ نے اسماء النقلة اصطفیٰ القدامی نقل محمد بن یزید کتاب الصنفۃ وغیرہ کتاب الصنفۃ

عہ وکان خالد بن یزید بن معاویہ بھی حکیم آل مروان فاضل فی نفسہ لہ ہمت و محبتہ العالم خطر ببالہ الصنفۃ فاحضرہ جماعۃ من الفضلاء فامرہم بنقل الکتاب فی الصنفۃ من الیونانی الی العربی وھذا اول ما نقل نے اسلام۔ یعنی خالد کو حکیم آل مروان کہتے تھے یہ خود ہی عالم و نام دست تھا۔

مبادل میں صنعت کا خیال آیا۔ تو اس جماعت فلسفہ کو جو اس کے پاس موجود تھی کم دیا۔ یونانی سے عربی میں صنعت کی کتابیں ترجمہ کریں۔ چنانچہ اسلام میں جو پہلے پہل ترجمہ ہوا وہ یہی تھا۔

اصطفا کے اور بھی ایک جماعت فلاسفہ کی خالد کے پاس موجود تھی لیکن افسوس ہے کہ ان کے ناموں کے متعلق ہماری واقفیت محدود ہے۔ بعد خالد کے پھر چنباں توجہ فلسفہ پر نہیں ہوئی یہاں تک کہ ۱۳۲ھ میں بڑا مشیہ کی حکومت کا خاتمہ ہو گیا۔ لیکن علمائے جو سلسلہ تالیف اور تصنیف کا جاری ہو چکا تھا وہ بدستور ترقی کرتا رہا۔ اور اشعار عرب۔ لغت۔ انساب۔ ایام العرب۔ غزوات۔ سیر۔ تفسیر۔ حدیث۔ فقہ۔ اور کلام وغیرہ کے متعلق کافی سرمایہ پیدا ہو گیا اور مکمل حالات عمدہ منصور لیکن جو علمی ترقی عمدہ منصور سے اب تک ہوئی تھی وہ حقیقت میں آئندہ کامیابی کا ایک مختصر دیا چھتی۔ اس لئے بھی کہ جی نے مارون الرشید کا ذوق و شوق دیکھ کر فنون فلسفہ کے تراجم اور مفید علوم کی اشاعت پر خاص توجہ کی اور ایک عالیشان محکمہ ترجمہ قائم کیا جس کا نام ”بیت الحکمتہ“ تھا۔ اس محکمے میں یہودی۔ عیسائی۔ پارسی۔ اور ہندو عالم ترجمہ پر مقرر تھے۔

**بیت الحکمتہ** جو ہمیشہ خند۔ یونانی۔ شامی۔ اور سنسکرت کی کتابوں سے فنون حکمت اور قدیم یونانی طب وغیرہ کے ترجمے کیا کرتے تھے۔ اور یہی ترجمے ملک میں شائع ہوا کرتے تھے۔ یہی برکی نے فارسی تصنیفات پر سبب فارسی الاصل ہونے کے اگرچہ زیادہ توجہ کی لیکن دیگر زبانوں کی طرف بھی کچھ کم متوجہ نہیں ہوا۔

چنانچہ یہی پہلا شخص ہے جس نے ہندوستان میں قاصد بھیجے اور بڑے بڑے نامی پندت اور حکیموں کو دربار میں بلایا ان میں سے

**ہندوستانی علمی  
خزانے مہیا کرنا**

سنکھ اور صلاح رسالی بن بہا مشہور پٹت ہیں۔ جو ترجمے پر مقرر تھے۔ ان پندتوں کے ذریعے سے ہندوستان کا بہت بڑا علمی سرمایہ بیت اکلوتہ میں پہنچا۔ اور غالباً جب ان عیسائیوں کی اسلامی سلطنت میں اس قدر عزت افزائی ہوئی تو اور بھی نامی پٹت ہندوستان سے بغداد پہنچے جن میں سے کنکھ۔ صنہمل۔ شناساق۔ جو در بہت مشہور ہیں۔ ان عیسائیوں نے ہندوستان کے نامی اطباء اور حکما کی تصنیفات کو فارسی اور عربی میں ترجمہ کیا۔

نہایت افسوس ہے کہ بیت اکلوتہ کے حالات میں کوئی مستقل کتاب نہیں لکھی گئی جس سے

منکھ نوٹ لے یہ فلیسوت علم طب اور حسن حال میں مشہور تھا۔ علاوہ علم لغت اور علم ہندیہ کے فارسی و عربی خوب جانتا تھا۔ کتاب اخبار الخلفاء البرکات میں لکھا ہے کہ اردن ایک دہر کسی سخت عارضے میں مبتلا ہو گیا۔ اور کسی طبیب کے علاج سے فائدہ نہ ہوا۔ تب ابو مرزا لاہجی نے کہا کہ ہندوستان میں سنکھ نامی ایک مشہور طبیب ہے اگر اس کو طلب کریں تو اس کے علاج سے عجز و شفا ہو جائے گی۔ چنانچہ ہندوستان سے یہ نامی طبیب بلایا گیا۔ اور اس کے علاج سے فائدہ ہو گیا۔ سنکھ سے فارسی میں اس حکیم نے بہت کتابیں ترجمہ کیں ہیں۔

صلاح بن بکر راغشٹن صاحب نے اس کا نام سال لکھا ہے، ہندوستان کے عالموں میں ایک مشہور شخص تھا۔ حالات سے پھر سے طور پر وقت تھا۔ یہ بھی اسی زمانے میں ہندوستان سے آیا تھا۔ اس طبیب کا ایک معرکہ کا علاج جو متعلق امرا و بیگم جیسی شوہر شہزادی عہد کے ہے حالات جعفری کی میں تحریر ہو گا۔

کنکھ ہندوستان کے اعلیٰ عیسائیوں میں سب پر مانت تھا۔ علم طب میں اس کو بڑا کمال تھا۔ ادویہ کے خواص اور طبی ایضات سے ماہر تھا۔ علم نجوم اور میت میں بھی اس کی شہرت تھی۔ چنانچہ ابو مشرخی نے کتاب الاوقات میں لکھا ہے کہ اسے ہند میں کنکھ علم نجوم میں سب سے مقدم ہے۔ اس کی تصنیفات سے فو ذاری الاطار و اسرار الالہیہ والقرآنات الخیر والقرآنات الصغیرہ کتاب بنی الترمذی و کتاب بنی الامداد عالم والدور نے القرآن۔ اور قرابا وین و صبح عربی میں تلاش کئے ہیں مشہور ہیں علاوہ طبابت کے ترجمے کا کام بھی اس کے سپرد تھا۔ الفشن صاحب نے تاریخ ہند میں اس کا نام سنکھ لکھا ہے مالا کا وہ دوسرا حکیم ہے۔

یہ بھی ہندی طبیب ہے۔ علم نجوم خوب جانتا تھا۔ اس کی تصنیفات میں سے کتاب ہوالید ابو مشرخی ہے۔ صنہمل جو صنہمل کے اس وقت ہندوستان میں جو علم طب اور نجوم کے ماہر مشہور تھے وہ باکھر۔ نام رکھ کر داہر۔ انکر۔ زکھل۔ جسر۔ اندی۔ جاری۔ ہیں۔ انہیں کی تصنیفات پر اس زمانے میں علم نجوم و طب بخیر تھا۔

تراجم کی تفصیل اور مرتبہ جم کے حالات معلوم ہوتے۔ مگر تاہم تاریخوں میں تلاش کرنے سے چند کتابوں کا پتہ چلتا ہے جو خاص تبحر کی برکتی کے حکم سے ترجمہ ہوئیں یا دیگر مترجمین نے خود ترجمہ کر کے بطور تذکرہ کی سہجی کے سامنے پیش کیں مختصر حالات ذیل کے نقشے سے معلوم ہونگے۔

ترجمہ	نام کتاب جس کا ترجمہ ہوا یا تالیف و تصنیف ہوئی	نام مصنف یا مترجم	مختصر حالات
۱	کتاب المنثور	الحیاط	علم نجوم میں مشہور کتاب ہے جس کو سہجی کے خاص
۲	کتاب السعد	ششرت ہندی	نجوم الزمان کی سہجی کے واسطے تصنیف کیا تھا کتاب الفہرست فن طب میں طبیب ششرت ہندی کی تالیف کتاب دس مقالوں میں جس میں مباحثہ کے علاوہ مباحثہ بحث کی ہے سہجی کے حکم اور یہ علاوہ مباحثہ بحث کی ہے سہجی کے حکم سے منسلک ہندی نے جبکہ وہ بیمارستان خانہ میں مقرر تھا اسکو ہندی سہجی میں ترجمہ کیا

بقیہ حاشیہ: داکٹر تصنیفات انیس ہندی طبیعوں کے ذریعے سے عربی میں ترجمہ ہوئی ہیں۔  
شائق: اس ہندی طبیع کے ساجات مشہور ہیں۔ علاوہ طب کے علوم حکمت سے واقف تھا اور علم نجوم میں خاص کام کیا  
تاریخ: اس کے علاوہ ذوال تاریخوں میں منقول ہے اس کی تصنیفات میں سے کتاب السعد و کتاب الفہرست و کتاب  
منتقل ہو رہے ہیں۔ اس پچھلی کتاب میں راجا بادشاہ کے واسطے نائے معینہ صاحب ہیں انیس کیا جاتا ہے کہ اس کا  
نام سنگھ ہے جو عربی میں شائق ہو گیا ہے  
جو در ہندوستان کا مشہور فاضل اور طبیب ہے۔ اس کی علوم حکمت میں بھی تصنیفات ہیں۔ اور کتاب الہدایہ مشہور  
ہے جس کو عربی میں ترجمہ کیا گیا ہے۔ افکار طبقات اطباء۔ اب دوادوم منطلق طباط ہند صفحہ ۲۲-۲۵۔

۳	قرابین	کنکھیری	کنکاش و قرابین اصل میں اہرون العتس حکیم کی تصنیفات سے ہے جو سریانی زبان میں تھی۔ اول موان کے زمانے میں حکیم مامرجیہ یہودی نے جو بصرے کا رہنے والا تھا عربی میں ترجمہ کیا پھر یحییٰ کیوسطہ کنکھ نے اس کو مختصر کر کے بطر جدید تیار کیا۔ رطبقات الاطباء کتاب الفہرست
۴	کتاب محمد بن الیث	محمد بن الیث	اس کتاب کا اصلی نام معلوم نہیں کر کیا تھا لیکن محمد بن الیث نے قوی کمی برکی کا مرثیہ تھا۔ اعضاء و ارجاء اور اس کے متعلق جو کھیل ہیں ان کے علامات میں کتاب خاص بھیجی کے واسطے تصنیف کی تھی (کتاب الفہرست)
۵	کتاب العطر		اس کے مصنف کا نام معلوم نہیں لیکن عطریات کی تشریح و اسکے اقسام میں جو کتاب لکھی گئی ہے وہ یہی تھی جو خاص بھیجی کے واسطے تصنیف کی گئی چنانچہ عطریات کی ایک اور عطر ہے (کتاب الفہرست)
۶	کتاب الجوامع	قاضی ابویوسف	قاضی ابویوسف نے یحییٰ کے واسطے یہ عجیب و غریب کتاب تصنیف کی تھی۔ بظاہر یہ ایک کتاب تھی لیکن چالکیوں پر شامل تھی۔ جن میں لوگوں کے باہمی اختلاف اور ان کے اختلاف رائے پر بحث کی ہے۔ (کتاب الفہرست)

بطلموس یونانی نے علم ہیئت میں یہ منظر کشی تصنیف کی ہے۔ باعتبار عظمت اور کثرت فوائد کے یونانی زبان میں اس کا نام جیسیٹن ٹینس مشہور ہوا لیکن عربی خواد پر چڑھ کر اس کا نام محبطی ہو گیا۔

یونانی زبان سے اس کتاب کے بہتے ترجمے ہوئے لیکن ان میں سے سب زیادہ مقبول تین ترجمے ہیں سب سے پہلے سخی برکی نے حکم دیا کہ اس پر عظمت کتاب عربی میں ترجمہ کیا جائے چنانچہ ترجمہ ہو گیا۔ اور بعد میں متعلقات اور تفسیریں لکھی گئیں۔ یہ تفسیریں محض اسلئے ابوحیان و حکم نے جو بیت الحکمت کے مہتمم تھے اسکی عمدہ تشریح کی۔ اس کتاب کے جس قدر ترجمے ہوئے ہیں ان میں سے حجاج ابن مطر اسحاق وثابت کے ترجمے مقبول اور مستند ہیں غلیفہ مامون الرشید کے زمانے میں پھر اس کتاب پر خاص توجہ کی گئی اور اسکے حکم سے حنین بن اسحاق نے بھی ترجمہ کیا۔ اور حجاج بن یوسف وثابت بن قرقہ نے زوائد سے پاک کر کے خلاصہ لکھا اور یحیٰ بن بیرونی نے اس کا اختصار کیا (کتاب الفہرست)

بطلموس

بطلموس

مخطوط

مخطوط

۸	کتاب السموم	شائق ہندی	یہ کتاب پانچ مقالوں میں ہے۔ منہ ہندی نے باغات اوجاتہ ملحقہ پختی کے حکم سے ہندی فارسی میں ترجمہ کیا پھر خلیفہ مامون الرشید کے حکم سے عباس بن سعید الجوری نے عربی میں نقل کیا طبقات الاطباء ابن ابی صیدہ جلد ۳۳
۹	کتاب سبرک	سبرک	یہ کتاب بھی اول ہندی سے فارسی میں ترجمہ ہوئی پھر عبداللہ بن علی نے فارسی سے عربی میں ترجمہ کیا
۱۰	کلید و منہ	عبداللہ بن المقفع	یہ کتاب جس کا نام حکایات بید پادشہ پادشہ ہے۔ س سے پہلے ہندی زبان سے پہلوی میں حکیم برزوی نے نو شیروان کے لئے جو کہ عہد سلطنت ۲۱۱ء سے ۹۷۰ء میں ہوئی تک تھا ترجمہ کی تھی۔ پھر اسکا ترجمہ عربی میں عبداللہ بن المقفع نے کیا اور شخص اس کا ترجمہ منہ و کا کتاب تھا۔ اسکا پ جس کا نام دادیہ تھا کہ تھا۔ اور ولایت فارس کا عالی نعل کی علت میں اسکا مائتہ شش کے میں کیا گیا اور اس حد سے خشک ہو گیا جس کی وجہ سے اس کا نام المقفع پڑ گیا اور اس کا ترجمہ عربی میں بھی برکی کے حکم سے ۱۶۵ء میں کیا گیا۔ عبداللہ بن ہلال ہمدانی نے پہلوی سے یہ ترجمہ کیا تھا۔ حاجی خلیفہ کشف الطنون

میں لکھتے ہیں کہ اس ترجمہ کو سہل بن زبخت حکیم نے  
 یہ بھی کے لئے نظم کیا جس کا صلہ اس کو ایک ہزار دینار ملا۔  
 لیکن شمس العلماء مولوی سید علی ہگڑامی بی۔ اے۔ بی۔  
 ایل نے اس کو چوبیس جو کلیلہ و منہ کی تاریخ پر راجح بن تعلیم  
 مسلمانان محمدن جو کیشٹل کانفرنس منعقدہ دسمبر ۱۹۰۹ء  
 بمقام علیگڑھ دیا ہے اس ترجمے سے انکار کیا ہے اور لکھا ہے  
 کہ حاجی خلیفہ نے محض فرضی نام اس کا لکھ دیا ہے نہایت  
 افسوس ہے کہ اصل نسخہ سنسکرت اور ترجمہ پہلوی دونوں  
 ہیں اور آج علی دنیا میں جس بقدر ترجمہ کلیلہ و منہ کے موجود ہیں  
 صرف اسی عربی ترجمے کے طفیل ہیں ہیں دوسری ترجمہ عربی سے  
 سریانی میں بھی ایک ترجمہ ہے میں ہوا ہے اور بقول مولانا سید  
 ہگڑامی کے سریانی اور ترجمہ عربی دونوں بھائی ہیں یعنی دونوں  
 کی اں پہلوی ہے لیکن اس قدر فرق ہے کہ سریانی بھائی بالکل  
 گھٹنا مہ بڑھائی کے عربی بھائی کی کثرت کے لاد ہوئی اور کچھ بیٹے  
 پوتے اور پڑاوتے تک نام و تکرار میں بہت بڑھ چلا ایشیا اور ان  
 اقطاع عالم پر جہاں ان ملکوں کی زبانیں گن فیاض ہیں ان کے شجرے جو پڑ  
 کس طرح مرتب کیا ہے کلیلہ و منہ کی سوانح عربی ہے بعدین سلووم کی





علامہ کتب مذکورہ بالا کے جو خاص کتبھی کے حکم سے ترجمہ ہوئیں یا بطور نذر کے ترجمہ میں پیش کیں  
قیاس سے معلوم ہوتا ہے کہ کتب فیل بھی ہندی حکیموں نے خاص کتبھی کے اشارت سے جو کی ہوگی اور وہیں

نام کتاب	مختصر حالات
کتاب بیان	اس کتاب میں صرف چار سو امراض کی علامتیں اور شناخت لکھی ہیں
سندھشال	یہ کتاب بھی طب میں معلوم ہوتی ہے۔
کتاب تفسیر شالغفار	یہ کتاب نباتات اور دواؤں کی بوٹیوں کے متعلق ہے۔
اسانکار الجامع	
کتاب علاج الجبالی الہند	
کتاب مختصر العقاقیر	
کتاب نفیقل	ایک تیس سو امراض کے علاج لکھے ہیں
کتاب فی النسا	
کتاب اسکر الہند	
کتاب راس الہند	سانپوں کے اقسام اور اسکے زہر کی تشریح ہے۔
کتاب ہرم فی الہند	یہ کتاب ابی قیل ہندی کی تصنیف ہے۔

ایک طواغی فرست کتب ترجمہ کی لکھی جاسکتی ہے۔ لیکن ناظرین کو معلوم رہے کہ ہماری تاریخ برکت سے متعلق ہے لہذا جو کتابیں خاص  
یحییٰ سے تعلق رکھتی ہیں۔ وہ صحیح کی گئی ہیں۔ ورنہ محمد مامون الرشید میں اس نگر میں بہت زیادہ ترقی ہوئی ہے۔



علاء الدین بن زبید۔ حضرت عمر بن عبدالعزیز کے زمانے میں جابجا کتب خانے قائم ہو گئے تھے جسکی مثال عباسیہ میں مستقل طور پر کی گئی۔

اور یحییٰ برمکی جو علوم یونانی اور ہندی کا وارث تھا اس کا کتب خانہ تو عظیم الشان تھا۔ ابو عثمان بن عبدیحمی ان خطاط کا قول ہے کہ ”جس قدر کتابیں یحییٰ کے کتب خانے میں تھیں کسی بادشاہ کے پاس اس قدر نہ ہونگی۔ ہر کتاب کے تین تین نسخے موجود تھے۔ نامی خوشنویسوں کے ہاتھ کی لکھی ہوئی کتابیں تھیں۔ اور اس وقت کی یہ مشہورات ہے کہ اگر کوئی نیلاب کتاب فروخت ہوتی تو اول یحییٰ کو دکھائی جاتی تھی۔ کیونکہ بجائے ایک کے ہزار درہم دینے والا صرف بیسویں برمکی تھا۔ خلیفہ مارون الرشید کے کتب خانے میں اکثر مشہور کتابیں جو باعثِ زیب و زینت تھیں۔ وہ یحییٰ کے کتب خانے کی تھیں۔ اس کتب خانے میں عربی۔ یونانی۔ قطعی۔ کالامی۔ ہندی۔ کتابیں موم اور فارسی کتابیں خصوصاً مہیا تھیں۔

یحییٰ کا فضل و کمال  
فیض و کمال کے لحاظ سے یحییٰ برمکی جس رتبے کا شخص تھا اسکی

نظیر بمثل مل سکتی ہے۔ لیکن وزارت کے اعتبار سے موزین نے یحییٰ کو علی دربار میں خلفاء و سلاطین کے بعد دوسرے درجے میں جگہ دی ہے ورنہ ایسا کون علم تھا کہ جس میں یحییٰ کو تہنہ ہو۔

شاعری جو علم ادب کا بڑا جوہر ہے اس میں یحییٰ کو ایسا کمال تھا کہ علامہ ابن الدیم نے زمرہ شعرائین یحییٰ برمکی کو جدا گانہ شمار کیا ہے۔ اور شاعری کے

علامہ یحییٰ کے علم ادب کا کمال بھی ماہرینِ سخن کو تسلیم ہے۔ علمی مناظروں کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ قدما اور شعراءِ جاہلیت کے اشعار اس کو بکثرت مستحضر تھے اور سند کے ہر ہر موقع پر جستہ اشعار پڑھا کرتا تھا۔

یحییٰ جیسا خود علمِ دورے کا شاعر اور انشا پرداز تھا۔ وہ

**یحییٰ کے شاعر اور کاتب**

یہی اس کے ارکانِ دولت با کمال تھے۔ القباہی کلتوم بن سلمیٰ

حاشیہ علمی مناظروں میں سے ایک بڑا مناظرہ شریسی شرح مقامات حریری میں تحریر ہے۔ ناظرین اس کو بظاہر دیکھیں جس سے یحییٰ کی ذکاوت، تندرستی، اور معلومات کا خاص اندازہ ہو سکیگا۔ علم اس شاعر کا ایک لطیفہ درج الذہب ہے جو یحییٰ میں راقم ہے۔ جس کو ہم بکثرت تاریخ الاموں سے نقل کرتے ہیں۔ کلتوم قباہی جسکو اپنے علم و فضل پر بڑا ناز تھا اور نجاشی تھا۔ اموں کی پادشہاں کا شہرہ سن کر بخدا پہنچا۔ اور دربار میں حاضر ہوا۔ اموں نے مزاج پرسی کی اور حالات پر پوچھے۔ کلتوم نے اس مضامین اور بر جعتگی سے گفتگو کی کہ اموں بھی حیرت میں۔ دیکھا۔ اور حکم دیا کہ ہزار دینار اس کے سامنے لاکر رکھ دیں۔ لیکن چونکہ حاضر جوابی اور بکثرت سخن کا امتحان ہونا باقی تھا۔ اموں نے اسحاق صلی کی طرف اشارہ کیا۔ کہ کلتوم کو اس فن میں آزمائیے۔ اسحاق نے سامنے آکر مناظرہ گفتگو شروع کی۔ اور عزیزین کا تاربا نہ دیا۔ کلتوم بالکل حیرت زدہ ہو گیا۔ کہ اس بلا کا وہ بین کون شخص ہو سکتا ہے۔ دربار کے قاصد کے موافق پہلے اسے اموں نے اجازت طلب کی۔ پھر اسحاق کی طرف متوجہ ہوا۔

کلتوم۔ آپ کا نام و نسب کیا ہے؟

اسحاق۔ نسب آدمی ہوں اور میرا نام کل جعل ہے۔

کلتوم۔ نسب تو غیر ظاہر ہے۔ مگر نام سے ڈھنگ کا ہے۔

اسحاق۔ کل جعل کلتوم سے زیادہ تعجب انگیز نہیں ہے۔ اور یہ ظاہر ہے کہ بسن سے پیاز بہر حال بھی ہے۔

اس صلی نے کلتوم بھی چوک گیا اور اموں سے درخواست کی کہ ہزار دینار جو مجھ کو انعام میں عطا ہوئے ہیں۔

اسی کو لا۔ لئے جائیں۔ مگر اموں نے کلتوم کا انعام مضاعف کر دیا۔ اور حکم دیا کہ اسحاق کو بھی اسی قدر

عطا کیا جائے۔ عربی میں بسن کو قوم اور پیاز کو جعل کہتے ہیں۔

جس کی بذریعہ سنی اور لطیفہ گوئی مشہور ہے خاص یہی کا شاعر تھا۔ حمید بن مہران اصفہانی۔  
 اور محمد بن لیث اس کے شہد کا تب اور میر منشی تھے۔ خصمہ ما محمد بن لیث بڑے رتبے کا  
 شخص تھا علاوہ کمال علم ادب کے فقیہ بھی تھا۔ (فہرست ابن النديم)

خلیفہ مامون الرشید کے تذکرے میں جن بزرگوں نے  
 مناظرہ اور علمی مجلسیں دارالمنابرہ کے حالات پڑھے ہیں وہ سمجھ سکتے ہیں کہ

ان جلسوں کی کیا حالت تھی اور کیسے علمی تذکرے وہاں ہوتے تھے۔ مامون الرشید  
 نے جس مجلس کو اپنی عہد خلافت میں ترقی دی تھی وہ یحییٰ برکلی کی قائم کی ہوئی تھی۔  
 اور یحییٰ کی اس کمیٹی کا منتظم (سکرٹری) ہشام بن الحكم تھا۔ چونکہ یہ مناظرے اور علمی  
 مجلسیں بالکل ادبی ہیں اس لئے اردو میں ان کا ترجمہ کرنا تکلف سے خالی نہیں  
 ہے۔ اور اگر بطور نمونہ کسی مناظرے کا ترجمہ کیا بھی جاوے تو افسوس ہے کہ عام لوگ اس سے قطع نہیں  
 سکتے

سیبویہ اور کسائی کا مناظرہ ایک رتبے کا ذکر ہے کہ سیبویہ یہ بھی سے ملے یا اتفاق  
 حاشیہ ۱۔ ابو نصر بن عثمان بن قنبرہ مولیٰ بنی حارث لعل سیبویہ علم کا امام تھا۔ شہر مینا دجلہ فارس۔  
 ۲۔ ہنر والا تھا۔ غرض اس نے ایک کتاب ایسی لکھی ہے کہ جس کی نظیر اس کے قبل یا بعد میں نہیں ملتی ہے۔ کسائی اور  
 سیبویہ سے اگر مناظرے ہوا کرتے تھے سیبویہ کے غناییل بن احمد۔ یونس بن حبیب۔ ویسے بن عمر سے پڑھی تھی۔ کچھ اوپر  
 چالیس برس کی عمر میں بمقام شیراز شہرہ میں فوت ہوا۔

۳۔ ابو الحسن علی بن عزمہ بن عبد اللہ بن عثمان بن فروز سہمی کو فی المشہورہ کسائی خود اذیت میں امام  
 شہزادہ امین الرشید کا استاد تھا۔ علم تراءت بھی خوب جانتا تھا۔ اس کی تصنیفات بہت ہیں لیکن کتاب  
 حاتی القرآن۔ کتاب مختصر فی التورکب القراءت۔ کتاب الحمد۔ کتاب التواور الاصر۔ کتاب الحجا مشہور  
 ہیں۔ یہ مشہور ہیں بمقام رے فوت ہوا۔ اور موضع رنجیر میں دفن ہوا۔

سے کسائی اور انھیں بھی وہاں موجود تھے سیبویہ کا ان دونوں سے مناظرہ شروع ہو گیا۔ لیکن باوجود طرفین کی روداد کے مسئلہ منازعہ عریفہ طے نہیں ہوا تب تکھی نے واسطے تصنیف کے یہ معاملہ ابو نعش، ابو ثمار، ابو الجراح، وابو ثروان کے روبرو جو فضائل عرب میں سے تھے پیش کیا۔ لیکن جب ان لوگوں نے اپنا فیصلہ سیبویہ کے خلاف سنایا۔ اور کسائی کو جتا دیا تب تکھی نے اس کے صلے میں کسائی کو دس ہزار درہم مرحمت فرمائے۔ اور اپنی علمی فیاضی سے کسائی کا حوصلہ بڑھا دیا۔ تکھی کے حالات میں اس قسم کے اور بھی نظائر موزین نے لکھے ہیں۔ (فہرست ابن الندیم)

**علم خط کی ترقی** فن خوشنویسی جو اہل علم کے واسطے ایک گرانمایہ جوہر ہے۔ اور تمام ممالک اور قوموں میں جس کی عزت کی جاتی ہے۔ اس فن کی بھی بڑی ترقی ہو چکی اور محض کے وقت میں ہوئی ہے۔ کیونکہ اب تک خوشنویسی کے اصول مرتب نہیں ہوئے تھے یہ تکھی کی توجہ سے احوال محرر نے علم خط کے قواعد مرتب کئے اور کئی قسم کے خط ایجاد کیے۔ چنانچہ اقلام النقال۔ اور قلم الطومار اسی کی ایجاد ہے پھر آگے چل کر امون الرشید کے عہد میں علم خط پر خاص توجہ ہوئی اور پچھلے قواعد پر جدید اضافہ کیا گیا تب تکھی کے عہد وزارت

حاشیہ: ابو الحسن سعید بن مسعود بن نعش۔ مخلا مشہور نام ہے۔ یہ سیبویہ کا شاگرد تھا۔ عروض میں بحر جب اسی کی ایجاد ہے۔ تصنیف اب میں سے کتاب الاوسط (مخبر معانی القرآن) کتاب حافی الشرح۔ کتاب الاستحقاق۔ کتاب البصائر۔ کتاب الملوک۔ کتاب الاموات وغیرہ مشہور ہیں۔ ۲۰۰۰ میں فوت ہوا۔ یہ انھیں اوسط کہلاتا تھا۔ کیونکہ عرب میں در انھیں اور بھی گزرتے ہیں۔ انھیں اکبر کا نام عبد الحمید بن عبد الحمید اور اصغر کا نام علی بن سلیمان تھا۔ ماخوذ از تذکرہ نوابہ فی طبقات الادباء وروضة الادب۔

تک دبذ خلافت کی طرف سے جو لوگ اطراف میں راست ہوتی تھی وہ اول کے قلم سے لکھی جاتی تھی  
 خلافت عباسیہ میں علوم فلسفہ پر جس قدر توجہ ہوئی اس کی نظیر سے تاریخ  
 علم فلسفہ اسلام خالی ہے۔ یہ وہ زمانہ تھا جبکہ مسلمانوں میں بہت سے حکیم اور فیلسوف

ماہرین علوم ریاضی حکمت طب اور دیگر علوم مفیدہ کے جاننے والے موجود تھے۔ اور اس  
 عہد کی خاص تصنیفات نے فلاطون اور ارسطو کے فلسفے کو بھی فراموش کر دیا تھا۔  
 خلافت اور وزارت کے انتساب کو الگ کر دیا جاوے تو فلاسفے کی فہرست میں مامون الرشید  
 اور یحییٰ برمکی کا نام نہایت روشن حرفوں میں نظر آتا ہے اور غالباً اسی فلسفہ پسندی نے  
 یحییٰ کو ذہنی کمزوری کا شکار کیا ہے۔ حقیقت میں یحییٰ کی عمر دانی نہایت حیرت انگیز ہے۔ علم طب۔

نجوم۔ ادب۔ شاعری۔ فقہ۔ اور ہیئت میں وہ مجتہدین فن کے درجے میں شمار ہوتا ہے  
 اور اس کے علاوہ اور علوم بھی تھے جن کو کم و بیش جانتا تھا جس کی تصدیق کتاب الفہرست  
 وغیرہ سے ہو سکتی ہے یحییٰ برمکی اگرچہ جامع علوم تھا لیکن اس کو خاص دلچسپی ہیئت و نجوم سے  
 تھی۔ اور نجوم میں اس قدر کمال تھا کہ ماہرین فن میں شمار ہوتا

علم نجوم اور اس کا اثر تھا۔ جہاں علما۔ شعرا و اطباء کا گروہ دربار میں موجود رہتا تھا۔

ان میں نجوم بھی ہوتے تھے۔ چنانچہ الحیات یحییٰ برمکی کا مشہور نسخہ ہے جس نے کتاب الفہرست  
 خاص یحییٰ کے واسطے تصنیف کی تھی۔ اور غالباً ہندی مکیموں کا اختلاط بھی بڑا سبب نجوم کے  
 شوق کا تھا لیکن بڑی شکل اس فن میں یہ ہے کہ جو اصلی موضوع علم نجوم کہلے وہ ماتھے سے بتا دیتا



ہے اور مصطلح علم نجوم پر انسان کی طبیعت نال ہو جاتی ہے۔ تو ہات بڑھ جاتے ہیں اور ادا  
 ادا لے سکتا ہے۔ یہی حالت تھی کہ ہو گیا تھا کہ انھوں کو اکثر اپنی تقویم  
 دکھلایا کرتا تھا۔ اور بعض اوقات شگون لیتا تھا۔ قیمتی اسباب کی چوری پر نجومی ڈانچہ طیار  
 کرتے اور فال کھولی جاتی تھی۔ حزن و ہب۔ ابو ثمارہ شاعر سے روایت کرتا ہے کہ ایک  
 دن یحییٰ نے علی الصباح بلایا۔ جب میں حاضر ہوا تو عکبوا اپنے ہمراہ لے کر ایک تنگ ستے  
 کی طرف چلا اور چند قدم چل کر ٹھیر گیا وہاں پر ایک مشہور بدکار عورت کا مکان تھا اسے  
 گھر سے نکل کر ازراہ مستخرجی کے گھوڑے کو دو تین کوڑے لگائے اور چل کھڑی ہوئی۔  
 مجھے نہایت تعجب ہوا کہ باوجود پارسائی کے یہ کیا لغو حرکت ہے۔ اور پھر یحییٰ کے ہمراہ وہاں  
 سے روانہ ہوا۔ راستے میں یحییٰ نے کہا ابو ثمارہ تم خیال کرتے ہو گے کہ میں دیوانہ ہو گیا ہوں۔  
 کیونکہ یہ کام تو میں نے دیوانوں ہی کا سا کیا ہے؟ میں نے عرض کیا۔ ماں۔ وزیر کا یہ  
 مفضل میری سمجھ میں نہیں آتا کہ یہ کیا معاملہ ہے۔ ”اچھے بیٹم یہ بدادست یارب یا بے خواب“  
 میری یہ بات سن کر یحییٰ ہنس پڑا اور کہا کہ ”میں نے مہندی کتاب  
 ہندوؤں کے شگون میں پڑھا ہے کہ اگر کوئی ہم درپیش ہو اور اس کے انصرام کی  
 قیمت سے گھر سے نکلے۔ اگر کوئی ایسا معاملہ پیش آوے جس سے طبیعت کو مسرت ہو تو سمجھنا  
 چاہئے کہ مراد برائی ہوگی۔ اگر برعکس ہو تو صبر کرنا چاہئے۔ میں نے یہ شگون آج اتھان کیا ہے دیکھئے  
 کیا نتیجہ ہوگا اس معاملہ کو کسی سے نہ کہنا کیونکہ یہ بظاہر رسوائی کی بات ہے“ میں خاموش ہو کر  
 ایک ہفتہ بعد میں نے دریافت کیا تو وزیر نے کہا ماں وہ کام تو ہو گیا مگر مجھے اب تک نہ آتا ہے۔

یعقوب بن اسحاق۔ عیسیٰ بن موسیٰ بن یحییٰ سے روایت

ابو یعقوب نابینا سے

کرتا ہے کہ ایک دن یحییٰ نہایت غصے میں مل سے باہر نکلا

یحییٰ کا فال دکھلانا

اور ایک غلام کو حکم دیا کہ ابو یعقوب کو حاضر کر دے یہ ایک

عجیب و غریب شخص تھا۔ تمام بغداد میں اس کی ذہانت مشہور تھی۔ بصارت سے محروم

تھا، تھوڑی دیر میں ابو یعقوب حاضر ہوا اور یحییٰ نے حکم دے دیا کہ کوئی بات حیت ذکر

اور سب خاموش رہیں۔ اور اس کو اپنے پاس بٹھالیا اور اس طرح پر گفتگو شروع کی۔

یحییٰ۔ کیوں یعقوب تم بتا سکتے ہو کہ میں نے تم کو کیوں بلایا ہے ؟

یعقوب۔ تھوڑی دیر سکوت کر کے کہاں خدا وزیر کا بھلا کرے ! میں اس لئے طلب ہوا

ہوں کہ مال مسروقہ برآمد کروں۔

یحییٰ۔ ہاں درست ہے یہی کام تھا۔ اچھا بتاؤ۔ وہ کیا چیز ہے۔

یعقوب۔ تھوڑی دیر سوچتا رہا۔ ادھر ادھر کان لگائے کہ کوئی بات کرے تو اس سے

نتیجہ نکالے جب کچھ نہ سنا تو دونوں ہاتھوں سے فرش کو ٹٹولنا شروع کیا حسب اتفاق

کچھ مٹھ اُٹ گیا۔ تو عرض کیا کہ وہ قیمتی جواہر ہے جو ایک قبلی میں رکھا ہوا تھا اور چوری ہو گیا ہے

یحییٰ۔ ہاں سچ ہے۔ اب یہ بتاؤ کہ وہ اس وقت کہاں ہے اور چور کا نام کیا ہے ؟

یحییٰ کے اس سوال پر تھوڑی دیر یعقوب نے سکوت کر کے عرض کیا کہ ”وہ جواہر ایک کتب

کے اندر رکھ کر آبادی کے قریب دفن کر دیا گیا ہے اور وہاں پر پانی بھی رکھا جاتا ہے۔ البتہ

کاغذ نہیں عرض کر سکتا ہوں“

یہ بھی۔ بہت خوب ابھی دیکھتا ہوں۔ تماش کر کے دیکھا گیا تو تھوڑے فاصلے پر دو جگہ ملی اور کھودنے پر وہ چارہ بھی مل گیا۔ یہ بھی کو ابو یعقوب کی فراست پر کمال حیرت ہوئی اور حکم دیا کہ دس ہزار درہم یعقوب کو انعام دینے جاویں پھر پوچھا کہ تمہارا مکان کس جگہ پر ہے۔ یعقوب نے کہا کہ میرے پاس کوئی مکان نہیں ہے۔ یہ سن کر یہ بھی نے حکم دیا کہ ہمارے قریب ایک مکان خرید کر دیا جاوے۔ جب مکان خرید ہو جاوے تو ضروری سامان کے واسطے پانچ ہزار درہم اور دیے جاویں۔

یعقوب۔ وزیر کی فیاضی کا شکر گزار ہوں۔ لیکن میری قسمت میں نہ مکان ہے نہ پانچ ہزار درہم البتہ دس ہزار درہم ضرور ملیں گے۔

یہ بھی۔ یعقوب تمہاری باتیں سن کر مجھے بہت تعجب ہوا اب سچ سچ بتاؤ جو تم نے کہا ہے۔ یہ باتیں تم کو کیسے معلوم ہوئیں اور وہاں تک تمہارا قیاس کیسے پہنچ گیا۔

یعقوب۔ آج جس وقت میں در دولت پر حاضر ہوا تو معمولا جو شور و غل سنا کرتا تھا وہ اہل نہ تھا۔ کوشش کی کہ کوئی بات سنائی دے لیکن میں نے کچھ بھی نہ سنا۔ تب میں نے سمجھا کہ گھر والے سب کے سب خوف ناک ہو رہے ہیں اور سب کو خوف نہیں ہوتا ہے جب تک کوئی قیمتی اور نفیس شے جو محفوظ ہو کم نہ ہو جاوے۔ اس لئے میں نے سمجھا کہ کوئی چارہ رکھنے اور انبان میں تھا وہ کم ہو گیا ہے۔

یہ بھی۔ اچھا میں تسلیم کرتا ہوں۔ اور کہو۔ یعقوب۔ جب میں نے کوئی بات نہ سنی کہ جس سے قیاس کرتا تب میں نے فرش کو ٹھونکنا





بے وقوف مشہور کوراضی رکھتی ہے۔

(۳۴) میں نے ایسا کوئی شخص نہیں دیکھا ہے کہ گفتگو کرنے سے پہلے جس کی ہریت مجھ پر چھائی ہو۔ البتہ اگر وہ شخص فصیح ہے تو میرے دل میں اس کی عظمت ہوتی ہے ورنہ وہ میری نظروں سے گر جاتا ہے۔

(۳۵) اسحاق بن براہیم الموصلی نے کسی غلام کو پکارا اس نے جواب نہیں دیا کیونکہ نے سنا تو یہ کہا کہ ”غلاموں کی بے ادبی اس کے مالک کے علم پر دلیل ہے۔“

(۳۶) جو لوگ ہم سے پہلے تھے وہ ہمارے واسطے قابل اقتدا ہیں۔ اور جو ہمارے بعد آئیں گے ہم ان کے واسطے عبرت ہیں۔ (۳۷) ارباب عقول کی شناخت ہدیہ کتاب۔ رسول سے ہوتی ہے۔

(۳۸) جو لوگ دولت دنیا کے طالب ہیں اگر وہ دمانے کی سختیاں نہ اٹھا سکیں تو پھر اپنے مقصد میں کامیاب ہونے کی شکایت نہ کریں۔

(۳۹) جس شے کا دنیا تجویز کر لیا ہو پھر اس کے دینے میں توقف کرنا غایت درجے کی غلطی ہے۔

حاشیہ: نیکوئی کے وعدہ و انجام اور ایفاء وعدہ کے متعلق مشہور ہے کہ یہ تمام باتیں بہت کچھ تریب لکھی ہے۔ چنانچہ تمام باتیں نثرانی کا یہ مشہور ہے۔ روایت یہ بھی ادا ام اللہ دولتہ یا قی من العارف ماکم یا نثار اہل۔ یعنی اللہ کی کان میں صرف وہ اہل۔ اہل الہا جال و لا یعنی اللہ کی بعد میں یہ بھی کہی جاتی ہے جو یا معنی لوگوں سے گزر کر آئے اسے تو ہمیں بھول جاتا ہے لیکن جو وہ کہتا ہے اسے نہیں بھولتا ہے۔ اسی عنوان کو ایک عجیب شاعر نے اس طرح پراد کیا ہے۔

وفائے وعدہ کہ وہ چون و چین است      خلافت وعدہ نہون کرام را شین ست

وفاہ وعدہ کرم باشد و خلافتش کرم      زلم تا بہ کرم در جہر۔ چہ مائین ست

ہو وعدہ وادی نال بر کرو۔ و چین وفا      بر اسب وعدہ خود نہ کہ آل بہ اترین ست

از شرح مقامات حریری۔ و جامع الحکایات۔ نثر العظمیٰ و لہ الحمد امام ثعلبی صفحہ ۱۴۸

نثر کا یہ و نثر الاداب۔ میرزا ابن خلکان جلد ۲ صفحہ ۲۰۲۔ ۲۰۳ صفحہ ۲۰۲ برقی صفحہ ۱۴۸

(۹) جس راگنی سے طبیعت میں سرور یا رقت پیدا ہو یا رنج و غم کا اثر محسوس ہو وہ تو البتہ راگنی ہے باقی مصیبت اور درد مہر ہے۔

(۱۰) ایک مرتبہ فضل برکعی یحییٰ کے پاس آیا لیکن فضل کی رفتار متکبرانہ تھی یحییٰ کو بہت ناکوار ہوا اور بیٹے سے کہا کہ ”جس شخص میں فیاضی اور علم تکبر کے ساتھ ہو اس سے یہاں بہتر ہے کہ اس میں نخل اور جمل تو وضع کے ساتھ ہوئے۔“

یحییٰ کے دل آدینہ زقرے اور حکیمانہ مقولے جس قدر نقل کئے گئے ہیں ان سے یحییٰ کے اعلیٰ خیالات کا اندازہ ہوتا ہے یحییٰ کی لائف کے متعلق جو ضروری واقعات وہ تھی اس طرح ہم نقل کر چکے ہیں اور بعض حالات ایسے ہیں جو یحییٰ کے متعلق ہیں مگر وہ جھڑبکی کے حالات سے وابستہ ہیں اس لئے اب ہم یحییٰ کی لائف کو اس کی موت پر ختم کرتے ہیں اور بقیۃ انشاء اللہ تعالیٰ کے حالات میں لکھیں گے۔

یحییٰ برکعی نے جس وقت دنیا سے انتقال کیا ہے اس وقت زندگی کے شہر تر ملے کر چکا تھا تیسری محرم سنہ ۱۹۰۰ ہجری میں بمقام رقبہ مار الشہد کی قید میں فوت ہوا۔ فضل برکعی نے اس کے جنازے کی نماز پڑھائی۔ اور نہر فوات کے کنارے روضہ میں دفن کیا گیا۔

۱۔ مسعودی حاشیہ کامل، جلد ۱ صفحہ ۴۴۰۔ توفیقات میں تاریخ فوت بمشربہ مار سنج الش فی مطابق ۴۴۰۔ زوری سنہ ۴۴۰ قریب ہے۔

۲۔ حیات الجنان، دیرری جلد ۱ صفحہ ۶۵۰۔ ابن خلکان جلد ۲ صفحہ ۲۲۵۔ درمشتہ الناکافی فی الرجال والادوار صفحہ ۱۶ مطبوعہ مصر۔

یہ بھی کی اولاد کو  
شجرہ نسب براکو میں بھیجی کی اولاد کے نام ہم لکھ چکے ہیں لیکن ان میں سے جن کو تاریخی شہرت ہے وہ صرف چار ہیں یعنی فضل - جعفر - محمد - موسیٰ۔ انہیں چاروں کی نسبت کسی شاعر کا قول ہے۔

اوکلا دیجی اربعہ کا ربیع الطبائع	یہ بھیجی کے چار بیٹے ہیں۔ جیسے چار عنصر
فہم اذا اختبرہم بطبائع الصنائع	ان کو جانچ کر دیکھ تو وہ حقیقت ہر دوہر حقیقت ہر دوہر کے عنصر ہیں۔

اور انہیں کی نسبت قاضی بھیجی بن اکثم کا قول ہے کہ میں نے مامون الرشید سے سنا ہے کہ کوئی شخص بھیجی بن خالد اور اس کی اولاد کی کتابت - بلاغت - سخاوت - شجاعت - میں برابری نہیں کر سکتا ہے۔ چنانچہ اس کی تصدیق فضل وغیرہ کے حالات سے ہو گی۔



حاشیہ صفحہ ابن خلکان جلد ۳ ص ۳۳۳۔  
عہ مامون الرشید کے زمانے میں قاضی القضاۃ کے درجے پر تراز تھے۔ باوجود حکومت کی شان و شوکت کے چیتو سے مذہبی تسلیم کئے گئے ہیں۔ امام بخاری - و ترمذی - ابن جریر میں آپ کے شاگرد تھے اور فقہ میں بھی کمال حاصل تھا۔ مامون الرشید کمال قدردانی سے آپ کو اپنے برابر تخت پر بگڑ بجاتا اور اسی قابلیت کا نتیجہ تھا کہ عہد قضا سے وزارت اعظم کے درجے پر بھیجے گئے تھے۔ پہلی مرتبہ جب بصرے کے قاضی مقرر ہوئے ہیں۔ اس وقت میں برس کی عمر تھی۔



## دوسرا حصہ

### فضل برکی

### تمہید

**تمہید** اب ہم فضل کا تذکرہ شروع کرتے ہیں۔ ہر عباد یا یہ میر و اس نامور اور دنیا کے مشہور وزیر کا فرزند رشید ہے جس کا نام بھی برکی تھا۔ اور جس کی فیاضی۔ دریا دلی۔ تواضع۔ علمی۔ قدر دانی کے پرفراں اور قابل قدر واقعات سے صفحات تاریخ کو زینت ہے۔ اور مختصر الفاظ میں فضل کی یہ تعریف ہے کہ وہ تیغ اور قلم دونوں کا مالک تھا۔ جس طرح اس کی تلوار کی سطح زمین پر محسوس یا دو گاریں باقی ہیں۔ ویسے ہی اس کی علمی فتوحات کے دفتر آج ہمارے پیش نظر ہیں۔ ابن خلکان کا فضل برکی کی نسبت یہ فیصلہ ہے۔

”فیاضی میں فضل سب افضل تھا اگرچہ بلا فضل اور ذلت میں جعفر فضل پر فائق تھا لیکن بعض سرخوں نے فضل کو عقل و درایت میں بھی جعفر سے افضل مانا ہے اور عتابہ مادر جعفر برکی نے بھی یہی فیصلہ کیا ہے۔ بہر حال زمانہ جاہلیت کو اگر حاتم طائی پر غریبہ۔ تو عہد اسلام کو فضل پر ناز ہے معن بن زائدہ وغیرہ کی فیاضیاں فضل کے مقابلے میں پانسنگ کے برابر نظر آتی ہیں۔ اس قدر معرفی کے بعد اب ہم فضل کو بقاعے دوام اور شہرت عام کے درپیش لاتے ہیں اور خداوند عالم سے دست بردو مانیں کہ یہ دہار مع اپنے اراکین کے ہمیشہ قائم ہے۔ آمین!

یا مارب لا تسلبنی حبھا ابدًا ویرحم اللہ عبداً اقال امیناً

## فضل کی ولادت اور تعلیم و تربیت

پنجشنبہ ساتویں تاریخ مہینہ رجب المرجب ۱۲۷ھ مطابق ۲۵ اگست ۱۸۶۰ء

**ولادت** میں فضل کی ولادت ہوئی اسی مبارک زمانے میں ایک ہفتے کے بعد رسول اللہ بھی بھی عالم وجود میں آیا اقبال کی یاوری سے وہ سامان پیدا ہو گئے جس کی کسی کو خبر بھی تھی کیا کوئی شخص یہ کہہ سکتا تھا کہ فضل مارون کا رضيع ہو گا۔

حاشیہ: علامہ ابن خلکان جلد ۲ صفحہ ۳۰۰ مطبوعہ مصر ۱۲۷۰ھ مطابق ۱۸۶۰ء مصر ۱۲۷۰ھ یہ شریعت میں طبع جاری و ساری ہے۔ جیسا میلے کے عشق میں کامل خدا سیار ہی زبردست شاعر بھی تھا جب میلے کی محبت سے بڑھ گئی۔ اور کھانا پینا چھوٹ گیا وہ تب یاروں کی صلاح سے مجنون کا پاپا اس کو خانہ کعبہ میں لے گیا اور ہدایت کی کہ خدا کی جناب میں دعا کر کے دل سے لیلیٰ کی محبت جاتی رہے۔ مگر اس نے جون بات شروع کی اس کا پہلا شعر ہی تھا۔ یسے اب نہ دیر سے دل سے لیلیٰ کی محبت کو کبھی نہ بھلا اور جب نہ میری دعا پڑی تو میں کسے اس پر اپنی محبت کر۔

سے ترقیات غمگراہ

اور خیزران، مادر مارون الرشید، سی محزون خاتون فضل کی دایہ بنے گی؛ خیزران کی گود میں

ایک طرف فضل ہوتا تھا۔ دوسری طرف مارون۔ دونوں ایک ساتھ دودھ پیتے اور کھیلتے تھے۔ غرض کہ زمانہ ولادت سے سن رشتہ تک فضل کی پرورش

**رضاعت**

مثلاً شہزادگانِ خلافت عباسیہ کے ہوئی۔ اور فضل کے بچپن کا زمانہ حقیقت میں اس کے آئندہ زمانے کا آئینہ تھا۔ مبصرینِ خوبی سمجھتے تھے کہ کچھ دنوں بعد یہ ہلال ملک میں بدکال ہو کر چمکنے والا ہے۔ اور دراصل ایسا ہی ہوا بھی۔ طبقہ و ذرائعِ محسّس قدس شہر خاندانِ دینیہ

گزرے ہیں ان میں سے یہ خصوصیتِ براکہ کے تھے میں تھی کہ خلافت عباسیہ کی ایک محترم خاتون فضل کی دایہ بنے گی۔ فضل کے واسطے خصوصاً اور براکہ کے واسطے عموماً اس سے

زیادہ اور کیا فخر ہو سکتا ہے؛ کہ خیزران اس کی مادرِ مہربان اور مارون جیسا طیل الشان خلیفہ اس کا برادرِ رضاعی تھا جس زمانے میں فضل پیدا ہوا ہے۔ اس وقت خالد برکمی (دوا)

موصل کی حکومت پر متمنا تھا۔ اور کجی (ابا) بھی آذربایجان کا والی تھا۔ غرض کہ وہ تمام مسلمان

حاشیہ سے یہ زبانِ نایت فقیل اور ذی علم و عزت تھی۔ دنیاویات۔ شو۔ ادب سے اچھی طرح ماہر تھی۔ امام احمدی سے علم حاصل کیا تھا۔ اور اسی تعلیم و تربیت کا نتیجہ تھا کہ ہادی و مارون کے ابتدائی عہدِ خلافت میں کل سلطنت پر مگرانی کرتی تھی۔ خلیفہ ہادی عباسی نے ایک لاکھ درہم میں خرید لیا تھا۔ جو کہ افسوس و ہمالِ حرم کی تمام کنیزوں میں بڑھ کر تھی۔ اس وجہ سے ہادی کو غلامتِ محبوب تھی۔ فیاضی میں ضربِ الشل تھی۔ درہ از سہ ہر وقت عام سالکوں کا مجمع رہتا تھا۔ بیشمار تھے۔ میں حج کو روانہ ہوئی اور کہ منظر میں ایک عہدہ قیام کیا اور عربوں کو اپنی فیاضی سے لالال کر دیا۔ ۱۱۰ھ ہادی الشافعی یومِ دوست شہدِ مطابق ۶۶۔ اکتوبر ۸۷۵ء کو انتقال کیا۔ مارون الرشید نے بھی تابوت کو اٹھایا۔ اور مقابرِ قریش میں دفن کیا۔ توفیقات والہ الشہر سیدہ زینب ص ۱۸۰ مطبوعہ مصر۔

ہیاتے جو ایک خوش نصیب بچے کی پرورش کے واسطے درکار ہوتے ہیں۔ جب فضل کی ولادت کی شرا کو اطلاع ہوئی اور انھوں نے یہ سازو  
**رضاعت پر شعرا کے خیالات** سامان دیکھے کہ فضل ورشید دونوں ایک ہی بی بی گو  
 میں مکمل ہے۔ ہیں تو مختلف عنوان سے اس مضمون کو نظم کیا۔ سلام اللہ تعالیٰ کہ کتاب ہے۔

اصحاب الفضل والخليفة هراو	فضل اور خلیفہ ہارون الرشید۔
رضیعی لبان خیر النساء	دونوں نے اس عورت کا دودھ پیا جو شرف النساء

مروان بن ابی حفصہ نے اسی مضمون کو دوسرے الفاظ میں اس طرح پرا د کیا ہے۔

کفی لك فضلا ان افضل حرة	بیری فضیلت کے یہی ہیں کہ سب شریف تر خاتون نے
-------------------------	--

حاشیہ: سلطان سالم بن مرین ہارون بن علی بن عبد اللہ بن عباس کا شاعر تھا۔ تحصیل علوم و فنون کے بعد پرورش  
 نکلی ہے جب اس کو سخت مجبور کیا اور اس کی حالت بہت تباہ ہو گئی۔ تب نہ وہ پارسانی چھوڑ کر دمشق و حمص اختیار کیا۔ اور  
 مذہب سے اس قدر دور ہو گیا کہ قرآن مجید زراعت کر کے طنبورہ خرید لیا۔ اور گانا بجانا شروع کیا۔ اسی وجہ سے لوگ اس کو  
 عمار کہتے تھے۔ فن شریں کا فن تھا۔ بشار بن برد شاعر کا شاگرد تھا۔ ہمدی عباسی نے ہارون بن ابی حفصہ کے قصیدے  
 کے برابر اس کو بھی ایک لاکھ سو سو قصیدے کا صلہ دیا تھا۔ ہر دو شعرا کے قصیدے کے مطلع یہ ہیں اور یہ تصانیف تذکروں

میں موجود ہیں مروان طرقتك نرا الترة میر حیا لھا  
 سالم حصار الرحیل و مشلات الاھل حاج

اور جب خلیفہ ہارون الرشید نے حمزا میں کے واسطے بیت لی ہے تو زبیرہ خاتون نے اس کے قصیدے کے سطر میں ہوتوں  
 سے سزا دی تھا۔ چنانچہ یہ سوتی بی بی ہزار دینار کو فروخت ہوئے تھے۔ شرک جہلیت کا حکم اس کو بہت یاد تھا۔ خلیفہ ہارون  
 کے عہد میں پینچیم میں انتقال کیا اور ۳۹ ہزار دینار تر کے میں چھوڑے۔ جو کھ لاوارفت ہوا۔ اور کوئی وارث بھی نہ  
 تھا۔ اسی وجہ سے ابراہیم الوصلی مثنوی کو اس کے سوال پر ایک دن خلیفہ ہارون الرشید نے کل رقم انعام میں دیدی۔  
 جو اے المشرقتی کے پاس آتا مجمع مثنوی۔ دوحۃ الادب صفحہ ۸۰ و ابن خلکان صفحہ ۱۹۰۔ جلد اول۔  
 دیکھ لالہ اثر یہ شعر اور الجواب کہ ہے۔

عَدَاتِكَ بِنْدِی وَالْمُخْلِیْفَةُ وَاحِدٌ	تجکوار خلیفہ کو ایک ہی چھاتی سے دودھ پلایا
لَقَدْ زَنَتْ یَحْیٰی فِی الْمَشَاهِدِ كُلِّهَا	تو نے ہر موقع پر پیچھے کا نام روشن کیا
کَمَا زَانَ یَحْیٰی خَالِدًا فِی الْمَشَاهِدِ	جس طرح یحییٰ نے ہر موقع پر خالد کا نام روشن کیا تھا

جس طرح فضل نے خیزران کا دودھ پیا۔ اسی طرح رشید نے زبیدہ و فضل کی مال کا نام لیا اور فاطمہ زہیر کی ماں کا نام تھا۔ کا دودھ پیا تھا۔ غرض کہ بڑے اہتمام سے شانہ طرز پر فضل کی پرورش ہوتی رہی۔ اور عمر کا ابتدائی حصہ اعلیٰ اور بے کی تعلیم و تربیت کے ساتھ ختم ہو گیا۔ جب فضل عمر کے ابتدائی مرحلے طے کر کے سن بلوغ کو پہنچا ہے۔

### فضل کا سن رشد

اس وقت تحت سلطنت پر خلیفہ مارون الرشید حکمران تھا۔ جو برادرانہ تعلقات دونوں میں بچپن سے تھے اس کا یہ بد بھی نتیجہ تھا کہ فضل سلطنت کے کسی اعلیٰ درجے پر ممتاز ہو لیکن وزیر السلطنت یحییٰ نے اپنی حکمت علی سے اب تک فضل کو حکومت کے نازک فرائض سے علاحدہ رکھتا تھا۔ اور جس طرح خالد برکمی نے یحییٰ کو مارون کی تالیقی سلطنت کے کاموں سے پہلے سپرد کی تھی۔ اسی طرح ابدا یحییٰ نے فضل کو شہزادہ محمد یعنی امین الرشید کا تالیقی مقرر کیا اور امین الرشید فضل سے زیادہ مالوس بھی تھا کیونکہ بچپن سے فضل کی گود میں پلا تھا۔

### امین الرشید کی تالیقی

حاشیہ ۱۵۷ بقول ابن خلکان مروان کا بے فضل نے جوان ہر مختلف اوقات پر عرف مروان کو جو امانات و ذمے دیے اس کی تعداد سات لاکھ دینار ہے عہد ابن خلکان صفر ۲۰۰ جلد اول ۱۵۷ عقد الفی جلد ۲ صفر ۲۰۱ عہد ابن خلکان جلد ۲ صفر ۲۰۱۔



## فضل کی وزارت

سب سے پہلا وزیر مارون الرشید کا بھیجی برکتی تھا۔ لیکن بہت سی اضعیف ہو گیا تو بیسٹیم  
میں مارون نے فضل کو وزیر اعظم مقرر کیا۔ تاہم بھیجی کا اقتدار بدستور تھا۔ اور اہم معاملات کا تصفیہ  
ہمیشہ بھیجی کی رائے پر ہوتا تھا۔ فضل کے چند روزہ عہد وزارت کا مشہور کارنامہ امین کی  
ولسیدی ہے۔ اور امین کی طرف داری اس سے زیادہ اور کیا ہو سکتی ہے کہ فضل جب اس کا  
تو اس ولسیدی کا اچھی طرح پر اعلان کیا۔ جو مقامات دارالحکومت سے فاصلے پر واقع تھے وہاں  
قاصد بھیجے غرضکہ یہ مدعا حسب وخواہ طے ہو گیا۔

لیکن بیسٹیم میں ایک بہت بڑی جنگ کا آغاز ہوا۔  
**یہ بھیجی ابن عبد اللہ کی بغاوت**  
یہ بھیجی بن عبد اللہ بن حسن مجتبیٰ بن حسن بن علی ابن  
ابی طالب نے جو خلافت عباسیہ کے دعویدار تھے بتاریخ ۲۴۴ھ۔ ربيع الثانی فی ۱۵۰ھ مطابق گشت  
۱۵۰ھ و ۱۵۱ھ میں ظہور کیا اور بڑی شان و شکوہ سے مقابلے کو آئے۔ ان کے جھنڈے کے  
نیچے ہزاروں آدمی جمع ہو گئے۔ اور تمام اطراف اقصاء سے لوگ آنا شروع ہو گئے۔ جب رشید کو

بقیہ حاشیہ شان و شوکت پاتا ہوں۔ اور اگر اپنے سے بھی اس کو نسبت دینا چاہوں تو دے سکتا ہوں۔ میں نے اس  
کو خلافت میں اس پر ترجیح دی۔ حالانکہ حکموں معلوم ہے کہ وہ فضول فرج اور اپنی خواہشوں کا مطیع ہے اور لوہیوں  
اور عربوں اس کی سب سے زیادہ ہیں۔ اگر زبیدہ کا لحاظ نہ بنو نا شمس کا دباؤ نہ ہوتا تو میں اس کو ترجیح دیتا۔ الاموں  
صفر ۱۵۰ھ بمطابق تاریخ الخلفاء ص ۱۵۱۔

۱۵۱ھ کا لایٹر کی روایت ہے کہ رشید نے اس کو سلطنت کے کل انتظام چھوڑ دیا کیلئے کہ اس پر دھوکے سے جلد صفحہ ۱۵۰  
۱۵۱ھ ابن خلدون جلد ۳ صفحہ ۲۱۸ و ابوالفدا صفحہ ۱۵۱ جلد ۲۔ ۱۵۱ھ کا لایٹر صفحہ ۱۵۰ جلد ۲۔ تاریخ الخلفاء جلد ۱۔

اس جمیت کی خبر پہنچی جو اس باختہ ہو گیا۔ اور مقابلے کے واسطے اپنے وزیر اعظم فضل کو انتخاب کیا۔ اور فوج کو تیار کر کے کام کو دیدیا۔ اور السلطنت سے پچاس ہزار سواروں کی میت سے مارون نے فضل کو روانہ کیا بغداد سے نکل کر فضل نے اپنی کامیابی کی تدبیریں سوچنا شروع کیں۔ جب طالعائن میں یہ لشکر پہنچ گیا تو وہاں سے فضل نے یحییٰ علوی کے نام ایک خط لکھا جس میں اپنی جاہ و بانی سے مختلف اثر پیدا کر دیئے تھے اور سلطنت کے شہزادہ جاہ و جلال اور خلافت عباسیہ کے رعب و آواہ کو اپنی تحریر میں عمدہ طور پر ظاہر کر دیا تھا۔ جس کے پڑھنے سے یحییٰ پر ایک نسبت چھا گئی اور ساتھ ہی اس کے قیمتی تحائف بھی بھیجے۔ اور یحییٰ پر بخوبی ثابت کر دیا کہ اگر جنگ کا خاتمہ صلح پر ہو تو ہر طرح سے ان کے حق میں مفید اور نفع بخش ہے۔ انھیں خیالات نے یحییٰ کو صلح پر مجبور کیا۔ اور جواب میں فضل کو صاف الفاظ میں یہ لکھا کہ مجھے اس شرط پر صلح منظور ہے۔ کہ مارون الرشید اپنے قلم سے صلح نامہ لکھ دے۔ اور اس پر تمام بنی ہاشم۔ شیعہ۔ یقضاۃ۔ اور فقہاء کے دستخط ہوں۔ فضل نے اس شرط کو منظور کر لیا اور غلیفہ کو تمام واقعات سے اطلاع دی اور جو سودہ یحییٰ نے صلح کا بھیجا تھا وہ بھی اپنی عرضی کے ساتھ روانہ کر دیا۔ مارون بھی مصلحت ملی سے وہ گیا۔ اور صلح کو جنگ سے غنیمت سمجھا اور مطابق سودے کے معاہدہ صلح لکھ کر تمام علما و فقہاء و شیعہ و حنفیہ میں سے عبدالصمد بن علی کے دستخط بنا کر پڑے سامان سے فضل کے پاس روانہ کیا۔ اور قیمتی ہدایا اور تحائف بھی اس کے ساتھ بھیجے۔ فضل نے وہ غریب مع تمام تحائف کیے یحییٰ کے

حاشیہ صلح صبر غسان میں یہ مشورہ ہے۔ اگرچہ چھوٹا ہے لیکن وہ سودہ بکثرت پیدا کرتا ہے یہاں کے گندہ نیز بھی مشہور ہے۔ خلافت عباسیہ میں ایک مستحکم قلعہ یہاں بنایا گیا تھا۔ یہ چھ مہلات کا مشہور ہے اور اس کا شروع درجہ ۱۰۸۰ھ تک کے ماہین ہیں۔ تفصیل کے لئے دیکھ کر المجلد انوار العربیہ ص ۱۰۰۔



کے سامنے پیش کیا۔ اور یحییٰ کو اپنے ہمراہ لے کر بغداد کی طرف کوچ کر دیا۔ اور مارون سے لاکر ملاقات کرائی۔ فضل کے وعدوں کے مطابق مارون نے یحییٰ سے بہت کچھ سلوک کیا اور اس کا گزارہ اری کے صلیب میں فضل کے ساتھ بھی شانہ فیا ضیاء کی گئیں شغرائے فضل کی تعریف میں قصائد لکھے اور خلیفہ کو اس فتح کی مبارکبادیاں دیں چنانچہ خلیفہ نے اول شانہ طریقت سے یحییٰ کو مہمان رکھا لیکن کچھ دنوں بعد نقص عہد کرنا چاہا۔ اور طلبے فتوے چاہا کہ صورت موجود ہیں نقص جائز ہے یا نہیں۔ ابو الجعفی قاضی اور تمام طلبہ نے مارون الرشید کے خوف سے فتویٰ دیدیا کہ نقص معاہدہ جائز ہے لیکن امام محمد نے اس فتے کی بڑے زور سے مخالفت کی اور اپنے اس اصرار پر قائم رہے کہ نقص معاہدہ جائز نہیں ہے لیکن مارون نے کثرتِ مالے کے فیصلے کو تسلیم کر کے دستاویز کو چاک کر ڈالا۔ اور یحییٰ کو نظر بند کر لیا۔ چنانچہ اسی حالت میں حضرت یحییٰ نے

حاشیہ سے امام محمد بن الحسن الشیبانی۔ امام ابو حنیفہ کے شاگرد رشید۔ اور فقہ حنفی کے دوسرے بزرگوں۔ رحمۃ اللہ علیہم میں بمقامِ مسئلہ اشق کے متصل ایک موضع ہے (پیدا ہے)۔ امام مالک سے حدیث پیش تھی۔ مارون الرشید ان کی بڑی عزت کرتا تھا۔ اور سیر و سفر میں ہمراہ رکھتا تھا۔ اگرچہ وہ بزرگ تعلق تھا۔ مگر آزادی اور حق گوئی کا سرشت کبھی ہاتھ سے نہیں چھوڑا۔ امام محمد کے فضل و کمال کا اندازہ امام شافعی کے اس قول سے ہوتا ہے کہ امام جب کوئی مسئلہ بیان کرتے تھے تو مسلمہ ہوتا تھا کہ وہی اور تہری ہے یا تمام شاگردوں میں امام شافعی نہایت بلند تہرتھے اور بقائد و دیگر شاگردوں کے امام محمد بھی اچھے ساتھ خاص مراعات سے پیش آتے تھے۔ امام محمد کی شہرت اگرچہ زیادہ تر فقہ میں ہے لیکن وہ تعمیرِ حدیث۔ ادب میں بھی بہت مہار کا درجہ رکھتے تھے۔ امام صاحب کی تصنیفات میں سے خطا بہرہ جانیز جامع کبیر۔ دیباعت۔ کتاب الحج۔ سریمینہ و دیگر شہرہ ہیں۔ ہمراہی خلیفہ مارون الرشید رشید ہجری میں رے کے قریب موضع ربیعہ میں انتقال کیا۔ اتفاق سے کسائی کوئی نے بھی اسی جگہ انتقال کیا اور مارون کو نہایت صدمہ ہوا کہ آج فقہ اور کادوں کو ہم وطن کرے۔ «طاریقہ ربیہ نے نہایت جانگزا دریشہ کھس جس کا ایک سر ہے سے فطرت اذ اما اشکل المخطب من لسان بالیصاحہ یوما وانت فقیہہ ترجمہ ہے کہ کلب لڑنا ہمارے لے مشکلات کامل کرنے دکھائیں سے آئے گا»

۱۔ غرہ سیرۃ الحسن۔ طبرستانی حنفی۔

دنیا سے کوچ کیا۔

## صوبہ خراسان کی ولایت

اس کارگزاری کے متعلق میں مارون الرشید نے فضل کو صوبہ خراسان کی ولایت (گورنری) عنایت کی۔ طبرستان - رے - ہماوند - ہمدان - جرجان - آذربائیجان - اور آرمینیا کے زیرِ سرِ شہر بھی اس میں ملحق کر دیے۔

فضل کے دائرہ حکومت کا اندازہ اگر آج کل کے ملکی محال پر کیا جاوے تو اس کا مقابلہ دنیا کی بڑی بڑی سلطنتوں سے ہو سکتا ہے۔ لیکن ملکی کس اور شرعی خراج کی حیثیت سے بھی فضل کی حکومت کا رقبہ اور سالانہ خراج ایک تفل سلطنت کے برابر تھا۔

ذیل کے نقشے میں جو تہذیب و تمدن کی لکھی ہے اگرچہ وہ عہدِ مامون الرشید کی ہے لیکن اس لحاظ سے کہ خلافتِ مارون و مامون اپنی تہذیبی مدت کا فضل ہے۔ اور ملک کا بندوبست تہذیبی تھا۔ تہذیبی جمع میں سختی اور چند روزہ بندوبست کی خرابیاں بائج نہ تھیں اس لحاظ سے یہ جمع قریب قریب عہدِ مارون کے سمجھنا چاہئے۔

عاشق علی مشرول (جو ابویوسف) کا بیان ہے کہ مشرقی عربی مطابق مسلمہ میں فضل برکی کرمان سے لے کر ترکستان تک جتنے حکام اسلامیت سے سب کا گورنر تھا۔ اور سلطان میں ایک قطعہ بنایا تھا جس کا نام الباب رکھا تھا جو آج تک دروازے کے نام سے مشہور ہے۔ دیکھو حالات وشت پابیر مندرجہ اخبار و صا ند کا پور نمبر ۲۰ مطبوعہ ۲۰۰۶ء جون ۲۰۰۶ء اور ابن خلکان میں تحریر ہے کہ فضل کی تمام حاکمات شرقی میں حکومت تھی اور شروان سے اقصیٰ بلوچ ترک فضل کے سپرد تھا۔

# نقشہ سالانہ خراج ممالک مقبوضہ فضل برہکی

ضلع	خراج
خراسان	دو کروڑ اسی لاکھ درہم چار ہزار گھوڑے - ایک ہزار غلام - تیس ہزار تھان - تیس ہزار رطل ہلیلہ - دو ہزار نفر چاندی -
ہرستان	ترہ لاکھ درہم - طبرستانی فرش چھ سو - چادریں دو سو -
رے	ایک کروڑ بیس لاکھ درہم - شہد بیس ہزار رطل -
ہماوند	کپڑے پانسو تھان - سنڈیل تین سو - جامات تین سو
مدان	ایک کروڑ تیرہ لاکھ درہم - ربّ الراہین ہزار رطل - شہد بارہ ہزار رطل -
آذربایجان	چالیس لاکھ درہم -
جرجان	ایک کروڑ بیس لاکھ درہم - ریشم ہزار شتہ
آرمینہ	ایک کروڑ بیس لاکھ درہم - فرش محض ہزار - زخم پانچ سو رطل - سیاح سو راہی دس ہزار رطل - صونج دس ہزار رطل - خیر دوسو - پچھڑے تیس -

حاشیہ یہ نقشہ ابن خلدون کی تحریر کے موافق ہے - اور خلیفہ ملوک الرشید کے عہد میں جو عادت و معمول  
ال گزاری وغیرہ کی تھی اس کی تصریح کتاب الخراج حاضی ابو یوسف سے معلوم ہو سکتی  
ہے -

ملک کی اندرونی پیچیدگیوں نے خراسان پر زیادہ دنوں ٹھیرنے کا فضل کو موقع نہیں دیا۔  
 کیونکہ سبب و پہنچی جعفر ربکی کے فضل کو کچھ زمانے کے واسطے مصر جانا پڑا۔ لیکن دوسری مرتبہ  
 ششم ہجری میں مستقل طور پر خراسان جانے کا حکم ہوا۔ اس مرتبہ فضل نے بہت کچھ ملکی  
 انتظامات کئے خراسان میں جس قدر فوج رہتی تھی۔ اس میں اضافہ کیا۔ سینہ نظامتغ (ریگ کشت)  
 میں بہت کچھ ترقی ہوئی۔ قدم قدم پر سفر خانے۔ زاویے۔ مسجدیں۔ چانات۔ پل تیار کرائے۔  
 داؤد ازبیس لاکھ درہم بقیہ مال گزاری۔ جو کچھ زمانے سے چلی آتی تھی اس کے دفتر جلائے۔  
 عدل و انصاف سے تمام ملک کو خوش کر دیا۔ اور اپنی شانانہ فیاضیوں سے رعایا کے دلوں میں  
 ہرول غریز ہو گیا۔ فضل ربکی اگرچہ خراسان کا والی تھا۔ لیکن اس صوبے کی امارت کا شمار  
 مؤرخین نے بادشاہوں کے درجے میں کیا ہے۔ کیونکہ باعتبار جاہ و شہم اور قوت و شوکت کے  
 خراسان کا حاکم تاجداروں کے ہم پلہ تھا۔ بلکہ صحیحی و فضل کو عوام و خواص بقب سلطان یا دیکر کرتے  
 تھے۔ چنانچہ ہر شیم بن فراس شاعر اپنے مدوح فضل بن مروان (خلیفہ ابن ابی سہم) کو جب  
 اس کے ظلم و ستم کی زیادہ فریادیں ہونے لگیں تو اس طرح پر نصیحت کرتا ہے۔

<p>ابن فضل بن مروان تو جابر نکلا۔          کہ کجی سے پہلے تین نفل گزیرے ہیں۔          جو تینوں بادشاہ تھے۔</p>	<p>تجربہ کیا فضل بن مروان فاعتمد          فقبلک کان الفضل و الفضل و الفضل          ثلاثہ املاک مضوا السبیلہم</p>
--	--

جاشعیر لہ کامل ایثر جلد ۹۔ صفحہ ۴۴۔ واقعات ششم ہجری سے ابن خلکان جلد ۱ صفحہ ۱۰۱۔ کامل ایثر کن بلحا سن  
 ہشتی جلد ۴ صفحہ ۴۴ سے مستطوت جلد ۱ صفحہ ۹۹ و حیات الامیران دیری جلد ۱ صفحہ ۵۰۔ ابن ابی فیاض بن یحییٰ کہ ہے۔



سے علاوہ عمدہ کی مضامین کے یہ بھی دکھلائے منظور ہے کہ کچھ بڑی بڑی کفر و کفر پر کس درجہ مہارت تھی۔  
اور وہ کس رتبے کا شاعر تھا۔

<p>بزرگی کی تلاش میں منت تھا۔ اور دوست کے نشے پر مہر کر۔ جب رات آتے اور رقیبوں کی آنکھیں بند ہو جائیں تو رات کو جو جی چاہے کر کیونکر رات ہر شیا آدمی کے لئے دن ہے بہت سے لوگ جن کو آپرینز گار سمجھا ہے رات کو وہ عجیب کام کرتے ہیں۔ جب رات مان پر اپنا پردہ ڈال دیتی ہے تو عیش و عشرت میں بسر کرتے ہیں اجنہ کا لطف اٹھانا مشہور ہے۔ کہ ہر حاسد رقیب مہم کی تاک میں رہتا ہے۔</p>	<p>انصب نہارا فی طلاب الصلا واصدبر علی فقد لقاء الحبيب حتی اذا اللیل اتے مقبلا واسترت فیہ عیون الرقیب فباشرو اللیل بما تشتم فانما اللیل نہار الا ریب کمز فقی تجسہ منا سکا میتقبل اللیل بامر عجیب القی علیہ اللیل اثوابہ فبات فی لمووعیش خصیب ولذت الا حتم مشہورۃ یرصد لها کل حسود رقیب</p>
---	--

مؤرخین نے فضل کے تذکرے میں اس واقعہ کو  
نہایت استہجاب کی نظر سے دیکھا ہے۔ کہ جب فضل

آتشکدہ نو بہار کی بربادی

حاشیہ: ابن خلیکان جلد ۲ صفحہ ۱۰۰، ۱۰۱، ۱۰۲، ۱۰۳، ۱۰۴، ۱۰۵، ۱۰۶، ۱۰۷، ۱۰۸، ۱۰۹، ۱۱۰، ۱۱۱، ۱۱۲، ۱۱۳، ۱۱۴، ۱۱۵، ۱۱۶، ۱۱۷، ۱۱۸، ۱۱۹، ۱۲۰، ۱۲۱، ۱۲۲، ۱۲۳، ۱۲۴، ۱۲۵، ۱۲۶، ۱۲۷، ۱۲۸، ۱۲۹، ۱۳۰، ۱۳۱، ۱۳۲، ۱۳۳، ۱۳۴، ۱۳۵، ۱۳۶، ۱۳۷، ۱۳۸، ۱۳۹، ۱۴۰، ۱۴۱، ۱۴۲، ۱۴۳، ۱۴۴، ۱۴۵، ۱۴۶، ۱۴۷، ۱۴۸، ۱۴۹، ۱۵۰، ۱۵۱، ۱۵۲، ۱۵۳، ۱۵۴، ۱۵۵، ۱۵۶، ۱۵۷، ۱۵۸، ۱۵۹، ۱۶۰، ۱۶۱، ۱۶۲، ۱۶۳، ۱۶۴، ۱۶۵، ۱۶۶، ۱۶۷، ۱۶۸، ۱۶۹، ۱۷۰، ۱۷۱، ۱۷۲، ۱۷۳، ۱۷۴، ۱۷۵، ۱۷۶، ۱۷۷، ۱۷۸، ۱۷۹، ۱۸۰، ۱۸۱، ۱۸۲، ۱۸۳، ۱۸۴، ۱۸۵، ۱۸۶، ۱۸۷، ۱۸۸، ۱۸۹، ۱۹۰، ۱۹۱، ۱۹۲، ۱۹۳، ۱۹۴، ۱۹۵، ۱۹۶، ۱۹۷، ۱۹۸، ۱۹۹، ۲۰۰، ۲۰۱، ۲۰۲، ۲۰۳، ۲۰۴، ۲۰۵، ۲۰۶، ۲۰۷، ۲۰۸، ۲۰۹، ۲۱۰، ۲۱۱، ۲۱۲، ۲۱۳، ۲۱۴، ۲۱۵، ۲۱۶، ۲۱۷، ۲۱۸، ۲۱۹، ۲۲۰، ۲۲۱، ۲۲۲، ۲۲۳، ۲۲۴، ۲۲۵، ۲۲۶، ۲۲۷، ۲۲۸، ۲۲۹، ۲۳۰، ۲۳۱، ۲۳۲، ۲۳۳، ۲۳۴، ۲۳۵، ۲۳۶، ۲۳۷، ۲۳۸، ۲۳۹، ۲۴۰، ۲۴۱، ۲۴۲، ۲۴۳، ۲۴۴، ۲۴۵، ۲۴۶، ۲۴۷، ۲۴۸، ۲۴۹، ۲۵۰، ۲۵۱، ۲۵۲، ۲۵۳، ۲۵۴، ۲۵۵، ۲۵۶، ۲۵۷، ۲۵۸، ۲۵۹، ۲۶۰، ۲۶۱، ۲۶۲، ۲۶۳، ۲۶۴، ۲۶۵، ۲۶۶، ۲۶۷، ۲۶۸، ۲۶۹، ۲۷۰، ۲۷۱، ۲۷۲، ۲۷۳، ۲۷۴، ۲۷۵، ۲۷۶، ۲۷۷، ۲۷۸، ۲۷۹، ۲۸۰، ۲۸۱، ۲۸۲، ۲۸۳، ۲۸۴، ۲۸۵، ۲۸۶، ۲۸۷، ۲۸۸، ۲۸۹، ۲۹۰، ۲۹۱، ۲۹۲، ۲۹۳، ۲۹۴، ۲۹۵، ۲۹۶، ۲۹۷، ۲۹۸، ۲۹۹، ۳۰۰، ۳۰۱، ۳۰۲، ۳۰۳، ۳۰۴، ۳۰۵، ۳۰۶، ۳۰۷، ۳۰۸، ۳۰۹، ۳۱۰، ۳۱۱، ۳۱۲، ۳۱۳، ۳۱۴، ۳۱۵، ۳۱۶، ۳۱۷، ۳۱۸، ۳۱۹، ۳۲۰، ۳۲۱، ۳۲۲، ۳۲۳، ۳۲۴، ۳۲۵، ۳۲۶، ۳۲۷، ۳۲۸، ۳۲۹، ۳۳۰، ۳۳۱، ۳۳۲، ۳۳۳، ۳۳۴، ۳۳۵، ۳۳۶، ۳۳۷، ۳۳۸، ۳۳۹، ۳۴۰، ۳۴۱، ۳۴۲، ۳۴۳، ۳۴۴، ۳۴۵، ۳۴۶، ۳۴۷، ۳۴۸، ۳۴۹، ۳۵۰، ۳۵۱، ۳۵۲، ۳۵۳، ۳۵۴، ۳۵۵، ۳۵۶، ۳۵۷، ۳۵۸، ۳۵۹، ۳۶۰، ۳۶۱، ۳۶۲، ۳۶۳، ۳۶۴، ۳۶۵، ۳۶۶، ۳۶۷، ۳۶۸، ۳۶۹، ۳۷۰، ۳۷۱، ۳۷۲، ۳۷۳، ۳۷۴، ۳۷۵، ۳۷۶، ۳۷۷، ۳۷۸، ۳۷۹، ۳۸۰، ۳۸۱، ۳۸۲، ۳۸۳، ۳۸۴، ۳۸۵، ۳۸۶، ۳۸۷، ۳۸۸، ۳۸۹، ۳۹۰، ۳۹۱، ۳۹۲، ۳۹۳، ۳۹۴، ۳۹۵، ۳۹۶، ۳۹۷، ۳۹۸، ۳۹۹، ۴۰۰، ۴۰۱، ۴۰۲، ۴۰۳، ۴۰۴، ۴۰۵، ۴۰۶، ۴۰۷، ۴۰۸، ۴۰۹، ۴۱۰، ۴۱۱، ۴۱۲، ۴۱۳، ۴۱۴، ۴۱۵، ۴۱۶، ۴۱۷، ۴۱۸، ۴۱۹، ۴۲۰، ۴۲۱، ۴۲۲، ۴۲۳، ۴۲۴، ۴۲۵، ۴۲۶، ۴۲۷، ۴۲۸، ۴۲۹، ۴۳۰، ۴۳۱، ۴۳۲، ۴۳۳، ۴۳۴، ۴۳۵، ۴۳۶، ۴۳۷، ۴۳۸، ۴۳۹، ۴۴۰، ۴۴۱، ۴۴۲، ۴۴۳، ۴۴۴، ۴۴۵، ۴۴۶، ۴۴۷، ۴۴۸، ۴۴۹، ۴۵۰، ۴۵۱، ۴۵۲، ۴۵۳، ۴۵۴، ۴۵۵، ۴۵۶، ۴۵۷، ۴۵۸، ۴۵۹، ۴۶۰، ۴۶۱، ۴۶۲، ۴۶۳، ۴۶۴، ۴۶۵، ۴۶۶، ۴۶۷، ۴۶۸، ۴۶۹، ۴۷۰، ۴۷۱، ۴۷۲، ۴۷۳، ۴۷۴، ۴۷۵، ۴۷۶، ۴۷۷، ۴۷۸، ۴۷۹، ۴۸۰، ۴۸۱، ۴۸۲، ۴۸۳، ۴۸۴، ۴۸۵، ۴۸۶، ۴۸۷، ۴۸۸، ۴۸۹، ۴۹۰، ۴۹۱، ۴۹۲، ۴۹۳، ۴۹۴، ۴۹۵، ۴۹۶، ۴۹۷، ۴۹۸، ۴۹۹، ۵۰۰، ۵۰۱، ۵۰۲، ۵۰۳، ۵۰۴، ۵۰۵، ۵۰۶، ۵۰۷، ۵۰۸، ۵۰۹، ۵۱۰، ۵۱۱، ۵۱۲، ۵۱۳، ۵۱۴، ۵۱۵، ۵۱۶، ۵۱۷، ۵۱۸، ۵۱۹، ۵۲۰، ۵۲۱، ۵۲۲، ۵۲۳، ۵۲۴، ۵۲۵، ۵۲۶، ۵۲۷، ۵۲۸، ۵۲۹، ۵۳۰، ۵۳۱، ۵۳۲، ۵۳۳، ۵۳۴، ۵۳۵، ۵۳۶، ۵۳۷، ۵۳۸، ۵۳۹، ۵۴۰، ۵۴۱، ۵۴۲، ۵۴۳، ۵۴۴، ۵۴۵، ۵۴۶، ۵۴۷، ۵۴۸، ۵۴۹، ۵۵۰، ۵۵۱، ۵۵۲، ۵۵۳، ۵۵۴، ۵۵۵، ۵۵۶، ۵۵۷، ۵۵۸، ۵۵۹، ۵۶۰، ۵۶۱، ۵۶۲، ۵۶۳، ۵۶۴، ۵۶۵، ۵۶۶، ۵۶۷، ۵۶۸، ۵۶۹، ۵۷۰، ۵۷۱، ۵۷۲، ۵۷۳، ۵۷۴، ۵۷۵، ۵۷۶، ۵۷۷، ۵۷۸، ۵۷۹، ۵۸۰، ۵۸۱، ۵۸۲، ۵۸۳، ۵۸۴، ۵۸۵، ۵۸۶، ۵۸۷، ۵۸۸، ۵۸۹، ۵۹۰، ۵۹۱، ۵۹۲، ۵۹۳، ۵۹۴، ۵۹۵، ۵۹۶، ۵۹۷، ۵۹۸، ۵۹۹، ۶۰۰، ۶۰۱، ۶۰۲، ۶۰۳، ۶۰۴، ۶۰۵، ۶۰۶، ۶۰۷، ۶۰۸، ۶۰۹، ۶۱۰، ۶۱۱، ۶۱۲، ۶۱۳، ۶۱۴، ۶۱۵، ۶۱۶، ۶۱۷، ۶۱۸، ۶۱۹، ۶۲۰، ۶۲۱، ۶۲۲، ۶۲۳، ۶۲۴، ۶۲۵، ۶۲۶، ۶۲۷، ۶۲۸، ۶۲۹، ۶۳۰، ۶۳۱، ۶۳۲، ۶۳۳، ۶۳۴، ۶۳۵، ۶۳۶، ۶۳۷، ۶۳۸، ۶۳۹، ۶۴۰، ۶۴۱، ۶۴۲، ۶۴۳، ۶۴۴، ۶۴۵، ۶۴۶، ۶۴۷، ۶۴۸، ۶۴۹، ۶۵۰، ۶۵۱، ۶۵۲، ۶۵۳، ۶۵۴، ۶۵۵، ۶۵۶، ۶۵۷، ۶۵۸، ۶۵۹، ۶۶۰، ۶۶۱، ۶۶۲، ۶۶۳، ۶۶۴، ۶۶۵، ۶۶۶، ۶۶۷، ۶۶۸، ۶۶۹، ۶۷۰، ۶۷۱، ۶۷۲، ۶۷۳، ۶۷۴، ۶۷۵، ۶۷۶، ۶۷۷، ۶۷۸، ۶۷۹، ۶۸۰، ۶۸۱، ۶۸۲، ۶۸۳، ۶۸۴، ۶۸۵، ۶۸۶، ۶۸۷، ۶۸۸، ۶۸۹، ۶۹۰، ۶۹۱، ۶۹۲، ۶۹۳، ۶۹۴، ۶۹۵، ۶۹۶، ۶۹۷، ۶۹۸، ۶۹۹، ۷۰۰، ۷۰۱، ۷۰۲، ۷۰۳، ۷۰۴، ۷۰۵، ۷۰۶، ۷۰۷، ۷۰۸، ۷۰۹، ۷۱۰، ۷۱۱، ۷۱۲، ۷۱۳، ۷۱۴، ۷۱۵، ۷۱۶، ۷۱۷، ۷۱۸، ۷۱۹، ۷۲۰، ۷۲۱، ۷۲۲، ۷۲۳، ۷۲۴، ۷۲۵، ۷۲۶، ۷۲۷، ۷۲۸، ۷۲۹، ۷۳۰، ۷۳۱، ۷۳۲، ۷۳۳، ۷۳۴، ۷۳۵، ۷۳۶، ۷۳۷، ۷۳۸، ۷۳۹، ۷۴۰، ۷۴۱، ۷۴۲، ۷۴۳، ۷۴۴، ۷۴۵، ۷۴۶، ۷۴۷، ۷۴۸، ۷۴۹، ۷۵۰، ۷۵۱، ۷۵۲، ۷۵۳، ۷۵۴، ۷۵۵، ۷۵۶، ۷۵۷، ۷۵۸، ۷۵۹، ۷۶۰، ۷۶۱، ۷۶۲، ۷۶۳، ۷۶۴، ۷۶۵، ۷۶۶، ۷۶۷، ۷۶۸، ۷۶۹، ۷۷۰، ۷۷۱، ۷۷۲، ۷۷۳، ۷۷۴، ۷۷۵، ۷۷۶، ۷۷۷، ۷۷۸، ۷۷۹، ۷۸۰، ۷۸۱، ۷۸۲، ۷۸۳، ۷۸۴، ۷۸۵، ۷۸۶، ۷۸۷، ۷۸۸، ۷۸۹، ۷۹۰، ۷۹۱، ۷۹۲، ۷۹۳، ۷۹۴، ۷۹۵، ۷۹۶، ۷۹۷، ۷۹۸، ۷۹۹، ۸۰۰، ۸۰۱، ۸۰۲، ۸۰۳، ۸۰۴، ۸۰۵، ۸۰۶، ۸۰۷، ۸۰۸، ۸۰۹، ۸۱۰، ۸۱۱، ۸۱۲، ۸۱۳، ۸۱۴، ۸۱۵، ۸۱۶، ۸۱۷، ۸۱۸، ۸۱۹، ۸۲۰، ۸۲۱، ۸۲۲، ۸۲۳، ۸۲۴، ۸۲۵، ۸۲۶، ۸۲۷، ۸۲۸، ۸۲۹، ۸۳۰، ۸۳۱، ۸۳۲، ۸۳۳، ۸۳۴، ۸۳۵، ۸۳۶، ۸۳۷، ۸۳۸، ۸۳۹، ۸۴۰، ۸۴۱، ۸۴۲، ۸۴۳، ۸۴۴، ۸۴۵، ۸۴۶، ۸۴۷، ۸۴۸، ۸۴۹، ۸۵۰، ۸۵۱، ۸۵۲، ۸۵۳، ۸۵۴، ۸۵۵، ۸۵۶، ۸۵۷، ۸۵۸، ۸۵۹، ۸۶۰، ۸۶۱، ۸۶۲، ۸۶۳، ۸۶۴، ۸۶۵، ۸۶۶، ۸۶۷، ۸۶۸، ۸۶۹، ۸۷۰، ۸۷۱، ۸۷۲، ۸۷۳، ۸۷۴، ۸۷۵، ۸۷۶، ۸۷۷، ۸۷۸، ۸۷۹، ۸۸۰، ۸۸۱، ۸۸۲، ۸۸۳، ۸۸۴، ۸۸۵، ۸۸۶، ۸۸۷، ۸۸۸، ۸۸۹، ۸۹۰، ۸۹۱، ۸۹۲، ۸۹۳، ۸۹۴، ۸۹۵، ۸۹۶، ۸۹۷، ۸۹۸، ۸۹۹، ۹۰۰، ۹۰۱، ۹۰۲، ۹۰۳، ۹۰۴، ۹۰۵، ۹۰۶، ۹۰۷، ۹۰۸، ۹۰۹، ۹۱۰، ۹۱۱، ۹۱۲، ۹۱۳، ۹۱۴، ۹۱۵، ۹۱۶، ۹۱۷، ۹۱۸، ۹۱۹، ۹۲۰، ۹۲۱، ۹۲۲، ۹۲۳، ۹۲۴، ۹۲۵، ۹۲۶، ۹۲۷، ۹۲۸، ۹۲۹، ۹۳۰، ۹۳۱، ۹۳۲، ۹۳۳، ۹۳۴، ۹۳۵، ۹۳۶، ۹۳۷، ۹۳۸، ۹۳۹، ۹۴۰، ۹۴۱، ۹۴۲، ۹۴۳، ۹۴۴، ۹۴۵، ۹۴۶، ۹۴۷، ۹۴۸، ۹۴۹، ۹۵۰، ۹۵۱، ۹۵۲، ۹۵۳، ۹۵۴، ۹۵۵، ۹۵۶، ۹۵۷، ۹۵۸، ۹۵۹، ۹۶۰، ۹۶۱، ۹۶۲، ۹۶۳، ۹۶۴، ۹۶۵، ۹۶۶، ۹۶۷، ۹۶۸، ۹۶۹، ۹۷۰، ۹۷۱، ۹۷۲، ۹۷۳، ۹۷۴، ۹۷۵، ۹۷۶، ۹۷۷، ۹۷۸، ۹۷۹، ۹۸۰، ۹۸۱، ۹۸۲، ۹۸۳، ۹۸۴، ۹۸۵، ۹۸۶، ۹۸۷، ۹۸۸، ۹۸۹، ۹۹۰، ۹۹۱، ۹۹۲، ۹۹۳، ۹۹۴، ۹۹۵، ۹۹۶، ۹۹۷، ۹۹۸، ۹۹۹، ۱۰۰۰، ۱۰۰۱، ۱۰۰۲، ۱۰۰۳، ۱۰۰۴، ۱۰۰۵، ۱۰۰۶، ۱۰۰۷، ۱۰۰۸، ۱۰۰۹، ۱۰۱۰، ۱۰۱۱، ۱۰۱۲، ۱۰۱۳، ۱۰۱۴، ۱۰۱۵، ۱۰۱۶، ۱۰۱۷، ۱۰۱۸، ۱۰۱۹، ۱۰۲۰، ۱۰۲۱، ۱۰۲۲، ۱۰۲۳، ۱۰۲۴، ۱۰۲۵، ۱۰۲۶، ۱۰۲۷، ۱۰۲۸، ۱۰۲۹، ۱۰۳۰، ۱۰۳۱، ۱۰۳۲، ۱۰۳۳، ۱۰۳۴، ۱۰۳۵، ۱۰۳۶، ۱۰۳۷، ۱۰۳۸، ۱۰۳۹، ۱۰۴۰، ۱۰۴۱، ۱۰۴۲، ۱۰۴۳، ۱۰۴۴، ۱۰۴۵، ۱۰۴۶، ۱۰۴۷، ۱۰۴۸، ۱۰۴۹، ۱۰۵۰، ۱۰۵۱، ۱۰۵۲، ۱۰۵۳، ۱۰۵۴، ۱۰۵۵، ۱۰۵۶، ۱۰۵۷، ۱۰۵۸، ۱۰۵۹، ۱۰۶۰، ۱۰۶۱، ۱۰۶۲، ۱۰۶۳، ۱۰۶۴، ۱۰۶۵، ۱۰۶۶، ۱۰۶۷، ۱۰۶۸، ۱۰۶۹، ۱۰۷۰، ۱۰۷۱، ۱۰۷۲، ۱۰۷۳، ۱۰۷۴، ۱۰۷۵، ۱۰۷۶، ۱۰۷۷، ۱۰۷۸، ۱۰۷۹، ۱۰۸۰، ۱۰۸۱، ۱۰۸۲، ۱۰۸۳، ۱۰۸۴، ۱۰۸۵، ۱۰۸۶، ۱۰۸۷، ۱۰۸۸، ۱۰۸۹، ۱۰۹۰، ۱۰۹۱، ۱۰۹۲، ۱۰۹۳، ۱۰۹۴، ۱۰۹۵، ۱۰۹۶، ۱۰۹۷، ۱۰۹۸، ۱۰۹۹، ۱۱۰۰، ۱۱۰۱، ۱۱۰۲، ۱۱۰۳، ۱۱۰۴، ۱۱۰۵، ۱۱۰۶، ۱۱۰۷، ۱۱۰۸، ۱۱۰۹، ۱۱۱۰، ۱۱۱۱، ۱۱۱۲، ۱۱۱۳، ۱۱۱۴، ۱۱۱۵، ۱۱۱۶، ۱۱۱۷، ۱۱۱۸، ۱۱۱۹، ۱۱۲۰، ۱۱۲۱، ۱۱۲۲، ۱۱۲۳، ۱۱۲۴، ۱۱۲۵، ۱۱۲۶، ۱۱۲۷، ۱۱۲۸، ۱۱۲۹، ۱۱۳۰، ۱۱۳۱، ۱۱۳۲، ۱۱۳۳، ۱۱۳۴، ۱۱۳۵، ۱۱۳۶، ۱۱۳۷، ۱۱۳۸، ۱۱۳۹، ۱۱۴۰، ۱۱۴۱، ۱۱۴۲، ۱۱۴۳، ۱۱۴۴، ۱۱۴۵، ۱۱۴۶، ۱۱۴۷، ۱۱۴۸، ۱۱۴۹، ۱۱۵۰، ۱۱۵۱، ۱۱۵۲، ۱۱۵۳، ۱۱۵۴، ۱۱۵۵، ۱۱۵۶، ۱۱۵۷، ۱۱۵۸، ۱۱۵۹، ۱۱۶۰، ۱۱۶۱، ۱۱۶۲، ۱۱۶۳، ۱۱۶۴، ۱۱۶۵، ۱۱۶۶، ۱۱۶۷، ۱۱۶۸، ۱۱۶۹، ۱۱۷۰، ۱۱۷۱، ۱۱۷۲، ۱۱۷۳، ۱۱۷۴، ۱۱۷۵، ۱۱۷۶، ۱۱۷۷، ۱۱۷۸، ۱۱۷۹، ۱۱۸۰، ۱۱۸۱، ۱۱۸۲، ۱۱۸۳، ۱۱۸۴، ۱۱۸۵، ۱۱۸۶، ۱۱۸۷، ۱۱۸۸، ۱۱۸۹، ۱۱۹۰، ۱۱۹۱، ۱۱۹۲، ۱۱۹۳، ۱۱۹۴، ۱۱۹۵، ۱۱۹۶، ۱۱۹۷، ۱۱۹۸، ۱۱۹۹، ۱۲۰۰، ۱۲۰۱، ۱۲۰۲، ۱۲۰۳، ۱۲۰۴، ۱۲۰۵، ۱۲۰۶، ۱۲۰۷، ۱۲۰۸، ۱۲۰۹، ۱۲۱۰، ۱۲۱۱، ۱۲۱۲، ۱۲۱۳، ۱۲۱۴، ۱۲۱۵، ۱۲۱۶، ۱۲۱۷، ۱۲۱۸، ۱۲۱۹، ۱۲۲۰، ۱۲۲۱، ۱۲۲۲، ۱۲۲۳، ۱۲۲۴، ۱۲۲۵، ۱۲۲۶، ۱۲۲۷، ۱۲۲۸، ۱۲۲۹، ۱۲۳۰، ۱۲۳۱، ۱۲۳۲، ۱۲۳۳، ۱۲۳۴، ۱۲۳۵، ۱۲۳۶، ۱۲۳۷، ۱۲۳۸، ۱۲۳۹، ۱۲۴۰، ۱۲۴۱، ۱۲۴۲، ۱۲۴۳، ۱۲۴۴، ۱۲۴۵، ۱۲۴۶، ۱۲۴۷، ۱۲۴۸، ۱۲۴۹، ۱۲۵۰، ۱۲۵۱، ۱۲۵۲، ۱۲۵۳، ۱۲۵۴، ۱۲۵۵، ۱۲۵۶، ۱۲۵۷، ۱۲۵۸، ۱۲۵۹، ۱۲۶۰، ۱۲۶۱، ۱۲۶۲، ۱۲۶۳، ۱۲۶۴، ۱۲۶۵، ۱۲۶۶، ۱۲۶۷، ۱۲۶۸، ۱۲۶۹، ۱۲۷۰، ۱۲۷۱، ۱۲۷۲، ۱۲۷۳، ۱۲۷۴، ۱۲۷۵، ۱۲۷۶، ۱۲۷۷، ۱۲۷۸، ۱۲۷۹، ۱۲۸۰، ۱۲۸۱، ۱۲۸۲، ۱۲۸۳، ۱۲۸۴، ۱۲۸۵، ۱۲۸۶، ۱۲۸۷، ۱۲۸۸، ۱۲۸۹، ۱۲۹۰، ۱۲۹۱، ۱۲۹۲، ۱۲۹۳، ۱۲۹۴، ۱۲۹۵، ۱۲۹۶، ۱۲۹۷، ۱۲۹۸، ۱۲۹۹، ۱۳۰۰، ۱۳۰۱، ۱۳۰۲، ۱۳۰۳، ۱۳۰۴، ۱۳۰۵، ۱۳۰۶، ۱۳۰۷، ۱۳۰۸، ۱۳۰۹، ۱۳۱۰، ۱۳۱۱، ۱۳۱۲، ۱۳۱۳، ۱۳۱۴، ۱۳۱۵، ۱۳۱۶، ۱۳۱۷، ۱۳۱۸، ۱۳۱۹، ۱۳۲۰، ۱۳۲۱، ۱۳۲۲، ۱۳۲۳، ۱۳۲۴، ۱۳۲۵، ۱۳۲۶، ۱۳۲۷، ۱۳۲۸، ۱۳۲۹، ۱۳۳۰، ۱۳۳۱، ۱۳۳۲، ۱۳۳۳، ۱۳۳۴، ۱۳۳۵، ۱۳۳۶، ۱۳۳۷، ۱۳۳۸، ۱۳۳۹، ۱۳۴۰، ۱۳۴۱، ۱۳۴۲، ۱۳۴۳، ۱۳۴۴، ۱۳۴۵، ۱۳۴۶، ۱۳۴۷، ۱۳۴۸، ۱۳۴۹، ۱۳۵۰، ۱۳۵۱، ۱۳۵۲، ۱۳۵۳، ۱۳۵۴، ۱۳۵۵، ۱۳۵۶، ۱۳۵۷، ۱۳۵۸، ۱۳۵۹، ۱۳۶۰، ۱۳۶۱، ۱۳۶۲، ۱۳۶۳، ۱۳۶۴، ۱۳۶۵، ۱۳۶۶، ۱۳۶۷، ۱۳۶۸، ۱۳۶۹، ۱۳۷۰، ۱۳۷۱، ۱۳۷۲، ۱۳۷۳، ۱۳۷۴، ۱۳۷۵، ۱۳۷۶، ۱۳۷۷، ۱۳۷۸، ۱۳۷۹، ۱۳۸۰، ۱۳۸۱، ۱۳۸۲، ۱۳۸۳، ۱۳۸۴، ۱۳۸۵، ۱۳۸۶، ۱۳۸۷، ۱۳۸۸، ۱۳۸۹، ۱۳۹۰، ۱۳۹۱، ۱۳۹۲، ۱۳۹۳، ۱۳۹۴، ۱۳۹۵، ۱۳۹۶، ۱۳۹۷، ۱۳۹۸، ۱۳۹۹، ۱۴۰۰، ۱۴۰۱، ۱۴۰۲، ۱۴۰۳، ۱۴۰۴، ۱۴۰۵، ۱۴۰۶، ۱۴۰۷، ۱۴۰۸، ۱۴۰۹، ۱۴۱۰، ۱۴۱۱، ۱۴۱۲، ۱۴۱۳، ۱۴۱۴، ۱۴۱۵، ۱۴۱۶، ۱۴۱۷، ۱۴۱۸، ۱۴۱۹، ۱۴۲۰، ۱۴۲۱، ۱۴۲۲، ۱۴۲۳، ۱۴۲۴، ۱۴۲۵، ۱۴۲۶، ۱۴۲۷، ۱۴۲۸، ۱۴۲۹، ۱۴۳۰، ۱۴۳۱، ۱۴۳۲، ۱۴۳۳، ۱۴۳۴، ۱۴۳۵، ۱۴۳۶، ۱۴۳۷، ۱۴۳۸، ۱۴۳۹، ۱۴۴۰، ۱۴۴۱، ۱۴۴۲، ۱۴۴۳، ۱۴۴۴، ۱۴۴۵،

خزاسان کا دورہ کرتا ہوا لعلیج میں پہنچا ہے تو آنشکدہ فوہار کے کھنڈرات موجود تھے۔ اور یہ وہ مقدس عبادت خانہ تھا جس کے متولی فضل کے آباؤ اجداد تھے۔ لیکن فضل نے اس کا کچھ بھی خیال نہیں کیا اور نکل غارت کے سمار کرنے کا حکم دے دیا۔ لیکن بسبب استحکام کل آنشکدہ تو سمار نہ ہو سکا۔ تاہم ایک گوشہ اس کا کھل گیا اور وہاں پر مسجد تعمیر کر دی گئی۔ اس واقعہ سے فضل کی دینداری اور مذہبی جوش کا اندازہ ہوتا ہے۔ ۹۷۰ ہجری میں بغداد کو واپس آیا۔ عمادین سلطنت اور طمانے نہایت اعزاز سے استقبال کیا۔ شعرا نے مبارکباد کے قصائد پڑھے اور بقیہ زندگی کے مرتلے بغداد میں طے کئے۔

## عام اخلاق و عادات

معاملات سلطنت کو چھوڑ کر اب ہم فضل کے عام اخلاق و عادات پر نظر ڈالتے ہیں کیونکہ انسان کے حالات زندگی میں یہی وہ مرتع و المہم ہے جس میں مختلف شکل و مثال کی مصہبیں نظر آ سکتی ہیں۔ وہی فضل جس کے پر زور مانتھوں میں بھی تلواری تھی۔ اب علمی مجلسوں اور شانانہ جلسوں میں نظر آئے گا کبھی اس کا روئے سخن مذہبیوں کی طرف ہو گا۔ جس میں مذاق کی باتیں ہونگی۔ کبھی درویشوں اور معمولی آدمیوں سے باتیں کرتے ہوئے دکھائی دے گا لیکن مختلف روپ کی تبدیلی سے ناظرین دھوکے میں نہ آئیں ہر رنگ و صنف میں انہیں فضل کا خیال رکھنا

حاشیہ ۱: اسحاق بن ابراہیم ہمدانی کے یہ اظہار بہت مشہور ہیں۔

فضل بن یحییٰ کا عدانی علی الامین  
والشترسی احمد یا الخانی من العین

لوکان یبغی و بین الفضل صرافتہ  
هو الفقی الماحل المیہون طائفہ

بہرہ نئے کو خواہی جا رہے پوش

من انذارِ قدرتِ رائے شناسم

یہ ہم اول ہی لکھ چکے ہیں کہ فیاضی میں فضل برائے سب سے  
**فضل کی سخاوت** افضل تھا۔ اس خاص صفت میں کوئی اس کی برابری کا دعویٰ

نہیں کر سکتا ہے۔ کثرتِ ایثار نے تمام ملک میں شہرت عام پیدا کر دی تھی۔ اور علماء فضلہ مثلاً۔  
 مشائخ عام سائلین۔ اور غریب محتاجوں کا مجمع صبح کو فضل کے مکان پر ہوتا تھا اور سب باراد  
 و عائیں دیتے ہوئے چلے جاتے تھے۔ فضل کی فیاضی کو بعض مؤرخین نے اہرات کی حدیں  
 شمار کیا ہے۔ لیکن جس قدر اس کی فیاضی کی تعریف کی جائے وہ حقیقت میں اس کے  
 اصلی واقعات ہیں۔ جس میں بالحد تکلف اور بناوٹ کو مطلقاً دخل نہیں ہے۔ علامہ ضیاء برنی  
 نے اپنی تاریخ میں لکھا ہے کہ ایک مرتبہ فضل خراسان سے بغداد میں آیا جس قدر وہ یہ غزائے  
 شاہی میں دخل کرنے والا تھا اس کے تین حصے کر ڈالے۔ ایک غزینوں کو اور دوسرا قدیم  
 متعلقین کو دے دیا تیسرے حصے کا صحن میں ڈھیر لگا دیا کہ جو مستحق ہوں اس کو دیا جائے۔ چنانچہ  
 بیس روز تک یہی ہوا کیا۔ ارورن کو بھی اس کی خبر ہو گئی۔ تب تو بھیجی بھی پریشان ہوا کہ ایسا  
 ہنوار المومنین کا مزاج برہم ہو جائے چنانچہ نصیحت کی غرض سے فضل کے مکان پر دو تہہ ہوا۔  
 جا کر کیا دیکھتا ہے کہ بیٹے کا سر مصلے پر ہے۔ اور آنکھوں سے آنسو جاری ہیں۔ یہ حال دیکھ کر بھیجے  
 نے پوچھا جان پوچھا حال ہے؟ جواب دیا مجھے آنسو ہے کہ بغداد میں بہت ایسے لوگ ہیں جو



اعلا کے مستحق ہیں۔ مگر میرے پاس اب کچھ نہیں ہے! بیٹے کی یہ حالت دیکھ کر کہا کہ کچھ فکر نہ کرو جو میرے پاس ہے اولیٰ سے صرف کرو۔ جب یہ ہو جائے تو قرض لینا میں ادا کر دوں گا۔

حقیقت یہ ہے کہ ایسے فیاض اور کریم النفس پیدا نہیں ہوتے ہیں تو فضائل کے شاخاواں ہر طبقے میں بکثرت ملیں گے لیکن شوالے خاص کر اس مضمون میں زیادہ جھڑکیا۔ اور شالوں کے ساتھ جو جو احسان اس خاندان نے کئے ہیں وہ ضرب المثل ہیں۔ اور انصاف یہ ہے کہ عربی علم ادب کا بہت بڑا سرمایہ برکات کی فیاضی سے مرتب ہوا ہے۔ کیونکہ ایک ایک قصیدے کے صلے میں شاعر کو ہزاروں درہم و دینار دینے سے برکات کا مقصود علم ادب (اور پھر) کی ترقی تھی۔ شراب پائے تخت میں سے مروان بن ابی غطفہ خاص برکات کا شاعر ہے۔ اس نے ایک موقع پر اپنے ممدوح فضل کا سلاطین سے مقابلہ کیا ہے۔ اور فیاضی کی نسبت اس کا یہ قول ہے۔

پادشاہوں سے نفع و نقصان دونوں پہنچتا ہے۔

لیکن برکیوں سے صرف نفع پہنچتا ہے۔

اگر کوئی بڑائی ہرگز وہ اور دل کا کام ہے۔

وہ بھلائیوں کو بربکیوں سے شوق رکھتی ہیں۔

عند الملوك منافع ومضرة

واری البرامك لا تضرو تنفع

ان کان شرکان غیر ہم له

والخیر منسوب الیہم اجم

امام بیہقی نے برکات کی فیاضی کی نسبت لکھا ہے کہ اس خاندان کے ارکان رات کو گلی کوچوں

میں پھرا کرتے تھے۔ اور روپوں کی خسیلیاں غلام لئے رہتے تھے۔ اور حاجتمندوں کے دروازے

حاشیہ: اور مع ناموں کو برائے معلوم ہو گا لیکن برکات کی سچی تعریف ہے اسحاق مولیٰ کی روایت ہے کہ بنے ایک جڑ یا شارضل کے مائے چڑھے تو جسے کہنے لگا۔ انوس ہے کہیں نے مروان کو اس کا مکہ بھی نہیں دیا تھا یہ صرف تیس ہزار درہم کا صلہ ہے میں نے دیکھا ہے کہ وہ دینا نہ دے تھا دنیا، برقی صفحہ ۱۷۷ ص ۱۷۷ کتب الحسن والسادۃ صفحہ ۱۷۷ ص ۱۷۷

کھلو کر ان کو پھیلی دے دی جاتی تھی۔ جس میں تین ہزار سے پانچ ہزار تک دم ہوا کرتی تھی۔ کسی نے ایک دفعہ اسحاق موملی سے پوچھا کہ فضل کی نسبت تمہارا کیا خیال ہے تو اسحاق نے یہ جواب دیا:

اذ انزل الفضل بن یحییٰ ببلاۃ	فضل بن یحییٰ جب کسی شہر میں آتا ہے۔
رأیت بها غیث السحابة ینبت	تو تم دیکھو گے کہ وہاں سخاوت کی کھیتی اُگتی ہے
فلیس بسعال اذا سیل حاجة	جب بس سے کوئی کچھ مانگا ہے تو وہ ڈمکے کے لئے کھانتا نہیں۔
ولا ملک فی ثوی الارض ینکت	اور زمین کی طرف جھک کر گڑی سے زمین کرتی ہے

جس طرح شرار فضل کے عاشق تھے۔ ویسا ہی فضل بھی اُن کا مربی اور مددگار تھا۔ وہ بارہا میں جب کبھی مارون الرشید کا شعراء پر قناب ہوا تو صرف فضل کی سفارش پر غصہ تصور ہوا کرتا تھا جس کی نظر میں قربانی وغیرہ کے حالات مشہور ہیں۔ فضل کی مرع میں شرانے جس قدر قصائد لکھے ہیں۔ اگر ان کا انتخاب کیا جاوے تو ایک مختصر دیوان تیار ہو جائے۔ لہذا اشعار مذکورہ پر اکتفا کیا گیا۔

ناعرین ابو نواس وغیرہ کے قصائد سے لطف اٹھا سکتے ہیں۔ جو فضل کی مرع میں لکھے گئے ہیں۔

حاشیہ علامہ ابن سنی

عہ ابو علی حسن بن ابی بن عبداللہ بن صالح مشہور۔ ابو نواس ایک میل القدر داخل اور نامور شاعر تھا۔ ابو نواس کا قول ہے کہ میں نے ابو نواس سے زیادہ علم لغت میں کسی کو عالم نہیں دیکھا۔ فن شعر میں جو درجہ تقدیم میں ارد اعلیٰ کا تھا۔ جو میں میں ہی رتبہ ابو نواس کا تھا۔ نثر کے نام میں بھی شریک تھا اس نے ہر قسم کے معانی ہوتے تھے۔ اور جو علم فضل کے مزاج میں سمجھ میں بہت تھا۔ اور کوئی بات نکتہ سخی و ظرافت سے خالی نہیں ہوتی تھی۔ چنانچہ عباسیہ دور کا کوئی صبح میں اس کے قصائد مشہور ہیں۔ فضل برکی کی قرین میں جو قصیدہ دیوان میں موجود ہے وہ نہایت ذور کا ہے جس کا مطلع یہ ہے:

اے اہم البلا ان العشوم لبادی علیک وانی لم اخنک و وادی

یہ شاعر مشہور بحر میں یاسین بحر میں یاسین مقام اہواز پیدا ہوا تھا اور علیہ امین الرشید کے زمانہ میں مقام ہند اور

فضل برکی نہایت متکبر و نخوت پسند تھا۔ چنانچہ ایک خاص مصاحب نے  
**نخوت پسندی** جزات کر کے پوچھا کہ آپ میں باوجود دروت و سخاوت متکبر و نخوت کیوں ہے؟

فضل نے جواب دیا کہ میں نے عمارہ بن حمزہ سے یہ عادت سیکھی ہے لیکن اب مجبور ہوں کیونکہ  
 یہ عادت طبیعت ثانی ہو گئی ہے یہ جب اس قدر معلوم ہوا تو پھر اس مصاحب نے سوال کیا کہ عمارہ کا کیا  
 واقعہ ہے؟ تب فضل نے پورا قصہ اس طرح بیان کیا کہ خلیفہ ہمدی کے زمانے میں پدربزرگوار بھیجی  
 برکی، بلاد فارس میں عامل تھے۔ وزیر اسطنہ عمارہ سے کسی قدر رنج تھا اس لئے ایک موقع پر یہ  
 حکم جاری ہوا کہ کل سالانہ خرچ و وجہ قسط سے پہلے غزائے شکاری میں داخل ہو جاوے۔ اس وجہ سے  
 سخت پریشانی ہوئی جس قدر ممکن تھا وہ یہ جمع کیا گیا۔ تاہم تیس لاکھ کی رقم باقی تھی تب مجھے حکم  
 دیا کہ بغداد پہنچ کر عمارہ سے میرا سلام کہو اور بقدر ضرورت روپیہ قرض لے آؤ یا اگرچہ میں نے  
 مخالفت بھی کی کہ آپ میں اور عمارہ میں یہاں تک صداقت ہو گئی ہے کہ اگر موقع ملے تو ہاں کی  
 کڑوائے لیکن میں مجبور کیا گیا اور بغداد میں حاضر ہوا۔ اطلاع ہونے پر وہاں میں میری رسائی ہوئی

بغیر حاشیہ۔ میں فوت ہوا۔ بعد انتقال کے کئی صندوق کاغذ اس کے مکان سے نکلے جس میں لطائف و لطائف اور نکات و نواف  
 لکھے ہوئے تھے۔ اور جو کچھ کلاہ سے پر دو گیسو ہر وقت حرکت کرتے رہتے تھے اس وجہ سے اس کو ابھوس لیتے تھے۔ اور ان کو ابھ  
 الہیاری صفحہ ۹

لے ابن خلکان صفحہ ۱۰، تاریخ نگارستان محمد احمد کرنی۔ جامع حکایات صفحہ ۳۳۳

لے جامع الحکایات کی روایت ہے کہ کبھی برکی کے پاس چند ہنوع یا رس متاجری پر تھے۔ سال تمام پڑھتا رہا وہ یہ نہیں پہنچا تھا۔  
 اس وجہ سے ہمدی عباس نے اس پر ہجو کیا تھا کہ اندک دن کے کل عمارہ دہل نہ کھانے قتل کیا جائے گا۔ یہ عجیب بات  
 ہے کہ مولانا گورداری میں سلف سے سنشیاں پڑتی چلی آتی ہیں۔ اور کج عجب و بول تھا یا میں حرکات قافلی جادی ہیں۔  
 اور تحصیل اہل کے فراموش ہیں یہ سب سے ہم خدمت ہے۔

تو کیا دیکھتا ہوں کہ عمارہ صدر ایوان میں کیہ لگائے بیٹھا ہے میں نے سلام کیا جواب کا تو کیا ذکر ہے  
 میری طرف نظر اٹھائے بھی نہیں دیکھا کہ کون ہے؟ تب مجھے بے انتہا صدمہ ہوا۔ اور تعین ہو گیا  
 کہ یہاں سے کوئی امید مطلب براری کی نہیں ہے۔ کیونکہ جس شخص کی ملاقات کا یہ عنوان ہو کہ  
 سلام کا جواب تک نہ دے۔ وہ کیونکر لاکھوں کی رقم بیت المال سے نکال کر دیدیگا۔ چونکہ چند خیالات  
 نے مجھے گھیر لیا تھا۔ اس وجہ سے نہایت پریشان تھا کہ کیا کروں۔ چنانچہ عمارہ نے مجھے متحیر  
 دیکھ کر کہا کہ اگر کچھ کہنا ہے تو کہو تب میں نے کل واقعہ بیان کیا۔ جواب میں اس سے دیا اور  
 کچھ نہ کہا کہ نہ خدا کا رساز ہے، میں شک اس جواب نہ کر چلا یا۔ لیکن سخت متروک تھا کیونکہ غالی ماتھے جا  
 بھی نہیں سکتا تھا اور نہ صورت واقعہ کسی سے بیان کر سکتا تھا۔ لیکن تھوڑی دیر میں کیا دیکھتا  
 ہوں کہ دروازے پر ایک قطار اونٹوں کی موجود ہے۔ اور سب پر توڑے لدے ہوئے ہیں۔  
 دریافت کرنے پر معلوم ہوا کہ عمارہ نے سب درخواست بھیجی برکی یہ روپیہ بھیجے۔ میں نہایت  
 خوشی سے وہ رقم لے کر روانہ ہوا۔ اور کسی پوری کر کے خزانہ روانہ کر دیا گیا۔ اس کے بعد جب میں نہ  
 حرم لے کر عمارہ کی خدمت میں حاضر ہوا تو سخت ناراض ہوا اور کہا: رخصت ہو گا بادک اللہ  
 فیک کیا میں تجھی کا مہاجن تھا کہ ضرورت کے وقت طلب کیا اور اب واپس کیا جاتا ہے؟ یہ کہہ کر  
 اس نے سب تم واپس کر دتی تھو کہ کا یہ انداز مجھ کو پسند آیا اور اسی دن سے مجھ میں بھی سخت پیدا  
 ہو گئی۔ اب ہم فضل کی سخاوت اور فیاضی کی چند متبرہ حلیات لکھتے ہیں جن سے اعلیٰ درجے

حاشیہ ملے۔ انوس پہ کہہ زمین نے فضل کے حالات میں مجھ اس کے دادا ہش کے افسانوں کے ادکچہ بھی نہیں کھائے ہیں  
 ہم سے اگر کہہ بھی ان واقعات سے خالی ہے جو نظام سلطنت سے وابستہ ہیں۔ اور محض فیاضی کے واقعات سے مستند فائدہ  
 نہیں تھا۔ لہذا فیصدی دہرین واقعات بطریقہ کے آگے کیا گیا ہے۔

کی فیاضی اور خاص خاص نیکیاں فضل کی ظاہر ہوگی۔

اسحاق بن سلیمان نے یعقوب بغدادی سے روایت کی ہے کہ محمد بن ابراہیم  
 عباسی اپنے مصارف کی وجہ سے تنگ دست رہتا تھا۔ ایک مرتبہ اس قدر  
 مقروض ہو گیا کہ پریشان ہو کر نہایت قیمتی جواہرات فروخت کرنا چاہے۔

ارکان عباسیہ  
 سے سلوک

لیکن بغداد کے جوہریوں نے دوشمن میں دس لاکھ دینار منظور نہیں کئے تب تو نہایت ہی  
 تنگ لہوا۔ اور یہ خیال کیا کہ برلک کے مکان پر جانے کا اتفاق نہیں ہوا ہے۔ لیکن ایسی مصیبت  
 میں برلک کے سواے اور کون ہے جس سے حاجت روائی کی امید ہو سکتی ہے۔ چنانچہ مجبوراً  
 دوسرے دن فضل کے مکان پر گیا۔ محمد عباسی کا فضل کے مکان پر جانا فضل کے واسطے نہایت  
 ہی غرت کا باعث تھا۔ کیونکہ علاوہ انتساب سلطنت کے آل عباس میں محمد بن ابراہیم سے فرماؤ  
 کون معزز ہو سکتا تھا؟ فضل بہت خوش ہوا۔ اور نہایت تعظیم سے پیش آیا۔ تھوڑی دیر کی گفتگو  
 کے بعد محمد عباسی نے وہ گرانمایہ جواہر فضل کے سامنے رکھ دیئے اور کہا کہ دس لاکھ دینار کی  
 ضرورت ہے۔ فضل اس وقت خاموش رہا۔ کیونکہ محمد کے ساتھ زیادہ گفتگو کرنا بھی بے ادبی  
 تھی۔ فضل نے جواہرات اپنے پاس رکھ لئے۔ اور دوسرے دن صبح کو دس لاکھ دینار بھیج دیئے  
 اور ایک عرضداشت اس مضمون کی لکھی کہ: آپ کی بات کا رد کرنا کمال بے ادبی تھی۔ اسلئے  
 کل قیمتی جواہرات رکھ لئے گئے تھے۔ لیکن اب میں واپس کرتا ہوں اگر آپ اس کو قبول  
 فرمائیں تو میری عزت افزائی کا باعث ہوگا۔ اور تمام عمر ممنون رہوں گا۔ ہاں اگر اسے حالی کے  
 نزدیک مصلحت نہ ہو اور کترین کی درخواست قبول نہ کی جائے تو نہایت ادب سے عرض کرتا ہوں

کہ جب آپ کے مصارف سے باقی رہے اس وقت یہ رقم آپ واپس رحمت فرمائیں“ محمد نے جب نقدی کا یہ انبار دکھا اور ساتھ ہی اس کے فضل کی عرضی پڑھی۔ جو اپنی حاجت اور فضل کی فیاضی پر خیال کر کے جواہرات بھی رکھ لئے۔ اور مل کو یہ یہیں قبول کیا۔ اور یہ بارادہ کیا کہ ہر روز صبح کو جا کر فضل کو سلام کیا کروں لیکن فضل بھی اسی خیال سے کہ شاید محمد عباسی اواسے شکر یہ کے لئے تشریف لائیں۔ طے الصباح دربار خلافت میں حاضر ہوا۔ اور خلیفہ نارون الرشید سے محمد بن ابراہیم کے واسطے بہت دیر تک عرض کرتا رہا۔ چونکہ فضل بہت کم سن اور تین تھا۔ بلا ضرورت زیادہ گفتگو نہیں کرتا تھا اس وجہ سے نارون کو نہایت تعجب ہوا کہ خلاف معمول یہ سفارش کیسی ہے۔ اور فضل سے کہا کہ محمد بن ابراہیم کو پاس ہر روز درہم سلطنت سے ملے ہیں گو بہ اعتبار من کے اعزاز و مراتب کے یہ وظیفہ کم ہے۔ اور میں اس رقم پر اضافہ کر سکتا ہوں۔ لیکن خاندان اہم میں افراد روک نہیں ہیں۔ من کو بھی یہ حق حاصل ہو گا کہ اضافہ درخواست کریں۔ اس وجہ سے اضافہ منظور نہیں ہو سکتا ہے۔ فضل نے کہا کہ خلیفہ کی فیاضی کی امید پر میں اس رقم کو دو چہرہ کرتا ہوں۔ کیونکہ محمد اب زیادہ مقروض ہو گیا ہے۔ بلکہ یہاں تک ذمت پہنچی ہے کہ جو قیمتی جواہر امیر المومنین کے خلیفہ ہیں وہ مدفن رکھے جاتے ہیں۔ اس لحاظ سے ایک جاگیر بھی محنت ہونا چاہئے۔ کہ ذمت قرض کی اقتدار دیکھو۔ نہ پہنچے اور موجودہ قرض غر ازہ شاہی سے ادا کیا جائے۔ بالآخر فضل کی تجویز کو نارون نے منظور کر لیا۔ اور احکام جاری کر دئے گئے۔ جب محمد کو دربار کا یہ واقعہ معلوم ہوا تو نہایت خوش ہوا۔ اور فضل کے اواسے شکر یہ کا خیال اور بھی مستحکم ہو گیا۔ لیکن فضل کی حالت

قصی کہ جب محمد کی آمد کی خبر سنتا۔ تو یحییٰ یا جعفر کے مکان پر چلا جاتا۔ چنانچہ یہ حال دیکھ کر کسی نے محمد سے کہا کہ "فضل کا مقولہ ہے کہ مجھے یہ منظور نہیں ہے کہ آپ جیسا سوز شخص سڑ سندہ احسان ہو یا یہ سنکر محمد کی آنکھوں میں آنسو بھر آئے اور کہا کہ فضل سے کہہ دو کہ سخاوت کا تم پر خاتمہ ہے۔ اب آئندہ زمانے میں جو فیاض ہونگے وہ تمہاری اقتدا کریں گے" اور اخیر عمر تک محمد کا یہ حال رہا کہ صبح کو روزانہ فضل کے مکان پر جایا کرتا تھا۔ یہاں تک کہ جب یہ فیاض بن تباہ ہو گیا اور سوائے کھندرات کے اور کوئی بھی ان کے حال پر حسرت کرنے والا نہ رہا۔ مگر وقت بھی محمد کا یہ دستور تھا کہ فضل کے سمار شدہ مکانات پر جا کر رونا اور فضل کے حق میں دعاے مغفرت کیا کرتا تھا۔ اور چونکہ ملے روس الاشہاد و براکہ کا ذکر ناجرم تھا۔ اس لئے خفیہ طور پر براکہ کی فیاضیاں بیان کرتا تھا اور کہتا تھا کہ جو کچھ میرے پاس ہے یہ فضل کی بدولت ہے بعد استیصال براکہ ہارون نے فضل بن ربیع کو وزیر مقرر کیا ایک روز اس نے جلسہ عام میں یہ ذکر کیا کہ محمد بن ابیہم عباسی ہمیشہ فضل برکی کے سلام کو جا کرتے تھے آخر ہم تو

وزیر اعظم ہوں۔ کیا یہ نہیں ہو سکتا ہے کہ محمد عباسی اس عزت سے محکوم بھی مرفراز فرمائیں؟ لوگوں نے محمد سے اس قول کو نقل کیا۔ تو بہت رویا اور کہا کہ "افسوس فضل ربیع فضل برکی کی برابری کیونکر کر سکتا ہے؟ نہ اس میں فیاضی ہے نہ مروت ہے۔ نہ اخلاق ہے۔ اگر کوئی شخص دونوں میں مساوات قائم کرے تو وہ کشتنی ہے" فضل ربیع نے سنا تو کہا کہ "ماں! محمد کا کہنا صحیح ہے۔ لیکن جب امیر المومنین براکہ کے ذکر سے ناخوش ہوتے ہیں تب تو ایسے تذکرے حاشیہ ملے چونکہ سب اوقات تہاجذ فیاض برکی سے لکھے گئے ہیں اس لیے وہ اس کا ذکر نہیں کھاتے۔"

محمد کو زیبا نہیں! محمد نے یہ سن کر کہا کہ ”اسی دعوے پر فضل۔ براۓ کی برابری کا دعوے کرتا ہے  
یہ تو کسی طرح نہیں ہو سکتا ہے کہ میں خاموش ہو رہوں!“

**حقوق مہساگلی** عبداللہ بن مہمو سے روایت ہے کہ ایک دن میں فضل کی مجلس میں حاضر  
تھا کہ حاجب نے ان کو اطلاع دی کہ ایک غریب الیہ راہزنہ نے کی  
اجازت چاہتا ہے اور یہ بھی کہتا ہے کہ مدت تک میں وزیر کے ساتھ رہا ہوں۔ فضل نے  
کہا کہ ”اچھا انداز نے دو“ حاجب نے لا کر پیش کیا۔ یہ شخص ایک خوب صورت نوجوان تھا مگر  
خستہ و پریشان۔ کپڑے پٹے ہوئے تھے۔ سلام کر کے بیٹھ گیا۔ تب فضل نے اس طرح پر گفتگو  
شروع کی۔

**فضل**۔ یا انجی! میرے پاس آپ کیوں تشریف لائے ہیں۔ کیا کوئی حاجت ہے؟  
مسافر۔ بیشک میں ایک عاجز و ستمدن ہوں۔ اور خود میری شکستہ حالی بتا رہی ہے کہ میں کیا  
چاہتا ہوں۔

**فضل**۔ ہاں میں یہ جانتا ہوں۔ لیکن یہ دریافت کرنا چاہتا ہوں کہ آپ کے میرے ساتھ  
پچھلے تعلقات کیا ہیں۔

مسافر۔ آپ کے اور میرے ایام ولادت بہت قریب ہیں اور میں آپ کا مہسایہ بھی ہوں بلکہ  
میرا بھی نام فضل ہے۔

**فضل**۔ یہ ہو سکتا ہے کہ آپ میرے پڑوسی بھی ہوں۔ اور منہام بھی، لیکن وراثہ ولادت کی  
تصدیق کیونکر ہو سکتی ہے۔



مسافر میں نے اپنی والدہ سے یہ سنا ہے کہ جس رات کو میں پیدا ہوا ہوں اسی شب کو وزیر  
یحییٰ کے یہاں بھی بڑا پیدا ہوا تھا۔ جس کا نام فضل رکھا گیا تھا۔ اور میری ماں نے بھی یہی نام  
بارک سمجھا تھا۔ سچ ہے سہ

نے الجملہ نسبتے بہ تو کافی بود مرا      بلبل ہمیں کہ قافیہ نعل شود بس است

فضل۔ آپ کی والدہ کہاں ہیں اور اب آپ کی عمر کس قدر ہو گئی؟

مسافر۔ مین نینتیس برس کا ہوں۔ اور میری ماں دنیا سے کوچ کر گئی ہے۔

فضل۔ مجھے نہایت تعجب ہے کہ اس وقت تک آپ گمنامی کی حالت میں رہے۔ اور مجھے  
کبھی ملاقات بھی نہیں کی آخر اس کا سبب کیا ہے۔؟

مسافر۔ کلّ اَمرٍ مَوَّضُوْنَ بِاَوْقَاتِہَا سوائے اس کے اور کوئی سبب نہیں کہا جاسکتا  
ہے نورخ لکھتا ہے کہ جب گفتگو ختم ہو گئی تو فضل نے مطابق اعداد اس کی عمر کے پینتیس  
درہم اور خلعت اور سواری وغیرہ بخش کر دیے۔

انسانی ہمدردی      عبداللہ طائی رہنما اور ایک رئیس اعظم تھا، اپنا ایک واقعہ اس طرح بیان کرتا ہے کہ خلیفہ مارون الرشید کے عہد میں میرا تعلق عدالت کے

عوروں میں تھا۔ لیکن ایک دن خلیفہ نے خوش ہو کر احمد بن خالد کے ہمراہ کتاب دار الحکومت  
سے ضلع غیر کو روانہ کیا اور ایک بڑی جاگیر کے انتظامات میرے سپرد کر دیے۔ لیکن چونکہ اس  
خدمت کے قبل میں جرمانہ وغیرہ کے سخت مصائب اٹھا کر مفلس ہو گیا تھا اس لئے جاگیر پر

پہنچا اور اول تو اپنا ساز و سامان درست کیا۔ اور جس قدر ہو سکا فراہمی نقد و جنس میں مشغول ہوا۔  
 جب میری دست درازی سے رہائیا تنگ ہو گئی تو عدالت میں جا کر مجھ پر نالہ دائر کر دی۔  
 اور ذبانی تمام حالات مارون الرشید سے کہہ دیئے۔ استغاثہ دائر ہوتے ہی سطل کیا گیا۔  
 اور پولیس کی حراست میں پایہ زنجیر و بار میں لا کر پیش کیا گیا اور کل اثاثہ البیت ضبط  
 ہو گیا۔ مالی نقصان کے علاوہ روزمرہ کی منزا سے بھی میں تنگ ہو گیا تھا۔ نقدی میں صرف  
 چار ہزار رہے۔ باقی رہ گئے تھے۔ جب میں نے تمام حالات کا اظہار کیا تو حکم دیا گیا کہ بمباد ایک  
 دن جرمانہ داخل کرو ورنہ حکم منزا سے موت صادر ہو گا۔ اصل یہ ہے کہ خلفائے عباسیہ میں مارون  
 سیاست مکی میں بہت سخت تھا، جو افسر میری نگرانی کے واسطے تعینات تھا جب اس کو یہ  
 خبر ہوئی تب تو وہ میری جان کا خواہاں ہو گیا اور سخت تشدد کرنے لگا۔ لیکن جب ادا سے  
 جرمانہ کی کوئی صورت نہ ہوئی اور میرے قتل میں صرف ایک دن باقی رہ گیا۔ تب میں نے  
 اپنے پہرے کے سپاہیوں کی خوشامد کی اور ان سے کہا کہ کسی طرح جلاوڈیر السلطہ جعفر  
 برمکی کے دولتخانہ تک پہنچا دو۔ شاید کچھ کام نکل جائے۔ بارے میری درخواست کو ان  
 لوگوں نے منظور کر لیا۔ جس وقت میں جعفر کی خدمت میں حاضر ہوا ہوں۔ اس وقت وہ  
 دربار کو ہار ماتھا۔ میں نے اپنا قصہ سبایا و حدہ کیا بشرط موقع تمہاری سفارش کروں گا۔  
 میں نے عادی اور دہاں سے فضل کے مکان پر حاضر ہوا۔ جس وقت میں پہنچا ہوں  
 حاجب تمام حاجت مندوں کو پیش کر رہا تھا۔ میں بھی اس گروہ میں شامل ہو گیا۔ جب میری  
 پیشی کی وقت آئی تو فضل نے پوچھا کہ جرمانے کی مقدار کس قدر ہے۔ میں نے عرض کیا

کہ چار لاکھ درہم۔ اور صرف آج کی میعاد باقی ہے اگر شام کو یہ رقم داخل خزانہ نہ ہوئی تو صبح کو قتل کر دیا جائوں گا۔ میرے سوال کا فضل نے کچھ جواب نہیں دیا۔ یہاں تک کہ عصر کا وقت آ گیا۔ زیادہ ٹھیکر نے کی ہملت مٹھی لہذا اسی حالت بھوک پیاس میں جان سے سیر ہو کر میں رخصت ہوا۔ جو اجباب راستے میں ملتے جاتے تھے ان سے رخصت ہوتا جاتا تھا۔ چونکہ میری موت میں صرف ایک رات باقی تھی۔ اس لئے اہل عیال سے آخری ملاقات کے واسطے گھر کو گیا دروازے پر کیا دیکھتا ہوں کہ فضل کے دو غلام میرے منتظر ہیں۔ اور پانچ لاکھ دینار اونٹنوں پر لدے ہوئے ان کے ساتھ ہیں۔ علاوہ نقدی کے نہایت قیمتی تھان کپڑوں کے بھی بیچے ہیں۔ مجھے دیکھ کر غلاموں نے کہا کہ عبداللہ تم دوپہر سے تمہارے انتظار میں تھے۔ فضل نے تمہاری درخواست منظور کی ہے اور حکم دیا ہے کہ ”اداس جرمائے کے بعد جو باقی رہے اسے تم اپنے مصارف کے واسطے رکھنا اور آئندہ کے واسطے عہد کر دو کہ جب تک مارون الرشید کی خلافت ہے۔ کبھی دست درازی نہ کرونگا اور بشرط ضرورت اپنی جاگیر سے میں تجکو کچھ حصہ دوں گا۔“ اس فیاضی کو دیکھ کر میں نہال ہو گیا۔ اور فضل کے صدقے میں مارون کے ہاتھ سے نجات پائی۔ اور میں خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ تمام عراق عرب میں نہیں۔ بلکہ تمام دنیا میں کوئی بھی براۓ کے مثل فیاضی نہیں کر سکتا ہے۔ ابتدا سے آبادی بغداد سے زوال خاندان تک بغداد میں کون ایسا شخص تھا کہ جو براۓ کی فیاضی سے گرا بنا رہو۔

۲۔ ایک ہاشمی خلف مصری سے روایت کرتا ہے۔ کہ میں ایک دن یحییٰ بن معاذ کی ڈیڑھ

پر حاضر ہوا۔ تو خلاف معمول دروازہ بند پایا۔ کوئی دربان بھی نہ تھا۔ لیکن میں دروازہ کھلو کر اندر گیا۔ اور یحییٰ سے حالت دریافت کی تو فرمایا کہ قرض خواہوں کے خوف سے خانہ نشین ہو گیا ہوں میں نے پوچھا قرضہ کس قدر ہے تو کہا تین لاکھ درہم اس کے بعد میں چلا آیا۔ اور فضل برکی سے یحییٰ بن معاذ کی حالت بیان کی۔ یحییٰ کا حال سن کر فضل چپ ہو رہا۔ لیکن جب میں مکان پر پہنچ گیا تو فضل کا خط ملا۔ جس کا یہ مضمون تھا کہ آپ نے مجھے یحییٰ بن معاذ کے حالات سے اطلاع دی۔ اس کے صلے میں ایک لاکھ درہم آپ کو اور تین لاکھ درہم یحییٰ کو بھیجتا ہوں تاکہ وہ اپنا قرضہ ادا کر دیں (المحاسن صفحہ ۱۵۷)

**ایضاً نمبر ۳** اسحاق بن موصلی روایت کرتا ہے کہ میں ایک دن فضل کی خدمت میں حاضر ہوا۔ بزم طرب میں بیٹھا ہوا تھا۔ مجھے دیکھ کر بہت خوش ہوا۔ اور اعزاز کے ساتھ اپنے پاس بٹھالیا۔ وقت کے مناسب چند حکایات ظرافت آمیز میں نے بھی بیان کیں۔ میری باتیں سن کر بہت ہنسنا۔ پھر میں نے چند رائگیاں جو جدید تصنیف کی تھیں ان میں سے بعض سنائیں۔ مجلس کے ملتے پر ایک لاکھ درہم۔ اور خلعت گرا بنہا انعام ملا۔ اور صبحی کے واسطے سخت تاکید کے ساتھ حاضری کے واسطے حکم ہوا۔ میں اقرار کر کے نصرت ہوا۔ جی میں یہ خیال گزرا کہ آج شب ماہرے اس لئے سیدھا دماں سے بائع کی طرف چلا گیا۔ معتدل ہوا کے جھونکے کے ساتھ گل دریاں کی خوشبو سے دماغ معطر ہو رہا تھا۔ چونکہ ہمارا موسم تھا۔ اور چودھویں مانج تھی۔ اس سبب چاند کی روشنی پورے اونچ پر تھی۔ تمام باغ متاب کی نورانی منیا سے جگمگار رہا تھا ان تمام چیزوں نے مجھے بے خود کر دیا۔ اور طیور کی نغمہ سنجیوں

سے ایک عجیب سرت اور تازگی مجھ میں پیدا ہو گئی۔ اس لئے پچھلی رات تک میں باغ میں  
 ٹھہرا رہا۔ لیکن فضل کا وعدہ یاد آگیا اور طمع بھی مجھے غالب ہو گئی۔ اس لئے اس عیش کو چھوڑ کر  
 فضل کے مکان کا قصد کیا۔ آٹھ گھنٹے میں کیا دیکھتا ہوں کہ خلیل بیچ کنڈی اور ہڈی کا مشہور  
 امیر ہے اپنا وہ پا۔ گریباں چاک۔ روٹا چھینٹا۔ چلا آتا ہے اور غالباً تنگدستی سے اس کی یہ نوبت  
 پہنچی تھی کہ پریشاں خاطر ہو کر گھر سے نکل کھڑا ہوا ہے۔ چونکہ خلیل سے اکثر اوقات صلے  
 اور انعام مجھے حاصل ہوئے تھے اس لئے خلیل کی حالت زار پر مجھے بہت افسوس ہوا۔ میرا  
 دل بھرا۔ میں نے حال پوچھا اور کہنے لگا کہ کیا پوچھتے ہو؟ اہل وعیال مبتلائے فاقہ ہیں  
 قرض کے بارے میں کچھکا جاتا ہوں۔ میرے اختیار کی اب کوئی بات نہیں ہے۔ پیادہ پا چلنے کی  
 نئی مصیبت سر پر پڑی ہے۔ اب آگے قدم نہیں اٹھتا ہے۔ غالباً اسی مصیبت میں میری جان  
 جاگمگی۔ یہ سب موت کے سامان ہیں۔ اور سچ یہ ہے کہ میری موت کو موجودہ حیات پر شرف ہے۔  
 خلیل کی حالت زار پر مجھ کو افسوس آگیا اور اپنے ساتھ مکان پر لے گیا۔ اور پانچ روز دینار بطور  
 قرض کے پیش کئے۔ کیونکہ میری حیثیت کے نمایاں نہ تھا کہ میں کہتا آپ اس نذر کو قبول کریں  
 نذر پیش کر کے میں نے بہت اصرار کیا کہ آپ آج غریب خانے پر قیام فرمائیں۔ دیکھیے تو سہی  
 کل کیا ظاہر ہوتا ہے۔ لیکن خلیل اپنے گھر چلا گیا۔ اور میں وہاں سے فضل کی خدمت میں حاضر  
 ہوا۔ وقفہ غیر معمولی ہو گیا تھا۔ اس وجہ سے فضل مجھے بہت خفا ہوا لیکن میں نے فضل کے  
 خوش کرنے کے واسطے سادہ چھڑا۔ اگرچہ میں اپنے کام میں مشغول تھا۔ لیکن لحظہ خلیل کی  
 حالت یاد آتی تھی۔ مگر عرض حال کا موقع نہ تھا۔ جب فضل نے مجھ کو بہت پریشان دیکھا تو

پوچھا کہ اسحاق کیا حال ہے؟ تم مجھے پریشان نظر آتے ہو۔ فضل کا اس قدر اشارہ پا کر میں خلیل کا  
 راگ گانے لگا۔ سن کر بہت متاسف ہوا اور کہا کہ ”نہایت تعجب ہے کہ میں بغداد میں موجود ہوں  
 اور بزرگانِ بغداد کی تنہا ہی کی کوئی خبر نہیں دیتا ہے کہ ان کی کیا حالت ہو گئی ہے؟“ حاضرین  
 مجلس نے یہ واقعہ سن کر مجھ پر غصہ شروع کیا اور کہا کہ بھلا یہ کون موقع ومن حال کا تھا۔ وزیر  
 کی بزمِ عیش کو تم نے تلخ کر دیا؟ میں نے جواب دیا کہ آپ لوگوں کا عتاب مجھ پر فضول ہے۔  
 میری طرف سے تو ذکر کی ابتدا نہیں ہوئی تھی۔ وزیر نے میری پریشانی دیکھ کر خود بخود دریات  
 کیا ایسی صورت میں فرمایا۔ کہ میں کیونکر چپ رہ سکتا تھا؟ جب مجلس برخاست ہوئی اور  
 میں نے رخصت ہونا چاہا تو مجھے ایک رقعہ اپنے قلم سے لکھ کر دیدیا جس کا یہ مضمون تھا کہ خدا  
 کی تجھ پر رحمت ہو کہ ایک امیر کے حال سے مجھے مطلع کیا۔ اس کے شکریے میں پچاس ہزار  
 درہم قبول کر اور میری جانب سے خلیل سے کہدے کہ اتنی بدرہ فقرہ بھیجتا ہوں اس کو صرف  
 کر دے فضل کا پیام سن کر خلیل نہایت خوش ہوا۔ اور وہ عطیہ لے لیا دوسرے دن دربارِ خلافت  
 سے ایک معزز و عمدہ پرہیزگار دیا۔ ایک سال نہ گزرا تھا کہ میں نے خلیل کو دیکھا کہ شامانہ طرز پر  
 اس کی سواری جارہی ہے۔ یہ شان و شکوہ دیکھ کر مجھے تعجب ہوا اور فضل برہکی کی فیاضی یاد  
 آگئی کہ جو کچھ ہے اس کی مہربانی کا نتیجہ ہے۔

فضل برہکی کا غلام فرج کہتا ہے کہ فضل کے گلے میں ایک پھوڑا  
 ندیموں کی سعادت ہو گیا تھا۔ جس سے سخت تکلیف تھی۔ اور غذا اچھوٹ گئی تھی۔

ماروں کو بھی نہایت رنج تھا۔ چنانچہ دن اور رات میں پچاس مرتبہ خدامِ مزاج پرسی کے واسطے

حاضر ہوتے تھے اور ایک مرتبہ تو خود ان کو دیکھ جاتا تھا۔ اور بھی حضرت محمدؐ موسیٰ کو سخت ناکہ  
 تھی کہ کسی وقت سرمانے سے نہ ملیں۔ اور شاہی طبیب لفظ بہ لفظ حالت دیکھتے رہتے تھے۔  
 اور مجبوز خاص مصاحبوں کے اور کسی کو اندر آنے کی اجازت نہ تھی۔ اسماعیل بن بکر بھی ایک نظریف  
 اور شیریں سخن مصاحب تھا۔ مگر چونکہ سخیل اور لالچی تھا۔ اس وجہ سے فضل کے انعامات سے محروم  
 رہتا تھا۔ جب فضل کی بیماری کی خبر سنی تو عیادت کو کئی مرتبہ حاضر ہوا۔ مگر سلام کی نوبت نہ  
 پہنچی۔ لیکن ایک دن حاجب کی مہربانی سے اجازت مل گئی۔ چونکہ اس وقت فضل کی طبیعت  
 سنبھلی ہوئی تھی حکم دیا کہ چند دلچسپ اشعار سناؤ۔ اسماعیل ذوق شوق میں بیٹھا ہوا فضل کو اشعار  
 سناتا تھا۔ اتفاق سے ایک کتا عجیب الطبعہ۔ کریم النظر۔ چار چشم اسماعیل کے قریب باندھ دیا  
 گیا۔ چونکہ اسماعیل کتے سے بہت ڈرتا تھا اس لئے شروں کا پڑھنا بھول گیا اور کانپنے لگا۔ فضل  
 کی بھی آنکھ لگ گئی تھی۔ تھوڑی دیر میں درو کی شدت سے آنکھ کھل گئی تو پھر اسماعیل کو حکم دیا  
 کہ ہاں کچھ اور مرے دار اشعار سناؤ۔ لیکن اسماعیل کی تور و تمض ہو رہی تھی خوف سے ہر درو  
 تھا۔ فضل کو کچھ جواب نہیں دے سکا۔ جب فضل نے دیکھا کہ اسماعیل کے قریب سگ چلہ چشم بندھا  
 ہے تب اسماعیل کی متغیر حالت دیکھ کر سمجھ گیا کہ اسماعیل کی حالت اسی سے تباہ ہے۔ اور اس کے  
 چھڑنے کی غرض سے ایک خادم کو حکم دیا کہ اس رفیق جانور کو میرے قریب لاؤ۔ قریب آتا تھا کہ  
 اسماعیل ایک دفعہ جھجھمٹھا اور بھاگ نکلا۔ فضل کو اسماعیل کی بد عیاضی دیکھ کر بے اختیار ہنسی آئی۔  
 جب ہنسی۔ قہقہے کے درجے پر پہنچی اس وقت وہ پھوڑا جو گلے میں تھا خود بخود پھوٹ گیا۔ اور  
 جس قدر مواد جمع تھا وہ بہ نکلا۔ اور غیب سے فضل کا علاج ہو گیا جب فضل کے عزیزوں اور

خلیفہ مارون الرشید نے اس تھے کو سنا تو وہ بہت خوش ہوئے۔ اور فضل کے اچھے ہونے کی خوشی منانے لگے۔ غسلِ صحت کے دن اسمٰئیل کو فضل نے ایک مین حیاتی جاگیر بخشی۔ اور دیگر اعزہ نے ایک ایک ہزار درہم اسمٰئیل کو دئے۔ چنانچہ فضل کی ایک دن کی فیاضی سے اسمٰئیل تمام عمر کسی کا محتاج نہوا۔

مورخین کا قول ہے کہ زوالِ خاندان کے وقت ایسے لوگوں کی ایک کثیر تعداد موجود تھی جو براکہ کے بدولت دولت مند بن گئے تھے۔

فضل بن سل (وزیرِ مامون الرشید) کا ایک مستمذ لازم جس کا نام سفیان بن احمد ہے۔ راوی ہے کہ ایک غریب سندھی آوارہ وطن پریشاں حال بغداد

### مسافرِ نوازمی

پہنچا۔ چونکہ سخت حاجتِ مند تھا۔ ہر شخص سے پوچھتا تھا کہ کوئی ایسا فیاض ہے جو میری اعانت کر سکتا ہو؟ بزرگانِ بغداد سے مجھے کسی قسم کی نسبت نہیں ہے بلکہ یہ کہنا سچ ہے کہ مجھے عربِ حج کسی سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ پھر کون میری امداد کر سکتا ہے؟ لوگوں نے اس کو صلاح دی کہ بجز فضل برکی کے اور کوئی حاجتِ روائی نہیں کر سکتا ہے۔ غرض کہ وہ سندھی فضل کے بیان حاضر ہوا۔ جب حاجب نے لیجا کر پیش کیا تو اس نے اپنی زبان میں ہزاروں دعائیں دے کر عرض کیا کہ صرف آپ کی فیاضی کو وسیلہ قرار دے کر آپ کے غلاموں کا غلام اس دربار میں (جس کا مثل آج تمام دنیا میں نہیں ہے) حاضر ہوا ہے اور اپنی حاجتِ روائی کا امیدوار ہے یہ فضل نے ترجمان سے پوچھا کہ یہ شخص کیا کہتا ہے۔ حاجب نے کہا کہ یہ شخص امیر کی مہربانی اور فیاضیوں کی قرینیت اور اپنی حاجتِ ظاہر کرتا ہے۔



فضل نے اس کی پریشانی پر نظر کر کے حکم دیا کہ دو ہزار دینار صبح مغربی۔ اور ایک سرنج بالوں کا اونٹ جس کے دو کوٹان ہوں دیا جاوے۔ اور ایک ہزار دینار صبح اور ایک گھوڑا مترجم کو حرمت کیا۔ اور باوجود اس ہربانی کے اس سندھی سے معذرت کی کہ تمہاری سافت اور سفر کے لحاظ سے یہ قلیل رقم ہے لیکن سندھی اس عطیہ کو دیکھ کر متحیر رہ گیا۔ اور عرض کیا کہ ”حضور والا کا یہ عطیہ نہ صرف میرے واسطے بلکہ میرے عیال و اطفال کے واسطے تمام عمر کو کافی ہے“ اور دعائیں دیتا ہوا رخصت ہوا۔

خلیفہ مارون الرشید کا ایک نذیم بشیر نام روایت کرتا ہے کہ

### ایک سلام کا معاوضہ

ایک دن فضل برکی شانہ ز رعبت و اب کے ساتھ دربار سے واپس جا رہا تھا۔ سواران خاصہ بڑھ رہے تھے۔ اتفاق سے اس دن سواری عمرو تمیمی کے مکان کی طرف ہو کر نکلی۔ اراے بغداد میں عمرو نہایت مقتدر اور فیاض مشہور تھا۔ راستے میں ان لوں کا مقابلہ ہو گیا۔ عمرو تمیمی نے فضل کو سلام کیا لیکن فضل نے اس قدر اہستہ جواب دیا کہ نہ تو عمرو نے سنا نہ ان لوگوں نے جو عمرو کے ہمراہ تھے۔ اپنے اعزاز کے لحاظ سے عمرو کو نہایت مذمت ہوئی کہ میں نے ناحق ایسے تکبر کو سلام کیا جس نے جواب تکٹ دیا۔ جو لوگ عمرو کے ہمراہ تھے انہوں نے بھی اس قول کی تائید کی تب تو عمرو کو اور زیادہ افسوس ہوا اور یہ خیال کر کے کہ فضل وزیر اعظم ہے صبر کر کے خاموش ہو رہا۔ جب فضل کے مکان پر پہنچا تو پرچہ لگاؤ نے عمرو کے الفاظ فضل تک پہنچا دیے۔ بلکہ صاف لکھ دیا کہ سلام کا جواب نہ ملنے سے عمرو تمیمی کو رُوساے خراسان کے مقابلے میں (جو اس وقت موجود تھے) نہایت شرمندگی ہوئی ہے۔

فضل نے کہا کہ میں نے جواب ضرور دیا تھا لیکن اُس وقت یہ خیال دوسری طرف تھا۔ اُس  
 وجہ سے میں نے اہستہ سے جواب دیا تھا۔ مجھ سے عمرو سے کوئی رنج نہیں ہے وہ نہایت فیاض  
 ہے اور ان دنوں ننگدست ہو گیا ہے۔ پھر حاجب کو بلا کر حکم دیا کہ دس لاکھ درہم غزنے سے  
 لے کر عمرو کی خدمت میں پیش کرو۔ اور میری طرف سے نہایت محنت کرنا اور کہنا کہ فضل سعادتی کا  
 خواست گار ہے اُس وقت ایک اہم خیال میں ڈوبا ہوا تھا بایں وجہ سلام کا جواب اہستہ سے  
 دیا گیا۔ اور آپ اس صحرے میں کوٹھڑی میں کر دنگا کہ دوبارہ خراسان کی حکومت تم کو بھیجے  
 جب حاجب فضل کا عطیہ لے کر عمرو کی خدمت میں حاضر ہوا تو عمرو نے اُن تمام روسلے خراسان  
 کو جو اُس روز موجود تھے طلب کر کے سب کے سامنے فضل کی محنت سُنی۔ اور حاجب کو اعزاز  
 کے ساتھ رخصت کیا۔ جب حاجب نے فضل کے سامنے عمرو کی شکرگزاری بیان کی تو بہت  
 شرمندہ ہوا۔ اور غلیفہ مارون الرشید سے سفارش کر کے خراسان کی حکومت عمرو کے اہم کمال  
 کرادی۔ اور سند کے ہمراہ بارکباد میں پانسو درہم اپنی طرف سے روانہ کئے۔ اس واقعہ سے فضل  
 کی اعلیٰ درجے کی نیکی ظاہر ہوتی ہے کہ ایک اونے اندازت کے معاوضے میں عمرو سے کتنا بڑا  
 سلوک کیا۔

ایک دن موسم گرما میں فضل برکی سیر و تفریح کر کے شہر سے مکان واپس جا رہا  
 تھا کہ راستے میں ایک شخص نے فضل سے کہا کہ روٹیوں سے محتاج ہو رہا ہوں۔

جواب عطیہ

مہنوز اس کا کوئی جواب نہیں دیا تھا کہ فضل کو چھینک آئی۔ سائل نے فوراً کہا یوحنا اللہ

فضل نے یہ سن کر ایک غلام کو حکم دیا کہ اس شخص کو ہمراہ لاؤ۔ اور مکان پہنچ کر پانچ ہزار درہم اور دس جوڑے کپڑے مرحمت فرمائے۔ جب یہ شخص مکان پہنچا تو اس کی بی بی نے کہا کہ آج صبح کو تو آپ غلام محض تھے یہ کہاں سے چرلائے۔ اس نے سدا حال بیان کیا مگر عورت کو یقین نہ آیا۔ اور پولیس نے محلے والوں کی مخبری پر گرفتار کرادیا۔ جب فضل کو اطلاع ہوتی تو جیل سے قیدی کو بلایا اور شناخت کر کے رہائی کا حکم دیا۔ اور نصرت کے وقت پھر پانچ ہزار درہم اور دس جوڑے کپڑے مرحمت فرمائے۔ اور کہا کہ میں اقرار کرتا ہوں کہ میری سرکار سے تم کو ہمیشہ نفع پہنچتا رہے گا۔

**مذہبی اثر** علی بن حسین جعفر جو علمائے کبار بغداد سے ہے روایت کرتا ہے کہ ایک دن حمام میں فضل بریکی کے ساتھ میں بھی گیا۔ حمام اس درجہ آراستہ تھا کہ اللہ سے باہر نکلنے کو جی نہیں چاہتا تھا۔ عطریات و بخور کی خوشبو سے دماغ معطر ہو رہا تھا۔ بعد ازاں جب صحن میں آکر قیام کیا تو میں نے دیکھا کہ فضل کا چہرہ حرارت سے سرخ ہو رہا ہے۔ فضل کی زبان پر مناجات جاری ہے اور آنکھوں سے آنسو رواں ہیں اور بار بار کہتا ہے اللّٰهُمَّ افْزِلْ عَوْدَ بَارِكْ مِنْ مَحْضِ الْمَنِيْدَانِ۔ جب میں نے فضل کی دیر تک وہی حالت دیکھی تو عرض کیا کہ اے مخدوم احادیث صحیح سے ثابت ہے کہ رَأَى السَّخَى كَلَيْدٌ خُلَّ التَّارُ وَكُوْكَانَ فَاسِقًا، آپ اطمینان رکھیں فیاض لوگوں پر آتش و ذوق حرام ہے)

عاشق علیہ السلام کتاب الحسن و الامادی میں۔ محمد بن علی بن عیسیٰ بن مانان نے بروایت محمد بن زید اس روایت کو باوجود نے تغیر بیان کیا ہے۔

و بحیر باب ی من اسفا و صفحہ ۱۸۵۔

مکافات السماحة دار خلد	واہن من مخافة يوم تاسي
وما نار محرقه جواد	ولو كان الجواد من الجوسي

میرے دل سوزی کے کلمات سے خوش ہوا اور ایک لاکھ درہم مجھے رحمت کئے اور تین لاکھ درہم فقر و مساکین کو خیرات کئے پھر مجھ سے کہا کہ حمام کی گرمی سے آتش جہنم کا خیال آتا ہے کاش ہارون الرشید مجھ سے سلطنت کا انتظام لے لیتا کہ ترک دنیا کر کے یاد الہی میں کچھ دن بسر کرتا۔

ابو الہول حمیری شاعر نے ایک مرتبہ فضل کی جو لکھی۔ اور پھر دربار میں حاضر ہوا۔  
**عنفوت ترجمہ** فضل نے پوچھا کہ اب کس منہ سے میرے سامنے آئے ہو۔ حمیری نے کہا کہ اسی منہ سے جس سے خدا کے سامنے جاتا ہوں حالانکہ جتنا خدا کا گناہ گار ہوں۔ اتنا آپ کا نہیں۔

یہ جرتہ جواب نہ کر فضل بنے لگا اور اس کو انعام دیکر رخصت کر دیا۔

اس واقعہ سے جو لطیفہ کی شکل میں ہے۔ فضل کے رحم و کھم کو بھی خاص صفت ظاہر ہوتی ہے اور علم ادب کی قدروانی کا بھی ثبوت ہوتا ہے کہ علمی ذوق و شوق میں اس کو اپنی شان و وزارت کا بھی خیال تھا۔ اور شاعروں کی بددبانی اور گستاخیوں کی کچھ بھی سزا نہ دیتا تھا۔

حاشیہ ۱ ابن خلکان صفحہ ۵۱۷۔  
 ابو یوسف نے اسی نام کا ایک واقعہ ہارون الرشید کی سوانح غری میں لکھا ہے کہ جب وہ بل رجوگونی میں مشہور تھا، شاعر نے اس کی جوگی توڑوں نے ہارون سے شکایت کی۔ چونکہ ہارون الرشید جو بھی شاعر تھا اس لئے حکم دیا کہ وہ تمام شاعریوں سے ہٹ جائیں۔ چنانچہ جب قائل اس شرط پر پہنچا۔

شارع وادب وکون بعد طول جملہ	واستغفرلک من الخسیر الموهل
-----------------------------	----------------------------

یہ میری قوم کے قیرے نام کو راجل سمجھا اور تعاضرت دے دی اور حکم پستی سے نکال کر بلدی پر بٹھادیا۔  
 ہارون نے کہا کہ ”جمل کو ایسی غلط بات کہتے تو انہیں زانیہ میں گناہ کس دن تھا۔ یہ وہی وہی غلطی کے آغوش میں پیدا ہوا اور وہ پیا تو اسی کی چھاتیوں کا پیا۔“ پھر وہ بل کو اپنے سامنے بلایا اور ذکرہ بالا شرط چاہا اور حکم دیا کہ وہ تصبیہ پڑھو

علوم و فنون کی شاعت میں فضل برکی کا نمبر موعین نہ کیجی و جعفر کے بعد رکھا لیکن ہمارے نزدیک فضل اس قابل ہے کہ اس فہرست میں اس کا نام سب پہلے لکھا جائے۔ کیونکہ حسن مانے میں تالیف و تدوین کی بنیاد پڑی ہے اس وقت مصنفین کے پاس بجز قلم اور دوات کے اور کچھ نہ تھا۔ ورنہ اس کی پچال اور جانوران صحرائی کی جھلیوں سے کاغذ کا کام لیا جاتا تھا لیکن فضل برکی نے اپنے اہتمام اور توجہ سے کاغذ بنانے کا کارخانہ جاری کیا اور اس کارخانے کے کھلنے کا نتیجہ ہوا کہ علوم و فنون گھر گھر

### کاغذ بنانے کا کارخانہ

پھیل گئے۔ اور ہر قسم پرچہ گاہ تصنیفیں ہونے لگیں۔ اور مذہبی تصنیفات تو اس کثرت سے ہوئیں کہ جس کا شمار نہیں ہو سکتا ہے۔

فضل کے عالم اخلاق و عادات کا اندازہ مذکورہ بالا واقعات سے بخوبی ہوتا ہے۔ اور فیاضی

بقیہ حاشیہ جس میں اہل بیت کا ریشہ اور ان کے مناقب ہیں۔ چنانچہ وہ عمل نے تصدیق پڑھا شروع کیا۔ جب ان اشعار پر پہنچا تو ماس کو رقت ہوئی اور اہل بیت کی مع کے فضل میں اسکی جو سے بھی درگزر کیا اور بہت بڑا صلہ دیا و رضت کر دیا

نبات زیاد فی القصور مصونة	و نبات رسول الله في الغلوات
پروفا پر رشیدہ و غزراں زیاد	بیرگان بنی سربہ نہ در صحرا
وال رسول الله هلب رقاہم	وال زیاد عظیمہ الرقبات
خیف ولا غزال نبی فریب و اسیر	سیر گردن آل زیاد و کام روا

از جامع الکلیات۔ و تاریخ الخلفاء سیوطی۔

۱۸۰ مقدمہ ابن خلدون فصل ۳۱۔ ص ۱۷۱ اور از صفحہ ۱۸۰

تو ہر واقعہ سے ثابت ہے۔ اس صفت کے متعلق بہت سے واقعات ہم کو معلوم ہیں لیکن قصداً وہ متروک کئے جاتے ہیں۔ فضل کے اخیر عمر کے حالات نہایت عبرت انگیز ہیں۔ مگر ان واقعات کا تعلق زوال برآمد سے ہے اور عقائد ان کا زوال صغیر برکی کے قتل سے شروع ہوا لہذا فضل کے یہ تمام حالات اس موقع پر تحریر ہونگے یہاں صرف اس قدر لکھنا کافی ہے۔

۱۹۳۳ ہجری  
۶۸۰۰

۴۵ برس کی عمر میں جمعے کے دن صبح کے وقت ماہِ محرم ۱۹۳۳ ہجری  
۶۸۰۰ میں رقبہ کے محل میں انتقال کیا۔

**فضل کی موت**

## تیسرا حصہ

### تہذیب

موزناظرین! البراکہ کا پہلا اور دوسرا حصہ ختم ہو چکا۔ اب تیسرے کا آغاز ہے۔ اس حصے میں خلافت عباسیہ کے چشم و چراغ یعنی ابو الفضل جعفر برکی کے حالات ہیں۔ اور شاہ عالم میں جعفر وہ بلند اقبال شخص ہے کہ جس کی فرزندگی کے اقتاب سے نہ صرف یحییٰ بلکہ بڑے بڑے علم و نیایں روشناس ہے۔ عرب و جمہ دونوں میں اس کے نام کا امتیازی پھیرہ اڑتا ہے۔ زعفری اہل فارس کی علمی اصطلاح اسی مبارک نام سے قائم ہوئی ہے جو آج تک دونوں کو زندہ کئے ہوئے ہے۔ اس علمی یادگار کے علاوہ اور بھی اسباب ہیں جس سے فارس کی قدر شناسی معلوم ہوتی ہے۔ تاہم وہ جعفر برکی کی ایک نئی تصویر ہے۔ کیونکہ علم کا مقابلہ کر دے بجائے نعرہ تحسین کے

حاشیہ: جعفر البرکی وزیر ہوا ون الرشید عباسی و هو جعفر بن یحییٰ بن خالد بن برمک انجوسی والدیہ تنسب البدوا ملکہ۔ محیط الخیر سلطنت ۵۹۹ جلداول معبرہ بیروت۔  
علامہ جعفر بن عباس بن ابی اسف برکی۔

جعفر پر غزوہ ماست بلند کرتا ہے۔ اور عزم شکر کے ناسپاسی کا ماراگ گاتا ہے۔ اگرچہ تاریخی حیثیت سے تسلیم کرنا چاہئے کہ حکومت کے اقتدار میں بعض ایسی بے اعتدالیاں بھی جعفر سے ہوئی ہیں جو بظاہر قابل معافی نہیں ہیں لیکن پھر بھی مختلف حیثیتوں سے اسلامی تاریخ میں جعفر پر کمی ایک ایسا شخص ہے جس کی نظیر مشکل سے مل سکتی ہے۔

خلافت عباسیہ کی تاریخ میں بھی نچھلے دیگر افسوسناک تاریخی غلطیوں کے جو مشہور ہیں ایک بڑی غلطی جعفر و عباسہ (مہریرہ مارون الرشید) کی شادی کا واقعہ ہے اور یہ غلطی ہرگز اس قابل نہیں ہے کہ محض بعض مورخین کی غفلت کے خیال سے آنکھ بند کر کے اس کی تائید کی جائے اور ان اصلی واقعات پر خاک ڈال دیکھئے جو روایتاً و دلائلاً صحیح معلوم ہوتے ہیں۔ اور قطع نظر تاریخی اصول کے عقل اور انصاف سے بھی یہ بعید ہے کہ جن بزرگوں کی کوششوں سے خلافت عباسیہ کی تاریخ کا ایک ایک حرف گرنا بار احسان ہو رہا ہے۔ ان کے حالات زندگی کو اس طرز پر لکھیں کہ ان کی اصلی صورت نظروں سے چھپ جائے اور بجائے صحیح خط و خال کے وہ صورت نظر آئے جو سیاہ و داغ اور بنفاجہوں سے چھپی ہوئی ہے ”حاشا و کلا“ یہ غلط واقعہ جو مورخین نے لکھا ہے اس کے تسلیم کر لینے سے جعفر پر کمی یا اس کا خاندان مورد الزام نہیں ہے بلکہ فی نفسہ امیر المؤمنین مارون الرشید پر ایک ایسا جرم قائم کیا گیا ہے جو حصول سلطنت اور انسانی حیثیت دونوں سے نہایت ہی ظالمانہ اور وحشیانہ تھا۔ اور چونکہ تحقیقات سے وہ غلط ثابت ہو گیا اس لئے بعض مورخوں کے نقش قدم کو چھوڑ کر وہ راستہ اختیار کیا گیا ہے جو شاہراہ تقلید سے خارج ہے اور جس کی نسبت یہ یقین ہے کہ وہ اصل لے مطلوب ہے۔



ابو الفضل جعفر زکری کے حالات زندگی حتی الوسع نہایت تلاش اور مستند تاریحوں سے لکھے گئے ہیں اور کوئی واقعہ بغیر تاریخی سند کے تحریر نہیں ہوا ہے اور ..... اس لحاظ سے کہہ سکتے ہیں کہ خلیفہ ہارون الرشید اور براکہ کے حالات میں (بزبان اردو) یہ سب سے پہلی کتاب ہے جس میں سلطنت اور وزارت کے اصلی تعلقات پورے طور سے دکھائے گئے ہیں اور چونکہ خاندان براکہ کے ابتدائی حالات حصہ اول میں لکھے جا چکے ہیں اس لئے اب مطابق ترتیب شجرہ نسب جعفر کی تاریخ شروع کی جاتی ہے۔ اور یہ وہ شخص ہے کہ جس نے اپنے خاندان کو شاہنشاہوں سے زیادہ شہرت دے دی ہے۔ موصیٰ بن کاہیہ خیال بہت صحیح ہے۔ کہ اگر براکہ میں جعفر بن یحییٰ نہ ہوتا تو یہ خاندان کبھی گنہگار کے دائرے سے نہ نکلتا اور نہ اس درجہ تاریخی شہرت حاصل کرتا۔ براکہ کا اطلاق اگرچہ کل خاندان پر ہوتا ہے لیکن اس مجموعہ میں قابل انتخاب صرف یحییٰ۔ فضل و جعفر ہیں۔ جو خاص فضائل سے منسوب ہیں۔ اور فیاضی کی شہرت میں ہر ایک دوسرے سے بڑھ کر ہے۔ ارباب لغت کا یہ قول کہ ”برکت بمعنی کریم ہے“ ہمارے دعوے کی دلیل ہے اور فیاضی کا قطعی فیصلہ اس سے

حاشیہ ۱۰: البرمکی ”مدنوب الی بردک جدا البراکہ کان محو سیاسہ اسلام۔  
والبراکہ عشیرۃ یوصفون بالکرم ولد الکرۃ العامۃ تستعمل البرمکی بمعنی الکریم  
محیط الجہیط فی بستان فی صفر ۴۰۰ جلد اول مطبوعہ بیروت۔

چونکہ مختلف مقامات پر البراکہ میں اس عجیب و غریب کتاب سے استناد کیا گیا ہے لہذا چند سطریں اس کے مصنف کے حالات میں لکھی جاتی ہیں۔ یہ پروفیسر پیرس مشہور بستان فی صفر ۴۰۰ میں موضع دیہ میں ذکر لبنان پر ایک چھڑا سا گاؤں ہے پیرا ہما شہر بیروت سے دیہ تک سات گھنٹے کا راستہ ہے۔ پیرس کا خاندان علمائے لبنان میں ایک معزز

زیادہ اور کیا ہو سکتا ہے؛ کہ خود ان کا نام فیاضی کلرادن بن گیا ہے۔

## جعفر برکی کی ولادت - تعلیم و تربیت

کسی تاریخ سے جعفر کے سال ولادت اور دن و تاریخ کا پتہ معلوم نہیں ہوا کہ کیا ہے۔

**ولادت** البتہ سنہ وفات کے حساب سے یہاں تک مطابقت کی گئی تو معلوم ہوا کہ جعفر کی

بقیہ حاشیہ - مورخ زمانہ ان ہے جو بستانیں کے نام سے مشہور ہے اور جس کی علمی شخصیت تمام ملک شام میں مسلم ہے۔  
 پطرس کا داد احمد اور بستان فی صور و صیدا کا سلطان (عیسائیوں میں نہ ہی عہدہ ہے جو پٹرک سے دو کچھ ہے اٹھا۔  
 چونکہ بچپن ہی میں پطرس کے چہرے سے شرافت اور ذہانت کے آثار نمایاں تھے لہذا عربی و سریانی کی ابتدا کی تعلیم پر فخر  
 میاں شیل سے دلا کہ عبد اللہ نے "میں در تہ کے در میں جو کہ بنیان پر واقع ہے بھیجیا۔ چنانچہ منطق و تاریخ - حساب -  
 جغرافیہ - علم ادب عربی - علم ادب سریانی - علم ادب انگریزی - لاطینی - فلسفہ - احکامات - اور قانون کی تعلیم سے میں برس کی ۸  
 میں فراغ حاصل کیا وہ اسی در سے میں درس ہو گیا۔ پھر ۱۰۰۰ میں انگریزی فوج کا جو سال شام پر ترقی تھی مترجم مقرر ہوا۔  
 اس کے بعد ۱۰۰۰ میں پطرس نے ڈاکٹر خان ویک صاحب کے در سے میں درسی اختیار کر لی۔ اور اسی در سے میں کشف الحجاب  
 فی علم الحساب، کتاب تصنیف کی جو علم حساب میں ایک بڑا کتاب ہے۔ اس کے بعد بیروت میں آیا اور ادریج کے دفتر سفارت  
 میں مترجمی پر مقرر ہو گیا۔ اور اپنے فرض منصبی کے ساتھ ساتھ تصنیفات کا کام جاری کر دیا اور حیدر علیہ الطیعی ہنسنت کی سید  
 کتاب تصنیف کی - ۱۰۰۰ میں ایک اخبار موسومہ دولفیر سوریا، جلدی کیا۔ اور ۱۰۰۰ میں بمقام بیروت ایک کالج قائم  
 کیا اور اس کا نام مدرسہ وطنیہ رکھا۔ اور علمی رسالے اور اخبار بھی شائع کرنا رہا۔ اور ۱۰۰۰ میں عربی انسائیکلو اڈیا اپنے  
 قافوس العلوم والاعنون کشفنا شروع کیا اور اس کا تمام دائرۃ المعارف رکھا اور چھ جلدوں کی تصنیف کے بعد ۱۰۰۰  
 میں فوت ہو گیا۔ اور دائرۃ المعارف کی تصنیف دیگر علماء پر چھوڑ گیا۔ جنہوں نے ساتویں، آٹھویں، نویں جلدیں بھی شائع  
 کر دی ہیں اور ہر ذر تصنیف ختم نہیں ہوئی ہے۔"

مفتی از علیہ السلام گزشتہ مطبوعہ ۱۰۰۰ - اکثر بر ۱۰۰۰ اور معنون ۱۰۰۰ مولیٰ حیدر الدین صاحب سلیم بانی تھی۔

ولادت ۶۶۴ء میں ہوئی ہے اور غالباً یہ صحیح ہے۔ کیونکہ تحت خلافت ہراس زمانے میں منصور  
 ابو جعفر محمد امجد ارکان تھا۔ اور یہ تاریخ سے ثابت ہے کہ جعفر کا دادا خالد برکی۔ منصور کی تحت  
 نشینی سے قبل۔ ارکان سلطنت میں داخل ہو چکا تھا۔ بلکہ خالد کے علاوہ سلطنت میں اگر عجمی  
 سردار تھے۔ جو حکومتوں پر متنازع تھے۔ اور دولت فارس کی شان و شکوہ۔ عربی حکومت میں نظر  
 آتی تھی۔ عجمی قلام۔ عربی النسل شرفا پر حکومت کرتے تھے۔ چنانچہ ۳۵۳ھ کا یہ مشہور واقعہ ہے  
 کہ درباریوں کو عجمی وضع کی ٹوپیاں پہننے کا حکم دیا گیا تھا۔ اور یہ ٹوپیاں خلیفہ منصور نے خود کیا جو  
 کی تھیں جو زکمل وغیرہ سے بنی جاتی تھیں اور ان پر سیاہ کپڑا منڈھا ہوا تھا۔ اور چونکہ نہایت  
 لمبی ہوتی تھیں لہذا ابو دلامہ شاعر نے ایک موقع پر ملاحظہ کیا کہ اس

و کنا ندرجی من اصنام زیادۃ	ہم کو نام سے ترقی کی امید تھی۔
فزاد الامام المصطفیٰ في القلائس	سوار سے ترقی بھی کی گئی ہے۔
نرا هاعلى هام الرجال كانهما	وہ لوگوں کے سروں پر ایسی معلوم ہوتی ہیں۔
دنان يهود جلالت بالبرانس	جیسے یہودیوں کے شکے جن پر کپڑا چڑھا دیا گیا ہو۔

غرض کہ محمد ارکان سلطنت کے خالد برکی (جو عجمی النسل تھا) بھی دربار میں ایک باتوار شخص  
 تھا۔ اور اسی مبارک زمانے میں جعفر پیدا ہوا چونکہ یہ زمانہ خالد کے موافق تھا اس لئے نہایت ناگزیر  
 نعمت سے جعفر کی پرورش ہوئی لیکن اس امر میں ہماری واقعیت محدود ہے کہ جعفر کی تعلیم و  
 تعلیم و تربیت تربیت کب شروع ہوئی۔ اور خدمت معلیٰ کن علماء کے سپرد کی گئی البتہ

صرف علم فقہ کے متعلق ابن خلکان نے بروایت علامہ ابن القادسی مصنف کتب اللہ ۱۱۱ ایک  
صفحہ جمایا لکھا ہے جس سے اس قدر پتہ چلتا ہے کہ سچائی برکی نے فقہ کی تعلیم جعفر کو قاضی امام ابو یوسف  
سے دلائی تھی۔ اور اسی کا نتیجہ تھا کہ جعفر کے احکام اور فیصلے اصول فقہ کے مطابق ہوتے تھے اگرچہ  
فقہ میں جعفر کو قاضی صاحب کی شاگردی کا فخر حاصل ہے لیکن قاضی صاحب حقیقت میں  
جامع علوم و فنون تھے۔ کیا عجب! کہ دیگر علوم بھی قاضی صاحب ہی سے حاصل کئے ہوں اور  
علاوہ قاضی صاحب کے دیگر ائمہ اور مجتہدین فن بھی موجود تھے۔ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ مختلف علوم  
کے جدا جدا علم ہوں۔ بہر حال جعفر کی تعلیم اعلیٰ درجے کی ہوئی تھی۔ جس میں کوئی شک شبہ  
نہیں ہو سکتا ہے اور جہاں تک تاریخ سے پتہ چلتا ہے۔ ادب۔ فقہ۔ نجوم۔ اور فلسفہ میں اس کا

حاشیہ ۱۔ ابن خلکان صفحہ ۱۲۰ کہ قاضی ابو یوسف امام ابو حنیفہ کے شاگرد شدید ہیں۔ ۱۱۳ یا شاید میں بقیام  
کو زید ابوشیہ تکیل علوم کے مجدد ۱۱۳ ہجری میں غلیفہ ممدی کے زمانے میں قاضی مقرر ہوئے۔ لیکن مارون الرشید کے زمانے  
میں تمام ممالک سلاویہ کے قاضی القضاۃ مقرر ہوئے۔ قاضی صاحب مقدمہ علوم میں کمال رکھتے تھے۔ ابن خلکان نے کتب  
کے قاضی ابو یوسف تغیر منافی ۱۱۴ م الام العرب کے حافظ تھے۔ اور فقہ ان کا ادب سے حاصل تھا۔ علاوہ امام ابو حنیفہ کے اور بہت  
سے ائمہ وقت کی خدمت میں قاضی صاحب نے علم کی تحصیل کی۔ ائس۔ ہشام بن عروہ۔ سلیمان بنی۔ اور اسحاق شیبانی۔  
یہ سب ابن سید الانصاری۔ وغیرہ سے حدیثیں روایت کیں۔ محمد بن اسحاق سے منافی و سیرہ بھی محمد بن ابی یوسف سے  
فقہ کے مسائل سیکھے۔ خدا نے ذہن و حافظہ ایسا قوی دیا تھا کہ ایک ہی زمانے میں ان تمام علوم کی تحصیل کرتے تھے۔  
عجرات کے دن فہر کے وقت ربیع الاول کی پانچویں تاریخ ۱۱۵ھ میں وفات پائی۔ اور مرتے وقت زبان پر یہ الفاظ  
تھے یہ ۱۱۵ھ خداتو بختا ہے کہ میں نے کوئی فیصلہ عدم خلاف واقع نہیں کیا۔ میری ہمیشہ کوشش رہی کہ جو فیصلہ  
ہو تیری کتب اور پیغمبر کے طریقے کے موافق ہوئے قاضی صاحب بڑے دولتمند تھے۔ چنانچہ وقت انتقال کے وصیت  
کی کہ چار لاکھ روپے۔ کہ مظلہ۔ دین ستورہ۔ کوفہ۔ بغداد کے عساجوں کو دیے جاویں۔ قاضی صاحب پانچ شخص ہیں جس نے  
علم کے لئے ایک خاص لباس تجویز کیا جو آج تک بڑا جاہلہ و زنا سے پہلے تمام لوگوں کی لباس تصنیفات کتاب التاج مشہور ہے۔

کمال ظاہر ہوتا ہے۔ تعلیم کا دوسرا جز، جو تربیت ہے۔ اس کی تالیقی خالد اوزجی کے ہاتھ میں تھی اور یہ دونوں اس رتبے کے شخص تھے کہ خود خلیفہ ہمدانی اور مارون کی تالیقی ان کے سپرد تھی۔ اس لئے تعلیم و تربیت کے لحاظ سے جعفر کھانہ علی درجہ کے ارباب کمال میں شمار کرنا چاہئے۔

## جعفر کا سن رشد۔ ملکی خدمات۔ مصر خراسان بصرہ کی ولایت و وزارت

یہ مضمون اس قابل تھا کہ مفصل لکھا جاتا۔ مگر موصوفین کی کوتاہ قلمی کی وجہ سے افسوس ہے کہ مکمل رہا جاتا ہے کیونکہ مصر۔ خراسان۔ بصرہ کے حالات اور عہد حکومت کے تاریخی کا ناموں کا درجہ سنہ تقرری کے کچھ پتہ نہیں ہے۔ مختلف حالات کے پڑھنے سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ تعلیم و تربیت کے فراغ کے بعد جب جعفر کام کے قابل ہو گیا اس وقت سے مارون نے اس کو رہنما جوہر کی ہمدانی شروع کی۔ اس کے بعد آہستہ آہستہ تمام ملکی خدمات سپرد کر دیں۔ ابتدائی خدمات کی صحیح تاریخ بتانا اگرچہ مشکل ہے لیکن مختلف واقعات سے اس قدر معلوم ہوتا ہے کہ مارون نے اپنی تخت نشینی کے ایک سال کے بعد جعفر کو وزیر کر دیا تھا گو اہم معاملات بمشورہ بھیجی برکبی طے ہوا کرتے تھے۔ کیونکہ سب سے بڑی میں ملکی ضرورت سے فضل بن یحییٰ نے جعفر سے قلمدان وزارت لے لیا تھا۔

حاشیہ طبع چونکہ خاندان برکبی میں اردو شیراز کا ان کے عہد سے وزارت و عہدہ چلی آتی تھی اس لئے خاندان برکبی کے لوگوں کو ابتدائی سے اس عہدہ کی تعلیم و عیادت تھی۔ لہذا ایک سلسلہ اس عہدے کی کتابوں کا اس خاندان میں خاص طور پر رتبہ کیا گیا تھا وہی ان لوگوں کو پڑھایا جاتا تھا جس میں علم تھا۔ اور وہ بے غرہ کی کتابیں لکھ کر دھائی جاتی ہیں مولیٰ تعلیم بالکل ہی تھی۔ جن امور کو خود ان پہنچائی سنیں گے بزرگوں نے تعلیم پائی تھی یہاں سے ناسر خوار و نظام الملک ملکی موصوفیہ اور مصریہ مرسس

مصر و خراسان

کی ولایت

۱۵۹۱ ہجری میں جب موسیٰ بن عیسیٰ خلع بیت پر نامادہ ہوا۔ اس وقت مصر کی حکومت جعفر کے واسطے تجویز کی گئی۔ اور دو برس کے بعد ۱۵۹۳ء میں پھر بجائے جعفر کے اسحاق بن سلیمان مقرر ہوا۔ اس لئے مصر میں بھی

بہت ہی کم جعفر نے حکومت کی۔ ۱۵۹۴ ہجری میں جب حدود شام میں فتنہ و فساد شروع ہوا۔ تو اس کے اسناد کے واسطے جعفر روانہ کیا گیا۔ اور خلیفہ کے اطمینان کے موافق انتظام کے واپس آیا۔ اس کے بعد خراسان و جہتستان کی ولایت کا فرمان عطا ہوا لیکن چند روز بعد ہی دارالحکومت میں آنا پڑا۔ غرض کہ نو دس برس ہی دور رہا۔ مستقل طور پر نہ وزارت کی خدمت انجام دی نہ حکومت کے لطف اٹھائے۔ لیکن مامون الرشید کی ولیمہ دی سے زمانہ قتل تک مستقل طور پر وزارت کی۔ اور اس سے قبل جس قدر وزارت میں تغیر و تبدل ہوتا رہا وہ صرف کبھی کی وجہ سے تھا۔ مامون الرشید کے پاس ہر وقت موجود رہتا تھا۔ ورنہ مامون کا میلان طبعی ابتداء سے جعفر کی طرف تھا۔ کیونکہ جب کبھی نئے ضعیفی کے سبب وزارت سے استعفا دینا چاہا اور حج کی تیاری کی اس وقت بھی مامون کا خیال جعفر کی طرف تھا۔ مگر جبکہ کبھی نے فضل کو وزیر مقرر کر دیا تو پاس ادب کے لحاظ سے مامون خاموش ہو رہا۔ لیکن دو برس کے بعد ان لفظوں میں کبھی سے جعفر کے لئے سفارش کی کہ وہ خدمت وزارت انجام دے۔ مامون کا اشارہ پا کر کبھی نے فضل کو کھاکا میرا کوٹھیں

جعفر کی وزارت

حاشیہ: ابو القاسم احمد، مامون الرشید ۱۵۹۱ء میں ولیمہ سلطنت کیا گیا تھا۔ ۱۵۹۲ء میں جعفر نے جہاد

مصر میں ۱۵۹۳ء میں سلطان مصر ۱۵۹۴ء

کا حکم ہے کہ خدمت وزارت جعفر کے سپرد کی جائے۔ فضل نے اس کے جواب میں لکھا۔ کہ مجھے تعمیل ارشاد میں کوئی عذر نہیں ہے۔ بلکہ میں نہایت خوش ہوں، اگرچہ اول جعفر نے عذر بھی کیا کہ ”بھائی فضل مجھ سے بزرگ ہیں اور قابل بھی ہیں۔ عقل و فہم اور تجربہ بھی ان کا بہت زیادہ ہے۔ بہتر ہے کہ مہر خلافت انھیں کے پاس رہے۔ لیکن یہ عذر نہ سنا گیا اور جعفر کو بڑے بھائی سے قلمدان وزارت لینا پڑا۔ چنانچہ جعفر نے اپنے اس فرض منصبی کو نہایت قابلیت سے ادا کیا۔ تمام مستند مورخین کا یہ قول ہے کہ ”جعفر نہایت ہی عالی رتبہ۔ اور خود مختار وزیر تھا۔ اپنی رائے میں کمال تھا۔ کسی معاملے میں صلاح و مشورے کا محتاج نہ تھا۔ جو رتبہ اور اعزاز وزارت میں جعفر کو حاصل تھا وہ دوسرے کو میسر نہیں ہو سکتا۔“

محمد بن راشد اسحاق موصلی سے روایت کرتا ہے کہ بغداد میں جو معلوم جعفر کی لیاقت پر وفنون کار کرنا تھا جعفر کا شمار طبقہ علمائیں کیا جاتا تھا۔ دنیاوی عیش مارون کو نواز تھا اور وزارت کی خدمات کو چھوڑ کر صرف علوم پر اگر جعفر متوجہ ہوتا۔ تو

پھر کوئی عالم اس کی برابری کا دعوے نہیں کر سکتا تھا۔ علی بن عبد اللہ کاتب کا بیان ہے کہ ایک دفعہ ایسا اتفاق ہوا کہ اطراف سلطنت سے لوگوں نے حیثیت ستیفٹ آنا شروع کیا اور خدمات کا دائرہ بہت بڑھ گیا۔ تب مارون نے جعفر کو حکم دیا کہ ”میری طبیعت ناساز ہے۔

عاشیہ علیہ السلام و القادح کا مصنف لکھتا ہے کہ تقرری جعفر کے واسطے مارون الرشید نے بھیجی سے کہ تعالیٰ یابستانی اورت ان اجل المخلص الذی فی ید الفضل الی جعفر“ اور یہی نے فضل کو ان فخر الفاظ میں لکھا تھا۔ قل اس امیر المؤمنین علیہ السلام ان ھول المخلصات من جمیعك الی شماک“ معمر

اس جگہ کے غل و شور کی سماعت کی طاقت نہیں۔ آپ ہر ایک معاملے کو طے کریں۔ لیکن اجلاس محل شاہی کے قریب ہوا چنانچہ جعفر کے ایسا ہی کیا۔ اور مارون بھی اہم تھا ایک موقع سے جعفر کے احکام اور تصفیہ مقدمات کی کارروائی دیکھتا جاتا تھا۔ جب اکثر معاملات بطریق احسن طے ہو گئے۔ اور جو احکام جعفر نے صادر کئے وہ بہت ہی صحیح اور درست تھے تب مارون کو ضبط نہ ہو سکا اور محل کے اندر سے نکل آیا۔ جوش مسرت سے جعفر کو گلے لگا کر پیشانی کاوسہ لیا۔ اور جعفر کو دعائیں دیتا رہا اور کہا کہ ”آج میرے پاس وہ کون ایسی نعمت ہے جو نہیں ہے لیکن جو نعمت سب سے بڑھ کر ہے وہ جعفر برکمی ہے کیونکہ نہ اس نعمت کا کوئی بدلہ ہے نہ جعفر کا کوئی مثل ہے۔“

علامہ ابن خلکان لکھتے ہیں کہ ایک شب کو مارون کے دربار میں ایک ہزار سے زیادہ توجیحات لکھنے کا جعفر کو اتفاق ہوا۔ لیکن ان میں سے کوئی ایک بھی اصول فقہ کے خلاف نہ تھا۔ اگرچہ جعفر کے فضل و کمال اور معاملہ فہمی کی یہ ظاہر مثالیں ہیں لیکن بعض تاریخوں سے معلوم ہوتا ہے کہ جب مارون دربار عام کرتا تھا اور ایسے دربار اکثر ہوا کرتے تھے اس وقت ہر شخص کو رہائی عرض کرنے اور تحریری درخواستوں کے پیش کرنے کا حکم عام دے دیا جاتا تھا۔ اور اس قسم کے عرضی دینے والوں کی تعداد کثیر ہوتی تھی۔ لیکن جعفر کے قلم سے جو احکام نکلتے تھے۔ وہ علم ادب اور علم انشاء کے اعلیٰ نمونہ ہونے کے اصول شرع اور قانون فقہ کے موافق ہوتے تھے۔ اور حسن کتبت کا جو پران کو اور چمکا دیتا تھا۔



عہد خلافت مارون الرشید میں جس شان و شکوہ سے جعفر برکلی نے وزارت کی ہے۔ وہ تاریخی یادگار ہے جو رسوخ اور اعتبار ماروں کے نزدیک جعفر کا تھا اس کی اعلیٰ درجے کی مثال وہ واقعہ ہے جس کو بروایت ابراہیم بن المہدی عباسی۔ اکثر مؤرخین نے لکھا ہے اور ہر مؤرخ نے جداگانہ نتیجہ نکالا ہے۔ لیکن ہمارے نزدیک اس مثال سے جعفر کا اقتدار اور اس کی خود مختاری بہت زیادہ ثابت ہوتی ہے۔ وہ ہوتا۔

**وزارت کا اقتدار** علامہ ابن صبا فی کتاب الاماثل والاعیان میں لکھتے ہیں کہ حاکم

ابن ابراہیم موصلی روایت کرتا ہے کہ چھ ایک دن میں علی الصبح ایوان خلافت میں حاضر ہوا حاجب سے معلوم ہوا کہ آج امیر المومنین عیش و طرب کے جلسے میں مشغول ہیں لہذا واپس آیا۔ راستہ میں وزیر السلطنہ جعفر برکلی سے ملاقات ہوئی۔ بیٹے عرض کر دیا کہ خلیفہ خلوت خانے میں ہیں۔ لیکن جعفر مجھے ٹھہرا کر آگے بڑھ گیا۔ تھوڑی دیر میں واپس آیا اور کہا کہ آج کا دن میرے ساتھ بسر کرو۔ امیر المومنین نے مجھے بھی حکم دیا ہے کہ میں بھی ان کی خوشی میں شریک ہوں۔ اور یہ پھولوں کے گلہ سے محبت ہوئے ہیں۔

برقیہ ارشاد میں وزیر کے ساتھ ہو لیا اور مکان پر پہنچ کر خاص جلسے کا اہتمام کیا گیا۔ ابراہیم بن المہدی عباسی کو بھی جعفر نے اس دعوت میں مدعو کیا تھا۔ چنانچہ دستور کے مطابق ہم لوگوں نے حریر کے لباس پہن لئے اور فاس عطریات و تجورات سے لباس کو معطر کر کے جلسے میں بیٹھ گئے۔ پھر دسترخوان بچھایا گیا۔ کھانے سے فراغت ہوئی تو مغنیہ کینروں نے ساز چھیڑا کچھ دیر تک یہی محبت رہی پھر میں نے گانا شروع کیا۔ تھوڑی دیر بعد معلوم نہیں کیا سوچ کر جعفر

نے حاجب کو بلایا اور کہا کہ دیکھو خبردار سوائے عبد الملک بن بجران قدرانہ کے جو ہمارا خاص  
 ندیم ہے اور کوئی نہ آنے پاوے۔ چلے خدام کو ہمارے حکم سے آگاہ کر دو حاجب حکم سن کر رخصت  
 ہوا پھر در شروع ہوا۔ تھوڑے عرصے کے بعد یکایک پردہ اٹھا اور حاجب نے غلط فہمی سے  
 عبد الملک بن صالح ہاشمی کو اندر جانے کی اجازت دیدی۔ مجلس گرم تھی یا ران جلسہ لہو و لعب  
 میں مصروف تھے۔ ایک خوب صورت کیزہ خود بخود بجا رہی تھی۔ جب جعفر اور عبد الملک ہاشمی کی  
 نظریں دوچار ہوئیں۔ دونوں نادام اور شرمندہ ہوئے۔ کیونکہ جعفر کی رندانہ مجلس عبد الملک کے  
 حسب حال نہ تھی۔ اور عبد الملک علاوہ شرافت نسب کے نہایت متقی اور پابند شریعت تھے۔  
 خود مارون کو یہ آرزو تھی کہ ایک مرتبہ عبد الملک ہمارے بے تکلفی کے جلسے میں شریک ہو  
 اور ایک ہی پیالہ پی لیں۔ لیکن عبد الملک نے نہ مانا۔ نہ کبھی مارون کے خاص جلسوں میں  
 شریک ہوئے۔ غرض کہ اس وقت عبد الملک کا نا جعفر کو سخت ناگوار ہوا۔ قریب تھا کہ  
 مجلس دہم برہم ہو جائے۔ لیکن عبد الملک نے اسی وقت ایسا روپ بھرا کہ بجائے بارخاطر  
 کے یا ر شاطر بن گئے۔ جعفر کے تیور دیکھ کر بول اٹھے کہ اے یا ران مجلس! اشتراک فیہا  
 انتہ فیہ۔ و اصنعوا بنا ما صنعتہم باففسکم، جعفر نے جوش سرت سے جواب  
 دیا۔ ”نعم“ اور خوش آمدید لکھ کر غیر مقدم کیا۔ جعفر کا اشارہ پاتے ہی غلاموں نے عبد الملک  
 کو از باب مجلس کے ہرنگ بنا دیا۔ یعنی کرسی سے تلوار کھولی۔ دستار فضیلت اور جڑبہ شریعت  
 کو اوتار کر الگ پھینک دیا۔ اور ندامت کا لباس (حریر کے کپڑے) عبد الملک کو پہنا دیا۔  
 پھر دسترخوان سامنے لا کر رکھا۔ چم و لقمے تناول کر کے عبد الملک نے متواتر تین گلاس

پڑھائے اور زمانہ وضع سے مجلس میں آن بیٹھ گانا۔ ناچنا۔ اور جملہ امور واجب میں عبدالملک  
 ہم سب پر فوق لے گیا۔ خلاف عادت یہ واقعہ دیکھ کر جعفر بہت خوش ہوا خوب تھقے لگائے  
 پھر بہ کمال ادب عرض کیا کہ حضرت میں آپ پر فدا ہوں یہ تو فرمائیے کہ آخر اس تکلیف اور  
 کاباحت کیا ہے؟ اگر کوئی حاجت ہے تو بیان فرمائیے بندہ خدمت گزاری کو حاضر ہے۔ عبدالملک  
 نے صرف یہ کہہ کر ٹال دیا کہ یہ موقع عرض حال کا نہیں ہے۔ رفع حاجت کے وقت امر ہی ہوا  
 کرتے ہیں آخر اس کی جلدی کیا ہے؟ لیکن جعفر نے نہ مانا اور پھر اصرار سے پوچھا تب مجھ ہی  
 عبدالملک نے کہا کہ میری تین خواہشیں ہیں اول یہ کہ امیر المومنین کے دل میں میری طرف سے  
 جو کمزورت ہے وہ جاتی رہے۔ اور آئندہ مجھ سے ہر بانی سے پیش آئیں۔ دوسری یہ کہ چار  
 ہزار دینار کا قرضدار ہوں وہ شاہی خزانے سے ادا کر دیا جاوے۔ تیسری یہ کہ محمد ابراہیم  
 اپنے بیٹے کی شادی امیر المومنین کی دختر سے کرنا چاہتا ہوں تاکہ سلسلہ قرابت اور محبت  
 ہو جائے اور بعد شادی کے کوئی معزز خدمت بھی سپرد نہ کی جائے۔

جعفر نے عبدالملک کی درخواستوں کو سن کر کہا کہ یہ تو معمولی امور ہیں۔ امیر المومنین آپ سے  
 بہت خوش ہیں۔ کوئی ملال ان کو نہیں ہے اطمینان رکھئے۔ قرض کی مقدار قلیل ہے یہ رقم  
 حاضر ہے اگر آپ کا رتبہ ایسا عالی ہے کہ میں یہ نہیں عرض کر سکتا ہوں کہ آپ اس رقم کو بطور  
 عطیہ کے قبول فرمائیں۔ لیکن آپ کی خدمت میں خزانہ شاہی سے یہ رقم پہنچ جائے گی۔ اور

عاشقہ جعفر کے اہل اقدار میں ہیں جلانی اللہ ذلک قد فضلتم و تطولت فعل من حاجتہ  
 تبلغھا مقدرتی و صحت بہا نعمتی فاقضیھا لک مکافات لما صنعت۔

ابراہیم کا عقد میں نے عالیہ بنت ہارون الرشید سے کر دیا۔ کل بعد نکلح حکومت مصر کی سند بھی ملے گی۔ آپ اول وقت دربار میں تشریف لائیں۔ اسحاق کہتا ہے کہ پہلی اور دوسری درخواست کا جواب تو معمولی تھا۔ مگر تیسری درخواست کا جواب نہ ملنے کی نہایت تعجب ہوا اور میں نے خیال کیا کہ یہ بھی نشہ کی لن ترانیاں ہیں۔ کیونکہ خلیفہ کی خوشنودی مزاج سہل قرضے کا ادا ہونا آسان۔ اور حکومت کا ملنا بھی ممکن؛ لیکن وزیر کی یہ قدرت کب ہے۔ کہ اختیار خود پاؤں کی جس دفتر کا چاہے عقد بھی کرے۔ یہ تو کسی طرح نہیں ہو سکتا ہے۔ اگر غصہ نہ مجھے اس کا خیال رہا اور وہ جلسہ برخواست ہو گیا۔ عبدالملک بھی رخصت ہوا۔ لیکن رفع غمار کے بعد نہایت شرمندہ اور نام نہاد ہوا۔ اپنے ناشائستہ اغفال پر بہت روپا۔ اور توبہ کی۔ لیکن صبح کو غسل کر کے دربار میں حاضر ہوا کہ دیکھئے جعفر کے وعدوں کا کیا نتیجہ ہوتا ہے۔ اور میں بھی علی الصبح طویان خلافت میں حاضر ہوا جس وقت میں پہنچا ہوں۔ اس وقت قاضی ابویوسف و محمد بن الحسن وغیرانہ کبار اور معارف بغداد ایک وسیع کرے میں جمع تھے۔ ہارون تخت پر بیٹھا تھا اور جعفر عیش و عشرت کی داستان بیان کر رہا تھا۔ جب ان معاہدوں کا ذکر آیا جو عبدالملک سے کئے گئے تھے تو ہارون نے کہا کہ تم نے بہت اچھا کیا۔ اور عبدالملک سے علی رؤس الشاہ اپنی خوشنودی مزاج ظاہر کی۔ ادا سے قرضے کا وزیر خزانہ کو حکم دے دیا گیا اور عالیہ سے ابراہیم کا عقد کر دیا۔ اور مصر کی حکومت کی سند عطا فرمائی اور خوشی خوشی سب رخصت ہوئے اس واقعہ کو دیکھ کر تمام دربار حیرت زدہ رہ گیا۔ اور جعفر کے اختیارات اور زور حکومت کی شہرت حاشیہ ملے میں برزین نے عاید لکھا ہے۔

عام ہو گئی۔ جو لوگ کم سمجھتے انہوں نے یہ سمجھا کہ براکہ کا اقبال یا ورہے لیکن جو زمانہ شناس  
تھے انہوں نے اس واقعہ سے حکم لگایا کہ براکہ کے اقبال کا سوچ عنقریب ٹھٹھلے والا ہے اور  
خانمان کا خاتمہ ہے۔

اگرچہ تمام بادشاہوں کو اپنے معزز وند اسے ایک ولی تعلق ہوتا  
**خلیفہ اور وزیر کا اتحاد** ہے۔ لیکن مارون اور جعفر کی خصوصیات خاصہ قابل ذکر ہیں

ان دونوں میں ایسی محبت تھی جیسے فطرتی طور سے بھائی بھائی میں ہوتی ہے۔ کھانا پینا۔  
 اٹھنا بیٹھنا سونا آرام کرنا۔ اور جو امور معاشرت ہیں ان سب میں مارون کا برتاؤ جعفر  
 سے عزیزانہ تھا۔ عبداللہ بن عبدالصمد جو اکابر عباسیہ سے ہیں۔ فرماتے ہیں کہ جعفر اور مارون  
 کا اتحاد افراط سے بھی بڑھ گیا تھا اور اس میں شک نہیں کہ یہ ان کی سخت غلطی تھی جعفر  
 اور مارون میں خادم اور مخدوم کا ادب بھی باقی نہیں رہا تھا۔ جب کبھی جعفر کے بلانے کی  
 ضرورت ہوتی تو خادم کو حکم ہوتا تھا کہ میرے پیارے بھائی جعفر کو بلا لاؤ۔ خادم جاتے اور  
 اطلاع کرتے تھے کہ بھائی صاحب یا وفرا رہتے ہیں۔ محل میں کشتی سے پردہ نہ تھا۔ بلا تکلف  
 آمد و رفت جاری تھی۔

حاشیہ: ہماری تحریر کا ناخذ حسب ذیل کتابیں ہیں (۱) ابن خلکان ص ۱۳۱ (۲) اعلام الناس ص ۲۸۸ (۳) کتاب الفرج  
 بعد الصدق ص ۱۰۰ (۴) تاریخ حیات الدین برنی ص ۹۹ (۵) راجع الجنان یا فی ص ۹۲ (۶) نہج الریج ص ۲۷ (۷) جلد اول  
 (۸) ثرات الاصل ص ۹۴ (۹) عقد الفریع مدیر جلد ۲ ص ۲۶ (۱۰) مناقب الطاہر فی نقضات العرب ص ۳۳ مطبوعہ  
 بیروت۔ علیہ اس واقعہ سے کئی مفید نتیجے معلوم ہوتے ہیں لیکن نصف کتاب الفرج عبد اللہ نے اس پر بہت زبردستی ہے۔

اگر امداد با خلق دلستین باشد  
 مگر خلوات اسادت نے توانی کرد  
 کہ اگر امداد بنیاد الدین برنی ص ۹۹ (۱۱) سہا بنہ دال برا کہ جس بھی ایک قوی سب سمجھا جائے۔ علیہ ص ۲۸ (۱۲) جلد اول  
 علیہ ص ۱۰۰ (۱۳) اعلام الناس ص ۲۸۸

ایک دن کا ذکر ہے کہ مارون اور جعفر ایک پٹنگ پر آرام کر رہے تھے۔ معلوم نہیں کس خیال سے مارون نے جعفر سے کہا کہ بھائی صاحب! میں چپ چاپ پٹنگ پر لیٹا ہوں آپ میرے خدام اور عزیزوں سے سوال کریں کہ بتاؤ اس وقت میرے ہمارے کون سو رہا ہے؟ جعفر نے صبر سے پوچھا۔ کسی سے جواب نہ پایا۔ تب خود ہی بول اٹھا کہ میں ہوں۔ ہمارے نزدیک جعفر اور مارون کے اتحاد کی یہ طے درجہ کی مثالیں ہیں اس سے زیادہ خاص تعلق اور کیا ہو سکتا ہے اکثر ایسا ہوتا تھا کہ جس کپڑے کا لباس مارون پہنتا تھا اس میں سے جعفر کے واسطے پوشاک طیار کی جاتی تھی اور ایک ڈھیلا ڈھالہ کون (شکل چونکہ) اس انداز کا بنویا تھا کہ جس کو دونوں ایک ساتھ استعمال کرتے تھے۔ علاوہ بریں جب کبھی خاص دعوتوں میں جانے کا اتفاق ہوتا تو وہ دونوں ساتھ ہوتے تھے۔

ایک موقع نے ایک امیر کی دعوت کا حال لکھا ہے اس سے علاوہ دونوں کے اتحاد کو یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ جعفر اور مارون کے تعلقات ناہیثی نہ تھے بلکہ حقیقی طور پر اس کا حلقہ آمد یہاں تک تھا کہ جو جعفر سے صلہ رکھتا تھا مارون بھی اس کا مخالف ہو جاتا تھا۔ اور اس کی کچھ پرواہ نہ کرتا تھا کہ میرے اگلے تعلقات جو اس شخص سے ہیں وہ چھوٹ جاویں گے۔

چنانچہ عمارت بن شجر نے دھار کا ایک معزز امیر تھا ایک روز اپنی عزت افزائی کی غرض سے غلامہ مارون کی دعوت کی اور عرض کیا کہ امیر المؤمنین ارکان دولت اور ہمارے مجلس کے ہمراہ غریب خانے پر تشریف لادیں یہ خلیفہ نے دعوت منظور کر لی اور عمارت نے مجبوراً بھی

وفضل کو بھی مدعو کیا لیکن ان بزرگوں نے دعوت میں شریک ہونے سے عذر کیا اور محض کلمہ  
 بھیجی۔ جب چلنے کا وقت آیا تو مارون نے جعفر سے کہا: "بھائی صاحب آپ کو میرے ساتھ عمارت  
 کی دعوت میں ضرور شریک ہونا پڑے گا۔" جعفر نے جواب دیا کہ آپ کو خدا کی قسم دیتا ہوں مجھے  
 اس شرکت سے معاف فرمائیے جس کی طرف سے میرے دل میں کدورت ہے میں کیونکر ایسی  
 دعوت میں شریک ہو سکتا ہوں؟ مارون نے کہا کہ سبحان اللہ! یہ کیونکر ہو سکتا ہے کہ میں  
 تنہا جاؤں۔ بغیر آپ کے لطف صحبت کہاں؟ آخر نہ مانا اور جعفر کو ساتھ چلنے پر مجبور کیا۔ اور  
 تبدیل لباس کر کے دعوت میں جانا قرار پایا۔ اپنا خاص لباس جعفر کو پہنایا اور چادر خلافت بھی  
 اڑھا دی اور خد جعفر کا لباس پہن لیا۔ اور اپنے خاص گھوڑے پر سوار کر کے اول جعفر کو  
 روانہ کیا۔ اور اپنے غلاموں اور مصاحبوں میں سے سرور۔ و حسن مروان و احمد مروان وغیرہ کو  
 ساتھ کر دیا۔ اور ان کو ہدایت کر دی کہ پیادہ پا جعفر کے ساتھ چلیں۔ اور جعفر سے کہہ دیا کہ آپ  
 اپنا منہ چادر سے چھپائے رہیں۔ اور جو سندیر سے واسطے تیار کی گئی ہو وہاں بیٹھنا۔ میں  
 بعد کو پنچوں گا۔ چنانچہ اسی طرح سے جعفر عمارت کے مکان پر پہنچا۔ عمارت نے امیر المؤمنین  
 سمجھ کر ادب شاہی کے مطابق استقبال کیا اور جوش مسرت سے رکاب کو بوسہ دیا اور چند  
 طبق درہم و دینار کے گھوڑے پر نشانہ کئے۔ اور سندیر پر لاٹھایا۔ غلام و مصاحبین مودب  
 سامنے بیٹھ گئے عمارت تعظیماً کھڑا رہا۔ تھوڑی دیر میں جعفر نے چادر اپنے رخ سے پٹ دی تب  
 صبر کا چہرہ دیکھ کر عمارت نہایت ہی شرمندہ ہوا۔ اتنے میں خلیفہ کی آمد شروع ہوئی عمارت نے  
 بڑھ کر استقبال کیا اور مجلس میں لا کر ٹھایا۔ خلیفہ کی ہدایت کے بموجب جعفر بدستور اسی سندیر

پر بیٹھا رہا۔ اور مارون سند کے پیچھے جعفر کے سامنے بیٹھ گیا۔ اور جعفر سے کہا کہ میں جلدی سے اس وجہ سے آیا ہوں کہ آپ کو تنہا بیٹھنے سے وحشت نہ ہو، جعفر نے خلیفہ کا شکریہ ادا کیا جب مارون نے حادث کا چہرہ متغیر پایا اور کسی عمدہ آثارِ حزن و ملال کے پائے۔ فوراً جعفر کا ماتہ پرکڑ کر اٹھ کھڑا ہوا۔ اور حادث سے کہا کہ یہ حقیقت میں جعفر میں ہی ہوں۔ اور وہ میری جان ہے جو اس کا دوست ہے میں بھی اس کا دوست ہوں۔ اس کے بعد جس قاعدے سے دونوں اُسے تھے اسی طرح واپس گئے۔ حادث نے نقصانِ مایہ و ثناتِ ہمسایہ سمجھ کر جعفر سے صلح کر لی۔ اور قدیمانہ حسد کو اخلاص و محبت سے تبدیل کر دیا۔ اس بیان سے بھی وہ دلی تعلقات کو بخوبی ظاہر ہوتے ہیں جو دونوں میں تھے۔

خلیفہ مارون الرشید کا یہ بھی دستور تھا کہ تبدیلِ لباس کر کے بغداد کے گلی کوچوں میں رات کو پھر اکر تا تھا۔ اور اپنی رعایا کے حالات دریافت کیا کرتا تھا۔ ایسے موقعوں پر اس کے ساتھ وزیر جعفر ہوتا تھا۔ چنانچہ مصنفِ اعلام الساس نے اس قسم کا ایک واقعہ نہایت دلچسپ لکھا ہے جس سے قطع نظر خلیفہ اور وزیر کی خصوصیات کے بغداد کے امراء کے عیاشانہ خیالات اور طرزِ معاشرت کا بھی اندازہ ہوتا ہے لہذا مختصراً ذیل میں ہم بھی لکھتے ہیں۔

رات کا وقت ہے۔ دیارِ دیباچہ معمولی رقمدار سے ہر ملہ ہے۔ دونوں **وجہ کی سیر** کناروں پر سناٹے کا عالم ہے۔ اور اندھیرے کی وجہ سے نہ گھاٹ نظر آتا ہے اور نہ کشتیاں۔ لیکن غور کرنے سے ایک چھوٹی سی ڈونگی دکھائی دیتی ہے جس پر ایک بوڑھا مالچ گردن جھکائے خاموش بیٹھا ہے۔ اندھین شخص سوداگروں کے لباس میں



بڑے کے پاس کھڑے ہوئے ہیں۔ بظاہر اس میں ایک مالک دوسرا مصاحب قیصر انعام  
معلوم ہوتا ہے۔ چنانچہ مصاحب نے آگے بڑھ کر بڑے ملاح سے اس طرح پر گفتگو کی۔

مصاحب۔ اے پروردگار ہر بانی کر کے ہم کو اس وقت و جگہ کی سیر کرا۔ اور یہ دو دنیا پر میری  
حقانہ خدمت کے موجود ہیں ان کو قبول کر۔

ملاح حضرت امیری مجال نہیں ہے جو آپ کی فرمائش بجالا سکوں۔ کیونکہ خلیفہ مارون الرشید

کا معمول ہے کہ وہ ہر شب کو بھرے پر سوار ہو کے نکلتا ہے۔ جس کے ساتھ ایک  
منادی پکارتا جاتا ہے کہ ”خبردار جو کوئی شخص اٹھے ہو یا اونٹے۔ جو ان ہو۔ یا لڑکا۔

آزاد ہو یا غلام رات کے وقت و جگہ کی سیر کرے گا اس کا سر قلم کر دیا جائیگا۔“

یہ گفتگو منور ختم نہیں ہوئی تھی کہ دور سے ایک کشتی آتی ہوئی نظر آئی۔ جس میں جب  
موقع شمول اور شمولوں کی روشنی ہو رہی تھی۔ جب وہ کشتی حد سے آگے چلی گئی تو پھر اس

مصاحب نے بڑے ملاح سے امر کیا۔ اور ایک معقول انعام کے وعدے پر رضامند کر لیا۔

یہاں تک کہ یہ کشتی بھی اگلے بھرے کے پیچھے پیچھے چل کھڑی ہوئی۔ جب کشتی بھرے کے

قریب پہنچی تو دیکھا کہ اس پر شعلی سرخ آگلس کا لباس پہنے ہوئے اور ایک ملائی اور دنیا کا

دستے کا شمل ہاتھ میں لئے ہوئے کھڑا تھا جن میں غور و قافیہ بل رہا تھا۔ بھرے کا درمیانی

حصہ شمولوں سے روشن تھا جس کے وسط میں ایک زرنگار کرسی بھی ہوئی تھی اور اس پر

ایک نوجوان سیاہ طعنت پہنے ہوئے بیٹھا تھا۔ وہ اپنے بائیں ٹھینٹا سو غلام الیسا وہ تھے۔

پچ میں ہیں مصاحب اور بھی تھے۔

مالک۔ کیوں صاحب آپ نے یہ تماشا دیکھا، کیا خوب طرز اختیار کیا ہے!!

مصاحب۔ یہ تو حقیقت میں خلیفہ ہی معلوم ہوتا ہے۔

مالک۔ منسکایہ ابن الرشید کی شرارت ہے یا مامون الرشید کی۔

مصاحب۔ حضور سچ فرماتے ہیں۔ وائند خلیفہ ہی معلوم ہوتا ہے۔

مالک۔ دوبارہ غور سے دیکھ کر بیشک تمام سامان خلافت مہیا ہے۔ دو شخص جو سامنے کھڑے

ہیں ان میں ایک تو بالکل جعفر وزیر السلطنت معلوم ہوتا ہے اور دوسرا مشرک جشتی غلام

مصاحب۔ کچھ سمجھ میں نہیں آتا ہے کہ یہ کیا اسرار ہے۔ میری تو عقل گم ہے۔

سلسلہ کلام یہاں تک پہنچا تھا کہ کشتی نظر سے دور ہو گئی۔ تب مصاحب نے طالع سے پوچھا

کہ کیا خلیفہ اسی طرح ہر شب و جلہ کی سیر کیا کرتا ہے، اس نے کہا کہ "ہاں" چنانچہ طالع سے

دوسرے دن ٹٹنے کا وعدہ کر کے یہ لوگ چلے گئے۔ دوسرے دن بڑھا انعام کے لالچ سے

اسی جگہ اپنی کشتی لنگے بیٹھا تھا کہ یہ لوگ آمو جو دہوے۔ اور جس وقت شاہی بجرہ سنے

سے گزرا فوراً یہ کشتی بھی اُس کے پیچھے پیچھے روانہ ہوئی۔ دیکھا تو بجرے پر آج دوسرے

ٹھاٹھ تھے۔ اور قریب دو سو غلاموں کے موذوب کھڑے تھے جو کل کے غلاموں سے علاوہ تھے۔

طالع نے آج دس دینار کے لالچ سے اس کشتی کو تیزی کے ساتھ چلایا اور دور تک بجرے

کے ساتھ ساتھ چلا گیا۔ یہاں تک کہ چلتے چلتے ایک باغ کے کنارے پہنچ گئے۔ وہاں دو غلام

مع سواری کے موجود تھے۔ خلیفہ کشتی سے اترا اور چھر پر سواری کے باغ کی طرف روانہ ہوا۔

یہ مسافر بھی کشتی سے پیچھے آئے اور دل کڑا کر کے خلیفے کے پیچھے ہوئے۔ گرم گئے چل کر

شہابیوں نے دیکھ لیا اور اجنبی سمجھ کر غل شور کیا تب لوگوں نے ان کو گرفتار کر کے خلیفہ کے روپر پیش کیا۔

خلیفہ - تم کون ہو؟ اور یہاں کیونکر آئے ہو۔

مصاحب - ہم غریب الدیار ہیں۔ اور تاجرانہ حیثیت سے بغداد میں فوارہ ہیں۔

خلیفہ - تمہاری رسائی یہاں تک کس کی سازش سے ہوئی؟

مصاحب - حضور! ہماری حماقت نے ہم سے سازش کر کے سیر و جلعہ پر آمادہ کیا جس کی وجہ سے حضور کے خدام نے گرفتار کر لیا۔ لیکن یہ ہماری خوش نصیبی تھی کہ حضور کے دیدار فیض آثار سے مشرف ہوئے۔ اب آگے جو قسمت میں ہو۔

خلیفہ - اگر آپ مسافر نہ ہوتے اور کوئی بغدادی ہوتا تو ضرور ہمارے دریائی قانون کے

موافق قتل کیا جاتا۔ لیکن اب آپ ہمارے مہمان ہیں۔ اطمینان سے استراحت

فرمائیے اور اپنے وزیر کی طرف مخاطب ہو کر یہ لوگ آج ہمارے مہمان ہیں

ان کو بھی اپنی بے تکلفی کی صحبت میں شریک کرو۔

وزیر بہت خوب

مختصری دور چل کر ایک عظیم الشان محل نظر آیا۔ جو شانانہ طرز پر آراستہ تھا۔ وہاں پہنچ کر

سب لوگ اپنے اپنے قرینے سے بیٹھ گئے۔ دسترخوان چنا گیا۔ جب کھانے سے فراغت ہوئی

تو دور شروع ہوا جب ان سوداگروں کی طرف دور آیا۔ تو پہلے مالک نے انکار کیا۔ خلیفہ

نے اس مصاحب سے سبب انکار دریافت کیا۔ مصاحب نے عرض کیا کہ ”حضور ہمارے اتقا

نے مدت سے شراب چھوڑ دی ہے؛ لیکن خلیفہ نے مع یا ان مجلس عوبی کی پی۔ اور مست  
 ہو کر نشے میں بھونسنے لگے۔ جب ان لوگوں کو کسی قدر غلیہ حاصل ہوا۔ تو آپس میں اس  
 مکان کی راستگی اور دیگر سامان و ظروف وغیرہ کی تعریف کرنے لگے ہلکے اپنے صاحب  
 سے کہا کہ کیا خوب ہوتا اگر یہاں کے حالات کی مجھ پر زیادہ وضاحت ہوتی؛ خلیفہ نے ان  
 باتوں پر کان لگانے اور دریافت کیا کہ آپ لوگ کن خیالت میں ہیں؛ اور ہر سے مصاحب  
 نے جواب دیا کہ ہمارا ملک مسرت و خوش استغلامی اور سلمان آرامش دیکھ دیکھ کر جو ہر ماہ  
 اور مجھ سے اس کی تعریف کرتا جاتا ہے۔

خلیفہ۔ آپ کے نزدیک یہاں کسی چیز کی کمی ہے؛  
 مصاحب۔ ہماری کیا مجال ہے کہ کسی کمی کا ذکر کریں۔ بفضلہ تعالیٰ تمام سامان پیش ہمایا  
 خلیفہ۔ نہیں نہیں۔ بلا تضرع جس چیز میں آپ کمی دیکھیں غے العوز اس سے اطلاع دیں۔  
 مصاحب۔ حضور۔ ہمارے ملک کا خیال ہے کہ شراب بلا سماع محض تضرع اوقات ہے۔  
 خلیفہ یہ سن کر سکرایا اور فوراً دستک دی۔ جس کے ساتھ ہی ایک دروازہ کھلا اور اس سے  
 ایک خادم نکلا پھر اس نے ایک ماضی دانت کی رصع کرسی لا کر پچھائی اس کے بعد ایک  
 کینز نہایت خوب صورت آئی اور کرسی پر بیٹھ کر خود بہانہ شروع کیا۔ چنانچہ اس نے چوبیس  
 گتیں بجائیں جس کی ہر ہر ادھر عقل حیران ہوتی تھی۔ اس کی خوب صورتی کے ساتھ خوش  
 آواز می غضب مٹی چنانچہ اس نے یہ اشعار گنا شروع کئے۔

عشق کی دہان بیری آنکھیں ہل جی ہے۔

لسان العوی من مقلتی لك ناطق

یخبر عنی انی لک عاشق  
ولی شاهد منطوف قلبه عذب  
وقلہی جریہ من فواک خافق  
وکما کتم الحب الذی قد اذ ابی  
وقلہی قریم والد موع موابق  
وما لنت امدی قبل حبک ما الصوی  
ولکن قضا الرحمن فی الخلق سابق

اگر کہتی ہے کہ میں تیرا عاشق ہوں۔

میرا سترہ دولیرا گواہ ہے۔

اور میرا دل تیرے زاق سے زخمی ہے اور کاچتا ہے

جس محبت نے مجھ کو گھلایا میں اس کو کما تک چھاپاں

دل زخمی ہے اور اس کو دل کرنے والے ہیں۔

میرے عشق سے پہلے بلکہ یہی معلوم نہیں تھا کہ عشق کیلئے

لیکن خدا کا حکم مخلوقات میں پہلے نافذ ہو چکا ہے۔

یہ اشعار کچھ ایسے درد انگیز لمبے میں لگائے کہ خلیفہ پر کیفیت طاری ہوئی اور یکایک چیخ اٹھا اور بدن کے کپڑے پھاڑ ڈالے دیر کے بعد جب ہوش آیا تو دوسری پوشاک زیب تن کی اور زانو پر سکوت کرنے کے بعد اس نے پھر دستک می - قاعدہ اول کے مطابق دوسری لونڈی حاضر ہوئی۔ اس نے بھی عود بجا شروع کیا۔ ان مہمانوں نے جب دیکھا کہ خلیفہ محو سماع ہے تو آپس میں آہستہ آہستہ اس طرح پر گفتگو شروع کی۔

مالک : اپنے مصاحب کے مخاطب ہوئے یہاں تو سامان خلافت کے پورے طور پر تھپا ہیں۔

مصاحب : بیشک حضور سچ فرماتے ہیں۔ آخر یہ معاملہ کیا ہے کچھ حضور نے بھی خیال فرمایا۔

مالک : کیا تم نے خلیفہ کے چہرے پر کوئی نشان بھی دیکھا ہے۔

مصاحب : جی ہاں۔ میں عرصے سے اس پر غور کر رہا ہوں۔

اس قدر گفتگو ہوئی تھی کہ خلیفہ متوجہ ہو گیا اور پوچھا کہ کیا سرگوشیاں ہیں؟ مصاحب نے

نے جواب دیا کہ ہمارا مالک آپ کی اس وقت کی فیاضیوں کو بار بار ذکر کر رہا ہے۔ کیونکہ ہر ہر کمینز کے، دوہل میں حضور نے چار جوڑے قیمتی جن میں سے ہر ایک پانچ سو دینار سے کم نہ ہوگا۔ خادموں کو چاک کر کے دیدیئے۔ اس کے بعد صاحب نے خلیفہ کا خیال تبدیل کرنے کی عرض سے بڑبڑتایا۔

<p>سخاوت نے میری تپیلی کے بچوں بیچ گھنایا ہے۔ اس لئے میرا مال تمام لوگوں کے لئے مباح ہے۔ سخاوت کسی دن اگر اپنے دروازے بند کرے۔ تو تو اس کے فضل کی کبھی ہے۔</p>	<p>بنت المکارم وسط کفک منزل فجميع مالک لانا مباح واذا المکارم اغفلت ابوابها یوما فانت لفضلها مفتاح</p>
--	--

خلیفہ ان اشعار کو سن کر بہت غصہ ہوا۔ اور فوراً حکم دیا کہ ایک ہزار دینار مع خلعت کے دیا جائے اس کے بعد دوسرا در شروع ہوا۔ اور جب عالم کیفیت طاری ہوا تو پھر ان مہانوں میں سرگوشیاں شروع ہوئیں۔

مالک۔ محکو خلیفہ کی پیشانی پر ایک نشان نظر آتا ہے (صاحب) میری نظر تو غلطی نہیں کرتی؛  
مصاحب۔ حضور سچ ہے۔ محکو بھی صاف نظر آ رہا ہے۔

مالک۔ تو کیا اس کی نسبت دریافت کریں؟

مصاحب۔ حضور موقع نہیں ہے ذرا مہر کیجئے۔

مالک (غصے سے) مجھے قسم ہے تہمت عباس کی کہ جب تک اس حال کو معلوم نہ کر لوں گا۔  
اس وقت تک کچھ بھی تسکین نہ ہوگی۔

تربت عباس کا لفظ اس زور سے نکلا کہ خلیفہ چونک پڑا اور اس نے مصاحب کی طرف  
 دیکھ کر کسی قدر خوف زدہ آواز سے دریافت کیا کہ کیا بات ہے؟ اس نے کہا کہ سب معمولی باتیں ہیں مگر  
 میرے مالک کا ایک سوال ہے۔ آپ کو خدا کی قسم اس کا جواب صحیح دیجئے گا اور وہ یہ ہے کہ  
 وہ آپ کی پیشانی پر جو نشان نظر آتا ہے اس کی کیا وجہ ہے؟ خلیفہ یہ بات سن کر ساکت ہو گیا  
 اور دیر تک مالک اور اس کے مصاحب کو پہچاننے کی کوشش کرتا رہا بالآخر خوف زدہ ہو کر  
 رونے لگا اور اپنا تمام واقعہ فی البدیہہ نظم میں بیان کرنے لگا اور اسی سلسلے میں ڈرتے ڈرتے  
 یہ بھی بیان کیا۔

میرادل کہتا ہے کہ اس مجمع میں ہمارا سرور ہے۔

جو اس زمانے کا خلیفہ اور پاک نسل ہے۔

دوسرا شخص جعفر وزیر ہے۔

جو وزیر ابن وزیر کہا جاتا ہے۔

اور تیسرا سرور ہے جو انتقام کے لئے جلا ہے۔

سو اگر یہ بات ٹھیک نہ تھی۔

تو ہر حال جو میں چاہتا تھا وہ مل گیا۔

اور دل کی خوشی ہر طرف سے پہنچی

قدح قلبی ان فیکم امامنا

خلیفۃ هذا الوقت ابن الخطاب

وثانیہ کویدعی الوزير مجبفر

حقیقۃ یدعی صاحبنا و ابن صاحب

وثالثہ مسرور سیات نقمۃ

فان کان هذا لقول حقنا لصاب

فقد نلت ما ارجو علی کل حالۃ

وجاء سرور القلب من کل جانب

اگرچہ اس نے اپنے اشعار میں ظاہر کر دیا کہ میں نے اپنے تینوں معاونوں کو پہچان لیا  
 ہے تاہم مصاحب نے اس کے اس خیال کی تردید کی اور چاہا کہ اس سلسلہ تقریر کو بھی ٹال دے

مگر اس نے صاف کہہ دیا کہ یہ حضرت جو آپ کے مالک ہیں میں نے ان کو پہچان لیا ہے واللہ یہ  
 ہمارے امیر المؤمنین خلیفہ دارون الرشید ہیں اور آپ ان کے وزیر جعفر ہیں اور یہ میرے صاحب  
 سرور ہیں۔ لہذا میں پہلے اپنی جان بخشی چاہتا ہوں کہ حضور کے لقب کے طعنیل میں سیرور بنا کر آ  
 ہوں اور اس کے بعد اپنا عرض حال کرتا ہوں امیر المؤمنین۔ صلی نام میرا علی ہے محمد جو ہری کا لڑکا  
 ہوں۔ میرا لپ شہور سوداگر تھا جب اس کا انتقال ہوا۔ تو دولت کثیر میرے ہاتھ آئی۔ امیرانہ طور  
 پر زندگی بسر کرتا تھا ایک دن دوکان پر بیٹھا ہوا تھا کہ ایک عورت خچر پر سوار میری دوکان پر آئی  
 نین خوب صورت کینز اس کے ہمراہ تھیں مجھ سے پوچھا کہ علی بن محمد جو ہری آپ ہی ہیں؟  
 میں نے عرض کیا کہ ہاں۔ آپ کا غلام موجود ہے۔ پھر پوچھا کہ میرے لائق اعلیٰ درجے کی  
 موتیوں کی لڑیاں ہیں۔ میں نے کہا کہ جو کچھ موجود ہے پیش کرتا ہوں اگر ان میں سے کوئی پسند  
 خاطر ہو تو رہے سہاوت۔ چنانچہ سولڑیاں میں نے پیش کیں۔ لیکن ان میں سے کوئی ایک  
 بھی پسند نہ آئی اور سب عمدہ موتی پیش کرنے کے لئے حکم دیا تب میں نے ایک چھوٹی لڑی  
 جو میرے والد نے ایک لاکھ کو خرید کی تھی پیش کی اور عرض کیا کہ یہ وہ قیمتی سلک ہے جسکی  
 نظیر بمشکل بادشاہوں کے یہاں ہوگی۔ چنانچہ یہ لڑی دیکھ کر پھر ٹکڑی اٹھی اور کہا کہ مجھے  
 مدت سے ایسے ہی موتیوں کی ہارز تھیں پسند آنے پر رزخ پوچھا۔ میں نے خرید کے دام عرض  
 کر دیے قیمت سن کر جواب دیا کہ لاگت پر پانچ ہزار دینار فسخ کے دیئے جائینگے۔ اور ایک بھوت  
 کینز اس کے علاوہ۔ میں نے عرض کیا کہ یہ لڑی اور اس کا مالک دونوں حضور میں موجود ہیں  
 موتی بھی آپ کے ہیں اور یہ خادم بھی آپ کا غلام ہے۔ میری بات سن کر اٹھ کھڑی ہوئی اور



کہا نہیں نفع تو ہم کو ضرور ملنا چاہئے۔ پھر چلتے وقت خدا کی قسم دے کر کہا کہ قیمت لینے مکان پر ضرور آنا۔ چنانچہ میں اسی وقت دوکان میں تھل لگا کر ساتھ ہو لیا۔ تھوڑی دور چل کر ایک عالیشان عمارت کے دروازے پر پہنچا۔ سبحان اللہ! کیا کہنا ہے۔ نہایت رفیع الشان عمارت تھی صدر دروازے پر یہ طغرا لکھا تھا۔

<p>اے گھر تیرے اندر غم نہ آئے۔ اور تیرے مالک کے ساتھ دانا بے وفائی نہ کرے۔ تو ہماروں کے لئے نہایت اچھا گھر ہے۔ جب کہ ہمارے کو کہیں گھر نہ ملے۔</p>	<p>الایا دامر لا یدخلک حزن ولا یغیر بصاحبک الزمان فنعم الدار انت لکل ضیف اذا ما ضاق بالصیف المکان</p>
--	---

دروازے پر چند لمحہ ٹھہرنا پڑا۔ پھر ایک کینز اندر محل کے لئے گئی۔ کہ چلنے قیمت لے لیجئے۔ چنانچہ اہوان کے ایک جانب میرے واسطے کرسی بچھا دی گئی۔ اسی کے قریب ایک طرف حیرت کا پردہ پڑا ہوا تھا اور چاندی کی کرسی پر وہ بی بی بیٹھی ہوئی تھی۔ گلے میں وہی توتیوں کا مال تھا جو مجھ سے خریدنا تھا مجھے دیکھ کر کرسی سے اٹھ کھڑی ہوئی۔ اور کہا کہ فزالدین! میں چاہتی ہوں تم میرے پاس رہو اور سلسلہ کلام ایسا چھیڑا جس کے ہر ہر فقرے سے محبت کی بو آتی تھی۔ پھر مجھ سے کہا کہ میں اس شہر میں گنہگار ہو کر رہتی ہوں۔ میرے نام سے کوئی تعف نہیں ہے۔ طعنے اٹھاؤ اور خدا کی قسم کھاؤ تب میں اپنا راز ظاہر کر دوں گی۔ چنانچہ میں نے قسم کھائی۔ تب کہا کہ میں بھی برکمی کی بیٹی ہوں جعفر میرا بھائی ہے۔ میرا نام دنیا ہے۔ میں نے خاندان کا نام سناتو مجھے کسی قدر تسکین ہوئی اور بطور معذرت کے عرض کیا کہ میرا گناہ

مہات فرمائیے صرف طمع زر مجھ کو یہاں تک لانی ہے دنیا نے کہا کہ کچھ مضائقہ نہیں ہے کچھ نہ کچھ احسان کرنا چاہئے۔ میں خود مختار ہوں۔ ابھی قاضی کو بلائی ہوں۔ چنانچہ قاضی اور شاہد طلب کئے گئے۔ پھر قاضی سے کہا کہ میں اپنا عقد نور الدین علی سے کرنا چاہتی ہوں۔ آپ نکاح پڑھا دیں۔ چنانچہ قاضی نے ایجاب و قبول کر کے خطبہ نکاح کا پڑھا اور دین مہر میں وہی لڑی موتیوں کی سامنے رکھ دی۔ بعد نکاح کے ہر طرف خوشی اور مبارکباد کے ترانے گائے جانے لگے۔ لمحہ بلمحہ خوب صورت کیزیں عود وغیرہ سجاتی تھیں اور عمدہ راگنیاں سناتی تھیں صرف ایک شعر ان میں کا اب یاد رہ گیا ہے۔

موسیٰ اشتیاقی فوق طوس رضا کو	بیت اشتیاق کا موسیٰ تندرست خوشی کے گھر پر ہے
فاذا اشجاہ حسنکم فاجاکم	جب تیرا حسن اس کو غم و تپ ہے تو وہ تم سے بچے پائیں کہتا ہے

جب دس لاکھ باری باری سے عود بجا چکیں تو پھر دنیا نے عود بجانا شروع کیا اور حسب حال کچھ اشعار پڑھے جس میں اپنی محبت اور سیری خوب صورتی کا ذکر تھا۔ جب میں نے اپنی بی بی سے اشعار سنے تو بیساختہ ہو کر اس سے میں نے عود لے لیا۔ اور عود کے ساتھ کچھ گنگنا شروع کیا۔ چار بیت اس وقت بھی یاد ہیں۔

سبحان ربی جمیع الحسن اعطاک	پاک ہے وہ خدا جس نے ہم حسن تجھ کو عطا کیا۔
حتی بقیت انا من بعض اهلک	یہاں تک تیرے گرفتاروں میں میں بھی شامل ہو گیا۔
یا من لہا ناظر تبی الا نام بہ	اپنی آنکھوں کے جاوید سے خلافت کو گرفتار کر لیا۔
فالما والنار فی حدیک قد جمعا	پانی اور آگ دونوں تیرے چہرے میں یک جا ہیں۔

اور گلاب ایک گھاس ہے جو تیرے گل و نیل کی ہے

تو میرے دل کی طن بھی ہے اور نیت بھی۔

تو میرے دل میں بے انتہا ہے اور انتہا نہیں

والورد جورى بنت وسط خذاك

انت الغرام لقلبي ولنحيم له

فما اودك في قلبي واحلا لك

اُس کے بعد ہم خواب گاہ کے کمرے میں جو پہلے سے آراستہ تھا چلے گئے اور سو رہے۔  
غرض کہ اسی طرح ایک مہینا عیش میں گزر گیا۔ عزیز و اقارب۔ دوکان۔ مکان۔ سب کثرت  
دل سے محو ہو گئے۔ اور آج تک ہی بچہ دہی کی حالت ہے۔ ایک دن دنیائے عام کا قصد کیا۔  
اور مجھے قسم دے کر رخصت ہوئی کہ تا وہی میرے خردوار باہر قدم نہ نکالنا۔ جب میں نے  
اقرار کیا تب وہ باہر نکلی۔ چند ہی قدم طے کئے ہونگے کہ دروازے سے ایک کہن سال  
عورت محل کے اندر آئی اور مجھ سے کہا کہ بیٹا تجھ کو زبیدہ خاتون نے یاد فرمایا ہے۔ میں نے  
معذرت کی کہ اپنی جگہ سے اٹھ نہیں سکتا ہوں۔ قسم کھا چکا ہوں۔ لیکن اُس بڑھیا نے  
نمانا اور کہا کہ ”مقابلہ زبیدہ خاتون کی ناراضی کے کفارۃً یکن سہل رہے۔ غرض کہ مجبوراً میں  
اُس کے ساتھ ہو لیا۔“

جب زبیدہ کے حضور میں پہنچا تو مجھے دیکھ کر فرمایا کہ نور الدین! تم ہی دنیا کے  
معتشوق ہو۔“

میں نے عرض کیا کہ معذور کا فرمانروا غلام ہوں۔ تب خاتون نے ارشاد فرمایا  
کہ ”تمہارے حسن و جمال کی جیسی میں نے تعریف سنی تھی ویسا ہی ہوتی ہوں۔ اب

حاشیہ: جو ایک شہر کا نام ہے۔ جہان کا گلاب تمام دنیا میں مشہور ہے۔

مجھے کوئی چیز سناؤ۔ کیونکہ تم خود خوب بجاتے ہو۔ میں نے حکم کی فیصل کی۔  
 میری خود نوازی سے حضرت زبیدہ بہت خوش ہوئیں رخصت کے وقت وعادی کہ  
 ”خدا میرے قد و قامت اور خوبصورتی کو نظر بند سے بچائے۔ اور مجھے حکم دیا کہ دنیا کے  
 آنے کے قبل مکان پر پہنچ جاؤ۔ بڑھیا جو محکوم مکان سے لائی تھی گھر تک پہنچائی۔  
 لیکن میرے آنے سے پہلے دنیا پہنچ چکی تھی۔ میں نے چاہا کہ تخت پر جا کر بیٹھ جاؤں وہاں  
 کیا دیکھتا ہوں کہ دنیا تخت پر سو رہی ہے۔ میں بھی اس کے قدموں کے برابر بیٹھ گیا۔ جب  
 اس نے مجھے بیٹھے دیکھا تو اپنے پاؤں سمیٹ لئے۔ اور ایک ایسی بات ماری کہ میں مرش  
 (تخت) سے فرش پر چلاؤ اور خفا ہو کر بولی کہ لورالین! تو نے قسم تو نذالی اور مجھے  
 جھوٹ بولا اور زبیدہ کے مکان پر پہنچا خدا گواہ ہے! اگر مجھے اپنی رسوائی کا خوف  
 نہ تھا تو قصر زبیدہ کو اس کے سر پر ڈھا دیتی۔“ پھر اپنے ایک غلام کو جس کا نام صواب  
 تھا بلایا اور حکم دیا کہ ”اس جھوٹے کہنے کی گردن اڑا دے اب مجھے اس کی ضرورت  
 نہیں ہے“ صواب نے میری مشکلیں کس لیں اور آنکھوں پر پٹی باندھ دی چاہتا تھا کہ قتل  
 کرے کہ اتنے میں محل کی سب چھوٹی بڑی لونڈیاں میری سفارش کرنے لگیں۔ اور دنیا سے  
 بہت عرض کیا کہ ”حضور نورالدین کا یہ پہلا گناہ ہے۔ سرکار کے مزاج سے یہ کچھ بھی واقف  
 نہیں تھا۔ اور آخر اس کا قصور ہی کیا تھا کہ قتل کیا جاتا ہے۔ چنانچہ کینزوں کی سفارش سے  
 اس کا جزون کم ہوا۔ اور میرے قتل سے باد آئی اور کہا کہ ”اچھا میں تو سنا کرتی ہوں۔  
 لیکن کوئی نشان مزور ہونا چاہئے جو یہ بھی یاد رکھے۔ چنانچہ پھر محکوم داغیہ نشانات اس کے

ہیں۔ اور گھر سے باہر نکال دیا میں دنیا کے گھر سے اس رسوائی کے ساتھ نکلا اور اپنے  
 اوپر طاعت کرتا تھا۔ بمشکل آہستہ آہستہ چل کر گھر تک پہنچا اور علاج شروع کیا۔ چند  
 روز میں آرام ہو گیا تو دوکان کی فکر ہوئی۔ اثاثہ البیت کو فروخت کر ڈالا۔ درجن سے  
 چار سو غلام خرید کیئے۔ اور تفریح کے لئے یہ کشتی تیار کی جس میں بیٹھ کر روزانہ سیر کرتا  
 ہوں۔ اور اپنا نام خلیفہ رکھا ہے۔ اور اس حال میں مجھ کو ایک سال ہو گیا ہے۔ پھر اپنی  
 معشوقہ کو یاد کر کے رونے لگا۔ مارون الرشید نے یہ واقعہ سنکر بہت ہی قہقہہ کیا۔ اور  
 جوان سے اجازت لے کر مکان کو واپس گیا۔ چونکہ نوجوان کی مہانداری سے مارون نہایت  
 خوش تھا اس لئے ارادہ کیا کہ اس مظلوم کا انصاف کر دیا جائے۔ چنانچہ جعفر کو حکم دیا کہ  
 وہاں میں اس نوجوان کو پیش کرو۔ جعفر نے نہایت اعزاز سے اس جوان کو پیش کیا۔ جب  
 خلیفہ کے حضور میں پیش کیا گیا تو شاہی قاعدے سے سلام کیا۔ اور دیر تک دعائیں  
 دیتا رہا۔ مارون نے بیٹھنے کی اجازت دی اور کہا کہ فوراً الدین! میں چاہتا ہوں کہ تمہارا  
 افسانہ سنوں۔ کیونکہ وہ عجیب و دلکش داستان ہے۔ نوجوان نے عرض کیا کہ ایہ الزونین  
 سانی کا خوشگوار ہوں۔ جب تک عفو قصور نہ ہو گا مجھے اطمینان نہ ہو گا۔ چنانچہ ہمدن  
 نے اس کا قصور معاف کیا۔ اور امان دی۔ تب اس نوجوان نے اول سے آخر تک دوبارہ  
 اپنا حال سنایا جب مارون کو یقین ہو گیا کہ واقعی یہ دنیا کا بندہ ہے۔ تب نوجوان سے  
 دریافت کیا کہ اب بھی تم اپنی معشوقہ سے ملنا چاہتے ہو؟ عرض کیا کہ۔ ہاں ایہ الزونین  
 یہی تو احسان کا وقت ہے چنانچہ جعفر کو حکم دیا کہ فوراً دنیا کو حاضر کرے۔ جعفر نے لاکڑی

کیا تب مارون نے دنیا سے پوچھا کہ اس نوجوان کو پہچانتی ہو؟ جواب دیا کہ امیر المومنین!  
 کیا عورتیں بھی مردوں کو پہچانتی ہیں؟ یہ جواب سنکر مارون کو منہسی آگئی اور کہا کہ میں خوب  
 سن چکا ہوں۔ تب دنیا نے عرض کیا کہ ”جو ہونا تھا وہ ہو چکا اب میں امیر المومنین سے معافی  
 کی خواہش نگاہوں میں۔“ خلیفہ نے قصور معاف کر کے قاضی کو بلایا اور دوبارہ نور الدین علی کا  
 دنیا سے عقد پڑھادیا۔ چنانچہ نور الدین کی بقیہ زندگی مارون الرشید کی مصاحبت میں  
 نہایت عیش و عشرت سے گزری۔

علاوہ اس واقعہ کے مؤرخین نے اور بھی خلیفہ مارون الرشید اور جعفر کے باہمی  
 تعلقات اور اتحاد کی مثالیں لکھی ہیں جو بہ لحاظ طوالت نظر انداز کی جاتی ہیں۔ ان باہمی  
 تعلقات کا اثر سلطنت اور ملک دونوں کے حق میں مفید ہوا۔ خلیفہ کو اپنے وزیر کے گل  
 کاموں پر اعتبار تھا جس کا یہ نتیجہ تھا کہ جعفر بھی دل سے سلطنت کا غیر خواہ تھا ملک  
 میں ہر طرف امن و انتظام تھا جعفر کے عہد وزارت میں ایک ایک گاؤں میں پچیس  
 اور نہریں جاری تھیں۔ تجارت۔ اور زراعت دونوں میں روز افزوں ترقی تھی۔  
 بغاوتوں اور خانہ جنگیوں کا بازار سرد تھا۔ غرض کہ جعفر کا زمانہ ہر طرح سے قابلِ مبارکباد  
 تھا۔ جعفر برکی نے جس دل سوزی سے سلطنت کا کام انجام دیا۔ بہر حال وہ اس کا  
 فرض منصبی سمجھا جاتا ہے۔ لیکن مارون الرشید کی اولاد کے ساتھ قہلم و تربیت میں  
 جو کوشش جعفر نے کی ہے۔ اس کے احسان سے مارون کسی طرح سر نہیں اٹھا سکتا  
 تھا۔ جعفر کے زمانہ وزارت میں مارون الرشید کی تالیقی خاصکر قابلِ ذکر ہے۔

مامون الرشید جس طرح سے امین الرشید نے فضل برکی کے سایہ عاطفت کی تالیقی میں پرورش پائی اور تعلیم و تربیت حاصل کی اسی طرح مامون الرشید جعفر برکی کے سپرد کر دیا گیا تھا۔ کسائی اور زبیری جیسے مجتہد فن تعلیم

پر پانچ برس کی عمر سے مقرر تھے اور عام اخلاق و عادات کی نگرانی بھی کرتے تھے۔ لیکن پوری تربیت جعفر کے سپرد تھی۔ اگرچہ باضابطہ تالیقی سلسلہ ہجری میں ہوئی لیکن عسکر بچپن ہی سے مامون پر جعفر کی توجہ تھی بمقابلہ دیگر خلفاء اور شہزادگان عباسیہ کے جو علمی کمالات مامون الرشید نے حاصل کئے وہ حقیقت میں جعفر کی اغوش تربیت میں پلنے کا صدقہ تھا جس کا ثبوت خود مامون الرشید کے حالات ہیں۔

علمی حیثیت سے بھی جعفر نے کبھی برکی سے کچھ کم نہیں کیا۔ بلکہ مالک اسلامیہ میں جعفر فضل و کمال کا رول نبھادہ جعفر کی مرپرستی کا یہی نتیجہ تھا۔

جعفر کا فضل و کمال۔ ذوق علمی۔ اہل علم کی قدر دانی۔ علوم کی اشاعت میں ناظرہ۔ علمی مجلسیں۔ اور حکیمانہ اقوال

فضل و کمال اگرچہ جعفر کے روزانہ اوقات۔ ملکی مهمات۔ اور خدمات و ذرات میں صرف ہوتے تھے۔ تاہم یہ فرائض اس کے ذوق علمی کے ماتحت تھے۔ عراق۔ حجاز۔ شام۔ حبشی وسیع سلطنت کے انتظام سے جو وقت دم لینے کو تھا تھا وہ ناکرہ علیہ میں صرف ہوتا تھا۔ اسلامی علوم جن میں کمال کی ضرورت تھی وہ

بچپن میں حاصل ہو چکے تھے۔ اب خاص خاص علوم کی مشق کا زمانہ تھا۔ چنانچہ شاعری فلسفہ۔ نجوم۔ پر اس وقت جعفر کی طبیعت اہل حق اور انھیں علوم سے خاص دل چسپی تھی۔ علما اور شعراء سے جو مباحثے ہوتے وہ اسی قسم کے ہوتے تھے۔ بیت الحکمت کا دروازہ کھلا ہوا تھا۔ فنون حکمت کی تصنیفات اور ترجمے پر غور سلطنت اور علما کا رجحان تھا۔ چنانچہ جعفر کو بھی فلسفے سے خاص رغبت تھی اور اس ذوق میں کبھی برکی سے کچھ کم نہ تھا۔ چنانچہ اسی فلسفہ پسندی نے کبھی و جعفر کو زندگی سے منسوب کر دیا تھا۔ چنانچہ صحتی کا یہ قول مشہور ہے +

جب کسی مجلس میں شرک کا ذکر چلا ہے۔  
تو برکیوں کا پرہ چمک اٹھتا ہے۔  
لیکن ان کے سامنے کوئی آیت پڑھی جائے  
تو وہ مزدک کی خطائیں بیان کرنے لگتے ہیں۔

اذا ذکر الشوک فی مجلس  
اصناء وجوہ بنو برک  
وان تلیت عندہم الیتہ  
الابوالاحاد میث عن مزدک

حاشیہ لے کتاب المعارف ابن قتیبہ دینوری مطبوعہ مصر صفحہ ۱۲۰۔ علم میں سب سے پہلے جس مذہب جاری کیا وہ موجود ان مزدک تھا۔ ملک قبادین فرزند ہرکسیروان کے زمانے میں اس نے فروع کیا۔ سب سے بڑی آزد داس کی یہ حق کو گروں سے مذہب آتش پرستی شادی سے۔ مزدک علم نجوم میں حادہ مہر تھا۔ اور اس کو معلوم تھا کہ مغرب ایک ایسا شخص عرب میں پیدا ہونے والا ہے جو گزر۔ ہوریترا اور بت پرستوں کے مذہب کو دنیا سے شاد کیا اور قیامت تک اس کا مذہب جاری رہے گا اس لئے اس نے یہ کوشش کی کہ وہ شخص میں ہی کیوں نہ بن جاؤں۔ چنانچہ اپنے خیال کے موافق اس نے دعوت دینا شروع کیا اور یہ اعلان کیا کہ لوگوں نے ٹنڈ۔ استا کے سامنے جھلا دیئے ہیں اس لئے میں مذہب زردشت کو تادمہ کرنے آیا ہوں۔ اور اپنا مجھ دیہ قرار دیا تھا کہ آگ میری پیغمبری



قریب قریب ہی کمال شاعری اور نجوم میں تھا۔ چنانچہ ابن الندیم نے طبقہ شعرا میں جعفر کو جداگانہ شمار کیا ہے۔ چونکہ خود محمد بن تھا اس وجہ سے شعرا کی قدر کرتا اور فیاضیوں سے اعلیٰ وصلے بڑھاتا تھا جس کے سبب علمی اشاعت کا ذوق و شوق سرگرم طبیعتوں میں مد سے زیادہ بڑھ گیا تھا۔ اور علم کلام کے متعلق جعفر برکی نے جو علماء کی قدر و انیاں کی ہیں اور جس طرح اس علم کی اشاعت کی ہے وہ اس کے عہد کا سب سے بڑا علمی کارنامہ ہے۔ چنانچہ وہاں ذیل سے جعفر کی علمی فیاضی۔ ذوق علمی۔ اور اہل علم کی قدر وانی بہت کچھ ثابت ہوتی ہے۔

علاء صمیمی کا قول ہے کہ میں نے تمام علوم کے حصول میں سخت اہل علم کی قدر وانی مشقت کی لیکن لغت۔ تاریخ۔ انساب۔ اور اشعار عرب میں خصوصاً کمال حاصل کیا تھا۔ چنانچہ خلفائے عباسیہ کی قدر وانی سنکر بعبرہ سے بغداد پہنچا۔ غلیغہ

بقیہ حاشیہ ۲۲۲ پر گواہی دیتی ہے۔ چنانچہ جب اپنی مکت علی سے آتش خاند سے مزدک نے شہادت و دلاوی ہو کر تہا در یہ ہو گیا۔ اور شاہی اثر سے یہ گروہ بہت بڑھ گیا۔ اس نے بہت سے ہمسایوں کے واسطے عرب زبان کی لغت و لغات لغتانی پیدا کرنے کے واسطے کافی تھی۔ علاوہ القیاس ہزاروں مسئلے تھے۔ لیکن ایشیہ راں نے چونکہ مزدک کا قریب کچھ لیا تھا اس لئے اس نے باپ سے کہا کہ اگر مزدک کی پیغمبری پر پانی بہا۔ اور شہی بھی گواہی دے تب میں قائل ہوں گا۔ لیکن مزدک ان عناصر سے گواہی نہ دلوں گا۔ اور نو شیر راں نے ملک تہا در کو آتش خاند کا قریب بھی بکھا دیا۔ تب مزدک کو کمین میں گر کر مار ڈالا گیا۔ اس کے رنے کے بعد طرہ بہت خادہ و مزدک نے مدائن سے بھاگ کر سہ میں یہ مذہب جاری کیا۔ مزدک کے تفصیلی حالات کے لئے دیکھو ہدی کتاب نظام الملک طوسی ۴

سہ کتاب الفرج بعد الشمت باب ۳۰ صفحہ ۳۰۔ و تقدیر صفحہ ۱۰ جلد ۳

علاء ابو سعید عبد الملک بن علی بن مصحح مشہور۔ صمیمی بھری۔ مفت۔ لا۔ انبار۔ وادات کا امام سے ۱۲۳۳ ہجری میں پیدا ہوا۔ ۳۱۰ ہجری میں فوت ہو گیا۔ عربی علم لغت ایک شخص اسی کی روایت سے مدون ہوا ہے۔ لاکا ذہین تھا۔ علاوہ متفرق محکمات

دارون الرشید اس وقت سلطنت چکران تھا۔ شرکت دربار کی آرزو میں آستانہ خلافت پر روزانہ حاضر رہتا تھا اور دربان و پاس بانوں کو قصہ کہانی سناتا کروست بنا لیا تھا اور اس امید میں رہا کرتا تھا کہ دیکھئے کس دن اقبال کا سورج اپنی روشنی پھیلاتا ہے۔ قصہ مخقر یہ کہ مدتوں اسی امیدواری میں گزری۔ محنت شاقہ سے بسا اوقات جی گھبرا اٹھتا تھا۔ کہ وطن کو واپس جانا لیکن بدرجہ مجبوری چند روز تک اور صبر کیا۔ معمول کے موافق ایک رات کو آستانہ خلافت پر موجود تھا۔ کہ حاجب نے آکر دریافت کیا "کوئی شخص اس وقت حاضر ہے جو شاعر ہو اور فن شعر کو اچھی طرح جانتا ہو" میں نے یہ آواز سنکر اپنے دل میں، کہا۔ اللہ اکبر! مصیبت سے نکلنے کا وقت آن پہنچا۔ اگر تقدیر نے یادری کی اور خلیفہ کویرا کلام پسند آگیا۔ تو پھر کیا پوچھنا ہے؛ اور حاجب سے کہا کہ میں عمدہ شاعر جانتا ہوں۔ چنانچہ حاجب نے مجھے سنا لے لیا۔ اور مبارکباد دے کر کہا کہ اگر خلیفہ کو تمہارا کلام پسند آگیا تو پھر مالالال ہو جاؤ گے اور یہ مصائب دور ہو جائیں گے۔ اور دربار شاہی میں بے جا کر کیا ایسے موقع پر کھڑا کر دیا جہاں سے میں خلیفہ کو بخوبی دیکھ سکتا تھا اور سلام کر سکتا تھا۔ خلیفہ دارون الرشید ایک مسند پر جلوہ گر تھا۔ اور اس کا فرائی چہرہ مثل بدر کے چمک رہا تھا۔ اور پہلو میں وزیر اعظم جعفری کی بیٹھا تھا۔ خادم اپنے اپنے قریب سے کھڑے ہوئے تھے۔ میں نے بھی خلیفہ کو سلام کیا۔ جواب سلام کا دے کر ارشاد فرمایا کہ اگر دربار کی میت تم پر

بقیہ حاشیہ ۲۶۴ کے اشار میں مرتبہ کے بارہ ہزار شریاد تھے۔ تعنیفات میں سے دم مفید کتابوں کی کثرت ابن خلکان میں درج ہے۔ تذکرہ شرایع عرب صفحہ ۱۰۸۔

چھاگئی ہو تو قہوڑی دیر علحدہ بیٹھو تاکہ خوف زائل ہو جائے۔ پھر ہمارے حضور میں آؤ  
 تاکہ بات حیت کر سکو۔ میں نے اپنے دل میں کہا کہ اگر توقف کرتا ہوں تو مناسب نہیں  
 ہے۔ کیا عجب ہے کہ قہوڑی دیر میں یہ مجلس برخاست ہو جائے۔ اور پھر مجھ کو ایسا موقع نہ  
 ملے۔ اسلئے فوراً ہی عرض کیا کہ "امیر المومنین کی فیاضی کی روشنی نے میرے دل کی  
 وحشت کو دور کر دیا ہے۔ مجھے کوئی خوف نہیں ہے۔ جو حکم ہو اس کی تعمیل کروں۔ یا  
 اجلات ہو تو میں غوری ابتدا کروں۔" میرا یہ برہستہ جواب سنکر مارون الرشید ہنسنے لگا اور  
 جعفر کی طرف دیکھ کر کہا "سال کی نکو ست از ہار ش پیدا ست" یعنی شخص اپنے فن میں کامل مسلم  
 ہوتا ہے چنانچہ وزیر نے بھی تائید کی اور کہا کہ "امیر المومنین یہ شخص آپ کی فیاضیوں سے  
 مزور فائدہ اٹھا ئیگا" پھر خلیفہ نے پوچھا کہ مدتم شاعر ہو یا راوی؟ میں نے عرض کیا  
 کہ راوی۔ پھر پوچھا کہ کس سے روایت کرتے ہو؟ میں نے جواب دیا کہ "جس قدر اہل  
 فن گزے ہیں اور جن کے کلام میں شیرینی ہے" یہ جواب سنکر کہا کہ اچھا بتاؤ الصفا  
 القارۃ مزرا ماحاء؟ اس شل کے کیا معنی ہیں میں نے عرض کیا کہ "اس میں دو قول  
 ہیں ایک یہ کہ قارہ ایک قبیلہ کا نام ہے جس کی تیر اندازی مشہور ہے اور جو بھیکاکا ٹھول  
 پر تیرا تے تھے اور رماۃ الحقد کہلاتے تھے۔ یہ قبیلہ لوک یمن کے عہد میں تھا۔ اور جنکے  
 اعزاز کا یہ عالم تھا کہ بادشاہ کے ہم پہلو بیٹھا کرتے تھے۔ اور سلاطین کو کب میں ہی لوگ  
 سب سے آگے ہوتے تھے۔ ایک روز کا ذکر ہے کہ ایک شخص نے میدان کارزار میں آنسو  
 پکھلا تا ین رماۃ الحقد یعنی وہ تیر انداز کہاں ہیں اس وقت بادشاہ نے ان بہادروں

سے مخاطب ہو کر کہا تھا: "انصف القاتل من رلما"، دوسرا قول یہ ہے کہ قارہ پہاڑ کی چوٹی۔ اور اس جگہ کہتے ہیں جو سطح زمین سے اونچی ہو۔ قتال کی یہ مراد ہے کہ جو لوگ علم و ثبات اور شان میں بلند ہیں وہ اس سے آادہ پیکار ہوں۔ "مارون یہ جواب سنکر خوش ہوا اور کہا کہ خوب بتلایا۔ پھر کہا کہ کچھ حجاج کا کلام بھی یاد ہے؛ میں نے عرض کیا کہ بہت کچھ۔ کہا اچھا وہ قصیدہ پڑھو جس کی ابتدا ہے: "طارقاً ہم طارقاتیں نے پڑھنا شروع کیا جب اس موقع پر پہنچا جہاں بنی امیہ کی مع تھی تو میں نے اس کو چھوڑ دیا۔ اور جہاں سے مصور کی مع تھی وہاں سے پڑھنے لگا۔ تو مارون نے پوچھا کہ بنی امیہ کی مع کے اشعار قصیدہ چھوڑ دیئے ہیں یا سو؟ میں نے عرض کیا کہ قصیدہ کیونکہ جس قدر چھوڑا گا قصہ تھا وہ ان کے لئے چھوڑ دیا ہے۔ اور جو قصہ سچائی کا ہے وہ عرض کرتا ہوں یہ ایہ جواب سنکر جھڑپ کر مٹھا اور کہا احسنت بارک اللہ علیک! بعد ختم اس قصیدہ سے علم دیا کہ حدی بن رقلع کا وہ قصیدہ پڑھو جو ولید بن یزید بن عبد الملک کی مع میں ہے۔ اور جس کا مطلع ہے: "الذی یارتوھا فاعتادھا۔ چنانچہ میں نے تیزی اور بلند آواز سے پڑھنا شروع کیا۔ جعفر نے کہا کہ ہلکے ہلکے پڑھو تاکہ انعام سے محروم نہ لو۔ مارون الرشید نے جعفر کی طرف دیکھ کر کہا کہ "اب تو صلہ دینا مجھے لازم ہو گیا ہے لیکن آپ کو بھی میری فیاضی میں شریک ہو چاہئے گا۔ یہ گفتگو سنکر مجھے نہایت سرتہ ہوئی اور عرض کیا کہ آج مجھے عرب علم پر غر کرنے کا موقع ملا ہے کیونکہ خلیفہ اور وزیر دونوں فیاضی میں ایک دوسرے کے

حاشیہ: جو شخص تادمہ سے تیر کی لڑائی لڑے گا اس کا انعام کیا جائے گا۔

شریک ہیں یہ جملہ سکرارون الرشید ہنس پڑا۔ اور کہا کہ اچھا اب ذوالرمہ کا قصیدہ پڑھو جس کا مطلع ہے ”اَمِنْ حَذَرِ الْجَدَانِ قَلْبُكَ مَطْمَ“ میں نے کہا امیر المومنین یہ تو اس کے اشعار کی عروس ہے۔ کہا اگر یہ عروس ہے تو آخر واد کوں ہے؟ میں نے جواب دیا کہ قصیدہ جس کا مطلع ہے۔ مَا بِالْأَعْيُنِ مِنْهَا الْمَاءُ يَبْسُكُ ”حکم ہوا کہ اچھا یہی سناؤ۔ جب میں اس موقع پر پہنچا جہاں اونٹ کی تعریف تھی تو جعفر ناخوش ہو کر بولا کہ شاید دنیا میں اور کوئی مضمون اب نہیں رہا ہے کہ ہم اپنی قیمتی رات خارشستی اونٹ کے اوصاف سننے سننے میں بسر کر دیں۔ جعفر کے اس فقرے سے ہارون کو غصہ آگیا اور تیرہ بل کر کہنے لگا کہ بس۔ خاموش یہ وہی اونٹ ہے کہ جس نے تمہارے بادشاہوں کے (سلاطین) غم مراد ہیں، سرے کیج تم تار کر چھینک دیا اور تخت سلطنت سے زمین پر ڈال دیا۔ اور بعد مرے کے اس کی کھال کے تار دینے بنائے گئے کہ جن سے تجھے اور تیری قوم کو مثل غلاموں کے سزا دی جاتی ہے۔“

یہ سن کر جعفر نے کہا کہ ”مجھے بھی بے گناہ سزا دی گئی ہے۔ لیکن خدا کا شکر ادا کرتا ہوں۔ ہارون الرشید نے کہا کہ ”دوسری غلطی ہے۔ الحمد للہ کہنے کا یہ کیا موقع تھا۔ ایسی کیا نعمت ملی تھی۔ جس کا شکر یہ ادا کیا گیا؟“ خیر دو ایک باتوں میں یہ معاملہ رفع ہو گیا باقی رات قصہ گوئی میں کٹی جب سپیدہ صبح قریب ہوا تو ہارون الرشید نے اسمعی سے کہا میرے یہاں ایک مہمان ٹھہرا ہوا ہے اب اس کے پاس چل کر قصص و حکایات بیان کرو چنانچہ خادم نے جوتیاں سانسے لا کر رکھ دیں لیکن پہنتے وقت پاؤں میں کوئی چیز چبھ گئی تو غلیفہ خادم پر ناراض ہونے لگا۔

جعفر نے کہا کہ امیر المومنین خدا کی قسم اگر آپ ہمارے ملک کی بنی ہوئی جوتی پہنتے تو ایسی تکلیف

نہ ہوتی۔ خلیفہ نے جھٹکا کر کہا کہ تم بار بار غم کی مع اور عرب کی رجو کرتے ہو لیکن یاد رکھو کہ میں کبھی بند نہ ہو گا اور تمہاری ہر بات کا جواب دوں گا۔ پھر جعفر کو حکم دیا کہ تیس ہزار مہم میری طرف سے اور اسی قدر خود اضافہ کر کے احمی کے پاس طے الصباح بھیج دینا۔ جعفر نے کہا کہ اگر امیر المومنین کی مجلس نہ ہوتی تو ضرور میں اس قدر دیتا لیکن اس مجلس میں خلیفہ کی برابری کرنا داخل بے ادبی ہے لیکن میں آتیس ہزار درہم دیتا ہوں، چنانچہ صبح کی نماز سے ہنوز فراغت نہیں ہوئی تھی کہ دونوں عیٹے میرے پاس پہنچ گئے۔ اور اس روز سے دربار کا داخلہ میسر ہو گیا اور ایک دن کے صلہ و انجام سے میری حالت درست ہو گئی اور جعفر برکی میرے حال پر خاص طور پر ہرانی کرنے لگا۔

عجرات براکھ کی علمی قدر دانی

ابو سلم ولید انصاری جس کو مرعہ الخوانی کہتے ہیں یہ براکھ کا مشہور شاعر ہے وہ کہتا ہے کہ جب یزید شیبانی کا زمانہ بچو گیا تب میں محتاج ہو گیا۔ اور حالت مینوائی میں بغداد پہنچ کر ایک کبیر کا مکان

ہو جس کا نام سکینہ تھا۔ یہ کبیر نہایت سلیقہ شعار تھی اور تمام امرا کے محلات میں آیا جایا کرتی تھی ایک روز فاطمہ و عقبہ بن عبدہ جعفر برکی کی والدہ کی خدمت میں حاضر تھی کہ کسی کبیر نے بیک غزل چھیری ایک دو بیت فاطمہ نے بھی سن لیے۔ چونکہ مضمون عالی تھا۔ اصابت نصیحت کی سن کر بہت خوش ہوئی۔ سکینہ سے پوچھا یہ کس کا کلام ہے؟ اس نے کہا کہ حضور غزل مرعہ الخوانی کی ہے۔ اور یہ مشہور شاعر اتفاق روزگار سے محتاج ہو کر

حاشیہ: ملاحظہ فرمائیے یہاں بھی طے ملاحظہ فرمائیے اسکا شعر بھی سن کر اکیس نکاہا ہے اسکا دیدان لیلینہ ہے چکر شاعر ہے

ان دنوں میرا ہی مہمان ہے۔ یہ شکر عتاب نے دس ہزار اور ہم سکینہ کو دیے اور کہا میری طرف سے یہ حقیر ہدیہ اس کو دینا۔ اور کہہ دینا کہ اگر تمہیں اور جعفر کو تمہاری اطلاع ہوتی تو وہ بھی امداد کریں گے۔ چنانچہ اس عہدے سے میں نے اپنی حالت درست کی اور درباری لباس مرتب کیا۔ اور سہیل بن عبداللہ کے ہمراہ دربار وزارت میں جانے کی تیاری کی اتفاقاً راستے میں ایک موقوف شدہ محل سے ملاقات ہوئی۔ وہ میرا قدیم ملنے والا تھا۔ دیکھتے ہی کہا کہ اگر جعفر برکی کی طرح میں چند شعر کہو اور مجھے عہدے پر بحال کرادو تو پانچ ہزار درہم شکرانہ میں ادا کرونگا۔ میں نے انکار کر لیا اور چند مدحیہ اشعار کہے جن کا مضمون مطلقاً اس حدیث نبوی کے تھا کہ اطلبوا الحاجات عند حسان الوجوہ یعنی حاجت براری اچھے ہی لوگوں سے ہوا کرتی ہے اور دربار میں پیچہ کو ہی اشار میں نے نذرانہ میں جعفر کو پیش کئے اس سے قبل مجھے جعفر نے نہیں دیکھا تھا لیکن اشعار پڑھتے ہی مولیٰ ہمارے میراج العوائی تیرا ہی نام ہے میں نے عرض کیا کہ "یہی خادم ہے چنانچہ فوراً بیٹھے کا اشارہ کیا پھر پوچھا کہ خاص مطلب کیا ہے میں نے اس حال کی سفارش کی۔ چنانچہ فوراً درخواست منظور ہوئی جب دیوان عام سے اٹھ گیا تو مجھے بھی مجلس خاص میں طلب کیا منتخب احباب کا مجمع تھا مجلس کی ستھرائی اور آراستگی کا کیا کہنہ شاید کسرے اور قیصر کو ایسی مجلس میسر ہوئی ہو دوسروں کا تو کیا ذکر ہے۔ دو رنگ دیکھ کر میں حیرت رہ گیا۔ چونکہ بے تکلف دوستوں کا مجمع تھا اس لئے ساز چھیڑا گیا اور دو در شراب چلے لگا۔ جعفر نے مجھ سے مخاطب ہو کر کہا کہ در اپنا کلام سناؤ میں نے حسب حال پڑھنا شروع کیا۔ چند ہی بیت پڑھے تھے کہ چاروں طرف سے نعرہ بختین بلند ہونے لگا۔ اس لطف صحبت

کے ساتھ دربار جاری تھا۔ جب ساتی مجھ تک پہنچا میں نے عرض کیا کہ "معافی چاہتا ہوں کیونکہ میں نے آج تک پنی ہی نہیں ہے۔" جعفر نے کہا: "غوب۔ شراب کی قرعیت میں سامری کھانا اسکے خوش اور اندرونی اثرات کا بیان کرنا کیونکر ممکن ہے۔ جب تک کہ وہ سبز لگائی گئی ہو کچھ ہی ہوتا ہے تو ایک گلاس پینا ٹھیک۔ چنانچہ جعفر کے اصرار سے طوعا و کرہا ایک ساغر چٹھا گیا میرے اس فعل سے جعفر کو نہایت شرمندگی ہوئی اور کہا کہ "ابو سلم میں تمہارے حسن ادب سے خوش ہوں اس کا صلہ دیکھا مجھ سب لوگ پہلے گئے صرف جعفر اور میں باقی رہ گیا اس وقت جعفر نے کہا اب تک ایک کینز دکھاتا ہوں جس کی مثال نہیں ہے اور ایسی راگنیاں سنو تا ہوں جو تم نے کبھی نہ سنی ہوگی۔ چنانچہ ایک کینز کو طلب کیا جس وقت وہ میرے سامنے آئی تو یہ معلوم ہوا کہ گویا سوچ نکل گیا۔ اس کے حسن کا یہ عالم تھا کہ شعرا دیوان کے دیوان صبح میں لکھ ڈالیں تاہم اس کے حسن کی قرعیت ختم نہ ہو سکے۔ جعفر نے حکم دیا کہ بربط پر کوئی عمدہ غزل سنناؤ۔ اس کینز نے اس کمال سے بربط بجا یا کہ جعفر نے خود ہو گیا اس پر غزنی قسمت سے یہ طرہ ہوا کہ یہ غزل بھی میری ہی تھی۔ جب جعفر کو ہوش آیا تو پوچھا کہ یہ کس کی غزل تھی میں نے عرض کیا کہ بندہ صریح الغزائی کی۔ لیکن اس کی راگینوں نے مجھے بھی بیچین کر دیا تھا اس لئے جعفر نے حکم دیا کہ سلم اس کینز کو دختر کہہ کر پکارو تاکہ تمہیں اس کا دیکھنا ملے جو جہائے میں نے حکم کی تعمیل کی تب وہ مجھ سے ہم کلام ہوئی میں اس کی طبائی اور ذہانت کی قرعیت نہیں کر سکتا ہوں کیونکہ اس نے ایک تھوڑی دیر میں میری بہت سی غزلیں یاد کر لیں اور اس غزل کو جس پر جعفر کو غشی کی ذرت



پہنچی تھی۔ کمال موسیقی سے سوطر پر لگایا۔ لیکن اتفاق سے اس غزل میں مرث پارکی  
 بیت تھیں جس نے خوش ہو کر حکم دیا کہ "حریج الغزانی کو اس غزل کا صلہ چار سو دینار دیا  
 جائے۔ یہ حکم سن کر مجھے اپنی تقدیر پر افسوس آیا کہ کاش یہ غزل طولانی ہوتی۔ جب مجھے انعام  
 چکا تو کینز نے عرض کیا کہ اے وزیر عالم پناہ! شاعر کو چار سو دینار اس غزل کا صلہ دیا گیا اور  
 جس نے ان اشعار کو سوطر پر سنایا۔ اس کو بھی اسی قاعدے کے مطابق صلہ ملنا چاہئے گا  
 چنانچہ جب مجھے انعام مل چکا تو میں رخصت ہوا۔ چلتے وقت کینز نے کہا کہ اگر حکم ہو تو میں بھی  
 اپنے باپ کی خدمت کروں۔ جعفر نے کہا کہ مناسب ہے۔ چنانچہ اس کینز نے ایک ڈیڑہ گرا بنہا  
 جو اہرات کا اور قیمتی لباس۔ اور ایک خوب صورت لوٹری پیش کی۔ میں نے یہ تحفے لیا اور  
 رخصت ہوا۔ بعد کو معلوم ہوا کہ اس کینز کا نام ریحان تھا۔ چنانچہ میں نے بھی ریحان  
 کو عمدہ تعلیم دی۔ اور نہایت عمدہ اشعار اس کو یاد کرائے۔ پھر تو اس کا یہ حال تھا۔ کہ  
 نہایت عمدہ شعر کہنے لگی۔ اور مجھ سے بہت کچھ سلوک کیا۔ چنانچہ علاوہ عطیات جعفر کے  
 میں نے سلب کیا تو دو قیمتی جڑے ۲۳ ہزار شقال چاندی ۲۰ دانہ مروارید گرانمایہ اور  
 ایک ڈیڑہ قیمتی جو اہرات کار ریحان سے وصول ہوا تھا۔

خاندان براء کی فصاحت و بلاغت موما تمام مورخوں کو تسلیم ہے  
**فصاحت و بلاغت** لیکن جعفر برکی کی خوش بیانی اور برجستہ گوئی کا نوٹ خیرین نے  
 خصوصاً اعتراف کیا ہے۔ ثناء بن اشرس کا قول ہے کہ میں نے جعفر برکی اور

حاشیہ: تاریخ خلفاء سیوطی۔

مامون الرشید سے زیادہ فصیح کسی اور کو نہیں دیکھا۔ اور علامہ جھڑی نے ذہر الادب  
 میں اس روایت کو ان لفظوں میں لکھا ہے کہ جعفر برکلی وقت تقریر کے کسی موقع پر نہ کرتا تھا۔  
 یہ سلسلہ کلام میں الفاظ و معنی کی تکرار ہوتی تھی۔ لہذا اور فضول باتوں کا تو کیا ذکر ہے جس  
 فن پر گفتگو کرتا تھا جب تک اس کا سلسلہ ختم نہ ہو جائے دوسرے پہلو پر بحث نہ کرتا تھا اور  
 ایک گفتگو کے بعد جب دوسری شروع کرتا تو پچھلی تقریر پہلی سے زیادہ مؤثر اور دل کش ہوتی  
 تھی۔ عملیوں کو ہنسنا دینا۔ عابد و زاہد کے دل پر قبضہ کر لینا اس کے بائیں ہاتھ کا کھیل تھا۔  
 اعلیٰ درجے کے اشعار۔ نوادرات حزب الملک۔ قصص و حکایات میں اس کی مہلکات انتہائی  
 درجے پر تھی باوجود اس کے فصاحت کا نمبر بڑھا رہا تھا۔ اور اسل بن مارون کا قول ہے  
 کہ اگر کلام کو موتی اور گفتگو کو جوہر فرض کیا جائے تو خدا کی قسم تجھے جعفر برکلی کا کلام ہے  
 میں نے اس زمانے کے بڑے بڑے شیوہ بیان لوگوں کو دیکھا ہے وہ سب اس کے  
 قائل تھے کہ بلاغت کی تکمیل انہیں دونوں سے ہوتی ہے اور انھیں پراسکا خاتمہ ہو گیا۔  
 سچ تو یہ ہے کہ اگر دنیا ان کے عہد زندگی پر غور کرے تو کچھ نازیبا نہیں ہے اور فصاحت  
 و بلاغت کا اثر تھا کہ خلیفہ مارون الرشید نے امین و مامون کو قبائل عرب میں نہیں  
 بھیجا بلکہ فضل و جعفر کے سپرد کر دیا تھا۔ جن کی تعلیم سے ان کی فصاحت و ج  
 تک مزب الملک ہے۔ ابو عثمان عمرو جاحظ لکھتا ہے کہ جعفر برکلی جب کسی مضمون

پر گفتگو کرتا تھا تو کسی عالم کو جزا نہ ہوتی تھی کہ اس کے مقابلے میں لم ولاسلم کہہ سکے بلکہ  
مخویت ہو جاتی تھی اور نہایت خاموشی سے اس کی تقریر سنارکتے تھے۔

جعفر برکی کے توقعات۔ اور بچے اگرچہ کیا اب ہیں لیکن اس کے بعض اقوال جو  
کتب ادب میں پائے جاتے ہیں۔ ان کے ہر فقرے سے شستہ بیانی کی شہادت ملتی ہے۔  
ایک موقع پر کسی نے ایک عال کی شکایت میں ایک درخواست پیش کی اس پر جو حکم  
لکھا ہے اس کی یہ الفاظ ہیں۔

تیرے شاکی بہت ہیں اور شرکار کم۔

قد کثر شاکیوک و قل شاکیوک

یا تو اعتدال اختیار کریا لگ بھگ

فاما اعتدلت واما اعتذلت

نمائے کا قول ہے کہ ایک مرتبہ میں نے جعفر برکی سے سوال کیا کہ بیان کی کیا تعریف ہے اس کے  
جواب میں کہا

بقیہ حاشیہ ۲۳۲۔ اور خود بھی اندر متزلزل ہیں تھا۔ اس کے مفید تصنیفات میں سے کتب البیان و البین نہایت  
مشہور ہے۔ لیکن انوس جگر اول درجہ کا مشکل تھا۔ اور اس کی آنکھیں ماہر کر نکل رہی تھیں۔ جس کو دیکھ کر اڑنے  
بہم جاتے تھے۔ آخر عمر میں منہ بوج ہو گیا تھا۔ ۹۰ سال کی عمر میں بھام بعد از پیمہ ہجری میں فوت ہوا۔ دہم رضی اللہ  
اکثر پشتر چکا تھا۔

جیسا تو عالم شباب میں تھا کیا پیری میں بھی ویسا ہی  
ہونے کی امید رکھتا ہے۔

انترجو ان تکون وانت شیخ  
کما قد کنت ایام الشباب  
لقد کذبک نفسک لیس ثوب  
خلیق کا تجدید من الشباب

تیرے نفس نے اب تجھ کو زیب دیا ہے اور یہ ظاہر ہے  
کہ پورا کمر بے برابر نہیں رہتا ہے۔

نزدہ الامام صفحہ ۷۷۷۔ ابن عسکان صفحہ ۱۳۰۔ کامل اثر نے جو الفاظ لکھے ہیں اس پر علامہ صریحاً نوٹ

ان یكون الا سمحيطا بمعناك محمد عن مفضلك محمد بن المشرکة غیر مستعان علیه بالفكرة -	لفظ مطلب پر احاطہ کرے اور تصور کو بتا دے اور دوسرے پہلو کا احتمال نہ رہنے دے اور تفکر اسے اعانت نہ کی گئی ہو۔ (یعنی آدھرو)
---	--

**کتابت** علم انشا اور کتابت میں بھی جعفر برکی عربی سحدہ وغیرہ سے بڑھ کر تھا تمام فرامین  
احکام توقعات سلطنتہائے غیر کے سادہ اپنے قلم سے لکھتا تھا اور اس فن  
میں اس قدر کمال ہم پہنچا یا تھا کہ جعفر برکی کے عام توقعات بازاروں میں ایک ایک شریفی کو حق  
تھیں اور فن انشا کے شائق بڑے شوق سے مول لیتے تھے چھ خود اہل فن تھا اس جسے کتاب  
خوشنویسی عوت افزائی کرتا تھا۔ اور ان کے کمال کا معترف ہوتا تھا۔ ایک عمدہ تحریر دیکھ کر جعفر  
بہت خوش ہوا چنانچہ اس کا یہ قول مشہور ہے۔

المخطیط المحکمہ بیظمہ فیہ منشور وایفضل فیہ شذورھا	خط و کتابت کا وہ عالم جس میں خط کے کچھ بے رونق کرنے جاتے ہیں اور اسکے زینت کے لئے تیار رہتے ہیں۔
--	---

بقیہ حاشیہ ۴۴۴ ذرا الاماب نے اس قدر اہم فرمایا ہے ویکون سلیمان الکلف یحید  
من الصنعة۔ ہویا من المقید غیا من التاویل صفحہ ۱۰ حاشیہ عقد الغریہ جلد اول  
لہ عرب بن سحدہ المتوفی ۳۵۰ ہجری فن کتابت میں بے مثل دیکھو روزگار تسلیم کیا گیا ہے اس کی صفت تمام مشرک  
کو تسلیم ہے کہ بڑے بڑے مکتوب کو مکتوب الغاویں اس خوبی سے ادا کرتا تھا کہ مکتوب کا مکی اثر اور ذور پورا قائم رہتا تھا۔  
امون الرشید کا کاتب تھا۔ ذرا الاماب میں جا رہا اس کے علم انشا کے منہ کھے ہیں لیکن جعفر برکی کو کی تحریروں کو اکثر  
سات دیا کرتا تھا۔ اور بطور بہت سے کسی کاغذ کی پشت پر لکھ دیا کرتا تھا۔ چنانچہ کہنے جو خط مکتوبہ اخیری کے نام لکھا تھا اسکو  
بہرہ جعفر نے یہ الفاظ لکھ دیے تھے اذا کان الکشاف ابلف۔ کان الا حجاز مقصدا و اذا کان لا حجاز کا حیا  
کان لکشاف عیبا۔ ذرا الاماب حاشیہ عقد الغریہ صفحہ ۱۰۰ ملکہ لہ الامون حضرت صفحہ ۱۰۰ حاشیہ جلد دوم اور  
کمال نہیں میں بھی لکھا ہے مگر اس کے یہ الفاظ ہیں المخطیط المحکمہ بیفضل شذورھا۔ وبقیہ منشورھا

اور اپنے کتاب کو ہمیشہ نصیحت کیا کرتا کہ اگر تم چاہتے ہو کہ تمہارا کل کلام توحیح کے درجہ پر پہنچ جاوے تو ابتدا ہی سے ایسی کوشش کرو۔ اور اس سے بڑھ کر فن کتابت کا کمال اس تحریر سے معلوم ہوتا ہے جو جعفر نے اپنے یرمنشی محمد بن اللیث کے نام لکھی تھی لہذا اسے چند فقرے ہم بھی نقل کرتے ہیں جس سے جعفر کے علم انشا اور کتابت کی تصدیق ہوتی ہے اور یہ تحریر حقیقت میں محمد بن اللیث کے اس خط کا جواب ہے جس میں اس نے جعفر سے پوچھا تھا کہ خط کی پاکیزگی کے لئے کیا چیزیں ضروری ہیں۔

<p>محمد بن علی کے ہر مضمون پر کمال تو علم ایسا نہا جائے جو چھاپا ہو لیکن زیادہ سخت اور نازک نوٹ لکھا جائے تاکہ ہر اور بار اس طرح پڑا جائے جیسے کہ بزرگی جو چھپتی ہے جگہ کو طبع ڈرا جھکا ہوا اور خط کی جگہ ہر ایک ہوا اور ششانی کاری سنت وزن میں لکھی ہوا اور تمام رات اسکو جھک کر صبح کو دوتا میں چھوڑ دے اور کاغذ ہر ایک چم۔ اور بناوٹ میں برابر اور اسکو اس طرح پر موڑ دے کہ ایک جانب کی سوزانی آئے آخر تک برابر ہو ورنہ سطریں سیدھی نہ بنیں گی۔ اور یہ بھی ضرور ہے کہ کھتے وقت زیادہ کھنچاؤ کاغذ کے بائیں بازو ہونا چاہئے۔ پھر وسط میں کھارو دوسری جانب</p>	<p>اما بعد فليكن ظلك محمد فلا خستينا ولا رقيقا صنيت القلب فابز بديا مستويا لكتفا محمدا اعطفت لطنه وورق شفتيه وليكن مدادك فارسيا خفيفا اذا وزنته فالفقه ليلة ترفعه في لاد واة وليكن قوطاسك رفيقا مستويا للنجم مخيم السحابة مستويا من احدى الطرفين الى آخره فليست تستقيم السطور الا فيما كان كذلك وليكن اكثر مطك في اطراف القوطاس الذي فيه بساطك واقفه في الوسط ولا تقط</p>
--	---

<p>فی الطراف الاخر والمطراف المخط ولا یقوی علیہ الا العاقل ولا احسب العاقل یقوی علیہ ایضاً الا بالنظر الی الید فی استقامتها محرکة - والسلام</p>	<p>بالکل ہنہ۔ کہ جو یکیشش نصف تحریر کے مجاہد ہے۔ لیکن ان امور پر دانشمند آدمی فکر پاسکتا ہے۔ اور وہ بھی اس وقت جب کہ اپنی ہاتھ کی حرکت کا خیال رکھے۔۔ وانشاء۔</p>
---	---

جعفر کی علمی مجلسیں اور اس کے مناظرے کے حالات علم ادب کی جان میں لیکن خاص  
خاص مناظرے۔ اور علمی بحثیں۔ جس سے جعفر کی سوت نظر۔ ذکاوت  
مناظرہ اور علمی مجلسیں

ذہنی۔ اور زور تقریر کا حال معلوم ہو کیا ہے کسی قدر حالات  
جعفر کے علمی کمالات کے اس مناظرے سے معلوم ہو سکتے ہیں جو دربار مارون الرشید میں  
کی مضامین و بلاغت اور شبیہات پر ہوا تھا اور جس کو شائع مقامات حریری نے کجبنہ نقل کیا ہے  
جعفر کو مناظرہ اور مباحثہ کی بھیجی نے خاص کر تعلیم دی تھی۔ اور اس مقصد میں کامیابی حاصل کرنے  
کی غرض سے ایک خاص علمی مجلس قائم تھی۔ جس میں اکثر مباحثات ہوا کرتے تھے چنانچہ  
اسی مجلس کی مشق کا نتیجہ تھا کہ جعفر کی زبان ان مناظروں میں بھی جس میں اممی اور مارون الرشید  
وغیرہ ایک فریق ہوتے تھے نہیں لگتی تھی۔ اور ہر حربہ جو بات دیتا تھا۔

سعیہ بن ہرثمہ اویب (علماء عراق سے تھا) کا قول ہے کہ فضل بن ریح اگرچہ ایک کامل

حاشیہ صفحہ دوم صفحہ ۱۱۱، اعداد وغیرہ میں خط فضل مرمر ہے جس میں علامہ ہدایات ذکر کے مفردات لکھا دعوت  
کے لئے کی خاص باتیں ہیں۔ وہ اس کتاب کا ناظم دیکھو (ی) ہشام ابن العلام تھا۔ کتاب الفہرست ابن النہم سے اکرام اناس  
صفحہ ۱۵۰۰ دہن فلکان ۵۱۱۔

## مناظرہ فضل بن ربیع وجعفر برمکی

شخص تھا۔ لیکن براکہ سے اس کو کوئی نسبت نہ تھی اور فضل کی ہمیشہ یہ آرزو رہی کہ براکہ کا تمام امور میں حریفِ مقابل بن جائے اس وجہ سے فضل و بیجی سے بھی چھیڑ چھاؤ کیا کرتا تھا لیکن جعفر فضل کو منہ نہیں لگاتا تھا بلکہ فضل سے مناظرہ کرنا خلاف شان سمجھتا تھا۔ لیکن اتفاق سے ایک دن دونوں میں مناظرہ شروع ہو گیا۔ مارون الرشید خاموشی سے دونوں کی بحث پس رہا تھا۔ جعفر کی تقریر میں اس بلا کا حادثہ تھا کہ اس کا اثر کل دہلہ پر پڑتا تھا۔ لیکن فضل کی تقریر اچھی ہوتی تھی۔ اور مناظرے میں ادب کا پہلو بالکل چھوٹ گیا تھا اور بہت ہی بے باکانہ گفتگو کر رہا تھا۔ جب فضل پیچھے پھرتے تھے کہ گیا اور اس کا گلہ بالکل خشک ہو گیا اور مناظرے میں بند ہو گیا۔ تب سلیمان بن جعفر مارون الرشید کا ایک مصاحب نے فضل کی حمایت میں گفتگو کرنا شروع کی۔ مارون الرشید نے فوراً سلیمان کو روک دیا اور کہا کہ یہ موقع دونوں کے امتحان کا ہے۔ کسی کی حمایت نہ کرنا چاہئے۔ مجھے یہ دیکھنا منظور ہے کہ ان میں سے کون سب سے زیادہ فصیح و بلیغ ہے اور دونوں میں کس قدر تفاوت ہے تھوڑے وقفے کے بعد فضل نے پھر مباحثہ شروع کیا اس مرتبہ جعفر نے غصے ہو کر فضل کو مخاطب کر کے کہا کہ اے لقیطہ چپ رو! یہ سن کر فضل جھلٹا اٹھا۔ اور کہنے لگا کہ ابیر المؤمنین! آپ گواہ رہیں جعفر نے بڑی سخت کلامی کی ہے۔ جعفر نے خلیفہ کو مخاطب کر کے جوچہ راستہ میں پڑا ہوا ہے اور کوئی اس کو پرہش کرے تو وہ لقیطہ کہلاتا ہے گویا اس کا یہ مطلب تھا کہ فضل کے آپ کا یہ نہیں ہے اور وہ گناہ ہے جس کو کوئی نہیں جانتا۔

کر کے کہا کہ ملاحظہ کیجئے ”معلوم نہیں کہ یہ جاہل آپ کو گواہ بنا کر کس عدالت میں کھڑا کرے گا۔ حالانکہ یہ نہیں سمجھتا کہ حاکم الحکام تو حضور ہیں۔“ جعفر کے اس برہنہ جواب پر زور سے تہقق لگا اور فضل شرمندہ ہو کر چپ ہو رہا۔ خلیفہ فارون الرشید نے کہا کہ جو شخص اپنا مرتبہ نہ جانتا ہو۔ اور جس کو اپنے علم کا بھی علم نہ ہو اس کو ہمیشہ ایسی ہی نجات ہوگی جیسی آج سرور بار فضل بن بیج کو ہوئی۔ چونکہ علمی بحث کا اب خاتمہ ہے لہذا اس کے حکیمانہ اقوال سے

**جعفر کے حکیمانہ اقوال**

مرت ایک دو قول نقل کیے جاتے ہیں جس سے جعفر کی بیدار مغزی

اور معاملات سلطنت میں کمال ہوشیاری پائی جاتی ہے۔

انحرأج عماد الملوك. وما استغوا	خزاج بادشاہوں کا ستون ہے۔
عجل العدل وما استند زو عجل الظلم	عدل سے بڑھ کر کئی امت میں نہ ظلم سے زیادہ خوف
واسم الامو في خراب البلاد فطيل	بادشاہوں کو نہیں تہیجے یہ عیایک ہاک کر گئے اور امنی
وهلاك الوعية. ومثل السلطان	کی برقی والیے سے بہت ہی جلد ملک تباہ ہو جاتا ہے۔
اذا اجف باهل الخرب حتى يعضفوا	جو بادشاہ اپنی رعایا کو یہاں تک تباہ کر دے کہ وہ زمین کے
عن عمارة الارضين مثل من يقطع	آباد کرنے میں عاجز ہو جائیں اس کی مثال اس شخص جیسی ہے
نعمه وبياكله من النجوم فهو ان شعب	کہ جو بھوک سے تنگ ہو کر اپنے ہی بدن کا گوشت کات کر
من ناحية فقد ضعف من ناحية اخرى	کھانا شروع کرے اگرچہ ایک طرف سے اس کا سپٹ
وما دخل على نفسه من الضعف والوجع	بھر گیا لیکن دوسری طرف سے وہ ضعیف ہو جاتا ہے گا

حاشیہ: یہ سستوں کی کل من مستطرت جلد اول صفحہ ۷۷ مطبوعہ مصر۔ عقد الفریہ صفحہ اول۔



اعظم مما دفع عن نفسه من المجمع ومثل  
من كلف الوعية فوق طاقته كالذي  
يطين سطحه بتواب اساس بيته واذا  
المن ادعون عجز واخر عمارة الارضين  
فبئس كونهما فخر ب الارض في هذا المزارع  
فضعف العمارة ويضعف المخرج وينتج  
من ذلك ضعف الاجناد واذا اضعف  
طمع الاعلاء في السلطان  
(۲) اذا اجبت انسان غيرة سبب ربح  
واذا بغضت انسانا من غيرة سبب خسر

اور یہ درد و تکلیف اس پر ہر ایک کی مصیبت کہیں زیادہ  
سمجھ ہوگی۔ اور جس نے رعایا کو اس کی طاقت و قوت سے زیادہ  
اس کی مثال بالکل ایسی ہے جیسے کوئی شخص اپنے مکان کی بنیاد  
مٹی کھود کر دیواروں کی کنگل کرے اور چپکا چسکا کر دے ہر جگہ  
ہیں زمین کے آباد کرے مہذب و تہذیب ہیں۔ اور اس کو چھڑ کر پتے جاتا  
ہیں تب زمین خراب ہو جاتی ہے جیسا کہ تہذیب ہے، کھانہ کی آباد  
ہو جاتی ہے اور خراج گٹھ جاتا ہے اور اس کا لایہ اثر ہے کہ آخر  
کر دے ہو جاتی ہے۔ اور جب فوج کو دہری تو دشمن کو کھانہ کی نظر دے  
تھے دیکھتے تھے کسی یا محبت کر رہے تو فائدہ میں ہوتا ہے  
اور جب بلا سبب آؤ گئے تو نقصان اٹھتا ہے

سخاوت اور فیاضی کے متعلق اس خاندان میں سب کے مقولے مشہور ہیں۔ چنانچہ ابراہیم علیہ السلام  
کہتا ہے کہ فیاضی میں بھجور کا یہ قول تھا کسی شخص کی حاجت روائی میں اگر توقف ہو جا تو اس  
سے معذرت کرنا چاہئے۔ کیونکہ حاجت مند بہ درجہ مجبوری مانگتا ہے اور یہ معذرت صدق نیت پر  
دلالت کرتی ہے۔

حاشیہ ۱: اعلام الناس صفحہ ۱۶۷ مطبوعہ بیروت ۱۳۰۰ مطبوعہ مصر ۱۳۰۰ مطبوعہ مصر ۱۳۰۰ مطبوعہ مصر ۱۳۰۰  
برکی کے معقول سے لبریز ہیں لیکن اس کا سوز و گداز کے کھنکھاتی آوازوں میں ہے ناظرین کتب ادبیہ کی سیر کریں۔ مختصر لغز  
سے مزید پتہ لے اور لکھ جاتے ہیں  
زادہ کی شکایت کے جواب میں خذ باذنہ وراسہ فهو مالک

## جعفر کے عام اخلاق و عادات

**فیاضی** جعفر کے عام اخلاق و عادات پر رپو کر نے سے پہلے یہ کہنا بے جا نہوگا کہ عرب کے طبقہ و زرا میں کوئی وزیر ایسا نہیں گزرا ہے کہ جو علم - تدبیر - دانائی - عالی حوصلگی - اخلاقی فضائل میں جعفر کا دعویدار ہو۔ اور اگر بغرض حال کسی صفت میں کوئی سہم ہو بھی تو یہ دعویٰ نہیں کیا جاسکتا ہے کہ فیاضی میں بھی جعفر سے افضل ہوا ہو۔ ایک عجیب مؤرخ لکھتا ہے کہ زوال خاندان براہمہ کے بعد پچھلے زمانے میں اگر کوئی بندہ ادکا میر کہیں غفلت ہو جاتا اور سخت مصائب کے بعد حصول مراویں کا میاب ہوتا تو خدا سے یوں عرض کرتا تھا کہ اے خدا! معلوم نہیں زمانہ ازل میں میں نے تیرے حضور میں کیا قصور کیا تھا کہ جس کی یہ سزا دی گئی کہ بعد زمانہ براہمہ کے پیدا کیا گیا۔ جعفر کی خدا پرستی - حلم - تواضع - اور بے بسا سخاوت بھی مذکورہ بالا قول کی حقیقت میں مصداق ہے۔ فضل برکی بھی اگرچہ فیاض تھا مگر اس میں کبر - اور غرور بھی تھا لیکن جعفر میں علاوہ فیاضی کے عفو و ستر - اور ناکساری اعتدال سے بڑھ کر کبھی بعض اقدام اور شرابہ دہانیاں کرتے تھے مگر وہ اپنی فیاض طبیعت سے درگزر کرتا تھا۔ اور انعام اور صلوات سے

حاشیہ صفحہ ۲۳۹ (۱) ایک شخص کی سفارش حال ہے  
 کن لہ کابیہ ولو کان مکانک  
 (۳) قیدی کی عرضی پرچم  
 (۴) بخودی کی شکایت  
 (۵) بار بار اعانت کی درخواست  
 (۶) ایک حال کو ہدایت  
 المحبایۃ حبستہ والتوبۃ تطلقہ  
 الصوم لک و جاء  
 دع الضرر ہذا لرغیرک کما در لک  
 اجعل وسیلتک الینا ما یزیدک عندنا

ان کی دہائیں بند کرتا تھا۔ علامہ سیوطی اپنے رسالہ **مشتی العقول فی منتهی النقول** میں تحریر فرماتے ہیں کہ ”ایک شاعر نے جعفر کی حجو میں ایک قصیدہ لکھا سنہ قصور معاف کر دیا۔ اور پانچ ہزار دینار صلہ و بحر نصبت کیا۔ اور اسی موقع پر علامہ موصوف لکھتے ہیں کہ علما حکماء عظماء۔ اور ہندو۔ میں سے کوئی بھی ایسا نہ تھا کہ جو جعفر کی فیاضی سے محروم رہا ہو۔ جعفر ان کے حق میں رحمت تھا۔ جو ہمیشہ فیاضی کی بارش کیا کرتا تھا“

اپنے زمانہ حکومت میں اکثر جعفر نے پچاس پچاس ہزار دینار لوگوں کو بلاغرض بانٹ دیے۔ چنانچہ عرب کی یہ شہل ”برک فلان“ جعفر کی قیاسی سے قائم ہوئی ہے۔ جعفر کی یہ علمی فیاضی بھی یادگار ہے کہ اس نے ایک مجمع میں جس میں ایک ہزار شاعر موجود تھے سب کو **علمی فیاضی** ایک ایک ہزار درہم مرحمت فرمائے۔ بلاشبہ اسی قسم کے انعامات تھے جس نے شرا کی زبان مع میں کھول دی تھی۔ **ابن شیح سلمی** کہتا ہے۔

<p>سلاطین جعفر کی ریس کرنی چاہتے ہیں۔ لیکن کام دیے نہیں لکھتے یہ جبر کر رہے۔ جعفر اوروں سے دولت مندی میں زیادہ نہیں۔ لیکن فیاضی میں زیادہ ہے۔ اس کا ثبوت الہدیہ اور نذرانہ دوزں کیساں ہے۔ جب تم اس سے طوقہ تادہ صفات کا جامع ثروت ہوگا۔</p>	<p>برید الملوك مدی جعفر ولا یصنعون کما یصنع ولیس باؤ سعهم فی العنہ ولکن مہ وفہ او سع بد اہتہ مثل تفکیہ مترتلفہ فہو متشجع</p>
---	--

حاشیہ صفحہ ۱۰۷ علی شریعی شرح مقامات حریری جلد اول صفحہ ۵۸ مطبوعہ مصر علیہ یرپریس۔

حجفر کی فیاضی کی شہرت عالمگیر تھی۔ عرب کا ایک ایک قبیلہ۔ اور ہر قبیلے کے مرد و عورت دونوں  
حجفر کے نام سے واقف تھے۔ اکثر اعراب رگستان کی کڑی سزائیں سٹ کر کے آتے تھے جیسے  
قضاہ اور زمانہ جاہلیت کے اشارہ سنار اگر اس بہا خلعت اور انعام حاصل کر کے لوٹ جاتے  
تھے۔ علامہ ابن خلدون لکھتے ہیں کہ ایک مرتبہ سفر حجاز میں جب حجفر کا قافلہ واوچی  
عقیق میں پہنچا۔ تو ایک عورت قبیلہ بنی کلاب کی حجفر کے سامنے حاضر ہوئی اور بڑے  
یہ دو شعر پڑھے۔

انی مردت علی العقیق و اہلہ دیشکون من مطر الربیع فزورا ما ضوہم اذا حجفر جارلہم ان لایکون رمبعہم مطورا	عقیق اور عقیق والوں پر بارگزر ہوا۔ تو وہ زمین کے کہ جوئے کے شاکے تھے۔ حجفر جس کا سایہ ہو۔ اُس کو اس کی کیا پردہ ارہ کہ پینہ نبرد۔
---	--

حجفر نے اُس کے اشارت سنار ایک کثیر انعام دیا جس سے وہ خوش خوش رخصت ہو گئی کیونکہ  
حجفر کو یہ بھی معلوم ہو چکا تھا کہ اس جگہ مدت سے بارش نہیں ہوئی ہے اور تمام قبیلہ قحط طالی کی آفت میں مبتلا ہے۔

بزرگانِ مین کی خدمت میں شیخ بن سلیمان امام شافعی رضی اللہ عنہ کی روایت بیان  
کرتے ہیں کہ ایک موقع پر عمید کے دن امام صاحب کے  
پاس کچھ نہ تھا۔ اور ضرورتاً اُس دن شتر دینا قرص لئے تھے کہ قبیلہ قریش کا ایک شخص  
حاضر آیا اور اپنی حاجت ظاہر کی۔ چنانچہ امام صاحب نے بھی اپنا حال سنایا اور کہا کہ میرے

ہاں اس وقت شتر و نیار موجود ہیں اس میں سے بقدر ضرورت لے لو۔ قریشی نے کہا کہ یہ کل تم بھی میری مزدورت کو کافی نہیں ہے۔ چنانچہ وہ سب دینار اس کو دے کر رخصت کیا۔ اسی وقت جعفر کا ایک خادم آیا اور عرض کیا کہ حضور کو وزیر السلطنۃ نے یاد فرمایا ہے۔ امام صاحب تشریف لے گئے۔ جعفر نے پوچھا کہ آپ کا کیا حال ہے۔ کیونکات کو میں نے یہ آواز سنی ہے کہ کوئی شخص کہتا ہے الشافعی الشافعی۔ چنانچہ امام صاحب نے سارا قصہ بیان کیا۔ رخصت کے وقت پانچ سو دینار دئے۔ پھر پوچھا کہ اور اضافہ کروں۔ یہاں تک کہ خود ہی سوال کرتا جاتا تھا اور تم بڑھاتا جاتا تھا۔ جب پوری دو ہزار کی رقم ہو گئی تب اجازت رخصت کی دی گئی۔ اس واقعہ سے جعفر کی بزرگان دین سے ارادت مندی اور جوش محبت کا حال معلوم ہوتا ہے۔

ایام سفر میں ایک موقع پر جعفر کے روبرو ایک ایسا غلام پیش کیا۔ ترجم اور رقت طبع گیا جسکے مالک کی کل جائداد حکم شاہی سے قرق ہو کر برسر کی مشالیں۔ غلام تھی۔ یہ غلام نہایت خوب صورت تھا۔ جعفر نے پوچھا کہ تیرا کیا نام ہے؟ اس نے کہا کہ میرا نام ماہر ہے پھر پوچھا کہ کیا جانتے ہو؟ کہا ادب۔ شکر۔ سستی۔ اور علاوہ اس کے جو حکم ہو اس کی تعمیل کر سکتا ہوں۔ ماہر کا کمال سنکر جعفر نے اسکے مالک سے پوچھا کہ اس غلام کی کیا قیمت ہے؟ کہا کہ علی الفور تیرا اس کا مول ہے۔ چنانچہ فوراً قیمت ادا کر دی گئی۔ چونکہ ماہر نے کہا تھا کہ سستی اور ادب سے واقف ہوں اسلئے

استحساناً حکم دیا کہ اچھا کچھ اشارہ سنناؤ۔ چنانچہ غلام نے خود بجا کر شروع کیا۔ اور حسب ذیل اشارہ سنائے۔

حملہ جبال الحب فوقی وانی لا عجز عن حمل الفیض و ضعف طفہ تم بکتمان اللسان فز لکم بعثنا عین معھا الدھر یدارت	تم نے میرے اوپر عشق کا پہاڑ رکھ دیا۔ اور میں تو ضعف سے قریب کا بھی تحمل نہیں۔ اس میں تو تمہاری جیت ہی کی زبان کچھ ظاہر نہیں کرتی لیکن کچھ نکریا کر دے جنکے اسنو ہمیشہ ہماری رہتے ہیں
--	---

جعفر کو یہ سنکر نہایت افسوس اور تعجب ہوا۔ اور اس کے مالک کو علاوہ قیمت کے ایک خلعت اور رحمت کیا۔ اور اپنے ساتھ چلنے کا حکم دیا۔ جب اپنے گھر سے ایک میل آگے بڑھ گیا۔ تو اس غلام نے نہایت سوز و گداز سے اس طرح پر گانا شروع کیا۔

وما كنت اخشى معبدان بیعی لشيء ولو اُصحت انا مله صفر اخوهم ومولا هم وحال سرهم ومن قد ثوى فيهم وعاشوهم دھرا الشتوا ولما انقض لي غيرو ساعه فكيف اذا اخب المعطى بنا شھرا	مجھ کو یہ خوف تھا کہ معبد۔ مجھ کو کسی بچہ شاہو میں پیدا گوارہ نہ کیا کہ باطل خالی ہو جائے۔ میں ان کا بھائی ہوں۔ غلام ہوں۔ راز دار ہوں۔ موتوں ان میں ناہوں اور وہ بھی صحبت اٹھائی ہے۔ ابھی تو گھنٹہ بھر نہیں گزرا ابھی سے شوق کی عیارت ہے اس وقت کیا حال ہو گا جب سہی سینہ میری آواز دے گی
---	--

یہ اشارہ سنکر جعفر نے پوچھا کیوں ماہر، تم اپنے مالک گھر جانتے ہو۔ اور اس جگہ سے جاتے ہو؟ کہا افسوس!! کیا عشق کی ملائیں بھی چھپی رہتی ہیں۔ جعفر اس کا یہ حربہ جو اب سنکر

خوش ہوا اور کہا کہ ”تو آزاد ہے خدا کی راہ پر۔“ چنانچہ اسی جگہ سے ایک ہزار دینار دیکر  
 رخصت کر دیا۔ جعفر کے ایک ہمراہی نے پوچھا۔ کیا ایسے غلام بھی آزاد کر دیئے جاتے ہیں  
 اس نے جواب دیا کہ اگر آزاد نہیں ہوتے ہیں تو مملوک بھی نہیں بنائے جاتے ہیں۔  
 غلام رخصت ہو کر چلا گیا۔ دواع کے وقت کسی شاعر کا یہ قول بطور طنز کے اس نے  
 پڑھا۔

نکلی تو رفت اپنی جا ہے پیرائش ہی میں شے کی۔  
 اور بڑائی کو جہاں ٹھونڈو سو جو رہے۔

لا یوجد الخیر الا فی معاد نہ  
 والشو حیت طلبت الشر موجود

۲۔ اسحق بن ابراہیم الموصلی راوی ہے کہ جب خلیفہ مارون الرشید نے یتیم حج میں  
 بمقام بصرہ قیام کیا تو جعفر برکلی نے مجھ سے کہا کہ ”آج لوگوں نے مجھ سے ایک کنیز کی  
 بہت ہی تعریف کی ہے جو علاؤہ کل و شمال کے مسیقی میں کیتا ہے روزگار ہے لیکن  
 مشکل یہ ہے کہ اس کا مالک گھر سے باہر جانے کی اجازت نہیں دیتا ہے۔ جسے خریداری  
 کا شوق ہو اس کے مکان پر جا کر البتہ دیکھ سکتا ہے چنانچہ میں بھی اس کے دیکھنے کا  
 مشتاق ہوں۔ جی چاہتا ہے کہ سوداگری لباس پہن کر بازار میں لوگوں کے ڈھنگ پر  
 اس کے مکان پر جاؤں کہ کوئی شناخت نہ کر سکے لیکن چاہتا ہوں کہ تم بھی میرے  
 ساتھ ہو“ میں نے عرض کیا کہ بسر و چشم حاضر ہوں چنانچہ دوپہر کے وقت جب کہ لوگوں کی  
 دھوم و دھام کم ہو گئی اور بازاروں میں سناٹا ہو گیا۔ اس وقت دلال (برہہ فروش) حاضر

حاشیہ: جامع الکلیات مولانا حسین ابن احمد دہلوی مغلہ۔ ابن مغلان غلام مختار۔ درماتہ لہجہ انجمی۔

ہوا۔ چنانچہ ہم دونوں عربی سوداگروں کا لباس پہن کر اُسکے ساتھ ہو گئے۔ تھوڑی دیر میں ایک مکان پر پہنچے جس کی رفعت و شان اور موجودہ حالت سے یہ معلوم ہوتا تھا کہ کسی بچے سے ہوئے امیر کا مکان ہے دلال نے دروازے پر دستک دی اندر سے ایک نئی بھرتہ جوان نکلا لیکن اُس کے موٹے کپڑوں اور ظاہری حالت سے فقر و فاقہ کے آثار معلوم ہوتے تھے۔ ہم لوگ مکان کے اندر داخل ہوئے۔ اور دہلیز میں ایک پرانی چٹائی پر جا کر بیٹھ گئے۔ دلال نے فرمائش کی کہ کیز سائے لائی جائے۔ چنانچہ اُس کے مالک نے لاکر حاضر کیا۔ جیسی اُس کی ترقیف سنی تھی اُس سے ہزار درجہ حسن و جمال میں بڑھ کر تھی۔ جب جعفر نے بیٹھنے کا اشارہ کیا تو اُسی جگہ پر بیٹھ گئی لیکن اُس کی صورت سے حیرانی برپا تھی۔ جسم پر اگرچہ کسی قسم کا قیمتی لباس نہ تھا۔ لیکن وہ موٹے کپڑے جو پہنے ہوئے تھے۔ اُس میں بھی ایک عجیب شان معلوم ہوتی تھی۔ اُس کے حسن و جمال کی طرف سے تو اطمینان ہو گیا لیکن موسیقی کا امتحان ہنوز باقی تھا اس لئے جعفر نے فرمائش کی کہ کوئی عمدہ غزل سناؤ کیز نے بربط پر ایک غزل گائی جس کا لفظی ترجمہ یہ ہے

چرا ز بندہ بریدی بہ عہد وصل رواں	چرا ز غائے خویشم رہے کنی مجبور
بہ چیل تو نہ بپاسے آوریہ ام شب روز	بہ خدمت نہ لبس بردہ ام سنین و شہور
بجز زویدن تو نیست بندگان شادان	بجز بندت تو نیست عاشقت مسرور
بدل نہ منزل تو مے نگیرم از جنت	عوض نہی تو کے فوہم اربود مر و ہور



چو از دوسے دلی و عزیز تر ز ہر  
 بگو چگونہ مب نام من از جمال تو دور  
 ابھی طرح پر اس غزل کے اخیر مصرع کو ادا بھی نہیں کیا تھا کہ اس کینز نے بے ساختہ  
 روزنامہ شروع کیا۔ اور غم کے آثار اس پر چھا گئے۔ اتنے میں مکان کے اندر سے ایک نوجوان  
 کے پیچھے کی آواز آئی یہ آواز بقول ایک ظریف کے ”گویا کوہِ مذاکی صدیقی جس نے  
 اس کو اپنی طرف کھینچ لیا۔ اور فوراً وہ کینز مکان کے اندر چلی گئی۔ اور دونوں نے ملکر  
 اپنی آہ و زاری سے ایک ماتم برپا کر دیا۔ تھوڑی دیر میں وہ نوجوان اندر سے نکلا  
 اور عرض کیا۔ کہ ”بزرگانِ من۔! مجھ سے جو گستاخی اور بے ادبی ہوئی ہے اسکی  
 معافی چاہتا ہوں۔ حقیقت یہ ہے کہ میں اس کینز سے عہد کر چکا ہوں کہ تجھے دوست  
 نہ کروں گا۔ اور تیرا دشمن مجھے حرام ہے۔ اس وقت لوجہ اللہ اس کو آزاد کرتا ہوں۔  
 آپ بھی گواہ رہیں اور مجھے اجازت دیں کہ مطابق سنت نبوی کے اس کینز سے  
 نکاح کروں۔ نوجوان کی ان باتوں کا جعفر کو نہایت افسوس ہوا کیونکہ وہ خود اس پر  
 فریفتہ ہو چکا تھا لیکن جب اس نوجوان نے اپنی گزشتہ سوانح عمری بیان کی  
 تو جعفر مجبور ہوا۔ اور ہم لوگ واپس آئے چونکہ مجھے اس غریب کی حالت پر نہایت  
 افسوس تھا لہذا جعفر کے سوا رہنے کے قبل میں نے عرض کیا کہ ”مجھے اس شخص کے  
 حال پر رونا آتا ہے اور میرے رونے کا بڑا سبب یہ ہے کہ آپ کی فیاضی سے یہ مرد مر رہا  
 جاتا ہے۔ میں نہیں سمجھتا ہوں کہ اس سے زیادہ اعانت کا اور کون محتاج ہوگا؟  
 جعفر نے کہا ”اے سچ ہے، وہ مرد مستحقِ ترمیم ہے مگر مجھے اس کینز کے لئے کافی

ہے۔ میں نے عرض کیا کہ وہ سنگیری ستمند۔ ترجمہ بریچارگاں شہقت براب استحقاق۔ یہ تو آپ کا خاصہ ہے ان کو دھمپنا چاہئے۔ یہی وہ احسان ہے جو عمر بھر باقی رہے گا۔ تمام عمر کی نیک نامی۔ اس بدنامی سے تبدیل کرنا مناسب نہیں ہے۔ میری تقریر سنکر جعفر کے حکم دیا کہ اچھا چالیس ہزار دینار قیمت جو اول طے ہو چکی ہے وہ اس فوجوان کو دیدیئے جاویں۔ اور آئندہ کے واسطے امید بھارے۔ چنانچہ حکم کی فوراً تعمیل ہو گئی۔ اور جعفر کے صدمے میں بصرے کے اہل دل میں وہ فوجوان بھی شامل ہو گیا۔

طبعی اور ذہانت میں جعفر کے بہت سے اقوال مشہور ہیں لیکن اس موقع

### طبعی ذہانت

پر مرتبہ واقعہ جس کو اکثر مؤرخین نے لکھا ہے ہم بھی لکھتے ہیں خلیفہ مارون الرشید چونکہ علم و فضل کا حامی تھا۔ اس وجہ سے اس کے دربار میں ماہرین اور مجتہدین فن ہر وقت موجود رہتے تھے ایک دن کا ذکر ہے کہ ایک یہودی بنجہ دربار میں حاضر ہو معلوم نہیں کس خیال سے مارون الرشید نے بنجہ سے پوچھا کہ اچھا میں ایک سوال کرتا ہوں اسکا جواب دے سکتے ہو؟ بنجہ نے بڑے دھڑے سے عرض کیا کہ وہ کوئی بات ہے جس کا جواب میں نہیں دے سکتا ہوں۔ تب خلیفہ نے پوچھا کہ اچھا بتاؤ۔ میری مراد کس قدر باقی ہے؟ بنجہ نے فوراً اڑتے تیار کیا اور بے دھڑک کہہ گزرا کہ یہ سال امیر المومنین پر کسی طبع بخیر و عافیت گزرتا معلوم نہیں ہوتا ہے۔ جھنور کی ٹرکا اخیر یہ مرحلہ ہے جو طے ہونے کو باقی ہے۔ ہر چند مثل خلیفہ منصور وغیرہ کے مارون کو بنجہ کے اقوال پر اعتقاد نہ تھا۔ لیکن پھر بھی بر مقتضائے فطرت انسانی گھبرا گیا۔ اور افسوس کر کے سنائے میں چپ رہ گیا۔ چنانچہ اس واقعہ سے جعفر کی

وزیر اسلطہ کو اطلاع دگئی کہ اس وقت دربار میں ایک یہودی بخومی نے اسطرح کی بیباکانہ  
 پیشین گوئی کی ہے اور وہ ہنوز دربار میں موجود ہے۔ یہ غمناک واقعہ سن کر جعفر فوراً حاضر  
 ہوا۔ خلیفہ دارون الرشید کو مغموم دیکھ کر بخومی سے پوچھا کہ کیا تیرا خیال ہے کہ حقیقت میں  
 امیر المؤمنین کی حیات کا پیمانہ لہریز ہو چکا ہے۔ اور یہ اخیر سال ہے؟ بخومی نے کہا کہ "ہاں"  
 تب جعفر نے پوچھا کہ اچھا بتاؤ تم کب مرو گے؟ بخومی نے کہا کہ ابھی میری عمر بہت باقی  
 ہے اور اس قدر مدت تک میں زندہ رہوں گا۔ اس کا یہ جواب سن کر جعفر نے خلیفہ سے عرض کیا کہ  
 امیر المؤمنین اس بخومی کے قتل کا حکم صادر فرمائیں تو ابھی اس کی پیشین گوئی کا فیصلہ  
 ہو سکتا ہے کہ جو کچھ یہ کہتا ہے کہاں تک سچ ہے؟ چنانچہ جعفر کے اصرار سے بخومی کو سولی  
 دگئی۔ اور جعفر کی اس کارروائی سے جو غلط جاں فرسا خیال خلیفہ کے دل میں پیدا ہو گیا  
 تھا وہ نکل گیا اور غم سے نجات پائی۔ دارون الرشید نے جعفر کی اس فاعلانہ تدبیر کا شکریہ ادا  
 کیا۔ تمام اہل دربار بھی خوش ہو گئے۔ اور یہ واقعہ عام طور پر مشہور ہو گیا چنانچہ مجمع سلمیٰ نے  
 اس عبرت خیز واقعہ کو نظم میں اس طرح یاد کیا ہے۔

سولی پر چڑھنے والے سے پوچھ کر اس نے  
 اپنا ستارہ دکھایا ہے۔

اگر کوئی ستارہ برت کی قبر سے نکلتا تو

سل الراكب الموفی على النجدة هل را

لواكبہ بنجا بل غیر اعوس

ولو كان بنجہ مخلص اعز منیة

حاشیہ: ابن خلکان صفحہ ۱۳۱ و ۱۳۲ و ۱۳۳ و ۱۳۴

تو اس کے سر کا حال بتاتا جو جیت زدہ ہے۔

یہ ہم کو غلیف کی رت کی خبر دیتا ہے۔

گویا کسرے اور نو شیردان کی اولاد کا مال بیان کر رہا ہے

تو دوسروں کی بد سنجی کی خبر دیتا ہے۔

لیکن بہترین چین گریاں تیرا ستارہ تو مرجعِ نحو ہے

لاخبر عن رأسه المخير

يعرفنا موت الامام كانه

يعرفنا ابناء كسرى وقصو

اختبر عن محسن لغنيك شومه

ونفحك بادي الشرياني محنبر

معاملہ فہمی اور تصفیہ مقدمات میں جعفر کا ذہن رسا قاضی ابو یوسف

**فہم و فراست**

اور بڑے بڑے ائمہ وقت کے مہاپایہ تھا۔ اہم مطالب اور پیچیدہ مقدمات

کا فیصلہ منٹوں میں سنا دیتا تھا۔ چنانچہ مارون الرشید کے عہد کا واقعہ ہے کہ قاضی

بصرہ کی عدالت میں ایک مقدمہ دائر ہوا۔ اس مقدمے کے فریقین نہایت معاملہ فہم اور

قانون دان تھے۔ ایک فریق کے اقرض کا جواب دوسرا ایسا دیتا تھا کہ حاکم کو ترجیح کا

پہلو نہیں لےتا تھا۔ چنانچہ اسی رد و قدح میں ڈیڑھ برس تک یہ مقدمہ دائر رہا اور کسی

حق میں فیصلہ نہیں ہوا۔ تب بہ مجبوری عدالت ماتحت نے قاضی ابو یوسف سے جو

قاضی القضاۃ اچیف جسٹس کے عہدے پر متنازع تھے۔ استصواب کیا۔ اور روڈا مقدمہ لکھ کر

بھیج دی اور یہ استدعا کی کہ یا تو مقدمہ عدالتِ عالیہ میں پیش ہو۔ یا کوئی مشہور عالم جو

فقہ کے اصول روایت و روایت سے واقف ہو بصرہ روانہ کیا جائے کہ وہ اس مقدمہ کو

فیصلہ کرے۔

حاشیہ ۱۔ افسوس ہے کہ اُن نورخ نے اہل مقدمہ کو نہیں لکھا ہے کہ کیا دعوے تھا جس کا جعفر نے فیصلہ کیا۔

قاضی صاحب نے خواجہ عتبہ کو جو ان کے ممتاز شاگردوں میں سے تھے اس کام کے واسطے  
انتخاب کیا۔ اور پھرے کو بھیج دیا۔ خواجہ صاحب نے عرضی دعوے اور جواب دعوے کے ملاحظہ  
کیا۔ اور فریقین کے عدالت کی سماعت کی۔ اور کل بحث مقدمہ کی سنی۔ لیکن نفس مطلب  
بالکل سمجھ میں نہ آیا۔ اور بہ سبب پیچیدگی کے فیصلہ نہ ہو سکا۔ مجبوراً چند روز پھرے میں قیام  
کر کے یہ فقیہ واپس آیا تب قاضی پھر نے امیر المومنین مارون الرشید کے حضور میں ایک  
درخواست مفصل بھیجی اور بابت فیصلہ مقدمہ کے دریافت کیا۔ چنانچہ خلیفہ نے فریقین کو  
اپنے دربار میں طلب کیا اور رونداد مقدمہ سن کر حکم دیا کہ دربار خاص میں تمام علما کے سامنے  
اس مقدمے کی سماعت کی جائیگی۔ چنانچہ ایسا ہی کیا۔ لیکن فریقین کے دلائل کی تردید  
اور ان کی تشفی نہونی تب خلیفہ نے قاضی ابو یوسف کو حکم دیا کہ ”یہ مقدمہ آپ کے  
سپر دیا جاتا ہے مطابق احکام شریعت کے اس کا فیصلہ کر کے تجویز پیش کیجئے اور ہر دو  
فریق میں سے کسی کو شکایت کا موقع نہ ہو۔ اور رضامندی باہمی سے یہ معاملہ طے ہو جائے“  
چنانچہ امام صاحب کے یہاں یہ مقدمہ برابر ایک ماہ تک پیشی میں رہا۔ لیکن حسب درخواست معاملہ  
نہو۔ تب بہ مجبوری امام صاحب نے خلیفہ سے اطلاع کی کہ یہ معاملہ ایسا اہم اور پیچیدہ ہے  
کہ مجھے امید نہیں ہے کہ کوئی فقیہ یا دانشمند اس کو طے کر سکے۔ چنانچہ سب سے آخر میں  
یہ مقدمہ خلیفہ نے جعفر برکی کے سپرد کیا اور یہ کہا کہ ”مجھ کو امید ہے کہ اس کا فیصلہ آپ کے  
ہاتھ سے ہو جائے گا۔ اور جہاں تک عقل و دانش سے کام لیا جاسکتا ہے۔ اس مقدمے  
میں لینا چاہئے“ جعفر نے فریقین کو حکم دیا کہ وہ مکان پر حاضر ہوں۔ اور جب وہ حاضر

ہوئے تو ان کے ساتھ کمال مہربانی سے پیش آیا۔ اور مقدمے کے حالات سنے۔ چنانچہ تین روز کے مختلف اجلاسوں میں فیصلہ مقدمہ کا سنا دیا۔ اور ایسا فیصلہ کیا کہ جس میں فریقین شائد رہے۔ جب خلیفہ نے مقدمے کے حالات اور فیصلہ جعفر کا سنا کمال خوش ہوا۔ بلکہ جوش سرت میں یہ حکم دیا کہ ”دوبارہ اس فیصلہ کی جمع علماء میں سنایا جاتا ہوں۔ چنانچہ ایک تاریخ میں امام قاضی ابویوسف۔ امام محمد شیبانی۔ ابو مطیع حنفی وغیرہ مشہور علماء کا جلسہ ہوا۔ اور جعفر نے سب کے سامنے روٹا و مقدمہ بیان کر کے اس کا فیصلہ سنایا جس کو تمام علماء نے تسلیم کیا۔ اور کہا انصاف کی بات یہ ہے کہ ”اگر جعفر برکی چند روز اصول و فروع فقہی مسائل پر توجہ کرے تو تمام فقہاتے اس کا رتبہ بلند ہو جائے“

**ظرافت** باہوچوان فضائل کے جعفر برکی بالکل زاہد خشک نہ تھا۔ بلکہ نہایت زبردل اور ظریف تھا۔ ہر وقت خندہ پیشانی رہتا۔ اس کی بذلہ سنجیوں اور بے تکلفی کی گفتگو سے اکثر خلیفہ ہارون الرشید ہنستے ہنستے لوٹ جاتا تھا۔ ایک مصنون ہم نے ایسے بھی پڑھے ہیں کہ جس کے لکھنے سے تہذیب مانع ہے۔ لیکن ایک جھپکڑ اس کی زندہ دلی کا لکھا جاتا ہے ”خلیفہ ہارون الرشید۔ ابو یعقوب الندیم۔ ابو فراس اسمعی۔ اور جعفر برکی ایک روز تفریح کی غرض سے صحرا میں جانگلے۔ ایک بوڑھا آدمی خچر پر سوار نزل مار رہے ہوئے کہیں سے چلا رہا تھا۔ خلیفہ نے کہا جعفر ذرا پوچھو تو یہی کہیہ کون شخص ہے؟

جعفر۔ بوڑھے سے مخاطب ہو کر حضرت آپ کہاں سے تشریف لاتے ہیں؛  
مسافر۔ بھرے سے آ رہا ہوں۔

جعفر۔ کدھر کا قصد ہے؛

مسافر۔ بغداد کو جا رہا ہوں؛

جعفر۔ آخر بغداد کو کیوں جاتے ہو کیا کام ہے۔

مسافر۔ اپنی آنکھوں کا علاج کرنا ہے۔

یہ گفتگو سن کر خلیفہ نے جعفر سے کہا کہ اور اس کو چھیڑنا چاہئے جعفر نے کہا مجھے خوف ہے کہ کچھ  
ایسی باتیں نہ سننا پڑیں جو ناگوار طبیعت ہوں۔ خلیفہ نے کہا کہ ”نہیں تم کو ہماری قسم کچھ تو مزور کرو“  
مجبوراً پھر اس بوڑھے سے جعفر نے پوچھا شیخ صاحب اگر میں آپ کو ایسی دو ابتکادوں کو جس سے  
صحت ہو جائے تو یہ آپ کو منظور ہے؛

مسافر۔ واہ سبحان اللہ! اس سے بہتر اور کیا ہو سکتا ہے۔

جعفر۔ چھانٹئے یہ عجیب غریب نسخہ ہے۔ جبکہ آج سے پہلے میں نے کسی کو نہیں بتلایا ہے۔ خوب یاد رکھ لیجئے  
سننے کے بعد چارہاں سوئج کی کرن چاند کی چمک۔ چوڑے کے جھونکے۔ چراغ کی کوئی چاروں چیزیں  
تین اوقیہ لیجئے۔ اور سب کو ملا کر اس کھل میں جس میں گدائی رفق ہو تین مہینے تک کوٹھو ایک ٹوٹے  
ہوئے برتن میں جمع کیجئے اسکے بعد تین مہینے تک ہو ایں کھئے پھر اونٹ کی پڈلی کی سلائی سے سوتے  
وقت تین سو مرتبہ آنکھوں میں لگائیے۔ بلا غرض تین مہینے کے استعمال میں اس سُر سے انشاء اللہ بھرا لگے گی۔

حاشیہ: ایک اویہ برابر تونہ ۱۳ ماشہ چھرتی کے ہوتا ہے۔

مسافر اس غیب و غریب نسخے کو سن کر محلاً اٹھ۔ اور پھر سے اتر کر جعفر کی طرف بھجکا اور زور سے  
 گوناملا اور کہا تمہارے نسخے کی یہ اجرت ہے اور چل کھڑا ہوا۔ خلیفہ مارون الرشید کو اس پر پہنچانے  
 کی اس حرکت پر بہت ہی ہنسی آئی مگر تین ہزار درہم دے کر رخصت کیا۔

## جعفر کے قتل کا افسانہ

جعفر کی سوئح عمری میں جس قدر لکھا جا چکا ہے۔ وہ اس کے حالات زندگی کا ایک مختصر خاکہ  
 ہے۔ لیکن سب زیادہ اہم بالشان اس کے قتل کا واقعہ ہے۔ اور قتل میں بھی صرف وہ حصہ جو حضرت  
 عباسؓ کے متعلق ہے۔ محققین تاریخ کے نزدیک حضرت عباسؓ کا واقعہ بھی منجملہ ان افسانہ  
 غلطیوں کے ہے جو تاریخ اسلام میں بطور قصہ کہانی کے مشہور ہیں۔ اور قبول عام اور استناد و ثبات  
 سے تمام تاریخوں میں نقل ہوتی ملی آئی ہیں۔ اور شہرت عام نے ان غلط اور مبہر پاروایتوں کو  
 ضرب الثقل کے ایسے بلند درجے پر پہنچا دیا ہے کہ بعض مستند مؤرخین نے بھی باوجود شک و شبہ  
 کے اپنی تاریخوں میں وہ واقعات لکھے ہیں۔ چنانچہ ان تحریرات کا دجن کو لکھے ہوئے صدیاں گزر  
 چکی ہیں، آج بھی یہ اثر ہے کہ قوم کے اکثر افراد اپنی محال پسندی کی عادت۔ یا بزرگوار حقیقت  
 کے جوش سے غلط افسانوں کو تاریخ کے پسے واقعات سمجھ کر فخریہ استعمال کرتے ہیں۔ اور سب کا  
 اس کے کرنا ہی کے دامن پر جو بدناما غ ہے مشاویں اس کو اپنی مینا کلاری اور نقاشی سے  
 ایک خوشنما پھول بنا دیتے ہیں۔ لیکن موجودہ تحقیقات سے ہستہ بہستہ اس قسم کی غلطیاں  
 کم ہوتی جاتی ہیں۔ بلکہ وہ زمانہ قریب ہے کہ یورپ کی تدریخوں۔ ناولوں۔ اور کتب فلسفہ میں جو



غلط مضامین مذہب اور معاشرت اسلام کے متعلق عہد ظلمت سے لکھے ہوئے چلے آتے ہیں۔  
بھی مٹ جاویں۔ کیونکہ یورپ کے بعض آداب خیال مؤرخ اس قسم کے واقعات سے انکار کرتے  
جاتے ہیں۔ جبکہ یورپ کا یہ خیال ہے کہ جو غلط الزام تاریخ اسلام پر متعصب عیسائیوں نے لگائے  
ہیں ان کی تصحیح کی جائے تو مسلمانوں پر بدرجہ اولیٰ فرض ہے کہ وہ بھی تحقیقات سے کام لیں۔  
اور ایسے واقعات کو حرف غلط کی طرح اپنی تاریخوں سے مٹا دیں۔ حضرت عباسہ کی شادی کی  
روایت جس بلند ہوشی سے مشہور ہوئی ہے اگرچہ اس کی شہرت ہمارے زمانے میں تعجب انگیز  
ہے۔ لیکن جس زمانے میں اسلامی تاریخیں لکھی جانا شروع ہوئیں اس وقت ہر واقعہ کی تنقید اور  
تحقیق کرنے کا دستور تھا۔ اسلئے تاریخ کبیر ابو جعفر جریر طبری کا یہ واقعہ خاص عام میں مشہور  
ہو گیا۔ اور تیسری صدی سے آج تک برابر تاریخوں میں نقل ہوتا رہا۔ اور یہاں تک مشہور ہوا کہ  
عربی فارسی تاریخوں سے اردو میں بذریعہ اخبارات و رسائل کے پھیل گیا۔ اور قصہ زادل نگاروں نے  
جھوٹ سچ ملا کر بات کو کہاں سے کہاں پہنچا دیا۔ اس معاملے میں جس قدر حصہ غلطی کا ہے۔ وہ  
مسلمانوں ہی کا ایجاد کردہ ہے کوئی غیر قوم اس میں شریک نہیں ہے۔ علاوہ بریں اس واقعہ  
کا ماخذ بھی حرف ایک ہی تاریخ طبری ہے لہذا اس بات کا فیصلہ آسان ہے اور اصول روایت  
اور روایت دونوں سے مسئلہ حل ہو سکتا ہے۔ لیکن جب تک مفصل واقعات جو غلط مشہور ہیں۔  
معلوم نہ ہو جائیں اس پر تاریخی حیثیت سے استدلال نہیں ہو سکتا ہے لہذا اول وہ حالات ذیل  
میں لکھے جاتے ہیں۔ اسکے بعد محققین تاریخ کے اقوال لکھے جائیں گے جس سے انشاء اللہ  
واقعہ کی معلوم ہو جائیگی وباللہ التوفیق ۛ

## جعفر کا عقد عباسیہ سے اور اس کا سبب

علامہ ابو جعفر جریر طبری المتوفی سنہ ۳۲۰ ہجری نے زوال طبری کی سب سے پہلی روایت

لا محمد بن جریر روایت اپنے چچا داہر بن حرب کے  
کشتا سے کہ جعفر کی اور اس کے خاندان کی طاقت کا  
سبب یہ کہ علیہ دارن الرشید کو غیر اپنی من عباس  
اور وزیر جوہر کے ایک دم بھی میرزا آتا تھا۔ جب وشی  
کے جلسے ہو تو یہ دونوں بھی شریک ہوا کرتے تھے  
ایسے جعفر سے غلیف نے کہا کہ میں چاہتا ہوں کہ تم  
عقد کروں کہ فرما کی کہ دوسرے کا کہیں اس سے بے یکن  
زبانوں کے تعلق ہوں۔ اور اس پر عباس کا نکاح جعفر سے  
کر دیا

قد حدثني احمد بن زهير احبته عن  
زاهر بن حرب بن سبب جعفر والدا  
ان الوشيد كان لا يصحب عن جعفر  
اخته عباسه بنت المهدي كان  
محضرها اذا جلس للشرب فقال  
لجعفر اذ وجبها ليل لك النظر  
ولا يكون منه شئ مما يكون للرجل  
المنزلة وجبته فزوجها منه على ذلك

چنانچہ اس افسانہ کا جس قدر سرمایہ ہے وہ صرف مذکور بالا الفاظ ہیں۔ اور صرف اس بنیاد پر بعض  
مؤرخین نے بڑی بڑی عمارتیں قائم کر لی ہیں۔ لیکن اس روایت کے ساتھ ہی صریح ذکر کرنے

حاشیہ صفحہ ۱۵۱ طبری مطبوعہ الیڈ صنف ۶۷۰۔ جلد سوم ذکر الوقوع الرشید بالراک۔

۱۔ اعلام الناس میں یہ روایت ابراہیم بن سحنی اصل لادوی کا نام ابو ثور داہر بن حرب کا ہے۔

۲۔ جعفر بن علی الفان کا لایث کے بھی ہیں دیکھ صفحہ ۵۵ جلد ۲۔ اسباب زوال۔

اسباب بھی لکھے ہیں جو اپنے موقع پر لکھے جائینگے، مگر لطف یہ ہے کہ کسی حیثیت سے کسی روایت کو ترجیح نہیں دی ہے۔

بہر حال اس متن کی شرح میں مصنف روضۃ الصفا و منیاء الدین برنی و محمد دہلوی  
 الا لمیدی مصنف اعلام الناس) اور دیگر عرب و عجم کے مورخوں نے جو کچھ لکھا ہے اس کا خلاصہ  
 یہ ہے کہ خلیفہ مارون الرشید کا دستور تھا کہ سلطنت کے تمام کاموں کے بعد شب کو عیش  
 طرب کے جلسوں میں بیٹھا کرتا تھا۔ باوجودیکہ صوم و صلوٰۃ کا پابند تھا تاہم اس کی یہ مجلس زمانہ  
 ہوتی تھی۔ پری پکیزانینوں کا حیرت ہوتا ہے تکلف احباب جمع ہوتے۔ اور ٹیڈ کا دور  
 دور چلتا۔ اس قسم کے خاص جلسوں میں خلیفہ کی بہن عباسہ  
 مارون اور عباسہ کی بھی شریک ہوا کرتی تھی۔ کیونکہ عباسہ میں علاوہ کمال حسن کے  
 محبت کا سبب سلیقہ شکاری۔ اور علم ادب تمام ہیگیاات شاہی سے زیادہ تھا۔

اس لئے مارون الرشید کو کمال محبت تھی۔ اور فطرتی محبت کے علاوہ خاص اتحاد کا ایک  
 سبب یہ بھی تھا کہ خلیفہ ہادی اپنے ہمہ حکومت میں مارون کو تخت سلطنت سے محروم  
 کرنا چاہتا تھا۔ اور عہدِ خلافت سمجھ کر طبع طرح کی سختیاں کرتا تھا۔ اس وقت یہ عزیز بہن  
 ہادی کو سمجھاتی تھی۔ کہ نہ بھائی جان! مارون پر اس قدر سختیاں کرنا خلافت مصلحت  
 ہے۔ آپ کے بعد خلافت کا وارث مارون ہے، چنانچہ اس وقت کی سفارشات کا بھی  
 کچھ اثر تھا کہ جو مارون کے دل پر قبضہ کئے ہوئے تھا۔ غرض کہ از حد محبت تھی۔ لیکن جیسی

حاشیہ نے خلیفہ مارون الرشید کی بے لوثی سے علامہ ابن خلدون نے انکار کیا ہے۔ لیکن بنیاد کا یہاں کہیں کو بھی

بن عزیز مٹی ویسا ہی جعفر برکی وزیر السلطنت بھی پایا تھا۔ ایسے جلسوں سے  
 جعفر کی غیر حاضری بھی ہارون کو شاق گزرتی تھی۔ کیونکہ جعفر کی بذلہ سبغیاں اور ہر موقع پر  
 عمدہ اشعار پڑھتا ہی اس جلسے کی ایک قابل قدر چیز تھی۔ اس لئے ہارون کی خواہش  
 تھی کہ اس بزم عیش میں بلا ناغہ جعفر اور عبد عباسہ دونوں شریک ہوا کریں لیکن شکل یہ تھی کہ عفت  
 کتب۔ پارسلہ شہزادی جعفر کے سامنے آئے ہوئے جھکتی تھی اور ایک جگہ بیٹھنا پسند کرتی  
 تھی۔ لیکن مجبوراً پھر بھی بھائی کے حکم کی تعمیل کرتی تھی۔ اس حجاب کے دھیسے کی ہارون نے  
 یہ تدبیر نکالی کہ دونوں کا عقد کر دیا جائے تاکہ جو مخالفت اس وقت ہے وہ جاتی رہے۔ چنانچہ  
 اپنے اس خیال کو ایک مرتبہ جعفر سے بائیں الفاظ ظاہر کیا کہ جو ولی محبت تم سے ہے وہ ظاہر ہے  
 اور یہ بھی معلوم ہے کہ عہد سے ملک کس قدر انس ہے۔ لہذا میری خواہش ہے کہ میں تم دونوں  
 کا چپ چاپ عقد کروں۔ کیونکہ شہرت اس کام کی منظور نہیں ہے اس طور پر ایک دوسرے  
 کا دیکھنا سنا ہو گا لیکن شرط صرف اس قدر ہے کہ خلوت صحیحہ نہ ہو، خلیفہ کا یا نہ کھا، سوال  
 شکر جعفر حیرت زدہ رہ گیا۔ اور خلیفے کے پاؤں پر اپنا سر رکھ دیا اور عرض کیا کہ "امیر المومنین!  
 باوجود اس ہرانی کے جو میرے مال پر ہے۔ مجھے امید ہے کہ آپ یری جان اور مال اور  
 میرے خاندان کی تباہی کبھی پسند نہ فرمادیں گے۔ ابتداء آفرینش سے آج تک کسی غلام

حاشیہ فقیر۔ تبلیہ ہے۔ یہ نیز کھجور کی ٹاڈی ہوتی تھی۔ جس کو ٹیکین طبع جملے شراب کے اتھال کرتے تھے۔ اور اس  
 عراق نے اس کی طبع کا فتنے پیدا کیا تھا چنانچہ ابوہریرہ اس کتبے سے اوجاع العرواقی المینڈ و شربہ عراقی  
 کے نام سے جلیلہ روائیں (ذرات الاعناق) اور اس قسم کے جملے اور عذوبہ طعم بنام طور سے تھی۔ کہ ان وقت کی ماہر تشریح  
 لایہ خود تھا۔ اور اسے اوشی سے جو کچھ نیک کا اور مراد ہے۔ کہ ابن خلف بن محمد ۱۱۲۰ھ میں حاکم عراقی نے ۱۱۲۰ھ میں بغداد میں

اور خادم نے اپنے ولی نعمت کے خاندان میں شادی نہیں کی ہے۔ اگر کسی نے ایسا خیال  
 بھی کیا تو وہ خانقاہ براہ راست تک بھڑکی اور سوائی کے دانے سے نہ چھوڑا۔ آخر  
 میں نے کیا گناہ کیا ہے کہ خلیفہ میرے خون کا پیا سا ہے۔ کیا میری خدمت گزاری کا یہی صلہ  
 ہے کہ خاندان براہ تہاد و براہ کردیا جاوے۔ علاوہ بریں میں ایک عجی۔ آتش پرست راہب تھا  
 خاندان اور محتاج آدمی ہوں۔ مجھ کو خاندان رسالت سے (روحی ہدایہ) نسبت ہی کیا ہے  
 اس رشتہ کے ہرگز لائق نہیں ہوں۔ میرے ماں۔ باپ۔ بھائی۔ جس وقت اس خبر کو سنیے۔  
 قیصر مزاج امیر المومنین سے فوراً ہلاک ہو جائینگے۔ میرے دشمن اس خبر کو سن کر خوش ہونگے اور  
 اس کو میرے اقبال کا خاتمہ سمجھیں گے۔ امیر المومنین ہجرت کی وزارت پر عہد فرمائیں کہ سلطنت  
 اکابرہ کی سات سو برس کی مدت میں کوئی واقعہ بھی دہرایا نہ ہو کہ کسی نے اپنی بہن یا  
 بیٹی کا عقد کیا ہو۔ نوکر یا غلام سے کر دیا ہو، بلکہ اس قسم کی قربت میں ہت اعتدال کی  
 ہے اور بلا سوچے سمجھے کبھی ایسی جرات نہیں کی ہے۔ اگر کسی غلام نے حرم میں دست  
 دراز کی ہے تو وہ تک حرام کہلا گیا ہے۔ اور توبہ ہو گیا ہے۔ بلحاظ تقدس نسب یہ کیونکر جائز  
 ہے کہ شہزادی عباسہ کے شوہر ہونے کی عزت میرے لئے شایاں ہو۔ چنانچہ حنفیہ کو اس  
 خیال سے اس درجہ پریشانی ہوئی کہ چند روز کے واسطے طعام و شراب بھی کچھ چھوٹ گیا۔  
 لیکن ختم الہی سے کوئی چارہ نہ تھا۔ ہر روز الرشید کے جاہ و جلال کے مقابلے میں حنفیہ  
 کا کوئی عدد نہ سنا گیا اور شرط مذکورہ بالا پر نکاح ہو گیا۔ جب اس نکاح کی بحالی و فضل وغیرہ کو اطلاع  
 ہوئی تو انہوں نے ایک مجلس قائم منعقد کی اور خوب روئے اور تمام خاندان سو گوار بن گیا۔

اور سچی و غیرہ کا اس وقت یہ خیال تھا کہ جب تمام دنیا میں ہماری شہرت ہو گئی۔ اور ہمارے  
جو وہ سخاوت تمام عالم کو گھیر لیا۔ تو مارون کو ہم پر رشک کیا ہے اور اس فکر میں ہے کہ ہمارے  
عزائے کوٹے۔ اور جاگیریں منبسط کرے۔ یہی عباسہ سبب ہماری ہلاکت کا ہو گی۔ بس  
خاندان کا آب خانہ ہے۔ موت کا زمانہ قریب ہے جس کا انتظار ہر وقت کرنا چاہئے۔ جب نکاح  
کے بعد عباسہ و خضر جلسوں میں شریک ہونے لگے تو ایک دفعہ پھر دونوں کو مارون الرشید نے  
مخاطب کر کے کہا تو کمیو اخذ کی قسم میں پھر تم کو سمجھائے دیتا ہوں جس فعل سے میں نے تم کو روکا  
ہے کبھی بھولے سے بھی اس کا خیال نہ کرنا۔ کسی چھت کا سایہ تم دونوں پر نہ پڑے جب تک  
مارون و ملل موجود نہ ہو کبھی ایسا نہ ہو کہ بغیر میری موجودگی تم دونوں ایک جگہ جمع ہو۔ چنانچہ  
دونوں نے اس نصیحت کو سنا اور جہاں تک ممکن ہوا جھڑپنے قول میں عرصے تک ثابت قدم  
رہا۔ نکاح کے بعد اب کوئی امر مانع نہیں تھا۔ اس لئے مارون الرشید کی مجلس خلوت میں  
بے تکلف دونوں شریک ہونے لگے۔ جب روزانہ نشست سے ہر ایک کو دوسرے کے حسن  
و خداداد کے نظارے کا موقع ملا۔ تو طرفین میں محبت بڑھنے لگی۔ لیکن مارون کی موجودگی میں  
سوائے معمولی گفتگو اور ظاہری نظارے کے اور کیا ہو سکتا تھا عباسہ کو بہت جلد جعفر محبت کا  
بہت کچھ جوش تھا اور یہ جوش روز بروز بڑھتا جاتا تھا۔ جب اشارہ کیا کہ مارون کو افراط محبت کا  
حال معلوم ہو گیا۔ تو اس کو اس نکاح پر نہایت افسوس ہوا۔ اور کسی قدر جلے کی آمد و رفت  
میں بھی کمی کر دی۔ کیونکہ ایک دم سے تفرقہ کرنا بھی مصلحت نہ تھا۔ جب کسی قدر روک ٹوک  
ہوئی تو عباسہ نہایت بے چین ہوئی اور حالت نے صہری میں اپنی ولی حالت ہذر میث

قریب جعفر تک پہنچائی۔ لیکن جعفر نے قاصد کو حقارت سے نکال دیا۔ اور خفا کا کچھ جواب نہ دیا۔ جب اس تدبیر میں کامیابی نہ ہوئی تو اس نے دوسری تدبیر یہ سوچی کہ عثمانؓ یا مادر جعفر برکی سے میل جول بڑھایا۔ اور نہایت قیمتی جواہرات اور تحائف عتابہ کے بندے کئے جب کسی قدر اپنے موافق کر لیا۔ تو ایک دفعہ عباس نے عتابہ کے پاس یہ پیام بھیجا کہ ”خاندان عباسیہ سے جو جدید تعلقات خاندان برکی کے ہوئے ہیں۔ وہ جعفر کے واسطے باعث فخر ہیں اور یہ رابطہ دن بہ دن قوی ہونا چاہئے اور یہ خیال نہ کرنا چاہئے کہ تعلق باعث زوال برآمد ہوگا۔ اور جعفر کو کسی قسم کا نقصان نہ پہنچے گا۔ جہاں تک ہو سکے آپ کو میری موصالت میں سعی کرنا چاہئے چنانچہ عتابہ نے عباس کے اکسانا مان لیا۔ اور وعدہ کیا کہ کسی حیلے سے میں تم کو جعفر سے خلوت میں ملا دوں گی۔ اب عتابہ نے حیلے و حوٹ نہ بنا کر شروع کئے اور جعفر سے کہا کہ سنتی ہوں ان دنوں ایک کینز بچنے والی ہے۔ جو ملاحظہ صحبت کے علاوہ نہایت ہوشیار و سلیقہ شعار ہے۔ بلکہ آج اسکا

حاشیہ سلف حضرت زید و فخر القضا کا ہے لیکن نصف اعلام اس کہتا ہے کہ ایک مشاطہ جو جعفر کے محل کی کینزوں کا بناؤ سنگھار کیا کرتی تھی۔ عباس نے بذریعہ رشوت کئے اس کو اپنی طرف ملا لیا۔ اور کینزوں کے روپ میں اسی کے ذریعے سے جعفر تک جاس پہنچ گئی۔ اعلام اس صفحہ ۱۵۳۔ ۱۵۴ ابن خلکان میں لکھا ہے کہ جعفر کو ایک بار کینز جعفر کے پاس خلوت میں بھیجی جاتی تھی۔ چنانچہ عباس نے عتابہ سے یہی درخواست کی تھی کہ ایک عجم کو کینز کے روپ میں بھیج دو۔ لیکن عتابہ نے اس شرط کو اول نہیں ملا۔ تب عباس نے عتابہ سے کہا بھئی اگر میری یہ شرط منظور کی تو میں مارون سے کہدو گی کہ مجھ سے ایسا ایسا سلوک کیا گیا ہے۔ اور اگر میں جعفر سے حاملہ ہو گئی تو تمہارے حق میں اچھا ہوگا۔ ۱۵۴ ایسی گل اندام کینز جس سے خلفاء عباسیہ کی مجلس کا رنگ بدلا ہو جاتا تھا۔ وہ روم۔ ایشیائے کوچک کی خوب صورت لڑکیاں ہوتی تھیں جو لڑائی کی لٹ میں پڑھاتی تھیں۔ و قال ان کسنتے و امول پخرہم لینے تھے۔ اور کسنتی۔ شامی۔ لام العرب۔ ادب۔ خوشنویسی۔ غرافت۔ اور حاضر جوابی کی تعلیم دلاتے تھے۔ ان فنون میں کمال ہو کر وہ نہایت گراں قیمت پر بازار میں کیتی تھیں۔ الامون حصہ دوم صفحہ ۳۹

مثل نہیں ہے۔ اور اس درجہ اس کی تعریف کی کہ جعفر غائبانہ مشتاق ہو گیا۔ اور بے صبر ہو کر اس  
 سے کہا کہ جس قدر جلد ممکن ہو دو کینز خریدی جائے۔ چنانچہ عباس نے اقرار کیا کہ فلاں شب کو وہ تیار  
 اور عباس کو اس حال سے مطلع کر دیا لیکن عباس نے عتاب کی ہدایت پر عمل نہیں کیا بلکہ اس طاقت  
 کے واسطے خود ہی بہ تدبیر سوچی کہ خلیفہ مارون الرشید کی باغ میں دعوت کی جائے۔ عباس کا یہ  
 باغ وجہ کے کنارے نہایت عمدہ موقع پر واقع تھا۔ اور ہر قسم درختوں سے سرمبز تھا۔ چنانچہ  
 عباس نے مارون سے درخواست کی کہ اگر آپ مع مصاحبین اور ارکان سلطنت کے میری  
 دعوت قبول فرمائیں تو کمال مہربانی اور بندہ فوازی ہے۔ اور میری یہ آرزو ہے کہ دس شبانہ  
 روز تک باغ میں جشن کا جلسہ قائم رہے۔ مارون نے اپنی عزیز بہن کی دعوت کو نہایت خوشی  
 سے قبول کیا۔ عباس نے شانہ تکلف سے دعوت کی۔ اور ہماذاری کی کوئی شرط و گزشت  
 نہیں ہوئی دستور کے موافق ہر روز ایک حسین کینز خلیفہ کی خواب گاہ میں بھی بھیجی جاتی  
 تھی۔ جب تین راتیں گزر گئیں تو عباس نے مارون سے کہا کہ آج تیسری رات ہے جعفر تنہا  
 سوتا ہے کوئی کینز بھی خدمت کے واسطے نہیں بھیجی گئی۔ اور میں بلا اجازت نہیں جاسکتی  
 ہوں۔ اگر اجازت ہو تو ایک کینز بھیج دی جائے۔ مارون نے پوچھا کہ گزشتہ شبوں میں  
 کیوں نہیں بھیجی گئی۔ عباس نے کہا کہ بلا اجازت کیونکر بھیجتی۔ مارون نے کہا غلطی ہوئی کج  
 ضرور بھیجنا چاہئے۔ اگرچہ عباس نے ہر روز ایک کینز جعفر کے پاس بھیجی تھی مگر مصلحتاً انکار  
 کر گئی۔ جب مارون سے کینز کے بھیجنے کی اجازت مل گئی تو عباس نے آج خود لونڈیوں کا  
 ساروپ بھرا۔ اور شب خوابی کا لباس پہن کر جعفر کے پاس پہنچی۔ اگرچہ عباس نے کہا



بات کی کوشش کی تھی کہ جعفر اس کو نہ پہچان سکے لیکن جعفر نے دیکھتے ہی پہچان لیا۔ اور مارون کے خوف سے کانپنے لگا اور عباس کے قدموں پر اپنا سر رکھ دیا اور عرض کیا کہ اے سید میری ہلاکت میں کوشش نہ کر۔ میرے خاندان کی ذلت اور تباہی کا باعث نہ ہو۔ تمہارے اور میرے دشمن ہست ہیں۔ یہ ممکن نہیں کہ یہ حال ظاہر نہ ہو۔ صلہ رحم اور محبت کا جوش مارون سے سفارش کر کے تم کو قتل سے بچا لینگا لیکن میرے بھائی اور باپ ضرور قتل کر ڈالے جائیں گے۔ اور ہر دم کو اچھی طرح سے معلوم ہے کہ خلیفہ ہمارا دشمن ہے اور اس قسم کے بہانے ڈھونڈ رہا ہے۔ عباس نے جعفر کی باتوں پر کچھ لحاظ نہ کیا اور مذاق میں اڑا دیا۔ اور نہایت نرم اور شیریں الفاظ میں جعفر سے کہا کہ ”میرے پیارے شوہر! کیا شرعاً میں تجھ پر حلال نہیں ہوں۔ میری طرف دیکھ لے کیا میری نظیر دنیا میں ہے۔ میرے اوپر سے ہزاروں جانیں قربان ہوں۔ تجھ کو کیا ہو گیا ہے۔ کیا تو میرا شوہر نہیں ہے۔ اور میں تو کبھی کبھی ملنے کی خواستگار ہوں۔ اور اس حال سے کسی کو خبر بھی نہ ہوگی۔ جعفر کے دل پر عباس کی تقریر کا پورا اثر پڑا۔ مارون کے ساتھ کا کچھ خیال رہا۔ نہ خاندان کی بربادی کی پروا کی اور اس خلوت کہے میں بمقتضائے فطرت دو سب کچھ ہو گیا جس کا مارون مانع تھا۔ دس دن کے بعد دعوت کا جلسہ ختم ہو گیا۔ اس بے تکلفی کی ملاقات کے بعد چوری چھپے سے دونوں کبھی کبھی ملا کرتے تھے۔ اس واقعہ کی اگرچہ کسی کو خبر نہیں ہوئی لیکن عباس کے عمل نے اس راز کو طشت از باہم کر دیا۔ اور وضع

حاشیہ: ابن عساکر، اعلام الاناس اور روضۃ الصفیاء میں لکھا ہے کہ جعفر نے عباس کو نہیں پہچانا تھا۔ صبح کو عباس کے کھنے پر معلوم ہوا کہ وہ نیزہ نہیں ملے بلکہ خود شہزادی عباسہ تھی۔ تب عباس کا زہب بھرا کھلم کھلا ہوا اور صبح کو اس سے یہ شکایت کی کہ ”کوئی بچہ کھائے“ اور اس پر صبح ڈانٹا۔ ابن عساکر صفحہ ۱۳۲ طے صلیب برنی صفحہ ۱۱۱۔

عمل کے بعد یہ خیال بدنامی عباسہ نے اس لڑکے کو مکہ معظمہ کو روانہ کر دیا۔ اور سو اسے عباسہ کی کیزروں کے اور کوئی اس حال سے واقف نہوا۔ لیکن آخر کرب تک یہ واقعہ چھپ سکتا تھا اتفاق سے عباسہ کی ایک کیزر زبیدہ خاتون سے مل گئی اور اس نے یہ تمام حالات زبیدہ سے بیان کر دئے۔ چونکہ زبیدہ کو جعفر اور عباسہ دونوں سے دلی رنج تھا لہذا مارون سے جعفر کی شکایت کا ابیہ اچھا موقع مل گیا اور قطع نظر عداوت سابقہ کے کبھی ناظر مرم کی بعض سختیاں بھی زبیدہ کو ناگوار خاطر تھیں اس وجہ سے عباسہ کے تمام پوشیدہ حالات مارون سے صاف صاف کہہ دیئے مارون یہ اقعات سن کر سنائے میں درگیا۔ اور زبیدہ سے پوچھا

حاجہ شہید ملے کہا جاتا ہے کہ جہلام اس لڑکے کے ہواہ گیا تھا اس کلام تریاش اور دایہ کلام برہ تھا ملے مصنف اعلام کہتے ہیں کہ زبیدہ نے اول یہ حالت خود نہیں بیان کی تھی بلکہ ارجوان خادم کی مدد سے مارون تک پہنچا لے اور یہ خادم جعفر کے پاس بطور عزیز کے مقیم تھا۔ جب ارجوان نے سب حالت بیان کر دیئے تو خود اس کی تائید کی اور بہت کچھ بڑھا کر عباسہ اور جعفر کی شکایت کی ہمد مارون الرشید نے ارجوان کو قتل کر دیا تاکہ یہ راز افشا نہ ہو۔

تلمہ جب یہ سچا مصنف ہو گیا تو مارون نے مختلف مدزئیں دیکھنے کے سپرد کر دیں تھیں چنانچہ حرم سرا کی نظارہ بھی بھیجے گئے ہر مدتی دیکھنے کے عمل میں عوام سراؤں کا آنا جانا بالکل بند ہو گیا تھا اور مل کے تمام دروازوں میں تالا لگا کر اور گنجیناں لے کر چلا جاتا تھا۔ اس وجہ سے حرم کو تکلیف تھی۔ ایک مرتبہ زبیدہ نے اس کی مارون الرشید سے شکایت کی تو مارون نے جواب دیا کہ تجھے کاکوئی ضل غلاف صحت نہیں ہے۔ مل کی عمرانی اس کے سپرد ہے اس وجہ سے ایسا حکم جاری کر دیا ہر گاہ میں اس محلے میں کبھی کو قسم نہ کرے گا۔ اور یہی سب سے پوچھا کہ اسے پسندیدہ آپ کی کیوں شکایت کرتی ہے؟ لڑکی نے غصہ جو کہ اس کا معلوم ہوتا ہے کہ میں تیرے حرم میں متم ہوں۔ مارون نے کہا یہ بچال بیبی ہے تب یہ کبھی لے لیا پھر زہر دے گی ایں کیوں سنتا ہے۔ لیکن جب زبیدہ نے دوبارہ دیکھنے کی شکایت کی اور اس نے مثل اول کے نال چلا تو زبیدہ نے غصے ہو کر مارون سے کہا کہ جب یہ بھی ہماری تو اس قدر عمرانی کرتا ہے کہ اپنے بیسے صحت کی کچھ بھی نہیں دیتا ہے جو سخت درد و غم کا بانی ہو رہا ہے تب مارون نے تعجب ہو کر پوچھا کہ وہ کیا سبب ہیں جس کی وجہ سے تو بڑبڑا رہی ہے تب زبیدہ نے جعفر و عباسہ کے عشق و محبت کا تذکرہ کیا۔ اور دقت و مصفا و این غلغلان حالات ذوال برآک۔

کہ ”تمہارے پاس کوئی دلیل ہے کہ جعفر نے ایسا کیا ہے، زبیدہ نے کہا کہ ”ہاں عباسہ کے لڑکا پیدا ہوا ہے اس سے زیادہ اور کیا دلیل ہو سکتی ہے“ پوچھا کہ وہ لڑکا کہاں ہے۔ زبیدہ نے کہا کہ وہ یہاں موجود تھا۔ لیکن جب اس کے ظاہر ہونے کا خوف ہوا تو عباسہ نے کہ معطلہ کو روانہ کر دیا ہے ”رشدید سنکر چپ ہو گیا اور زبیدہ سے کہا کہ ”دیکھو خبردار محل کی کوئی کنیز بھی اس حال سے واقف نہ ہونے پائے“ زبیدہ نے جواب دیا کہ اس محل میں ایسی کون کنیز ہے۔ جو اس حال سے واقف نہیں ہے۔ تب مارون الرشید خاموش ہو رہا اور اپنے دلی خیالات کو کسی پر ظاہر ہونے نہیں دیا کہ اس کو اپنے وزیر سے سچ ہے۔ لیکن برلک کی تباہی اور بربادی کے خیالات اس کو اسی وقت سے پریشان کرنے لگے۔ اور دل ہی دل میں منصوبے باندھنا شروع کئے۔ آخر تصدیق و قعات کی غرض سے کہ معطلہ جانے کا ارادہ کیا۔ اور جعفر کو بھی ہمراہ لیا جب عباسہ کو مارون کی روانگی معلوم ہوئی تو اس لڑکے کو کہ معطلہ سے یمن کی طرف روانہ کر دیا۔ اس جگہ پر پہنچ کر مورخین میں اختلاف ہے ایک گروہ کا تو یہ قول ہے کہ وہ لڑکا کہ معطلہ میں ملا۔ اور مارون نے اس کو اپنی بہن عباسہ اور جعفر سے مشابہ پایا بچے کو رحم کھا کر چھوڑ دیا لیکن جعفر کو قتل کر ڈالا۔ دوسرا گروہ یہ کہتا ہے کہ بعد قتل جعفر کے مارون نے بڑا منورہ کا سفر کیا۔ اور وہاں دو لڑکے عباسہ کے اس کے حضور میں پیش کئے گئے۔ ان بچوں کو دیکھ کر مارون کو نہایت ہی تعجب ہوا کیونکہ علاوہ جن ہمال کے ان کی بائیت فصیح اور تلواری فصاحت و بلاغت آل ماشم میں ہونا چاہئے وہ ان میں موجود تھی۔ چنانچہ مارون نے بڑے لڑکے سے پوچھا کہ اے قرۃ العین تمہارا کیا نام ہے؟ اس نے کہا کہ ”میر نام حسن ہے“

پھر چھوٹے سے پوچھا کہ اے میرے چچو کیا لکھنے لکھاتے ہیں؟ تو اس نے کہا کہ مجھ کو حسین کہتے ہیں؟ چنانچہ ان لڑکوں کو بغور دیکھتا رہا پھر خوب رویا اور لڑکوں کو مخاطب کر کے کہا کہ تم دونوں مجھ کو بہت ہی پیارے معلوم ہوتے ہو جو تم کو ستائے خدا اس پر رحم نہ کرے! لیکن یہ نہ سمجھا کہ میں حقیقت میں کیا کہہ رہا ہوں اور کیا کر رہا ہوں۔ کیونکہ تھوڑی ہی دیر میں سرور کو حکم دیا کہ حسن و حسین دونوں کو قتل کر کے اس صندوق میں جس میں عباسہ کی نعش ہے بند کر کے دفن کرے۔ چنانچہ مارون کے حکم سے یہ دونوں بچے قتل ہوئے اور اپنی ماں کے ساتھ ایک ہی صندوق میں زیر زمین دفن کر دئے گئے۔ اس کے بعد جو اسباب ذوال براکہ کے ہوئے وہ ان مورخین کے نزدیک تمام اس واقعہ کے ہیں۔

طبری کے چند الفاظ اور مختصر روایت پر جس قدر طول طویل افسانہ طبری کی غلط روایت لکھا گیا ہے وہ ہم لکھ چکے ہیں لیکن اس روایت کو صحیح سمجھنا سخت غلطی ہے کیونکہ اصول روایت و روایت سے جہاں تک

اس فرضی واقعہ کی تحقیقات کی گئی تو کوئی بھی اصلیت نہیں پائی جاتی ہے۔ اگرچہ اسلام کی ابتدائی تاریخوں میں طبری نہایت مستند ہے اور واقعات تاریخی یہ سند متعل لکھے گئے

حاشیہ: ملے مصنف عام الناس کہتے ہیں کہ اگر ان کے مارون سے یہ بھی کہا جاتا تھا عباسہ اور جعفر بن محمد بن ہشام سات برس سے ہے۔ چنانچہ تین لڑکے پیدا ہو چکے ہیں ایک چھ برس اور دوسرا پانچ برس کہتے ہیں۔ تیسرا دس برس کا ہو کر فوت ہو چکا ہے۔ یہ دونوں لڑکے اس وقت مدینہ منورہ میں موجود ہیں۔ اور اس وقت بھی عباسی طرز ہے۔ چنانچہ بیکر مارون نے سرور کو حکم دیا کہ مات کے وقت جلاہ اور اس مزدور حاضر کرے۔ چنانچہ وقت مقررہ پر مارون عباسہ کے خواب گاہ کے کمرے میں گیا عباسہ کو مار دیا۔ اور اس کو سوتے میں قتل کر دیا۔ اور جس طرح سرور ہی مٹی ویسی ہی اس کی نعش ایک صندوق میں لکڑی کا ڈھکڑا اور یہ صندوق اس کے کمرے کے دروازے پر رکھا گیا اور ہاتھوں پر مزدور بھی باندھ دیے گئے اور جلاہ میں بویسے گئے اسے بعد جلاہ قتل کر دیا گیا۔

ہیں۔ لیکن یہ بھی طے شدہ مسئلہ ہے کہ بہت سے واقعات جو قصہ کہانی کے درجہ میں ہیں وہ بھی بلا تحقیق اور بغیر لحاظ اسبابِ علل کے جو اُس وقت لوگوں میں مشہور ہو رہے تھے لکھ دئے ہیں جس کو پچھلے مورخوں نے تاریخی اصول سے غلط ثابت کر دیا ہے لیکن چند روایات کی غلطی سے طبری کی عظمت و شان میں کچھ فرق نہیں آ سکتا ہے۔ کیونکہ مشاہیر مورخین میں طبری کا درجہ ابنِ اسحاق۔ ابنِ کلبی۔ محمد بن عمرو والواقدی۔ سیف بن عمر الاسدی۔ اور مسعودی کے ہم پلہ ہے۔

روایت مذکورہ بالا میں اصل الفاظ پر غور کروم طبری نے جن لفظوں میں جعفر و عباس کے نکاح کا واقعہ لکھا ہے وہ بہت صاف ہیں جس سے ہر شخص پر سانی سمجھ سکتا ہے کہ احمد بن زہیر کا قول عام روایت کی بنیاد پر ہے۔ مورخانہ حیثیت سے طبری نے اس کو لکھا ہے نہ خود تسلیم کیا ہے کیونکہ اگے چل کر جو اسباب قتل جعفر کے طبری نے لکھے ہیں وہ بلا ترجیح ہیں۔ جس سے ثابت ہوتا ہے کہ واقعہ مذکور واقعہ مسلمہ نہیں ہے۔ بلکہ اسی قسم کی تاریخی غلطی ہے۔ جس کی بہ کثرت نظیریں تاریخ میں موجود ہیں اور طبری کے بعد جو تاریخیں لکھی گئیں ان کا طرز بھی جداگانہ تھا۔ بعض مؤرخ اختصار اور فضل روایت کو پسند کرتے تھے اور بعض طوالت کو لیکن اُس اصول پر بھی پورے طور پر غور آمد نہیں کیا گیا۔ کیونکہ جو مختصر پسند تھے۔ انہوں نے یہاں تک اختصار کیا کہ سلاطین کے حالات میں حرفِ ان کے ناموں پر اکتفا کیا نہ ان کے نسب نامے لکھے نہ عام اخلاق و عادات دکھائے۔ نہ اصول سلطنت پر بحث کی۔ نہ ملک کے جغرافیہ اور عام طبعی حالات پر لحاظ کیا اور ہر مضمون کو ناقص اور ادھر ادھر دیا



میں سمائی ہوئی ہے اور ہالت سب کو گھیرے ہوئے ہے مگر سچ ہمیشہ سچ ہے جس پر کوئی غلبہ نہیں پرستگاہ اور جھوٹ ہمیشہ جھوٹ ہے جو اسی فکر میں معلوم ہو جاتا ہے۔ اور ناقل ہمیشہ بلا تیز صحت و غلطی کے نقل کر سکتا ہے۔ لیکن حرف عقل و ادراک ہی ایک ایسی چیز ہے جو خطا اور ثواب کو جدا کر سکتی ہے۔ اور علم ہی وہ شے ہے جس سے ہر چیز کی حقیقت کھل جاتی ہے۔ اور آگے چلکر تاریخ کی فضیلت میں لکھا ہے کہ ”جو شخص دینی و دنیاوی باتوں کی تحقیق چاہتا ہو اسے تاریخ سے واقف ہونا ضرور ہے۔ لیکن اس فن میں چند امور کا لحاظ رکھنا واجب ہے اول اخذ کا دریافت کرنا۔ دوسرے اس پر غور و تامل کرنا۔ اور اس کی تصدیق و تنقیح میں ثابت قدم رہنا۔ کیونکہ یہی دو باتیں انسان کو لغزشوں اور غلطیوں سے بچاتی ہیں۔ اگر ایسا نہ کیا جائے اور محض نقل و روایت پر اعتبار کیا جائے اور عادت و سیاست اور دنیا کی طبیعت اور جماعت انسانی کے مستحکم اصول پیش نظر نہ رکھے جائیں اور غائب کو حاضر پر اور گزشتہ کو حال پر قیاس نہ کیا جائے تو گمہ شک نہیں ہے کہ انسان لغزش سے کبھی نہیں بچے گا۔ اور قدم اس کا رہے راستہ سے ضرور ڈگ جائے گا۔ اور اکثر متورخین۔ معسرین۔ اور ائمہ نقل سے واقعات و روایات کے بیان کرنے میں یہی غلطی ہوئی ہے کیونکہ انہوں نے محض نقل پر بھروسہ کر لیا اور اس کے عیب و ثواب پر نظر نہ کیا کہ ان کو اصول و قواعد سے جانچنا نہ تھا اور شواہد پر قیاس کیا نہ حکمت و عقل کی کسوٹی پر کسا۔ نہ خود موجودات کے بللث سے واقف ہوئے۔ نہ غور و تامل اور سمجھ و ہجہ کو ان باتوں کی تحقیق میں دخل دیا۔ اس لئے وہ حق سے بہک گئے اور وہم و غلطی کے جنگل میں

جاڑے۔ خصوصاً اعداء کے بیان اور مال و لشکر کے شمار میں تو انہوں نے ایسا بہانہ کیا ہے کہ  
بادی النظر میں جھوٹ اور غلط معلوم ہوتا ہے۔

ناظرین! علامہ ابن خلدون نے جو اصول تاریخ نویسی کے لکھے ہیں اس سے معلوم ہوتا ہے  
کہ یہ فن کس قدر مشکل ہے۔ اور مورخین کو محض واقعات کے نقل کر دینے سے کیا کیا وقتیں پیش  
آنی ہیں چنانچہ جعفر و عباس کا واقعہ بھی اسی قسم کے غلط اور مہمل انسانوں کا ایک ٹکڑہ ہے۔  
اور چونکہ سیکڑوں واقعات اس قسم کے تاریخوں میں موجود ہیں جن کو عوام صحیح سمجھتے ہیں حالانکہ  
وہ بالکل جھوٹے تھے ہیں اس لئے بطور نظیر کے صرف دو واقعے ہم مقدمہ ابن خلدون سے  
نقل کرتے ہیں جن کو علامہ موصوف نے عقلی قرائن کی بنا پر غلط قرار دیا ہے۔ اگرچہ سوا سوا بخبری  
کا یہ طرز نہیں ہے کہ اس قدر طول طویل عبارتیں نقل کی جائیں۔ مگر چونکہ ہم کو ایک غلط واقعہ  
پر مفصل تبصرہ لکھنا ہے اسلئے اس پر ہے کہ ناظرین ان نفاذ کو خارج از بحث قرار دیں گے بلکہ  
یہ بحث ان کو مسئلہ متنازعہ کے حل کرنے میں اصول موضوعہ کا کام دے گی۔ و  
ہو ہذا

منجملہ ان داہی تاہی خروں کے جن کو مفسرین نے

**جنت الارم یا شداد کی مہشت**

بھی اپنی تفسیروں میں لکھا ہے اور جس کا ضرب اثر

حاشیہ صفحہ ۱۵۸ اس کی نذر حضرت سرسے علیہ السلام کے حالات ہیں کہ میدان جنگ میں صرف دو نوجوان جن کی عمریں برس  
کی تھیں چھ لاکھ تھے۔ علاوہ معرود شام کی فوجوں کے علاوہ حضرت سرسے اور اسرائیل میں صرف چار پشت کا فرق تھا اس قدر  
مہمت سے دو سو برس میں نسل کی اس قدر ترقی نہیں ہو سکتی ہے۔ کیونکہ معرین جب حضرت یوسف علیہ السلام تشریف  
لائے ہیں تو اس وقت بنی اسرائیل کی کل تعداد ستر ہزار تھی۔



مذہب اسلام پر ہنچتا ہے سب بیہودہ اور بعید از قیاس وہ روایت ہے جو سورہ والہجو کی  
 آیت اَللّٰهُ تَرَكَيْتُ فَعَلَ رَبُّكَ بِهَآءِ اِٰرَامٍ ذَاۤتِ الْعِمَادِ الْاِنۡحِیۡ لِمَ تَخْلِقُ فِیۡلَہَا فِی  
 الْبِلَادِ کی تفسیر میں نکل گیا ہے کہ ارم ایک شہر کا نام تھا جس کے بڑے بڑے ستون تھے اور  
 عابد بن عوص بن ارم کے دو بیٹے تھے۔ شدید و شدا و جو اس کے بعد وارث تاج و تخت ہوئے۔  
 شدا نے جنت کی صفت سن کر اس کے مثل ایک جنت بنانی چاہی پناچہ عدن کے جنگلوں میں  
 تین سو برس میں اس نے ایک شہر بنایا اور خود شدا کی عمر نو سو برس کی تھی اور جو شہر کا اس نے  
 بنایا تھا وہ بہت بڑا تھا دیواریں اس کی چاندی سونے کی اینٹ سے۔ اور ستون اس کے  
 زبرجد و یاقوت سے بنائے گئے تھے۔ اور جبکہ وہ بن کر طیار ہوا تو شدا و اپنی سب فوج کے  
 ساتھ چلا جب وہ شہر ایک منزل رہ گیا تب خدا نے ایک ایسی ہولناک آواز آسمان سے بھیجی  
 کہ وہ سب مر گئے۔ اس روایت کو طبری۔ ثعالی اور زعمشتری۔ وغیرہ مفسرین نے لکھا  
 ہے۔ اور عبد اللہ بن قلابہ صحابی سے یہ بھی نقل کیا ہے کہ وہ اپنے اونٹ کو ڈھونڈتے ہوئے اس شہر  
 میں پہنچے اور میثار جوار ہات و ماں سے رول کر اپنی بھولی میں بھر لائے جب معاویہ بن ابی سفیان  
 کو خبر پہنچی تو انہوں نے حضرت عبداللہ کو طلب کر کے سلامتہ پوچھا۔ پھر کعب اجار سے اسکی  
 تصدیق کی کعب اجار نے کہا کہ ”یہ شہر ارم ذات الحماد ہے اور اس میں ایک شخص مسلمانوں میں سے  
 آپ کے زمانے میں داخل ہوگا۔ سرخ رنگ۔ سپت قدر۔ اور ابرو اور گردن پر تل ہوگا اور وہ اونٹ  
 حاشیہ سلمہ مقدمہ ابن علقمہ سلمہ زوجہ کیا تو نے نہیں دیکھا کہ کس طرح پر کیا تیرے پر وہ چھلانے قوم ماکہ

ساتھ جو دم کی لہ لاتی تھی۔ یہ ایسی قدامت تھی کہ ان کے مانند شہر میں پیدا نہیں کئے گئے تھے۔

کی تلاش میں وہاں پہنچے گا پھر جب انہوں نے ابن قلابہ کو دیکھا تو کہا خدا کی قسم یہ وہی شخص ہے  
 اس روایت کو لکھ کر علامہ موصوف لکھتے ہیں کہ "اس شہر کی خراج تک کبھی نہیں سنی گئی نہ  
 یہ بات پایہ تحقیق کو پہنچی کہ زمین کے کسی ٹکڑے پر ایسا شہر آباد ہے۔ اور عدنان کا میدان جہاں  
 ایسے شہر کا بنایا جانا ممکن کیا جاتا ہے۔ وسطین میں واقع ہے۔ اور برابر اس کی آبادی چلی آتی  
 ہے۔ اور سافروسیاح تمام ملکوں سے وہاں آتے جاتے رہتے ہیں لیکن کسی ایک نے ایسے شہر کی  
 خبر کی نقل نہیں کی۔ نہ کسی اور قوم نے اسکا حال بیان کیا پس اگر یہ کہا جاتا کہ یہ شہر ویران ہو گیا  
 اور اس کے آثار باقی نہیں رہے تو زیارت گران کے کلام سے تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ وہ آ  
 تک موجود ہے بعض کہتے ہیں کہ وہ دمشق ہے جس پر قوم عاد نے قبضہ کیا تھا۔ اور بعضوں کا  
 خیال یہاں تک پہنچا ہوا ہے کہ وہ کہتے ہیں کہ وہ شہر نظر سے غائب ہے اور صرف جادوگر اور اہل  
 ریاضت کو نظر آتا ہے۔ یہ سب باتیں از قبیل غرافات و مضحکات ہیں۔ اور یہ سارے قصے اس وجہ  
 سے لکھے گئے ہیں کہ مفسرین نے صنعت عرب پر خیال نہیں کیا اور ذات العباد کو ارم کی صفیت  
 قرار دے کر دھوکے میں ڈر گئے ورنہ اگر عباد سے ستون ہی مراد لئے جاویں تو بھی وہ صفت قوم  
 کی ہے کہ بوجہ ان کی قوت کے اس صفت سے ان کو موصوف کیا۔ نہ یہ کہ مراد اس سے کوئی خاص

حاشیہ بمعن کتاب میں لکھا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہے کہ خداوند تعالیٰ نے اس باغ اور جل کو  
 جو قوم عاد نے تعمیر کیا تھا۔ دنیا سے اٹھا کر آسمان پر پہنچا لیا ہے۔ اور قیامت کے دن وہ بھی منجملہ آدمی سمائی بہشتوں کے  
 ایک بہشت ہوگی مین یہ بھی شراہ تمام ہے۔ لہٰذا اس سے کیا تاثر اس آیت سے بھی ہوتی ہے جس میں قوم عاد کے مردہ  
 پڑے ہوئے جموں کی طرف اشارہ ہے۔ و رشتوں کے تمنوں سے تعبیر دی ہے کہ اَمَّا عَادٌ فَاهْلِكُوا بِسَبْطِمْ  
 صَوْنِ اَعْمَ كَانَتْهُمْ اَعْجَانُ تَحْلُو يَتِيْر (سورہ الحاقة ۶۹ تہذک الہی)



ایسے ہی غلط اور بے سرو پا زنبیل کا قصہ ہے جسکو مصنف عقدا لفظیہ  
نے حالات شادی خلیفہ مامون الرشید میں لکھا ہے۔

## حکایت یوران زنبیل

حاشیہ سلسلہ ملازمین غلاموں نے صرف عقدا لفظیہ کا لفظ طوائف کے والہ دیکھ لیا ہے لیکن یہ غلام دلچسپی ناظرین یہ طوائف  
قصہ شرح مقامات تحریری سے بہت ہی مختصر کر کے کھجوا جاتا ہے جس کو عربی کا مذاق ہو وہ عقدا لفظیہ یا شریعی ملاحظہ کرے؟  
اسحاق مصلیٰ لکھتا ہے کہ میں ایک دن مامون الرشید کی خدمت میں حاضر ہوا غلیظہ عیش و طرب میں مصروف تھا۔ مجھے بھیجا  
تو غلیظہ و کوس میں گئے کیا اور وہاں عید کا دور چلنے لگا۔ جب شام ہو گئی تو مجھ سے کہا کہ آتا وہاں میری تم حاضر رہنا ایک  
داما غلام میں جلتا ہوں جب اسی رات گزر چکی اور غلیظہ واپس آیا تب مجھے بھی وحشت ہوئی اور مکان کا قصد کیا  
کیونکہ ایک کنیز کی یاد دہانی مجھے بے چین کر دیا تھا۔ غرض کہ میں اٹھ کھڑا ہوا۔ راستے میں پیشاب کی حاجت ہوئی تو ایک  
کوچے میں چلا گیا۔ وہاں کیا دیکھتا ہوں کہ دیوار سے متصل ایک ریشمی زنبیل ٹنگی ہوئی ہے اول تو میں سوچتا رہا لیکن  
پھر بے وضو و کمر میں اس میں بیٹھ گیا۔ میرا بیٹھنا تھا کہ دوریاں کھینچ گئیں۔ اور میں یکایک ایک خوشنما اور وسیع میدان  
میں جا اُترا۔ چلی گئی کنیزوں نے مجھے اور کھینچا تھا ان میں سے ایک نے شمع ادا تہ بی لی اور میرے آگے آگے چلی اور  
ایک دوسرے کرتے میں لے گئی خوشنما۔ طرز پر سجھا ہوا تھا۔ میں وہاں جا کر ٹھہرا تو عورتی دیر میں ایک پر وہ اٹھ گیا اور چند  
کنیزیں نمودار ہوئیں۔ جو عورت کی نگہبیاں۔ اور شمع دیکھ کر بیٹھے ہوئے تھیں۔ اور ان کے ہمراہ ایک کم سن عورت تھی جس  
وہاں کی دیوی تھی۔ چودھویں رات کا چاند اس کے شبنم سے شرفا تھا۔ میں فرما اس کی تعظیم کے واسطے اٹھ کھڑا ہوا  
یہ کمال ہرانی صاحب خاندان مقدم کہہ کر مجھے بٹھایا اور میرے حالات سننے کی شائق ہوئی میں نے عرض کیا کہ ایک  
دوست کے مکان سے آتا ہوں اتفاقاً اس کو پہے میں آ نکلا تھا۔ زنبیل کو حلق دیکھ کر حالت نشے میں بیٹھ گیا۔ اگرچہ  
ہوا جو اُمید دار مافی ہوں یہ کما معاف نہیں اہم بخیر ہے۔ پھر پوچھا تمہارا پیش کیا ہے۔ میں نے عرض کیا کہ بڑا زہر  
بنامہ میں مکان ہے۔ کہہ کر کچھ اشارے سے ذوق ہے۔ میں نے کہا کچھ یونہی برائے نام۔ تب مامون نے بی نے مجھے  
پڑھنے کی فرمائش کی۔ میں نے کہا کہ میں تو همان ہوں۔ میزبان کے سامنے اشارہ پڑھتے ہوئے ذرا طبیعت کرتے ہیں اس  
سے کہ آپ میری ابتکاریں یہ شکر دہلی کہ سچ کہتے ہو۔ پھر مامون نے ہم نشین کے اقوال اور قدما کے منتخب اشارے سنائے۔  
جب مجھے نہایت تعجب ہوا میں یہ نہیں کہہ سکتا ہوں کہ احوال تعجب اس کا حسن و جمال تھا۔ یکالاً ادب باطرز کلام، جب  
یہ سلسلہ ختم ہوا تو وہ مجھ سے مخاطب ہوئی کہ ان ب شرم چھوڑو اور کچھ اشارہ پڑھو میں نے الامروق الادب سمجھ کر  
اساتذہ کے منتخب اشارے سنائے ہر ہر شکر کہ پند کیا۔ آخر میں یہ کہا کہ خدا کی قسم ہاداری لوگوں میں یہ صفت نہیں ہو سکتی ہے۔ یہ  
اس صحبت کے دستور ان بچھا گیا جو ان سامنے آئے مامون سے معلوم ہوتا تھا کہ سب سے ملاحقین کے اور کسی کو یہ صفت  
نہیں ہو سکتی ہے۔ جب اس سے فراغت ہوئی تو قصص و حکایات کا سلسلہ چھوڑ دیا۔ طریقین سے عمدہ عمدہ پیشے اور

نظارہ مذکورہ بالا کے سوا بہت سے غلط واقعات ہیں جو اس محقق نے لکھے ہیں جس کو بلحاظ طوالت

تصویر بیان کئے گئے۔ جب میں بیان کر چکا تو مجھے کہا تھا کہ آپ نے ایک تاجر کو ایسی ایسی شاندار حکایتیں یاد ہیں۔ میں نے عرض کیا کہ آپ کا فرمانا صحیح ہے جیسا کہ یہ ہے کہ میرا ایک مسیہ دربار میں جا کر کہتا ہے میں بھی اس کے پاس کبھی کبھی جا بیٹھتا ہوں۔ یہ قسمیں لگے تھے کہ میں نے سنا ہے یا دہو گئے ہیں۔ غرض کہ اسی قسم کے مذاکرے میں ساری رات گٹ گٹتی اور صبح کا وقت آ گیا اس وقت اس بی بی نے مجھ سے کہا کہ تمام جامع صفات ہو۔ صورت بھی اچھی ہے ادب بھی جانتے ہو۔ لیکن برے خیال میں صرف ایک چیز کی کمی ہے۔ میں نے پوچھا کہ وہ کیا کہہ کیا اشارہ کر رہی ہے؟ بڑھتی ہیں۔ میں نے کہا کہ مجھے بھی اس کی مدت سے آرزو ہے مگر افسوس ہے کہ یہ فن حاصل نہیں ہوا۔ اگر چہ میرا یہ انکار ظاہری تھا لیکن گہری کے نام سے دل بے چین ہو گیا اور بول اٹھا کہ مناسب ہے اگر یہ عقیدہ ہی سی رات کو سرور کے ساتھ ختم ہو۔ یہ مسکولہ کی یہ تصویر تھیں۔ میں نے کہا کہ میں نے بھلا اس کی ابتدا آپ سے ہوئی تھی اختتام بھی آپ پر ہونا چاہئے۔ مجبوراً میری فرمائش پر وہ بھلا۔ سبحان اللہ کیا کہنا تھا۔ جب میں نے بہت کچھ تعریف کی۔ تو کہا یہ بھی جانتے ہو کہ کس کس کے شاگرد ہیں اور طرز کس کا ہے؟ میں نے انکار کیا تو خود ہی جواب دیا کہ یہ اشعار غلام شاعر کے ہیں۔ اور اگر کسی اسحاق مصلیٰ کی ہے۔ ہندو ہاتوں کا قد نہیں لڑتا تھا کہ صبح کے آئینہ دیکھ کر اسے اچانک بڑھتی عورت نے جو اس کی حایہ تھی آن کر کہا کہ بس!۔ جسے ختم ہوتے ہی میں بھی رخصت ہو چلتے وقت مجھ سے کہا کہ خیر وار کوئی راز ظاہر ہو!۔ اچھا بس بالالہانات، "سکان پر ہنجر ہمدانغ ناز فرسورا۔" ہوز زینہ پوری نہیں ہوئی تھی کہ خلیفہ ہون الرشید کے غلام لے آئے بھلا یا اور ساتھ لے گیا اور انورین کو بھی رات کا خبر باقی تھا۔ رات کے چبیس کے حالات بیان کرنے لگے اور چونکہ خطری طور پر عورتوں سے زیادہ انہیں نصرت ہوتے ہی پھر وہی دھن سوار ہوئی اور مجھ سے کہا کہ میں محل میں جاتا ہوں۔ میں نے کہا کہ بس اندر تشریف لے جائیے کوئی بار دینے نہیں ہے۔ لیکن مجھے پھر وہی حکم ہوا کہ فرور دیاں سے اہرہ جانا۔ اور غلام کو تاکید کر دی گئی کہ اسحاق چالے نہ جائے۔ لیکن صبح ہوتے ہی حکم رات کا سماں میں بھی معمول نہیں سکتا تھا۔ اسلئے صاحب کو کچھ بھلا کر کھڑا ہوا اور بیچہ اس کی طرح سے کل لائے محل میں جا پہنچا۔ آج بھی اسی قسم کی صحبت رہی۔ صبح کو کسان پہنچا۔ لیکن آج بھی خلیفہ کے غلام آئے اور اپنے ساتھ لے گئے۔ یہ وہی وہی نہیں نے فرمایا کہ تم بھلا گھر جاگ جاتے ہو۔ میں نے عرض کیا کہ حضور تو عیش و طرب میں مشغول رہتے ہیں تنہائی سے مجھے وحشت ہوتی ہے اسلئے چلا جاتا ہوں لیکن اسے اور صفائی ہوں۔ غرض کہ ادھر ادھر کی باتوں میں مرنے ختم ہو گیا اور خلیفہ نے محل میں جاتے تھا۔ یہ تو مجھ سے کرایا کہ آج صبح تک حاضر رہا۔ لیکن خلیفہ کے جاتے ہی پھر خیالات نے پریشان کر دیا۔ اور پھر اسے کہہا کہ سے جاگ نکلا لیکن آخر گرفتار ہوا۔ مگر کسی کو چارہ نہ کسی کو کوئی دیکھ اور کسی کی خوش آمد کر کے بھی کر لیا۔ اور سبہ حال میں جا پہنچا۔ دیکھتے ہی اس بی بی نے ذرا کہنے کو چاہا کہ نہ لایا ہے ہر روز جاسے چلے کہ تم ہو میں نے کہا



جعفر و عباس کی شادی پر جو رائے اس نامور مورخ نے لکھی ہے وہ یہ ہے کہ "اقوال مرموزہ میں  
عباس کا بھی قصہ ہے جس کو برا کہہ کے نوال میں تمام مورخین نے نقل کیا ہے کہ ہارون الرشید نے  
اپنی بہن عباسہ کا جعفر بن یحییٰ برکمی سے اس شرط پر نکاح کر دیا کہ دونوں میں غلویت صحیحہ نہ ہو۔ اور مقصود  
اس نکاح سے یہ تھا کہ جعفر و عباسہ دونوں اسکی مجلس میں بے تکلف آسکیں لیکن جب عباسہ کو  
جعفر سے دلی محبت ہو گئی تو اس نے کسی جیلے سے غلویت صحیحہ حاصل کی اور وہ عالم ہو گئی۔  
جب رشید کو اس واقعہ کی اطلاع ہوئی تو وہ نہایت غضب ناک ہوا لیکن یہ بالکل جھوٹا قصہ ہے۔  
اور کسی طرح پر ممکن نہیں ہے کہ ہارون الرشید جیسا بلند مرتبہ اور عظیم القدر خاندان والا شخص  
اپنے عربی شرف کو عجم کے ایک غلام سے رشتہ داری کر کے خراب کرے گا۔ اگر کوئی غمخوار انصاف  
کی نظر سے دیکھیں گا تو اس کو صاف معلوم ہو جائے گا کہ یہ بالکل گڑبخت ہے۔ کہاں خلیفہ ہارون  
الرشید اور عباسہؓ اور کہاں ایک عجمی غلام جعفر! دونوں کے مرتبے اور شان میں زمین و آسمان  
کا فرق ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ برا کہہ کے اوبالہ کے اسباب کچھ اور ہی ہیں۔"

ماخذ کرے جس شان و شکوہ سے ہارون الرشید کی یہ شادی ہوئی ہے اسکی نسبت عربی مورخوں کا یہ غمزہ دوسرے ہے کہ رشید اور  
مروان نامہ، کوئی اسکی نظر نہیں سلگتا غلیظہ ہارون الرشید کا تقدس مذہبی اور عزت خاندانی ظاہر ہے کہ ہارون الرشید  
سے صورت و مادہ بن عباس رضی اللہ عنہ تک عرف چار پٹ کا فرق ہے ہارون بن ہدی بن عبداللہ بن جعفر مصعب بن محمد سجاد بن  
علی بن عباس بن عباس اور حضرت محمد بن عباس ترجمان القرآن اور بن محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہیں۔ اب باقی عربی نسب کی  
بحث چاہئے فقہاء اس پر اتفاق ہے کہ ایک تہیسی دوسرے قریشی کا کہوتے۔ اللہ اس طرح پتہ پہنچے قابل عرب باہر کم گزریں۔ لیکن  
کوئی عجمی کسی عربی کا کہوتے نہیں ہو سکتا ہے۔ اگرچہ وہ عالم اربا و شاد ہی کیوں نہ ہو۔ اور ادوار میں علامہ شاہی نے جو افراق  
سے نقل کیا ہے کہ اگر ائمہ کسی تہیسی فیراشمی سے نکاح کرے تو وہ جائز رکھا جاوے گا۔ اور اگر عربی فیراشمی سے نکاح کرے تو اسے  
دلی کو تنبیہ ہو کہ اس نکاح کا اس طرح ہند کرنا جس حد سے کوئی عربی عزت کسی عجمی سے نکاح کرے اور کب تک یہ علم سے دور رکھیں  
جو کسی عربی جیلے کی طرف منسوب ہوں۔ اور اس طرح وہ بین مان کا نام تو لی وحقارے خود عربی زبان پر لے کر دیا نہیں۔

پھلاس کے بعد اپنے عقلی دعوے کے ثبوت میں علامہ موصوف نے قلیفہ مارون الرشید کی  
 عالمی زندگی پر یہ رائے لکھی ہے کہ "مارون الرشید پر یہ الزام کہ وہ اپنے ہم نشینوں میں شرابی  
 کرتا تھا اور ہمیشہ حالت نشہ میں رہتا تھا۔ حاشائے قدیمہ بالکل غلط ہے۔ اور اسکے مرتبہ خلافت اور  
 شان و درال دونوں سے بھی یہ معید ہے۔ کیونکہ مارون الرشید کی ہر وقت طلبہ صلحا سے محبت  
 رکھتی تھی اور فضیل بن عیاض امدان بن سماک سے گفتگو کرتی تھی اور سفیان  
 ثورمی سے مکاتبت جاری رہتی تھی۔ امدان کے وعظ سے وہ متاثر ہوتا تھا۔ طواف مکہ میں  
 دعائیں مانگتا تھا۔ پنجگانہ نماز کا پابند تھا اور صبح کی نماز اول وقت جماعت سے پڑھا کرتا تھا۔ طبری  
 وغیرہ نے لکھا ہے کہ مارون الرشید ہر روز ایک سو رکعت نماز نفل کی پڑھتا تھا۔ اگر ایک سال  
 فتوحات ملکی میں رہتا تو دوسرے سال حج کو جاتا تھا۔ ابن ابی مریم جو اس دربار کا ایک  
 مسخرہ تھا اس پر ایک مرتبہ سخت لہاض ہوا جبکہ اس نے نماز میں ہنسانا چاہا۔ اور یہی رشید  
 ہے کہ جس نے امام مالک سے سوا لگنے کی فرمائش کی تھی۔ جو ایسا شخص ہو بھلا وہ کیونکر وہ الخ  
 ہو سکتا ہے۔ اور نہ مائے جاہلیت کے بھی تہم شرفا شراب سے پرہیز کرتے تھے۔ اور اس کا پینا برا  
 جانتے تھے۔ یہی مارون الرشید ہے جس نے ابو فوارس اپنے مدبر کے ملک الشرک کو اس مجرم  
 پر چلخانہ بھیج دیا کہ وہ ہمیشہ شراب خوری میں مست رہتا ہے۔ ہاں اس سے انکار نہیں کہ وہ نمید  
 پیتا تھا جس کی علت کا علماء عراق نے قہر دیا تھا لیکن شراب کا پینا تو بالکل اتہام ہے۔ اور یہ شہرت  
 بھی اجہلات و مضعومہ سے ہے جو برابر تاریخوں میں نقل ہوتی چلی آئی ہے، قطع نظر عقلی و دہل کے



جو علامہ ابن خلدون نے لکھے ہیں چارے پاس وقتی ثبوت اس کا موجود ہے کہ عباسہ کی شادی

خاص عباسیہ خاندان میں ہوئی ہے جس کو ہم آگے چل کر لکھیں گے اب

احمد بن زہیری کی  
روایت کی غلطی

اس موقع پر یہ دکھانا ہے کہ احمد بن زہیری جو اصلی راوی اس واقعہ کا ہے

اس کی روایت کس درجے تک قابل سند ہے کیونکہ واقعات تاریخی

کے استدلال میں صرف وہی روایت مستند سمجھی جاتی ہے کہ جس میں سند کا سلسلہ علی التواتر ہو اور

سب سے اخیر راوی جس پر اخیراً حدیث کا سلسلہ ختم ہوئے ایسا شخص ہو کہ جو اس واقعہ میں شریک

نہا ہو۔ جو سلسلہ روایت طبری نے لکھا ہے وہ احمد سے چل کر آہر پر ختم ہو جاتا ہے جو ایک ہی

معتزلہ خاندان کے دو آدمی ہیں۔ ان میں سے کسی ایک کا بھی کسی محامد یا مشورے میں

شریک ہونا اور جعفر کے قتل میں موجود ہونا پایا نہیں جاتا ہے۔ کیونکہ خود طبری نے ان

لوگوں کے نام لکھے ہیں جو اس معاملے میں اول سے آخر تک مارون الرشید کے شریک

سیم رہے ہیں جو مؤرخ اس کے مدعی ہیں کہ جعفر کی شادی عباسہ سے ہوئی ہے۔ اسی ہی

شادی خاندان یرکک کی بربادی کا باعث ہوئی ان کی دلیل روایت کی حیثیت سے بس یہی ہے

کہ اس کو امام الموثقین طبری نے لکھا ہے۔ لیکن خود انہوں نے اس کی جانچ نہیں کی ہے

کہ طبری کے کون سے ایسے الفاظ ہیں جو قطعی طور پر ثبوت میں پیش ہو سکتے ہیں۔ علامہ تہ

طبری کی روایت پر جو حواشی لکھے گئے ہیں۔ ان میں کوئی سلسلہ سند متصل کا نہیں ہے جس

پر اعتبار کیا جائے بلکہ شاعرانہ خیالات کی بنا پر جو دل میں تپتا ہے لکھتے چلے گئے ہیں۔ اگر واقعی

وہ معاملات پیش آئے ہوتے جو ہم کلمہ چکے ہیں تو طبری ہی ان کو کیوں چھوڑ دیتا۔ اور چند کزور

الفاظ پر احمد بن زہری کی روایت کو ختم کر دیتا۔ کیونکہ طبری نے عقد عباسی کی صرف دو مجلس بیان کی ہیں ایک یہ کہ ہارون الرشید کو جعفر اور عباسہ دونوں سے ایسا عشق تھا کہ جب تک دونوں پیش نظر نہ ہوں بے قرار رہتا اور کسی طرح صبر ہی نہوتا۔ دوسری یہ کہ رات کی مجلس میں دونوں آتے تھے مگر ایک دوسرے کو دیکھ نہ سکتا تھا۔ اسلئے یہ تجویز ہوئی کہ شرائط خاص پر عقد کر دیا جائے تاکہ عباسہ کا جعفر کو دیکھنا سہل ہو جائے۔ پہلے سبب کو ہم تسلیم کرتے ہیں اور ہو سکتا ہے کہ ہارون الرشید کو بحفاظت طبری محبت اپنی بہن عباسہ سے اور بحفاظت ذاتی قابلیت وزیر جعفر سے ایسی محبت ہو گئی ہو جو عشق کے درجے تک پہنچتی ہے لیکن صرف مجلس میں دونوں کو شریک کرنے کے واسطے ایسی تکلیف اور خلاف شرع فعل کرنے کی ہارون کو کوئی مزدورت نہ تھی۔ کیونکہ یہ ثابت ہو چکا ہے کہ فضل۔ جعفر۔ دیکھا۔ ہارون الرشید کی اجازت سے دار الحرم میں جاتے تھے اور غلطی کی بیٹیاں اور بہنیں ان کے سامنے آتی تھیں۔ کوئی پروردہ نہ کرتا تھا۔ کیونکہ فضل و ہارون برادران رضاعی تھے۔ سلطنت اور وزارت کے خاندان میں کوئی مغائرت نہ تھی۔ ہماری میل جول اور معاشرت کے آداب ویسے ہی بتے جاتے تھے جو باب بھائی اور بیٹوں میں ہونا چاہئے۔

لیکن حقیقت یہ ہے کہ خلافت عباسیہ کے رقیبوں نے محض بدنام کرنے کے واسطے یہ قصہ

حاشیہ صفحہ دیکھ، علامہ ابن اسحق، جہاد و صبر، ص ۱۵۱، طبری نے جو انہیں لکھی ہیں وہ بالاطفاق یہی کہتے ہیں کہ جعفر کے محل کا سبب عباسہ کا سامان تھا۔ لیکن جناب رئیس المحدثین سیبک، ابن العسوی، الحسنی، الجزیری نے اپنی کتاب نہوار النجیم میں بتلایا کہ سبب تھا کہ وہ سبب یہ تھا کہ ایک ظالم اہلکات خواہ رشید بودا سبب حقیقی آں پس نفرین حضرت علی بن موسیٰ الرضا علیہ السلام کہ وہ موقوفہ وفات برائش نفرین کرو۔ سبب آئمہ ایشان حضرت کاظم علیہ السلام را ساجت کردہ و سبب شہادت آں جناب ایشان بود۔ جہاد و صبر، صفحہ ۲۰۲، مطبوعہ بیروتی

تصنیف کر کے مشہور کر دیا تھا۔ اور اسی مشہور افسانے کو طبری نے بھی بحسنہ نقل کر دیا ہے۔  
 ورنہ بھانڈا عام حالات خلیفہ ہارون الرشید۔ واقعہ شریعت۔ اور دیگر قرائن عقلی کے ہر  
 طرح پر یہ واقعہ غلط ہے۔ متاخرین مورخوں میں سے غاوند شاہ مصنف روضۃ المصنفانے بھی  
 خواہ تقلید یا بہ لحاظ حالات مشہورہ جعفر و عباس کا قصہ لکھا ہے۔ لیکن تسلیم کیا ہے کہ یہ افسانہ  
 ہے اور کسی تاریخی واقعہ میں اس کا شمار نہیں ہے۔ چنانچہ اپنے بچاؤ کے واسطے تہید میں  
 ہیں۔ ازاں جملہ قضیہ جعفر و عباسہ خواہ ہارون ست و اس قضیہ را خارجہ مشکلیں رقم از نقد نقل میکنم اگر  
 فی الجملہ مخالف تے بر وہ آیات مسودہ داشتہ باشد معذور و از مدعی طے ہذا القیاس ابن خلکان نے  
 واقعات لکھے ہیں اس سے بھی اس فرضی واقعہ کا ابطال ہوتا ہے۔ لیکن ان قیاسات کے  
 علاوہ سب سے زیادہ صحیح اور قابل اعتبار شہادت ہمارے پاس ابو محمد عبد اللہ بن مسلم بن عتیبہ زہری  
 کی تحریر ہے جس کے سلسلے کسی تحقیقات کی پھر ضرورت نہیں رہتی ہے اور تمام شہادت دور  
 ہو جاتے ہیں یہ مستند مؤرخ کتاب المعارف میں خلیفہ ہمدی عباسی کی ولادہ و وفات کے حالات  
 میں لکھتا ہے۔

ولدا محمدی موسیٰ وھل وک البانوقہ کہ ہمدی عباسی کے قیزان دکن مذکور ہے

وإھم الخیزدان ام ولد علیا وعلیہ اللہ موسیٰ ہمدی ہارون دریشیہ اور بانوقہ ایک دختر۔

حاشیہ علیہ ابو محمد عبد اللہ بن مسلم بن عتیبہ کا بت علم حقیقت اور تصدیق میں یکتا ہے زمانہ تھا پہلے جو میں بھگام کو فرمایا ہوا۔  
 اسحاق بن راہویہ۔ اور حاتم سمیتانی سے تحصیل علم کی تھی۔ کتاب المعارف۔ کتاب الکتاب۔ عیون الاخبار و طبقات الشہداء و طبقات  
 الشیخ الحدیث بشکل القرآن۔ وکالی البانوقہ اس مشہور تصنیفات میں۔ غرض تک خاص یہ کہ میں دیکھتا رہا ہے خلیفہ ہمدی کے  
 ہمدی ہارون کے معاجات سے پیشتر ہمدی میں انتقال کیا۔ ویزر و بادشاہ میں متسلل نہیں ایک شہر ہے کہ اس کے ملک کا حاکم رہا اس وجہ سے  
 دیکھ رہی مشہور۔ طبقات اللہ بک ص ۲۸۲

اور دربط بنت ابوالعباس سے علی و عبید اللہ	امام دربطہ بنت ابی العباس و العباسۃ
اور بیٹے اور ایک کیزہ عباس - اور بہترہ بنت	لام ولد - و العالیۃ و منصور و سلیمۃ
سے عالیہ - منصور - سلیمہ - تین لڑکیاں	الجبتیۃ بنت الاحبہند و یعقوب و
اور ایک کیزہ سے یعقوب اور سنی اور ایک ابراہیم تھے	لام ولد - و ابواہیم لام ولد فاما الباقیۃ
سے تین ہی میں انتقال کیا۔ باقی رہی عباس - اسکی شہابی	فماتت حبیثۃ - و اما العباسۃ فزوجھا
خلیفہ اردن الرشید نے اول محمد بن سلیمان بن علی عباسی	ہارون بن محمد بن سلیمان فمات عنھا
اور عباسی شہزادہ کا انتقال کر گیا تو ابراہیم بن صالح بن علی	فزوجھا من ابواہیم بن صالح بن علی

قبل اس کے کہ سطور قومہ بالا پر کچھ لکھا جانے یہ ظاہر کر دینا مناسب ہے کہ ابو عبد اللہ سلم ۲۱۲ھ میں جعفر برکی کے قتل کے چھبیس برس بعد پیدا ہوا۔ اور خاص مدد اختلاف مذکور میں اپنی عمر کا ایک بڑا حصہ کر کے دنیا سے انتقال کر گیا اسلئے جیسا قریب زمانہ ابو عبد اللہ کو ملا وہ طبری کو میسر نہیں آیا۔ اور جس زمانے میں اس مؤرخ نے اپنی تاریخ لکھی ہے اس وقت بلکہ کی اولاد اور متوسلین بلکہ خلیفہ ہارون الرشید کے زمانے کے لوگ موجود تھے۔ جنہوں نے جب شہم خودی حالات دیکھے تھے۔ اس صورت میں ابوسلم کی شہادت سے زیادہ اور کون مستبر شہادت ہو سکتی ہے۔ اگر فی نفسہ ایسا ہوتا تو جعفر کے عقد کے بھی حالات ضرور پیش لگھتا۔ اور طبری اور المعاریف کے الفاظ میں مقابلہ کرنے سے بھی اس بحث کا تصفیہ ہو جاتا ہے۔ کیونکہ ابو عبد اللہ نے نہ صرف جملہ کے شہروں ہی کا نام بتایا ہے بلکہ ان کے نسب نامے لکھے ہیں جس سے قطع نظر صحت واقعہ کے

عام مؤرخین کے اس الزام کا قطعی جواب ہوتا ہے کہ مارون الرشید نے صرف علت نظر کی غرض سے عباسہ کا کھلچ کر دیا تھا یہ سمجھ میں نہیں آتا ہے کہ جس دیندار خلیفہ نے اپنی بیوہ اور سوگوار بہن کو محمد بن سلیمان کے رہنے کے بعد رہنڈاپے کی مصیبتوں سے بچلایا اور شرعاً کھانا بند رکھا وہ کیونکر ایسے کھلچ کو جائز کہہ سکتا تھا جسکے شرائط کو حصول شریعت اور عقل و حکمت سے کوئی تعلق نہ ہو بلکہ صرف اپنا عیش مقصود ہو۔ ۱۱۔

کتاب المعارف سے اگرچہ یہ نہیں معلوم ہوتا ہے کہ کس عمر میں عباسہ کی پہلی شادی ہوئی لیکن شہزادی عباسہ ۱۷۰ھ ہجری میں بمقام کوفہ پیدا ہوئی تھی۔ اور ۱۸۱ھ ہجری میں جس سال مارون الرشید تخت نشین ہوا ہے اس نے محمد بن سلیمان بن علی عباسی کو بصرہ۔ بحرین۔ یمن۔ عمان۔ اجواد۔ اور فارس کی گورنری عطا کی۔ اور دوسرے سال بروز دوشنبہ ۱۸۲ھ ربیع الثانی ۱۸۲ھ (مطابق ۷۹۸ھ) حضرت عباسہ کا عقد شہزادہ محمد بن سلیمان عباسی ہاشمی امیر بصرہ سے کر دیا۔ اس وقت عباسہ کی عمر ابرس کی یعنی جو عین شادی کا وقت ہے۔ گرافسوس ہے کہ عباسہ کا یہ پیارا شوہر تین ہی برس زندہ رہا اور ۱۸۳ھ ہجری میں بمقام بصرہ لاؤلفوت ہو گیا۔ محمد بن سلیمان کے انتقال پر خلیفہ مارون الرشید نے ابراہیم بن صالح بن علی بن عبداللہ بن العباس بن عبدالمطلب سے عباسہ کا عقد کر دیا۔ المعارف کی شہادت کے علاوہ ابراہیم کے عقد کی تصدیق صالح بن ابیہ طیب ہندی

حاشیہ ۱۷ لال، اثر طبع، خلافت مارون الرشید ۱۷۰ھ یہ شہزادہ خلیفہ منصور عباسی کے زلیخہ میں کوثر کا بیگم گورنہ کا تھا صفحہ ۲۱۱ جلد ۱۱ اثر ۱۷۰ھ ہجری شادی ۱۷۰ھ ہجری اتوماتیات الاماریہ مصنف غازی عقد پاشا نے نقل کی ہے۔ جوازہ حال کی ایک مستند تاریخ ہے۔

کے حالات سے بھی ہوتی ہے۔ جس کو علامہ ابن ابی اصیبتہ نے تذکرہ عیون الالبانہ میں لکھ ہے  
اس روایت میں یہ بات بھی لحاظ کے قابل ہے کہ صالح ہندی دربار مارون الرشید کا طبیب  
تھا۔ اور اس نے ابراہیم عباسی کا ایسے وقت میں علاج کیا تھا جبکہ وہ بظاہر چکا تھا اور صحت  
کے بعد مارون الرشید نے عباسی کا عقد ابراہیم سے کیا تھا۔ لہذا وہ روایت کج تفسیر لکھی  
جاتی ہے ۴

۱۔ اطلالے ہندی میں مشہور تھا۔ معالجات اسکے مشہور ہیں  
عہد خلافت مارون الرشید میں ہندوستان سے  
عراق گیا تھا ابو الحسن یوسف بن ابراہیم الحاکم  
المعروف بابن الدایہ بروایت احمد بن رشید کا تب (مجاہد مولیٰ سلام اللابرش) بیان کرتے ہیں

صلح رسالی ابن بھلمہ ہندی  
معلیٰ ابراہیم عباسی

حاشیہ ۱۔ ابوالعباس محمد بن سید المہین حاکم بن علی بن شہر بابن ابی امیہ سابقین صدی ہجری کے مشہور علماء  
میں سے ہے۔ اس کا پکا مکمل الطول۔ مکمل العظم۔ مکمل النامہ۔ کے دربار کا طبیب تھا۔ اور انھوں کے علاج میں خصوصاً  
مشہور تھا۔ ۲۔ ہجری میں وہ فوت ہوا۔ احمد نے بھی فن طب پر توجہ کی اور یعقوب بن سحاب عیسائی کا شاگرد ہوا۔  
اور جالیئوس کی قائم کتابیں پڑھیں۔ احمد بن علی بن رجبی دمشقی سے ذکر یاد کی طب کا علمی حصہ چھوڑا۔ اسکے بعد  
قاصی القضاۃ رفیع الدین دمشقی اور سیف الدین دیلمی اور شمس الدین غوی سے علوم مجملہ حاصل کئے۔ اور تھینا ۳۳۹ ۱۱۴۶ ہجری  
میں عیون الالبانہ فی طبقات الاطباء تصنیف کی جس سے سارے دہانے میں مشہور ہو گیا۔ تمام مؤرخین کا اس پر اتفاق ہے  
کہ اطباء کے حالات میں اس جاہلیت سے کسی نے کوئی کتب نہیں لکھی ہے۔ علامہ موصوف نے علاوہ اس کتاب کے  
سالم الامم و اخبار رومی فکر و بشری خلاصہ یونان و حکایات الاطباء فی طبابت الادواء و اطباء کے تاریخی معالجات کا  
تذکرہ و کتاب التکبر و العزائم بھی تصنیف کیں ہیں۔ جن میں سے ہر ایک بے نظیر ہے ۳۔ ہجری میں بمقام مرقد  
رشام فوت ہوا۔ منتخب از تہذیب الاخلاق جلد اول نمبر ۳۰۔ مطبوعہ ۱۳۰۰۔ اکتوبر ۱۳۰۹ء بمقام علی گڑھ۔

کہ مارون الرشید کے سامنے دسترخوان پکھا ہوا تھا۔ اور لوگوں کا مجمع تھا مگر جبرئیل بن جعفر طیب اس وقت غیر حاضر تھا ایر المؤمنین نے علم دیا کہ فوراً جبرئیل بھی حاضر کیا جائے احمد نے جہاں جہاں جبرئیل کے ملنے کی امید تھی ان مکانات میں تلاش کیا مگر کہیں جبرئیل کا پتہ نہ لگا تب اطلاع کی گئی۔ مارون جبرئیل کو بھلا برا کہہ رہا تھا کہ اتنے میں جبرئیل بھی ان پہنچا مارون کو اس حال میں دیکھ کر عرض کیا کہ ”اگر ایر المؤمنین اپنے بھائی ابراہیم بن صالح کے حال پر خاموشی سے آنسو بہاتے تو مناسب تھا۔ تب مارون نے ابراہیم کا حال پوچھا جبرئیل نے کہا کہ وہ قریب الگ ہیں شاید نماز عشا تک زندہ رہیں۔ یہ سن کر رشید رونے لگا۔ دسترخوان سامنے سے اٹھا دیا گیا۔ مجلس صدمہ برہم ہو گئی۔ اتنے میں جعفر برکلی نے عرض کیا کہ ”جبرئیل کا علاج رومی ہے۔ اور صالح ہندی طیب ہے۔ اور اسی طرز پر علاج بھی کرتا ہے۔ اگر ارشاد ہو تو میں اس کو طلب کروں اور ابراہیم کے دیکھنے کو بھیجوں۔ چنانچہ خلیفہ نے منظور کیا صالح نے اچھی طرح ابراہیم کو دیکھا اور جعفر کے پاس لوٹ آیا۔ لیکن اس نے کہا کہ میں سوائے ایر المؤمنین کے اور کسی سے ابراہیم کا حال بتانا نہیں چاہتا ہوں۔ چنانچہ جعفر صالح کے مارون الرشید کی خدمت میں حاضر ہوا۔ صالح نے کہا کہ ایر المؤمنین میں اپنی جان کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ ابراہیم اس مارغی میں آج رات کو ہرگز نہیں مرے گا اور اگر مر جائے تو میرے تمام لوٹدی غلام لوحہ آمد آزاد سمجھے جائیں۔ اور کل مال و دولت میرا فقر کو تقسیم کر دیا جائے اور میری بیسیاں ملحقہ سمجھی جائیں۔ مارون الرشید نے کہا ”افسوس ہے کہ تو معاملات غیب پر طعن اٹھاتا ہے۔

صالح نے کہا۔ حضور کا دریا سچ ہے العلم عند اللہ ضرور ہے لیکن میں جو عرض کرتا ہوں  
 اس کو فیصہ کوئی تعلق نہیں ہے۔ بلکہ علمی حیثیت (تجربہ طبابت) سے عرض کرتا ہوں۔  
 یہ سنکر مارون خوش ہو گیا۔ لیکن جب عشا کا وقت آیا تو خیرائی کہ ابراہیم نے ہتھال  
 کیا یہ سنکر مارون فوراً جعفر کے پاس گیا اور صالح کو بہت کچھ برا بھلا کہا کہ اے کما کہ ہندون  
 اور اس کی طب پر لعنت ہے اور کہتا جاتا تھا کہ اے افسوس! میرا ابن عم موت کے  
 کھنٹ پی رہا ہے اور میں میث و طرب میں ڈوبا ہوا ہوں۔ چنانچہ اسی وقت اپنی جگہ  
 سے اٹھا اور ابراہیم کے گھر پر پہنچا خادموں نے قطیلاً کاسنڈ اور کرسی بچھنا شروع  
 کی۔ لیکن مارون تلوار ٹیک کر کھڑا ہو گیا۔ اور کہا کہ عزیزوں کی مصیبت میں جلوس  
 اچھا نہیں معلوم ہوتا ہے فرش سے تر کر ڈالو چنانچہ اسی جگہ زمین پر بیٹھ گیا رام سوت  
 سے فرش زمین پر بیٹھنا بنی عباس میں سنت قرار پا گیا صالح طبیب بھی خاموش کھڑا  
 تھا اور ب لوگ بھی ستائے میں تھے۔ انگلیٹھیوں سے خوشبو نکل رہی تھی۔ کہ کیا رنگی  
 صالح چچ آٹھا اور کہنے لگا کہ کراچی مچ میری بیٹیوں پر طلاق ہو گی۔ اور معدودہ سروں کے  
 عقد میں جائیگی۔ اور میری قسم ٹوٹ جائیگی۔ خدا کی قسم امیر المومنین آپ کا بھائی زندہ  
 ہے وہ فوت نہیں ہوا ہے۔ کیا آپ اس کو زندہ دفن کر دیں گے۔ آپ مجھے اجازت  
 دیں کہ میں اندر جا کر دیکھوں یہ مارون نے اجازت دی اور صالح تنہا ابراہیم کے پاس  
 گیا۔ احمد کہتا ہے کہ میں نے ایک آدمی کو یا کوئی تالی بکھا رہا ہے۔ پھر یہ آدمی  
 بند ہو گئی۔ اور ایک تکبیر کی آواز آئی۔ اور صالح بھیر کہتا ہوا نکل آیا۔ پھر کہا کہ امیر المومنین



تشریف لے چلے تاکہ میں آپ کو ایک عجیب تماشا دکھاؤں چنانچہ مارون محسوس  
 ظلم اور ابوسلم کے اندر داخل ہوا اور صالح نے ابراہیم کے داہنے ہاتھ کے انگوٹھے  
 کے ناخن میں سوئی چھبودی ابراہیم نے ہاتھ گسیٹ لیا تب صالح نے کہا کہ اگر انہیں  
 کہیں مردہ بھی دروسے حرکت کرتا ہے۔ پھر صالح نے کہا کہ ابراہیم اسی وقت باتیں  
 کر سکتا ہے مگر مجھے خوف ہے کہ اس حد سے دل پھٹ جائے اور حقیقتاً ابراہیم  
 کا دم نکل جائے کیونکہ اس وقت ابراہیم کفن میں لپٹا ہوا ہے اور حوط کی خوشبو اڑ رہی  
 ہے۔ چنانچہ کفن آتار کر غسل دیا گیا۔ اور وہ تمام خوشبوئیں بدن سے دور کی گئیں اور  
 شامانہ لباس پہنایا گیا۔ اور عمدہ عطریات لگائے گئے۔ اور خواب گاہ کے پتنگ پر لٹایا  
 اور کچھ علاج بھی کیا اور مارون سے کہا کہ تھوڑی دیر میں ابراہیم باتیں کریں گے۔  
 چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ ابراہیم کو چھینک آئی اور کروٹ بدل کر اٹھ کھڑا ہوا۔ اور بعد ازاں  
 واقعہ کے خلیفہ مارون الرشید نے اپنی بہن عباسہ بنت المہدی سے ابراہیم کا عقد  
 کر دیا اور مصر و فلسطین کی گورنری مرت فرمائی یہاں تک کہ ابراہیم نے بمقام مصر  
 انتقال کیا۔

چنانچہ اس کی تصدیق اخبار الاول سے بھی ہوتی ہے کہ خلیفہ مارون الرشید

حاشیہ: و عاش ابراہیم بعد از آنکہ دھرا مہتر توجہ العباسہ بنت المہدی و ولی مصر  
 و فلسطین و تونی مصر و قنہ و بھاسہ اخبار الاول اب ہدم صفحہ ۱۰۳ تقریری گورنر مصر بجانب  
 خلفاء ہایہ۔

نے پہلی تاریخ بیج الاول سلسلہ ہجری میں جون سنہ ۹۲ء میں ابراہیم کو مصر کی گزری  
 رحمت فرمائی تھی۔ اور آخر الامر اس شہزادے نے بھی اسی جگہ انتقال کیا۔ واقعہ مذکورہ  
 بالاسے اچھی طرح ثابت ہے کہ پہلی شادی سے قبل عباسہ کا عقد جعفر سے نہیں ہوا۔  
 کیونکہ سلسلہ ہجری سے قبل نہ مارون الرشید خود مختار والی ملک تھا اور نہ جعفر اس کا  
 وزیر تھا اور نہ دونوں کے باہمی تعلقات افراط کے درجے پر پہنچے تھے لیکن بقرض  
 یہ کہہ سکتے ہیں کہ یہ تیسرا عقد ہو گا جو بعد فوت ابراہیم عباسی کے کیا گیا۔ لیکن جس  
 عورت کے دو عقد ہو چکے ہیں اس کے تیسرے عقد میں اس قسم کے شرائط فضول  
 تھے۔ بہر حال جعفر و عباسہ کے عقد میں جس قدر طول طویل قصے لکھے گئے ہیں اور  
 جن جن پہلوؤں سے اس میں ناول کا رنگ پیدا کیا گیا ہے وہ بجائے اس کے  
 کہ مسلم قرار پاتے تاریخی اصول سے بالکل غلط ثابت ہوتے ہیں جسکے واسطے  
 کسی مزید شہادت کی ضرورت نہیں ہے ہاں ایک اعتراض یہ ہو سکتا ہے کہ اگر جعفر  
 و عباسہ کا واقعہ صحیح نہیں تھا تو پھر کیا سبب ہے کہ علاوہ طبری کے کمال بن الایثر  
 ابو الفداء وغیرہ نے جو سترہ تواریخ ہیں یہ واقعات لکھے ہیں بلکہ حدوات کو پہنچ  
 گئے ہیں اس کا جواب یہ ہے کہ ان تاریکوں کا ماخذ اصلی طبری ہے اور یہ تواریخ

حاشیہ غایت افسوس ہے کہ باوجود محنت شاقہ کے ہم کو کسی تاریخ سے ابراہیم کے عقد کی تصدیق اور عباسہ  
 کے انتقال کا سنہ معلوم نہیں ہوا اور نہ اس بحث کو ہم اور واضح طور پر لکھتے۔ سنہ ۳۰۰ ہجری ۹۱۲ء میں  
 چار شہزادے (۱۰۰۰ھ سنہ ۹۱۲ء) ابراہیم بن صالح نے انتقال کیا۔ توفیقات صفحہ ۲۸۸۔

محض طبری کی روایت کش ہیں اور چونکہ یہ تاریخیں طبری کے بعد تصنیف ہوئی ہیں اسلئے کم و بیش سب نے اس واقعہ کو نقل کر دیا ہے لیکن اصل روایت صرف ایک ہی ہے لہذا اس روایت میں کثرتِ رواۃ کی بنا پر استدلال نہیں ہو سکتا ہے اور یہ قصہ ممکن تھا کہ تاریخی حیثیت تک پہنچتا بلکہ چند روز میں خود بخود مٹ جاتا۔ لیکن ہارون الرشید نے براہِ کئے قتل میں جو بے عنفانی کی اس کا بھی یہ نتیجہ ہوا۔ کہ خیالی تصورات تصدیق کے درجے تک پہنچ گئے حالانکہ براہِ کئے خود سری کا علاج آسان تھا ایک اونٹنہ اشدرہ سے جعفر قتل ہو سکتا تھا۔ جس کی مثال بالکل خلیفہ مامون الرشید اور فضل بن سهل ذوالریاستین کا واقعہ ہے۔ کہ جب وزیرِ سلطنت پر حاوی ہو گیا۔ اور تبعائے سلطنت کے واسطے اس کا قتل ضروری سمجھا گیا۔ تو مامون کے اشارے سے وہ قتل کر دیا گیا۔ اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ براہِ کئے کی بربادی کے اسباب بالکل ملکی ہیں جیسا کہ ذیل کے واقعات اور ہارون الرشید کے اقوال سے ثابت ہوتا ہے کہ خلافت عباسیہ میں اس خاندان کا اجتماع ناممکن ہو گیا تھا۔

عالمیہ نیت المہدی کی روایت ابن بدردون راوی ہے کہ قتل جعفر کے بعد علیہ

حاشیہ: صلح زمانہ حال کے عہدی اور ترکی سورفوں نے بھی لکھا ہے کہ واقعہ صغیر عباسہ محض امنا ہے۔ اور جعفر کے قتل کے اسباب ملکی ہیں۔ اور یہی فیصلہ علیگڑھ کالج کے یونیورسٹی میں ہوا تھا۔ و سٹر مارٹن صاحب بہادر پرنسپل کے عہد میں ہوا۔ اس زمانہ میں اس مسئلے کی بڑی شہرت تھی۔ اور اخبارات میں بھی یہ واقعہ شہرت ہوا تھا۔

بنت المہدی نے مارون الرشید سے پوچھا کہ بھائی صاحب! جب آپ نے جعفر کو قتل کیا ہے اس دن سے میں کبھیتی ہوں کہ ایک دن بھی آپ کا خوشی میں بسر نہیں ہو اسکا کیا سبب ہے اور یہ کہ آپ نے جعفر کو کس وجہ سے قتل کیا ہے؟ یہ سنکر رشید نے کہا کہ۔  
 ”میری جان! اگر مجھے معلوم ہوا کہ میری قمیص بھی جعفر کے قتل کا سبب جانتی ہے تو میں اس کو جلادوں“

اس سے بھی زیادہ واضح الفاظ میں مارون نے خود جعفر کے قتل کا سبب اس وقت بیان کیا ہے۔ جب قتل جعفر کے بعد اصلی خیالات لوگوں سے دریافت کئے ہیں۔

وہ ہوا +

عیسے پسر فرزدشاہ صالح بن سلیمان عباسی سے راوی ہے کہ قتل جعفر کے بعد جعفر کے بعد جعفر کو مارون الرشید نے ملازمت سے برخواست کر دیا۔  
 خیالات کا اندازہ کیونکہ میں جعفر برکلی کا آور وہ تھا۔ لیکن چند روز بعد مجھے بلایا اس وقت

خلیفہ خلوت میں بیٹھا ہوا تھا۔ سوائے ایک دو خادموں کے اور کوئی نہ تھا۔ مجھ سے کہا کہ میں ایک بات دریافت کرنا چاہتا ہوں۔ لیکن یاد رہے کہ اگر جھوٹ ہوا تو میرے ہاتھ سے مافی الحال ہے۔ میں نے عرض کیا کہ ”امیر المؤمنین کیا مجھے اپنی جان عزیز نہیں ہے کہ میں جھوٹ عرض کر دے گا؟“ یہ سنکر سب کو نصحت کر دیا۔ جب تنہائی ہوئی تو مجھ سے کہا کہ تجھے خدا کی قسم! سچ سچ بتلا دے کہ جعفر نے میرے قتل کی کونسی تدبیر سوچی تھی۔

حاشیہ: تاریخ مشاہیر بنی صفہ۔

کہا ذہر خرفانی کی نیت تھی۔ یا تلوار سے سر جدا کرنا منظور تھا۔ تو جعفر کا ہر اذر پارہے اسلئے  
 تجھے یہ حال خوب معلوم ہو گا۔“ میں نے خدا اور رسول کی قسم کھا کر عرض کیا کہ جعفر نے  
 کوئی تدبیر امیر المومنین کے قتل کی نہیں کی تھی۔ بلکہ وہ سچا خیر خواہ تھا۔ ایک دفعہ کا  
 ذکر ہے کہ میں نے جعفر کا اسلحہ خانہ دیکھا کہ معمولی مقدار سے زیادہ آلات حرب جمع  
 تھے۔ میرا دل کھٹکا۔ اور وزیر السلطنۃ سے خلوت میں پوچھا کہ حضور کو اس قدر اسلحہ  
 کی کیا ضرورت ہے۔ یہ تو بادشاہوں کا کام ہے۔ آپ کے کس مصرف کے ہیں۔ جعفر  
 نے کہا کہ یہ سچ ہے لیکن اگر امیر المومنین پر کوئی غنیم چڑھے آئے اس وقت یہ کام آ  
 ہیں۔ تب میں نے کہا کہ خلیفہ تو خود ہی آپ کی فکر میں ہیں۔ یہ سنکر جعفر نے کہا کہ بربکعبہ۔  
 اگر امیر المومنین میرے جسم کے ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالیں تب بھی میں مرنے کے حق  
 نعمت نہیں بھول سکتا ہوں۔ ظاہر و باطن میں امیر المومنین اور مرنے کی اولاد کا  
 میں خیر خواہ ہوں۔ یہ سنکر مارون نے کہا کہ میں جعفر کو صرف معاملات سلطنت کے  
 لحاظ سے قتل کیا ہے۔ اور مصلحت ملکی اس وقت بھی ہاں فوس! اگر سلطنت  
 نہ ہوتی تو جعفر کیوں قتل کیا جاتا؟۔ قیامت کے دن میں جعفر کو کیا سزا دکھاؤں گا۔  
 لیکن مجھے امید ہے کہ وہ اخلاقانہ فیاضی سے ہرگز اپنے خون کا دعوے مجھ پر نہ کرے گا۔  
 اس کے بعد مارون رونے لگا۔ اور جعفر کا خوب ہی فوج کیا۔ اور مجھے علیحدہ  
 پر بحال کر دیا۔ اب اس بحث کو ہم خلیفہ مامون الرشید کی ایک ملکی تقریر پر ختم  
 کرتے ہیں جو ایک موقع پر احمد بن داؤد سے مخاطب ہو کر کی تھی۔ اور جو اس موقع



فی لغہ خاندان براکہ کی تباہی کے اسباب ملکی ہیں۔ ابتداءً جزئی جزئی واقعات سے مارون الرشید کے اشتعال کو تحریک ہوئی اور جب براکہ حقیقتاً تمام ملک کے مالک بن گئے اور مارون الرشید برائے نام خلیفہ رہ گیا۔ اس وقت سیاست ملکی کے قانون نے قطعی طور پر استیصال کر دیا بلحاظ طرز حکومت زمانہ موجود مارون پر یہ الزام لگایا جاسکتا ہے کہ اس نے براکہ پر بڑا ظلم کیا۔ لیکن جب عام طور پر شخصی سلطنتوں کے اختیارات اور ان کی مجبوریوں پر نظر ڈالی جاتی ہے اس وقت یہ سنگین جرم محض خفیف ہو جاتا ہے۔ اور انصافاً یہی کہنا پڑتا ہے کہ جو کچھ ہونا سب تھا۔ یہی حال مارون اور براکہ کا ہے۔ اب ہم براکہ کے وہ حالات لکھتے ہیں جن کو تمام مؤرخین نے استبازوال سے تعبیر کیا ہے۔

**تیارمی قصر جعفر برکی** زمانہ کا دستور ہے کہ جب کسی امیر یا وزیر السلطنت سے بادشاہ ناراض ہو جاتا ہے تو اس کا ہر فعل گناہ۔ اور ہر کام عیوب سمجھا جاتا ہے۔ کامل بن الاثیر کی روایت ہے کہ منجملہ اسباب ذوال کے ایک سبب بھی تھا کہ جعفر نے خاص دارالخلافہ بغداد میں ایک نئے نظیر عمارت تیار کی۔ اور جس کی تیاری میں دو کروڑ درہم صرف کر ڈالے۔ جعفر کی یہ اولوالنظمی حقیقت میں مارون کے واسطے باعث غصہ تھی کیونکہ خلیفہ ابو جعفر منصور عباسی نے (مارون کا دادا تھا) جب بغداد کی تعمیر کی تو اس کی بھی کل فیاضی جعفر برکی کے ایک قصر کے برابر یعنی دو کروڑ درہم تھی۔ مارون نے یہ خیال کیا کہ جب ایک قصر کی تیاری میں اس قدر صرف

ہوا ہے تو دیگر مصارف کا کیا ٹھکانہ ہے۔ جب یہ قصر رفیع الشان بنکر تیار ہو گیا اور جعفر نے اس میں رہنا چاہا تو ایک تاریخ مقرر کر کے چند بخومی جمع کیے اور ان سے پوچھا کہ اس مکان میں جانے کے واسطے کونسی تاریخ سعید ہے سب نے داسٹجہ بنا کر دن اور وقت تجویز کیا۔ اور یہ قرار پایا کہ جعفر بر کئی وقت شب اس جدید مکان میں داخل ہو چنانچہ جعفر اپنے مکان کو جارا تھا۔ رات کا وقت سناٹے کا عالم تھا لوگ آرام کر رہے تھے لیکن ایک شخص کھڑا ہوا کہ رات تھا

تدبر بالجموم ولست تدبر	تم تلو ان بن کستاروں پر اپنی تدبیر قائم کرتے ہو۔
ورب الجسم لفعیل ما سیئاء	اور ستاروں کا مذاہم چاہتا ہے کرتا ہے۔

یہ جربہ شمسکر جعفر خیر گیا اور قائل سے پوچھا کہ تمہارا اس شعر کے پڑھنے سے کیا مطلب ہے اس نے کہا کچھ نہیں۔ اتفاقہ زبان سے نکل گیا ہے جعفر نے اس کو تو انعام دے کر رخصت کر دیا لیکن اپنے حق میں اس نے بدفالی سمجھی۔ جب جعفر مکان میں داخل ہوا تو شعر اس نے مبارکباد کے قصیدے پڑھے اور ابو نواس شاعر نے بھی ایک مدحیہ قصیدہ پڑھا۔ لیکن اتفاق سے اس میں یہ دو شعر اس کی زبان سے نکل گئے۔

اربع البلائ ان الخشوع لبادی	اے مکان ٹیکستکی کا آثار تجھ پر ظاہر ہے۔
علیک وانی لہ اخناک وعدادی	لیکن میں نے تیری دوستی میں خیانت نہیں کی۔



اے برک کی اولاد جب تم دیلے گم ہو جاؤ۔  
تو دنیا کو مسلم ہے۔

سلام علی الدنیا اذا ما فقدتم  
بنی ہومک مزارا تخین وغادی

جعفر نے جب یہ تشبیہ کے اشعار سنے تو بہت افسوس کیا۔ اور ابو نو اس سے کہا کہ "مذا  
مقصود رکھے تم نے آج ہماری موت کی خبر سنائی ہے" اس کے مقصودے دون کے بعد جعفر قتل  
کیا گیا چنانچہ اس کی تائید ابراہیم بن ہمدی اور جعفر کی حسب ذیل گفتگو سے بھی ہوتی ہے۔  
ابراہیم بن ہمدی عباسی راوی ہے کہ میں ایک دن جعفر کے اس نئے محل میں گیا جعفر کو  
نہایت غضب ناک پایا۔ لیکن مجھے دیکھا تو معاف کیا اور مجلس میں جا کر بیٹھ گیا۔ جب غصہ  
دھما ہوا تو میں نے پوچھا کہ برہم می مزاج کا باعث کیا تھا؟ جعفر نے کہا کہ "منصور جو ہمارا  
دشمن ہے۔ آج اس مکان میں آیا تھا میں نے اُس سے پوچھا کہ بغداد یا اس کے اطراف  
میں بلخاڑ عمارت۔ اور کمال صنعت کوئی دوسری عمارت ہے جو اس قصر کے مثل ہو۔ اور آپ کی  
فطردوں میں کیسی معلوم ہوتی ہے۔ یہ سنکر منصور نے کہا کہ اس میں ایک عیب ہے میں نے  
پوچھا کہ وہ کیا؟ کہا کہ اس میں کھجور کا درخت نہیں ہے۔ اس کا یہ جواب سنکر میں نے کہا  
سبحان اللہ۔ دو کروڑ کی رقم تو صرف ہو چکی ہے اور آپ اس میں عیب نکالتے ہیں یہ جب  
جعفر کہہ چکا تو میں نے کہا کہ آپ کو معلوم ہے کہ منصور عاصداور دشمن ہے کیا عجب ہے کہ  
یہ ساری باتیں خلیفہ دارون الرشید سے کہدے کہ وزیر السلطنت نے نئے محل میں تو ہتھ  
صرف کیا ہے دیگر جواہرات اور مال کا کیا شمار ہوگا۔ اگر دارون نے منصور کا یہ قول تسلیم

کر لیا تو آپ قیاس فرما سکتے ہیں کہ اس کے مزاج کا کیا حال ہو گا؟ یہ سن کر جعفر ہنس پڑا اور مجھ سے مخاطب ہو کر کہا کہ ”جو لوگ دولت کو جمع کر کے دغینہ کرتے ہیں بھلا وہ ایسی عمارت کیونکر بنا سکتے ہیں۔ اور میں نے یہ مکان اس لئے بنایا ہے کہ لوگ دیکھیں اور سمجھیں کہ مجھ کو خدا نے اپنی مہربانی سے کس قدر دولت عطا فرمائی ہے۔ اور اصل میں میں نے یہ مکان بنا کر منعم حقیقی کے عیضے کا اظہار کیا ہے۔ لہذا آپ ہی خیال کیجئے کہ یہ صرف خوشامیث لطفانی میں ہوا ہے یا اظہارِ تحمل میں۔ اور میرا اشارہ فی سبیلِ امد ہے۔ میں نہیں چاہتا ہوں کہ اگر میں دنیا سے رخصت ہوں۔ تو مال و دولت کے خزانے چھوڑ جاؤں۔ کیونکہ غلیفہ میری جاگیر اور خزانوں کی فکر میں ہے۔ جو کچھ ہے صرف کر کے جاؤں گا اور میرے بعد آپ کو یہ معلوم ہو جائے گا کہ میرے بپ بھی اور بھائی فضل کے پاس کس قدر سرمایہ تھا اور گھر سے کیا برآمد ہوا۔“ ابراہیم کا قول ہے کہ تحقیق میں جیسا جعفر کہتا تھا ویسا ہی ہوا۔ اور جعفر کے قتل کے بعد جب براء کہہ کے مکانات کی تماشی لی گئی تو جیسے یہاں تھا اس کا ہزار دہاں حصہ بھی ذبحر آمد ہوا۔ مؤرخ طبری بردایت علی بن سلیمان لکھتا ہے کہ جعفر برکمی یہ کہا کرتا تھا کہ ”میرے مکان میں کوئی عیب نہیں ہے۔ ہاں یہ مزدور ہے کہ اس کے مالک کی عمر کو تار ہے۔“

حاشیہ: طبری کہہ رہا ہے مدفون۔ مطبوعہ المیڈن جعفر نے خاص اہتمام سے میل بنایا تھا۔ اور وقت تیاری کے بعد چھاپے ہوئے اس مکان کو کیسا بڑاؤں۔ بیچنے والے جواب دیا کہ مکان گویا ایک تیسرے چارے کا حیلہ بناؤ۔ تنگ۔ از عہد القریہ۔

## خریداری بارعہ کینز

تمام مؤرخین کا اس پر اتفاق ہے کہ خلیفہ دارون ارشد تخت  
 خلافت پر بیٹھ کر تمام مالی و ملکی انتظامات اپنے وزیر کے پر  
 کر دئے تھے۔ کل خزانے کا مالک وزیر اعظم تھا۔ جب کبھی اسے کی ضرورت ہوتی تو خلیفہ  
 کو وزیر سے درخواست کرنا پڑتی تھی لیکن اس پر بھی یہ حال تھا کہ کبھی ملتا تھا اور کبھی  
 نہیں۔ چنانچہ ایک مرتبہ ایک کینز بکنے آئی جس کا نام بارعہ تھا۔ موسیقی۔ حساب۔  
 خوشنویسی میں کامل دستگاہ رکھتی تھی۔ اور اس کے مالک نے یہ قسم کھائی تھی کہ ایک  
 لاکھ درہم سے کم پر نہ فروخت کر دوں گا۔ اور دارون اس کینز کا شیدا تھا۔ جعفر سے کہا کہ ایک  
 لاکھ درہم خزانے سے دیدیا جائے۔ جعفر نے یسے سے مشورہ کیا اور کہا کہ اگر رشید اسی طرح  
 پر خرچ کرے گا تو خزانہ جلد خالی ہو جائے گا، چنانچہ جعفر نے یہ حکمت کی کہ خزانے سے  
 توڑے نکال نکال کر راستے میں پھیلا دئے تاکہ دارون کی اس پر نظر پڑے کیا عجب ہے  
 کہ اس طرح خریداری سے باداؤ سے چنانچہ جب خلیفہ کی نظر روپے کے اس انبار پر  
 پڑی جو گزرگاہ میں ڈھیر تھا تو غراہی سے پوچھا کہ یہ روپیہ کیسا کبھراڑا ہوا ہے اس نے  
 کہا کہ بادعہ کی قیمت کے واسطے یہ روپیہ خزانے سے نکالا گیا ہے۔ چنانچہ اس وقت تو غراہی  
 کینز کی بتوی ہو گئی۔ لیکن دارون نے ایک مکان ملحدہ بنوایا اور اس کا نام بیت المال  
 عروس رکھا اور روپیہ اس میں امانت رکھوا دیا۔ اور بعد اس واقعہ کے خزانے  
 کی جانچ شروع کی تو معلوم ہوا کہ براقہ نے خزانہ خالی کر دیا ہے ۴

## (۳) ابوالزبیر محمد بن لیث کی شکایت

دنیا میں کیسا ہی قافل اور مدبر کیوں نہ ہو لیکن یہ ممکن نہیں  
ہے کہ وہ تمام ملک کو راضی رکھ سکے۔ براہ کے اوج حشم  
کو دیکھ کر اکثر حاسد اور دشمن پیدا ہو گئے تھے۔ ان میں سے

محمد بن لیث بھی ایک قوی دشمن براہ کا تھا۔ چنانچہ ثمانہ ابن اشرس بروایت احمد بن  
یوسف روایت کرتا ہے کہ محمد بن لیث نے جو عہد خلیفہ ہارون الرشید میں ایک باوقار  
عالم تھا۔ خلیفہ کو ایک طولانی خط لکھا جس کا خلاصہ یہ ہے کہ "امیر المؤمنین اقیامت کے  
دن تو خدا کو کیا جواب دیگا کہ تو نے مجھے ابن خالد اور اس کی اولاد کو مسلمانوں پر حاکم مقرر  
کر رکھا ہے۔ جو کام اہل اسلام کا تھا وہ زندہ یقینوں کے سپرد کیا ہے" خط کا مضمون پڑھ کر  
ہارون چپ ہو رہا اور ایک دن کبھی بڑکی سے پوچھا کہ محمد بن لیث کے حق میں آپ کا  
کیا خیال ہے۔ مجھے انے کہا کہ امیر المؤمنین وہ منافق اور مرتد ہے۔ مذہب اسلام سے  
اُسے کوئی تعلق نہیں ہے۔ صرف اپنی شیریں زبانی سے لوگوں کو فریب دیتا ہے۔  
اور مسلمانوں کی بدگوئی اور جھوٹی شکایتیں کیا کرتا ہے۔"

بہر حال براہ کے مذہب اور عقائد کی طرف سے ہارون کو ایک قسم کا مشتبہ خیال  
پیدا ہو گیا تھا لیکن فی نفسہ یہ فاندان مذہب اسلام کا پابند تھا۔ گو فلسفے کے ذوق نے  
زندہ اور امتداد سے منسوب کر دیا تھا۔ لیکن مؤرخین کے نزدیک براہ کی حقیقت میں زیادہ  
سے نہیں تھے۔

## فضل بن یحییٰ کی مخالفت

لے کر کے کھلے ہوئے دشمنوں میں ایک فضل بن یحییٰ صاحب بھی تھا۔ جو براہ کی برابری کا دعویدار تھا۔ اگر اُس کا اختیار ہوتا تو وہ بھی براہ کے جیسے پر پختہ اُس کے بھراور جاسوس صرف اسی کام کیواسطے

مقرر تھے کہ وہ اس خاندان کے جزو کل حالات جو روزمرہ معلوم ہوں دریافت کیا کریں۔ اور جو نئی بات معلوم ہوتی وہ فوراً کارون الرشید سے جا کر کہہ دیتا۔ جس سے کارون کا دل پھر گیا تھا۔ عبداللہ بن سلیمان بن وہب کا قول ہے کہ ”جب خدا کسی قوم کا زوال نعمت اور طاقت چاہتا ہے تو اُس کے اسباب بھی پیدا کر دیتا ہے چنانچہ براہ کے زوال میں یہ بھی ایک سبب تھا کہ وہ فضل بن یحییٰ کے معاملات میں پہلو تہی کرتے تھے۔ ایک دن کا ذکر ہے کہ فضل یحییٰ برکلی کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اُس وقت یحییٰ لوگوں کی حاجت روائی کر رہا تھا۔ چنانچہ فضل نے بھی دس رتے مختلف مضمون کے پیش کئے یحییٰ نے ہر ایک میں کوئی نہ کوئی عیب نکال کر اُس کو واپس کر دیے۔ تب فضل غصے ہو کر اٹھ کھڑا ہوا۔ جعفر بھی اُس وقت یحییٰ کے پاس موجود تھا۔ روانگی کے وقت یحییٰ نے ایک خادم کو حکم دیا کہ فوراً دوڑو جس وقت فضل گھوڑے پر سوار ہونے لگے تو سننا دیکھو وہ کیا کہتا ہے کیونکہ انسان اپنے ولی خیالات کا اظہار تین موقعوں پر کرتا ہے اول جب پنگ پر قصد آرام لیتا چاہتا ہے۔ دوم سرے جب اپنی بی بی کے

حاشیہ ص ۱۵۷ ایہ بیان دمری جلد ۱ ص ۱۲۷ تاریخ ص ۱۹۱ علیہ منصور مہدی اور ناد کی کتابے میں بھی فضل صاحب  
مخالفت ابن خلکان جلد ص ۱۱۷ درآؤ ایمان یا فتنی۔

پاس تھا بیٹھتا ہے یہ قسم کے جب گھوڑے پر سوار ہوتا ہے پہنچے جس وقت **فضل**  
گھوڑے پر سوار ہوا تو اس کی زبان پر یہ شعر جاری تھا۔

متی وعسی شیخ الزمان عنانہ	کب راوریر عریب ہے زمانہ اپنی باگ پیرے گا۔
بتصرف حال والزمان عشور	حالت کو بدل کر اصرار نہ بڑا ٹھوکر کھائے مالہ

یہی نے یہ سنا تو فضل کو ہلایا اور سب کام کر دیئے چنانچہ اس وقت کے چند بھائی بعد برائے کا زوالی ہوا علاوہ محمد بن  
اور فضل بیج کے اسمیل بن صبیح بھی برائے کی برائیاں ماروں سے بیان کیا کرتا تھا اور ممکن ہے کہ اکثر  
لوگ ایسے مخالف ہونگے جس سے ماروں کا اشتعال بڑھ گیا تھا  
خلیفہ ماروں ارشد کے خاص مصاحب ہیں فراوہ محمد کی شہرہ  
شخص تھا۔ ایک دن غلوت خاص میں فراوہ اور جعفر برکی دووں

**فراوہ محمد مشیر خاص**  
**کی گمشدگی**

موجود تھے فراوہ نے اس خیال سے کہ شاید خلیفہ کو کوئی ملازگی بات وزیر سے کہنا منظور ہو اجازت لیکر  
جانچا مالکین ماروں نے حکم نہیں دیا تب جعفر نے اشارتاً سمجھا کہ فراوہ سے کوئی خاص بات کہنا منظور ہے اور خود  
اجازت لے کر رخصت ہو گیا۔ اور ایک خادم سے کہتا گیا کہ جب فراوہ چلا جائے تو مجھ  
سے آنکر اطلاع کرنا۔ جب غلوت ہو گئی اور سو سے اس مصاحب کے کوئی باقی نہ رہا۔ تو  
ماروں نے فراوہ سے کہا کہ تم مجھ سے خاص مصاحب ہو۔ چنانچہ ہو سکے جعفر سے پیچھے  
رہنا کیونکہ میری خاص مہربانیاں جعفر کے رشک حسد کا باعث ہو گئی۔ ایسا نہ کہ تم کو کوئی سمجھ

حاشیہ میں جامع الحکایات میں اشارت لکھے ہیں جو عربی کا ترجمہ ہیں۔

قصہ عجیب و غریب عنان مجروحانہ  
سرور سیرت مجتہد تراپس از اندوہ  
صفحات اہل زمان در زمان مجروحانہ  
چو حال گردان حال جہاں مجروحانہ

صدمہ پہنچ جائے۔ ذرا وہ نے عرض کیا کہ ”امیر المومنین کی محبت اور غیر خواہی بیوی بھالفا ہے۔ جب تک یہ ستم کم ہے مجھے کوئی صدمہ نہیں پہنچا سکتا ہے“ اور چلتے وقت بہت سی راز کی باتیں ذرا وہ سے کہیں جب جعفر کو معلوم ہوا کہ ذرا وہ خلیفہ سے رخصت ہو کر اپنے مکان پر پہنچ گیا ہے۔ تو خود ذرا وہ کے مکان پر گیا جہاں تک ممکن ہوا ذرا وہ نے وزیر کی عورت اور تعظیم کی اور ادھر ادھر کی باتیں کرتا رہا۔ آخر جعفر نے پوچھا کہ آج جن خاص معاملات پر خلیفہ سے گفتگو ہوئی ہے میں اس کو سننا چاہتا ہوں۔ ذرا وہ نے بہت کچھ معذرت کے بعد کہا کہ ”کجگویہ زبان نہیں ہے کہ امیر المومنین کے اسرار کسی غیر سے کہوں اور غائب کو آپ بھی جائزہ نہیں کے“

جب جعفر کا اصرار ختم ہو گیا اور ذرا وہ نے کچھ نہ بتایا تب جعفر رخصت ہو کر اپنے مکان میں آیا اور ذرا وہ فوراً خلیفہ کے حضور میں حاضر ہوا اور جو گفتگو ابھی ہوئی تھی وہ سب کہہ سنائی بارون رشید۔ جعفر پر بہت غصہ ہوا اور ولی بیخ بھی بڑھ گیا۔ اور ذرا وہ سے کہا کہ ”جعفر تمہارا دشمن ہو گیا ہے لیکن اطمینان رکھو اس کی بات جو تمہارے خلاف ہو گی نہ سنو نہ لگا۔ بلکہ تمہارے موجودہ اعزاز میں بھی اضافہ کروں گا۔“ چنانچہ ذرا وہ پر اطمینان رخصت ہو گیا اور اپنے ایک خادم کو جعفر کے پاس روانہ کر دیا۔ اور جو گفتگو ابھی خلیفہ سے ہوئی تھی اس کی اطلاع جعفر کو کر دی۔ جعفر کو کھٹکا ہوا۔ اور سمجھا کہ واقعی خلیفہ ہر جرم کا انتقام لے گا۔ اسلئے جعفر نے مناسب سمجھا کہ کسی حکمت سے ذرا وہ کو خلیفہ کی نظر سے پرشیدہ کرنے۔ ہر چند یہ مشکل کام تھا لیکن جعفر نے تمام حجاب۔ اور مصاحبین اور خدام کو اپنی طرف

ملا۔ اور کسی کی مجال نہ رہی کہ کوئی جعفر کے خلاف ایک بات بھی زبان سے نکال سکے  
 اور حاجب و خدام سے کہدیا کہ جب وہ حاضر ہو تو کوئی اس کی اطلاع خلیفہ سے نہ کرے  
 بلکہ یوں کہدے کہ اب وقت ملاقات کا گزر گیا ہے۔ یا یہ کہ اس وقت کسی کو جانے کی  
 اجازت نہیں ہے اور جب خلیفہ دریافت کرے تو ہر ایک یہی جواب دے کہ وہ اندلوں  
 بیمار ہے۔ عارضہ ہلک ہے۔ کیا عجب ہے کہ عنقریب فوت ہو جائے۔ اور جب اسی  
 طور پر چند روز گزر جائیں تو یہ کہنا کہ اس غریب کا انتقال ہو چکا ہے۔ چنانچہ جعفر کے  
 حکم کے بموجب سب نے ایسا ہی کیا۔ جب خلیفہ کو وراوہ کے انتقال کی خبر پہنچی تو شکر  
 بہت افسوس کیا اور اس کے اہل و عیال کے واسطے وظیفہ مقرر کر دیا لیکن جو لوگ  
 اس سازش میں شریک تھے ان کو اس صریحی جھوٹ سے اب دغدغہ پیدا ہوا کہ ایسا  
 نہویہ راز کھل جائے اس لئے سب کو یہ فکر ہوئی کہ کیا وراوہ قتل کر ڈالنا چاہئے یا یہ فکر کی  
 جائے کہ وہ کہیں چلا جائے اور خلیفہ کو اس کی مطلق خبر نہ ہو۔ اتفاق سے ان حالات  
 کی جعفر عبداللہ ہاشمی کو بھی جو جعفر کا دشمن تھا خبر ہو گئی وہ وراوہ سے جا کر ملا اور سب  
 حالات بیان کیے اور یہ فکر کی کہ وراوہ اور مارون الرشید کی شکار گاہ میں ملاقات کرادے  
 چنانچہ ایسا ہی کیا۔ وراوہ کو دیکھ کر مارون الرشید بہت خوش ہوا۔ او یہ سمجھ لیا کہ وہ قہمی  
 یہ سب شرا تیں جعفر کی ہیں۔ جب شکار سے واپس آیا تو ایک مجلس حسین رتبہ کی اور وراوہ  
 کی زبانی سب حالات سنے علامہ ابن خلدون تحریر فرماتے ہیں کہ جب بطور تعریف کے مجلس  
 رشید میں ایک موقع پر مخفی نے یہ اشارہ کیا۔



کاشش - ہند اپنا و عہدہ پورا کرتی -	لیت ہند    مجزئنا ما نقد
اور بھاری روح کو غم سے شفا دیتی -	و شفت النفسا مما مجند
کاشش وہ ایک دفعہ بھی خود مختار بنتی -	واسلبدت مروت واحدة
وہ شخص عاجز ہے جو خود مختار نہ ہو۔	انما العاجز من لا یستبد

تو رشید نے کہا خدا کی قسم عاجز میں ہی ہوں " اور بطور تعریف کئی مرتبہ کہا انما العاجز  
لا یستبد اس واقعہ سے بھی مارون الرشید کا جوش بڑھ گیا اور جعفر کے قتل پر توجہ ہو گیا  
اسباب مذکورہ بالا سے ثابت ہوتا ہے کہ اگرچہ یہ واقعات چھوٹے  
چھوٹے تھے مگر مارون الرشید جعفر اور اس کے خاندان  
کی طرف سے بظن ہو چکا تھا۔ اور بہت سے بُرے خیالات  
اس کے دل میں جم گئے تھے لیکن واقعات مذکورہ کو ان خطوط اور گمنام عرائض نے اور  
بھی مستحکم کر دی جو براہِ مکہ کی شکایت میں مارون کے پاس بھیجی گئیں جس میں یہ اچھی طرح  
سے مارون کو بتایا گیا کہ حقیقت میں مکہ سلطنت کے مالک تو براہِ مکہ ہیں۔ اور خلافت  
برائے نام ہے۔ چونکہ ہمدی اور منصور کے زمانے سے یہ خاندان مالک الملک ہو رہا تھا۔  
اس وجہ سے مارون کی نظر اس قدر وسیع نہیں تھی کہ وہ سمجھ لیتا کہ سلطنت اور وزارت  
میں کیا فرق ہے لیکن رعایا کی نظریں ان واقعات کو اچھی طرح دیکھ رہی تھیں۔ کہ

حاشیہ ۱۔ یہ دو قلم مضامین تاریخ برنی سے لکھا گیا ہے کچھ نحو فی تاریخ میں منقول تحریر ہے۔

نصف محمد بن خالد بن صفہ

نصف دیکھ ابن خلدون و دراقا لہن یا منی حالات جعفری کی۔

خلافہ عباسیہ غفریب نیا جرم لیا جاتی ہے۔ چنانچہ ان اشعار سے اس کی تصدیق ہوتی ہے۔ جو ایک گمنام خط میں مارون الرشید کو لکھے گئے ہیں۔

<p>خدا کی زمین کا جو امانت دار ہے۔  اور جو مل و عقد کا مالک ہے اس سے کدو۔  کو یہ بھیجی گا بیٹری طبع مالک بن بیٹھا ہے۔  تجھ میں اور اس میں کوئی حدِ حاصل نہیں۔  یہ اکنا اس کے حکم سے رو رہتا ہے۔  لیکن اس کا حکم رو نہیں ہو سکتا۔  اس نے ایک مکان بنا رکھا ہے۔  جسے کل خداس اور ہند کسی نے نہیں بنایا۔  سوئی اور اوقات اس کی ککریاں ہیں۔  اور اس کی خاک قبر اور لہان ہے۔  ہم لوگوں کو یہ ڈرتے کہ جب آپ کو قبر چھپائے گی  تو وہ ملک کا وارث ہو جائے گا۔</p>	<p>قل لا مین الله فی ارضه  ومن الیه ارجع والعتد  هلن ابن صحر اقد عندی مالکا  مثلاک ما بینکما حد  امروک مودود الم امروہ  وامروہ لیس له رد  وقد بنی الدار التی ما بیع ال  فوس لها مثلا لا المند  والدر والیا قوت حصاؤها  وتربها العنب والسند  ومخن نمخشی انتہ وارث  ملاک ان غلیک الحمد</p>
---	--

جب مارون نے یہ اشعار پڑھے تو اشتعال کی تحریک اور زیادہ ہو گئی اور بری طبع سے برا مکہ کے پیچھے پڑ گیا۔

حاشیہ: یہ اشعار منقولہ الجہان دیری جلد ۱۱ صفحہ ۱۱۷ سے نقل کئے گئے ہیں۔

عرب کا گروہ اور اس کا اقتدار  
ہر ایک سلطنت میں شخصی ہو یا جمہوری یہ

نیکنام ہو کر زندگی بسر نہیں کر سکتا ہے۔ اور لوگ اس کے قدرِ مخالف بلکہ جانی دشمن ہو جاتے ہیں۔ چنانچہ حالات خلافت مامون الرشید میں شمس العلماء لانا شبلی نعمانی بخیرِ خزانے ہیں کہ عرب کا گروہ جو دربار میں ایک بڑی قوت رکھتا تھا۔ ہمیشہ سے اہلِ محرم کا حریفِ مقابل تھا۔

مارون الرشید کے زمانے میں خاندانِ براکہ کی بربادی کے صلی باعث ہی لوگ ہوئے تھے اور یہ امر مسلم ہے کہ مارون الرشید کی سلطنت دو قوتوں سے مرکب تھی۔ فوجی قوت کا عنصر عرب تھا فوج اور اکثر سردارانِ فوج عرب تھے ملکی صیغہ عجم یعنی براہِ کھ کے ماتھے میں تھا اور اس وجہ سے وہ دولت کے مزے انھیں کو زیادہ حاصل تھے۔ یہ حالت ضرور دونوں میں رشک پیدا کرنے والی تھی۔ امین و مامون کی رقابت نے یہ عصبہ کی اور بڑھادی۔ کیونکہ عرب زبیدہ کے تعلق سے امین کے طرفدار تھے اور عجم۔ مامون کو اپنا بھانجا کہتے تھے۔ مارون الرشید جس قدر مامون کی طرف زیادہ جھکنا جاتا تھا۔ عرب اس کو اپنی شکست سمجھتے تھے اس لئے اس فتنے کے برپا کرنے میں بھی یقیناً عرب کا ہمت بڑھا ہے۔ عرب کا گروہ براکہ کی شان و شوکت اور اقتدار کو حسد کی نظر سے دیکھتا تھا۔ اور مارون کو بات بات پر برہنجیتہ کرتا تھا۔ اور جھپوٹی جھپوٹی مولیٰ

خجریں۔ جو لٹاک اور واقعات عظیم کے پیرائے میں دکھلائی جاتی تھیں جس سے مارون کا استعمال طبع روز بروز بڑھتا گیا۔

یہیحی بن عبد اللہ کی مافی

عہدارون الرشید میں جس قدر بغاوتیں حصولِ خلافت میں ہوئیں مغلہ اس کے یہیحی بن عبد اللہ الحسنی (برادر محمد مہدی لقبِ نفسِ زکیہ) کی بغاوت بھی مشہور ہے۔ مارون کے مقابلے میں بمقامِ طبرستان یہیحی نے علمِ بغاوت بلند کیا۔ چنانچہ فضلِ برکی کی حکمتِ عملی سے مارون الرشید کو کامیابی ہوئی اور یہیحی دار الخلافہ میں حاضر ہوا۔ خلیفہ نے بہ نظر احتیاط و اعتبار جعفر کو یہ حکم دیا تھا کہ وہ اس قیدی کو اپنی نگرانی میں رکھے اور جہاں تک ممکن ہے حفاظت کیجائے چنانچہ جعفر نے یہیحی کو اپنی حفاظت میں لے لیا۔ ایک دن جعفر نے یہیحی کو اپنے پاس بلایا اور سب حال دریافت کئے۔ چونکہ یہیحی کو یقین تھا کہ مارون الرشید آلِ ابوطالب کا جانی دشمن ہے اس لئے نہایت عاجزانہ لہجہ میں کہہ لے جعفر! باوجود اس فضل و تقدس کے کیا تو مجھے ہلاک کرے گا۔ کیا تجھ کو معلوم نہیں ہے کہ میں فرزندِ علی ہوں۔ خدائے عودِ جل سے ڈرا اور رسولِ مقبول کی دشمنی سے محترز رہ۔ میں بے گناہ ہوں۔ مارون نے مجھ سے فریب کیا ہے اور پناہ دیکر خلافِ معاہدہ مجھ کو قید کیا ہے! جعفر نے رحم کھا کر اس علوی کو چھوڑ دیا اور کہا کہ ”جہاں جی چاہے چلے جاؤ“ یہیحی نے کہا مجھے گرفتاری کا خوف ہے۔ تب بہرہ ریزی ایک خاص شخص یہیحی کو ایک محفوظ جگہ میں بھیج دیا۔ لیکن جعفر کے ایک

غلام نے جو فضل بن سراج کا مجر تھا یہ حال فضل سے کہہ دیا اور فضل نے موقع پا کر رشید سے سب حال بیان کیا۔ چنانچہ خلیفہ نے بعد تحقیقات کے جب واقعہ کی صحت کر لی تو ایک دن اثنائے کلام میں کھانے کے وقت جعفر سے پوچھا کہ کبھی حسینی کا کیا حال ہے؟ جعفر نے کہا ”امیر المومنین وہ بدستور قید میں ہے اور بھاری زنجیروں میں جکڑے ہے“ یہ سن کر رشید نے پھر پوچھا کہ تجھے میری جان کی قسم کیا کیے قید میں ہے؟ تب تو جعفر سمجھ گیا اور کہا۔ امیر المومنین میں نے اس کو چھوڑ دیا ہے۔ کیونکہ میرے نزدیک خلیفہ برحق کو کوئی آزار اس کی ذات سے نہیں پہنچ سکتا ہے“ مارون الرشید کو اس بجاوت انگیز طرز کے چھوڑ دینے کا نہایت افسوس ہوا لیکن بظاہر خوش ہو کر کہا کہ بہت خوب کیا۔ میرا بھی یہی ارادہ تھا۔ جب جعفر رخصت ہوا تو مارون اس کو دیکھ رہا تھا اور کہتا جاتا تھا قتلخی اللہ ان لمہ اقلک فکان مزامرہ ہا مکان“ ابوری نے اس روایت کو ابو محمد یزیدی کی ذبانی بیان کیا ہے جو ایک معتبر راوی ہے اور تحریر واقعہ کے قبل یہ لکھتے ہیں ”جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ مارون الرشید نے جعفر کو بلا سبب قتل کر دیا یہ محض غلط ہے سبب یہ تھا کہ جعفر نے یکے کو قید سے چھوڑ دیا۔ حالانکہ اس کی نظر بندی کی سخت ہدایت جعفر کو کی گئی تھی“ اس واقعہ کے بعد ہی جعفر کے قتل کا حکم صادر ہوا تھا۔ اور مارون کا غیظ و غضب پورے جوش پر تھا۔ اسباب مذکورہ بالا جو قلمبند ہو چکے ہیں وہ مختلف مؤرخین کی رائے ہیں۔ لیکن امام المؤرخین علامہ ابن خلدون نے

علامہ ابن خلدون کی رائے  
زوال براسکے پور

جعفر عباس کی شادی کے غلط افسانے پر تنقید کرنے کے بعد براہ کے ذوال پر یہ ماہ  
 لکھی ہے کہ "براہ" پورے طور پر دولت عباسیہ کے خزانوں پر قابض ہو گئے تھے۔ یہاں تک  
 کہ مارون الرشید کو ضرورت کے وقت تموڑا سا بھی روپیہ خرچہ سے نہیں ملتا تھا۔ براہ کا  
 عدم استقلال اور استحکام کے ساتھ سلطنت میں جم گیا تھا اور وہ حکومت پر غالب تھے۔ رشید  
 کو سلطنت میں دخل و تصرف کا کچھ بھی اختیار باقی نہ تھا اور تمام دنیا میں اہستہ آہستہ انکی  
 شہرت پھیل گئی تھی اور سلطنت کے تمام اعلیٰ درجے کے منصب انہوں نے حاصل کر لئے تھے  
 چنانچہ وزارت۔ کتابت۔ حجابت اور سپہ سالار محمی کے تمام محرز عہدوں  
 پر تیکے ابرہہ کی اولاد میں سے پچیس شخص مکران تھے۔ مختصر یہ کہ براہ سیف و قلم دونوں کے  
 مالک تھے۔ اور دولت عباسیہ کے قدیم جاں نثار دولت۔ سہاراج کر دئے گئے تھے اور یہ  
 سارے کرشمے بھیجی کے دم سے تھے کیونکہ وہ ایام ولیمہ محمی سے سخت نشینی تک مارون الرشید  
 کا تالیق تھا بلکہ بھیجی کی گود میں بچپن سے پرورش پاتا تھا۔ اور بھیجی کو باپ کہتا تھا۔ یہ ذریعہ  
 اور بھی اعزاز کا باعث تھا۔ تمام اعیان سلطنت براہ کی طرف متوجہ تھے۔ دور دراز ملکوں  
 سے بادشاہوں کے تحائف براہ کے پاس آتے تھے اور بھیجی سلطان کہلاتا تھا۔ اور خزانہ  
 دولت سے بھرا چلا جاتا تھا۔ تمام خاندان فقیر محمی کی دولت سے چھوٹ گیا تھا۔ چھوٹے بڑے  
 سب اس کو کہتے تھے۔ جن الفاظ میں براہ کی مع کی جاتی تھی وہ الفاظ خلیفہ کے مدعیہ تھا  
 میں بھی نہ ہوتے تھے۔ ستر اور ساکنین بڑے بڑے صلے پاتے تھے۔ تمام جاگیرات اور

حاشیہ طے غایت افسوس ہے کہ آج ان پچیس آدمیوں کے مقام معلوم ہو سکتے ہیں نہ حالت۔

علاتے براکہ کے قبضے میں تھے۔ جب یہاں تک نوبت پہنچی تو دوست بھی دشمن بن گئے اور سب بڑھ کر یہ کہہ پڑے کہ خطبہ یمنے جعفر کے ماہنال کے لوگ بھی اس کی برائی کے دیے ہو گئے۔ تب تو رشید تمام نکایتوں پر توجہ کرنے لگا اور براکہ کی معمولی فروگزاشتیں اس کو جرم سنگین معلوم ہونے لگیں۔ یہ اسباب تھے جنہوں نے براکہ کو تباہ کر دیا اور ان کی سوانح ہمارے واسطے عبرت کی داستان بن گئی۔

علامہ ابن خلدون کے ہر جملہ کی تصدیق اکثر واقعات سے ہوتی ہے۔ خصوصاً براکہ کا کل سلطنت پر قابض اور مالک کامل ہونا بہت زور کے ساتھ ثابت ہوتا ہے اور صرف

خلافت عباسیہ کے  
مالک براکہ تھے

یہی سبب جعفر کے قتل اور آل برمک کی بربادی کے واسطے کافی ہے۔ مصنف حیوۃ الجوارح لکھتا ہے کہ جب ہارون الرشید نے دار السلطنت سے نکل کر ملک کا دورہ شروع کیا تو جس جگہ اور جس باغ میں اس کے ڈیرے کھڑے ہوتے تھے۔ وہاں یہی معلوم ہوتا تھا کہ یہ برمک کی جاگیر ہے۔ ان صداؤں نے ہارون کے کان بد مزہ کر دئے تھے۔ اور بعض اشخاص کو جعفر نے بلا حکم کے قتل بھی کر ڈالا تھا۔ اس سبب سے بھی ہارون ناخوش تھا۔

متعلق اسباب زوال جہاں تک تحقیقات ہو سکی وہ سب رائیں تحریر ہو چکی ہیں۔ علامہ ابن خلکان کی ایک روایت باقی ہے وہ بھی لکھی جاتی ہے۔ سعید بن سالم سے لوگوں نے پوچھا کہ براکہ پر رشید کیوں غضب ناک ہوا۔ سعید نے کہا خدا کی قسم ان کا قصور مستلزم قتل نہ تھا۔ لیکن ان کا زمانہ طول پڑ گیا تھا۔ اور ہر طوالت کا انجام ملال ہے۔ دیکھو

عربینِ الخطاب اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہم کے زمانے کو یہ کیسا اچھا زمانہ تھا۔ عدلِ انصاف  
 ہماری تھا۔ زمانہ پُر امن تھا۔ فتوحات کی ترقی اور اسواں کی وسعت تھی۔ لیکن جب ان کے  
 زمانے نے طول پکڑا دووں خلیفہ قتل ہوئے۔ جب رشید نے دیکھا کہ براکھ کی طرف لوگ  
 رجوع ہیں۔ ان کے ملاح ہیں خود ناراض ہو گیا اور بادشاہ تو اس سے کم میں بھی ناخوش  
 ہو جاتے ہیں۔ براکھ کے دشمن بہت تھے۔ فضل ربیع وغیرہ براکھ کے محاسن کو چھپا دیتے  
 تھے اور ان کے قبائح شائع کرتے تھے چنانچہ اس کا نتیجہ وہی ہوا جو ہمارا چاہئے تھا اور کھلی  
 ہوئی مخالفتیں طرفین سے ہونے لگیں۔ اور عداوت کا اعلان پورا پورا ہو گیا۔ چنانچہ واقعات  
 ذیل سے اس کی شہادت ہوتی ہے۔ بقول حافظ شیرازی۔

ہمہ کارم ز خود کامی بہ بدنامی کشید آفر  
 نہاں کے اندر آں راز سے کز سازندہ مخفلا

حاشیہ ۱۵ حضرت عمرؓ ہمیشہ ہماری میں خلیفہ ہوئے۔ ۱۰۱ برس کی خلافت کے بعد ۶۴۴ء ہجری میں شہید ہوئے۔ اہام  
 مالیت میں جب قریش کے قبیلوں میں لڑائی ہوتی تو آپؐ سیفر ہو کر جایا کرتے تھے۔ اکثر مازہ کے جلسوں میں بھی پیش ہوتے تھے  
 اس حمد میں ملک شام۔ بعلبک۔ حمص۔ بیت المقدس۔ حلب۔ انطاکیہ۔ ہریرہ۔ آذربایجان۔ ہرات۔ جرجان فتح ہوا۔ سلطنت کفر  
 برباد ہوئی۔ سب سے پہلے امیر المومنین کا خطاب خلیفہ کیا۔ سراسر نادانانہ اور ذات کے لیے چکر مارنے پر کہے دفتر مرتب کیا گیا  
 مشرکوں میں قاضی بھیجے۔ رمضان کے چھینے میں مسجدوں میں قندیں جلائیں۔ اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ ہجری میں مسند  
 خلافت پر بیٹھے۔ ۱۰ برس خلافت کر کے ۶۵۴ء ہجری میں شہید ہوئے۔ جزیرہ فارس۔ اندلس۔ خراسان۔ مصر و طبرستان  
 کرمان۔ سجستان۔ نیشاپور۔ سیستان۔ ہستان۔ مرو۔ اور طالقان فتح ہوا ۶۵۴ء ہجری میں قرآن شریف کے سب نسخے  
 جمع کر کے دوبارہ ترتیب کیا اور وہی نسخہ تک جاری ہے۔ مسجد الحرام کو توسیع کیا۔ اور بطور پولیس کے اول سپاہی  
 مقرر کئے۔







شکار گاہ میں تھا کہ ناگاہ دور سے کچھ سوار نظر آئے۔ رشید نے پوچھا کہ یہ کس کا سوگب ہے  
 میں نے عرض کیا کہ آپ کے بھائی جعفر بن یحییٰ کی اردو لی کے سوار ہیں۔ تب اپنے اپنے  
 بائیں دیکھا تو بہت سے سوار ہمراہ رکاب تھے۔ پھر اس طرف نظر کی تو جعفر کے سوار بڑھائی  
 دئے تب مجھ سے پوچھا کہ وہ لوگ کیا ہوئے۔ میں نے عرض کیا کہ آپ کے بھائی صاحب  
 کسی دوسرے راستے سے تشریف لیگئے ہیں اور جدھر سے آپ جا رہے ہیں ان کو یہ راستہ  
 معلوم نہ ہوگا۔ کہا نہیں بلکہ بات یہ ہے کہ جعفر نے ہم کو اس قابل نہیں سمجھا کہ وہ ہمارے ساتھ  
 ہو کر زیب و زینت کا باعث ہو۔ میں نے کہا امیر المومنین معاف فرمائیے اگر جعفر کو یہ جگہ  
 معلوم ہوتی تو ہرگز تجاوز نہ کرتے اور ضرور آپ کے ساتھ ساتھ چلتے۔ تھوڑی دور چل کر  
 ایسی جگہ پہنچے جہاں موشیوں کی کثرت تھی۔ اور خوب صورت مکانات کا سلسلہ لگاتار  
 چلا گیا تھا۔ اور اسی جگہ سے گاؤں کی طرف جانے کا راستہ تھا۔ تھوڑی دور چل کر گاؤں  
 کے دروازے پہنچ گئے یہاں کی زمین سرسبز و شاداب اور عالی الموم موضع کی عمدہ حالت  
 تھی۔ کھلیاؤں میں غلہ کی افراط تھی۔ اور رعایا بھی خوش حال نظر آتی تھی۔ یہ دیکھ کر میری  
 طرف مخاطب ہوا اور پوچھا کہ یہ کس کی جاگیر ہے میں نے کہا جعفر کی یسنکر  
 چپ ہو رہا پھر ایک ٹھنڈی سانس بھری اور آگے چلا دئے میں  
 جہاں تک جانے کا اتفاق ہوا کوئی موضع بھی ایسا نہ ملا جس کی  
 حالت خراب ہوتی۔ بلکہ سرسبز و شاداب تھے۔ ہر موضع کو دیکھتا  
 اور مجھ سے پوچھتا تھا کہ یہ کس کا ہے؟ میں عرض کرتا تھا کہ آپ کے بھائی جعفر کا۔

جب شکار سے واپس آئے اور بغداد میں واپس آئے۔ میں نے گھر جانے کی اجازت چاہی۔ تب مارون نے چاروں طرف دیکھا میں بھی سمجھ گیا اور جو مجمع تھا وہ منتشر ہو گیا۔ جب میں اکیلا رہ گیا تو مجھ سے مخا طب ہوا اور کہا اسمعیل! تم دیکھتے ہو برا کہ نے دولت سے اپنا گھر بھر لیا ہے۔ خود امیر بن گئے ہیں۔ اور میری اولاد کو فقیر کر دیا ہے۔ ان کے معاملات سے میں نے اب تک غفلت کی ہے یہ پسند نہیں کرتا کہ اب اس خاندان پر بلا نازل ہو چاہتی ہے۔ پھر میں نے کہا کہ امیر المومنین کے یہ خیالات کس بنا پر ہیں کہا جو کچھ ہے ظاہر ہے۔ میں نے مزید غفلت کی ہے کیونکہ میں دیکھتا ہوں کہ شہر سے اس قدر نزدیک سسل ایک ہی پٹری پر برا کہ کی جاگیر ہے۔ میری اولاد میں سے کسی ایک کی بھی ایسی جاگیر نہیں ہے۔ دارالسلطنہ کے قریب کی تو یہ حالت ہے وہ دروازہ کالک کا معلوم نہیں کیا حال ہو گا؟ میں نے کہا کہ برا کہ تو آپ ہی کے خادم اور بندے ہیں۔ ان کا خزانہ۔ اور جاگیریں۔ حقیقت میں آپ ہی کا مال ہے۔ یہ پسند نہیں کرتا کہ غرور کی نظروں سے دیکھا اور کہا یہ بات نہیں ہے۔ بلکہ وہ بنی ہاشم کو اپنا غلام سمجھتے ہیں اور خود ہی خلیفہ ہیں۔ اور بنی عباس کے پاس جو دولت ہے اس کو بھی وہ اپنا عطیہ سمجھتے ہیں۔ میں نے کچھ اور عرض کیا تو کہا معلوم ہوتا ہے کہ تو میری باتیں ان کو بتلا دے گا۔ میں تجھ کو حکم دیتا ہوں کہ افشائے راز نہ ہو۔ اور اگر ہوا تو میں سمجھوں گا کہ یہ تیرا ہی کام ہے میں نے کہا نفوذ ہائے میں آپ کا راز کھوں یہ کیسے ہو سکتا ہے؟ خلیفہ مارون الرشید کی یہ پہلی تقریر تھی جو برا کہ کی مخالفت میں کی گئی۔ پھر میں رخصت ہو کر مکان چلا گیا اور دوسرے دن صبح کو حاضر ہوا۔ اس وقت

باب اسلام کے شرعی جانب مارون اگر شید میٹھا ہوا تھا۔ میں بھی پاس جا کر بیٹھ گیا اور  
 سامنے جانب مغرب جعفر کے محل نظر آ رہے تھے دروازے پر سردارانِ فوج۔ عمال۔ اور امراء  
 دربار کا ایک جھوم لگا ہوا تھا اور ہر روز جعفر کے دروازے پر ایسا ہی مجمع رہتا تھا۔ یہ رنگ  
 دیکھ کر میری طرف متوجہ ہوا اور کہا "اسمعیل! میں کل تم سے کیا کہتا تھا دیکھو! جعفر کے دروازے  
 پر کس قدر لوٹہری غلاموں اور سواروں کا مجمع ہے اور ایک میں ہوں کہ میرے دروازے  
 پر ایک بھی نہیں ہے؟ میں نے کہا "ایر المؤمنین آپ کو خدا کی قسم! اپنے دل میں اس قسم  
 کے خیالات نہ رکھئے۔ جعفر حقیقت میں آپ کا خادم اور غلام ہے اور سب سالار بھی ہے۔ اگر  
 اس کے دروازے پر فوج نہ ہوگی تو کس کے دروازے پر ہوگی۔ کیونکہ جعفر کا دروازہ تو  
 الٰہی نصیب آپ ہی کا دروازہ ہے! یہ سن کر کہا کہ "دیکھو گھوڑوں کی اس قدر کثرت ہے کہ یہاں  
 تک تانا لگا ہوا ہے۔ صرف میری سبکی کے واسطے جعفر ایسا کرتا ہے۔ خدا کی قسم میں ان  
 باتوں پر اب صبر نہیں کر سکتا ہوں! پھر اس کا قصہ بھڑک اٹھا اور ایسا جوش میں آیا کہ  
 گفتگو کرنا بھی بند کر دی۔ تب مجھے یقین ہو گیا کہ

بگڑی رہے کچھ ایسی کہ بنائے نہیں بنتی ہے اس سے یہ ظاہر کہ یہی حکم قضا ہے  
 اور میں اجازت لے کر گھر چلا گیا۔ راستے میں جعفر کو آتے ہوئے دیکھا میں قصداً چھپ گیا  
 اور جعفر خلیفہ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ بعد معمولی آداب کے مارون نے اپنی داہنی جانب  
 جعفر کو بٹھایا اور از حد تعظیم کی۔ دیر تک بہ خندہ پیشانی باتیں کرتا رہا۔ اور اپنے خاص خادموں  
 میں سے ایک خادم رحمت فرمایا۔ یہ خادم نہایت حسین۔ ظریف۔ کاتب۔ محاسب بہ ہوشیار۔

اور عقیل تھا۔ امیر المومنین کی اس فیاضی سے جعفر نہایت خوش ہوا حالانکہ یہ خادم جاسوس تھا اور جعفر کے حق میں بلاتھا۔ ہارون سے ایک ایک حال جعفر کا آن کر کہا کرتا تھا۔ اس واقعہ کے تیسرے دن میں جعفر کی خدمت میں حاضر ہوا جب تھلیہ ہو گیا اس وقت میں نے جعفر سے کہا کہ اگر اجازت ہو تو بطور نصیحت کے کچھ عرض کروں۔ کیونکہ میں یہ جانتا تھا کہ جو گفتگو اس وقت ہوگی یہ خادم مرضہ جاکر ہارون سے کہہ دے گا۔ جعفر نے کہا کہ آپ کو اجازت ہے جو کہنا ہے کہئے۔ اور یہ وہ زمانہ ہے کہ جب خلیفہ نے جعفر کو خراسان کا والی مقرر کر کے چند روز کے بعد معزول کر دیا تھا اور اب ہمدان کی حکومت سپرد کی گئی تھی اور سلمان سفر دست ہو رہا تھا۔ میں نے عرض کیا کہ اسے میرے سردار آپ ایسے شہر کو تشریف لے جانے والے ہیں جس کے اطراف نہایت وسیع ہیں اور خیر و برکت کی جگہ ہے۔ اگر آپ بعض جاگیریں امیر المومنین کی اولاد کے نام منتقل فرمادیں تو ترقی دولت کا باعث ہو سکتا ہے۔ جب میں کہہ چکا تو جعفر نے میری طرف غضب ناک ہو کر دیکھا۔ اور کہا کہ اے رحیم تمہارے ابن عم ہارون الرشید میرے ہی طفیل میں روٹی کھاتے ہیں۔ اور سلطنت عباسیہ کا قیام میری ذات سے ہے۔ خزانہ کو دولت سے بھر کر دیا ہے۔ اس پر بھی صبر نہیں آتا ہے۔ اب ان چیزوں پر تانک لگاٹی ہے۔ جس کو میں نے اپنی اولاد کے واسطے ذخیرہ کیا ہے کہ وہ میرے بعد ان کے کام آوے۔ خدا کی قسم اگر کوئی شے بھی مجھ سے ہارون نے طلب کی تو اس پر جلد وبال نازل ہو گا۔ میں نے عرض کیا کہ خدا کی قسم میرا آپ کا لگان ہے اس کے مطابق امیر المومنین نے ایک حرف بھی نہیں کہا ہے

بلکہ یہ تو میری ذاتی رائے ہے۔ تب جعفر نے کہا کہ پھر ایسی فضول تقریر کا کیا نتیجہ ہے اور میں تھوڑی دیر بیٹھ کر اپنے گھر چلا گیا۔ اور اُس دن سے نہ میں جعفر کے پاس گیا نہ دربار میں حاضر ہوا۔ کیونکہ میں نے سمجھا کہ یہ وزیر ہے اور وہ بادشاہ۔ ان کے جھگڑے میں پڑنا فضول ہے۔ دونوں آپس میں نبٹ لینگے۔ لیکن زوالِ براکہ میں اب کچھ دیر نہیں ہے کیونکہ اُن کے معاملات میں کمزوری آگئی ہے۔ بعد اس کے خادم ام جعفر نے مجھ سے بیان کیا کہ اُس غلام نے جو بطور مخبر تعینات تھا یہ تمام باتیں جو مجھ سے اور جعفر سے ہوئیں تھیں مارون کو کچھ بھیجیں اور وہ اُس کے پڑھتے ہی غضب ناک ہو گیا۔ اور براکہ کی بربادی کے چیلے سوچنے لگا۔

تفویض حکومت خراسان<sup>(۱۳)</sup>  
علی بن عیسیٰ

براکہ کی سب سے بڑی جاگیر جس پر تمام فیمانیوں اور اخراجات کا دار و مدار تھا۔ وہ خراسان کا ملک تھا۔ کیونکہ معمولی مال گزاری و دخل خزانہ

ہوتی تھی۔ باقی متفرقات آمدنی کے مالک براکہ تھے۔ اس جاگیر کا رشک و حسد سب سے زیادہ علی بن عیسیٰ بن ہامان بن مالک کو تھا اور اُس کی ہمیشہ یہ کوشش رہی کہ جس طرح ممکن ہو یہ صوبہ براکہ کے قبضے سے نکل کر میرے پاس آجائے۔ لہذا ہمیشہ جعفر اور عیسیٰ کی برائیاں بیان کیا کرتا تھا جب مارون کا مزاج براکہ کی طرف سے برہم دیکھا تو دل کھول کر خُوبی شکایتیں کیں۔ اور دیکھنے کے احسانات بالکل بھلا دیئے۔ جس وقت علی کی تقرری کا مارون الرشید نے ارادہ کیا تو عیسیٰ سے مشورہ کیا کہ اگر آپ کی رائے ہو تو





کے ہر وقت امید ہر ہو۔ اور اس کا کبھی خیال مت کرو کہ جو جاگیر فضل اور جعفر کے قبضے میں تھی آج اس پر کون قابض ہے۔ عدل و انصاف بڑی دولت ہے یہ باتھ سے نہ جانے پائے دنیا کی سرخروئی اور آخرت کی نجات اسی پر ہے۔ والسلام جب یحییٰ کی تحریر علی کے ملاحظے سے گزری تو بہت خوش ہوا۔ اور انعام و اکرام سے میر منشی کو مالال کر دیا۔ اب چونکہ یحییٰ کی مخالفت کا بھی خوف باقی نہیں تھا۔ اس لئے رہا پر سخت گیری اور ظلم کا کوئی دقیقہ اٹھا نہیں رکھد۔ موروثی جاگیریں ضبط کر لیں۔ اور جن وسائل سے روپیہ جمع ہو سکا خوب ہی فراہم کیا۔ لوگ یحییٰ سے شکایت کرتے تھے۔ مگر وہ مجبور تھا۔ چند سال کے بعد قیمتی جواہرات اور دیگر مال۔ لوٹدی۔ غلام وغیرہ لے کر علی بغداد میں داخل ہوا۔ اور بآ عام میں حاضر ہونے کی اجازت چاہی تاکہ جو تحائف خراسان سے لیا ہے اسکو علی رؤس الاشہاد پیش کرے۔ اس کارروائی سے یہ دکھانا منظور تھا کہ براء کے مقابلے میں میری کارگزاری کی ملک اور سلطنت میں وقعت ہو۔ اور خراسان کے محامل کا اندازہ بھی ہو جائے۔ چنانچہ علی کی درخواست کو خلیفہ مارون الرشید نے منظور کیا۔ اور یہ حکم دیا کہ ایک وسیع میدان میں دربار عام کی تیاریاں کی جائیں اور وہاں علی اپنی نذر پیش کرے۔ چنانچہ ایک خوش فضا میدان میں ایک فوج الشان بارگاہ سجائی گئی۔ اور صدر میں تخت شاہی بچھایا گیا علی نے نہایت فرزانگی اور سلیقہ شعاری سے اپنے تحائف کو پیش کیا۔ ایک

حاشیہ لے عہد حکومت مارون الرشید میں خراسان کا سالانہ خراج حسب ذیل تھا۔ کہ پیش ہی عہد مارون الرشید میں کھنچا پڑے۔ دکر درسی لاکھ درہم۔ چار ہزار گھوڑے۔ ایک ہزار غلام۔ بیس ہزار تھان۔ بیس ہزار رطل ٹیلے۔ دو ہزار انقروہ چاندی۔ مقررہ ابن خلدون فصل ۲۔

اشرافیوں کے انبار تھے۔ دوسری جانب دینار و درہم کے ڈھیر تھے۔ تیسری جانب ریشمی کپڑے اور قیمتی اسباب تھا۔ چوتھی جانب ترکی غلام صفت باندھے کھڑے ہوئے تھے جنکے گلے میں مصع تواریں چال تھیں اور مقصب مصری کی دستاریں ان کے سر پر تھیں۔ ان کے برابر حور و ش کیزوں کا جھرمٹ تھا۔ جن کے قیمتی لباس اور زیوروں کے جھلکا جھلی سے میدان جگمگا رہا تھا۔ مشک نامے اس کثرت سے تھے کہ بغداد کا جنگل مہک رہا تھا۔ اسکے بعد عربی اونٹ اور گھوڑوں کی قطار تھی۔ جو قیمتی ساز و براق سے مرتب تھے۔ جب یہ تحائف اپنے اپنے موقع پر سجادے گئے۔ اُس وقت امیر المومنین کی سواری آئی یہ سامان دیکھ کر خوش ہو گئے۔ اور سے سرخ۔ سفید۔ اور سیاہ انبار نظر آئے پوچھا کہ یہ کیا ہے؛ مصاحبین نے عرض کیا کہ اشرافی۔ نقرہ اور مشک اذفر کے انبار ہیں جو نظر آ رہے ہیں غرر ملک ایک ایک چیز کو دیکھتا تھا اور خوش ہوتا تھا۔ جب سب سامان دیکھ چکا تو صدر ایوان میں ان کو تخت زر نگار پر بیٹھ گیا۔ یہی اور جعفر بھی موجود تھے اور دربار لگا ہوا تھا۔ یہی نے جعفر سے کہا دیکھتے ہو؛ علی نے اس قدردت میں کس قدر غلام و ستم سے خزانہ جمع کیا ہے۔ اور یہ ساری غائش اس واسطے کی گئی ہے کہ امیر المومنین کا مزاج ہماری طرف سے برہم ہو جاوے اور لوگوں کو معلوم ہو کہ خراسان کس قدر زرخیز ملک ہے اس کارروائی سے میرے دل پر علی نے کاری زخم لگایا ہے، جعفر نے کہا کہ علی کی کارروائی پر افسوس اور رنج کرنا فضول ہے کیونکہ وہ ہمارا دشمن ہے۔ خلیفہ کی خوشنودی مزاج کے واسطے خوب رعایا سے یہ دولت حاصل کی ہے۔ لیکن تھوڑے دن میں ملک اور خلیفہ کو معلوم ہو جائے گا۔

کہ یہ روپیہ کیونکر جمع ہوا ہے۔ غراسان میں عنقریب فتنہ و فساد کی آگ بھڑکنے والی ہے۔

جگہ ایک ایک درہم کے جو غزلنے میں اس وقت لگا رہے خلیفہ کے مسودہ بنار خراج ہونے  
جب بھی ملک کی بغاوتیں دور نہو گئی۔ غراسان اور ماوراء النہر بالکل تباہ کر دیا گیا ہے۔

علی نے امیر المومنین کے ساتھ بھلائی نہیں کی ہے بلکہ یہ سلطنت کی بربادی کے آثار میں  
جعفر کی اس گفتگو کو لوگوں نے سنا تو ممدون الرشید سے اطلاع کر دی خلیفہ نے جعفر سے

پوچھا تو جعفر نے بھی صاف صاف کہہ دیا کہ امیر المومنین کو اس مال پر جو بربریا ہے وصول  
کیا گیا ہے خوش نہو چاہئے۔ خلیفہ نے یہ جواب نہایت ناگواری سے سنا۔ اور علی بن عباس

کی اس درجہ نفرت کی کہ سب دربار کو اس سے حیرت اور عبرت ہوتی تھی اور جعفر نہایت  
افسردہ دل ہو گئے جب مکان پر پہنچے تو یحییٰ نے جعفر سے کہا کہ جو تم کہتے ہو وہ بالکل سچ

ہے تمہارے اقوال اسبذر سے لکھنے کے قابل ہیں لیکن مارون لالچی اور طامع ہے اب وہ  
کچھ نہیں سنیگا۔ اور جہاں تک جو گاہاری ہلاکت کی فکر کرے گا، چنانچہ اس واقعہ کے

بعد روز بروز خلیفہ کا مزاج بگڑتا گیا احمد بن محمد قائل راوی ہے

کہ ایک دن خلوت میں مارون کے پاس میں کھڑا ہوا تھا۔

**جعفر کے قتل کا جوش**

لبان اور عطریات کی خوشبو سے تمام محل مہک رہا تھا۔ مارون لحاف اوڑھے ہوئے لیٹا  
تھا گرہاگ رہا تھا کہ جعفر برنگی آگیا اور کسی معاملے میں مشہدہ کر کے فوراً واپس ہوا۔ جب

جعفر رخصت ہوا۔ تو مارون کی زبان سے بے ساختہ یہ کلمہ نکلا کہ سائے خدا تو جعفر کو ایسی  
زینت دے کہ وہ مجھے ہلاک کرے یا مجھے اس پر قدرت مرحمت فرما کہ میں اس کا مرتن سے

جد اگر دوں۔ کیونکہ ابیری دہ کی تلخ ہے۔ یہ باتیں ہارون خود بخود کرتا تھا۔ میں نے  
 سنا تو میرا بدن کانپ اٹھا اور سمجھا اگر ہارون کو یہ معلوم ہو جائے کہ میں نے ان کلمات کو سنا  
 ہے تو وہ مجھے زندہ نہ چھوڑے گا۔ میں اسی دھن میں تھا کہ خلیفہ نے محاف سے سڑکالا اور کہا  
 کہ میں نے ابھی جو کہا ہے وہ تو نے سنا ہے میں نے انکار کیا۔ ہارون نے کہا کہ نہیں تو نے  
 ضرور سنا ہے کیونکہ اس وقت خود اور محمد بن حنفیہ تھے میں ہے۔ اگر جان عزیز ہے تو افشا سے راز  
 نہو۔ میرا اس وقت کی تو بات مل گئی لیکن چند ہی روز میں ہارون نے اپنا حصلہ پورا کیا۔

**جعفر کے قتل کا مشورہ** (۱۵۸)  
 ابو الحسن عیسیٰ بن موسیٰ راوی ہے کہ ایک دن جھکولہ لوگ  
 نے ہلا کر کہا کہ میں ایک راز مخفی کہنا چاہتا ہوں مگر غیب سمجھو

کہ افشا سے راز پتہ بچھا نہ ہو گا۔ میں نے عرض کیا کہ "امیر المومنین کی مجھ پر کمال شفقت ہوگی  
 کہ آپ مجھ سے وہ راز ظاہر نہ کریں کیونکہ ممکن ہے کہ کوئی شخص قیاس اور عقل سے وہ راز افشا  
 سمجھ جائے اس صورت میں صرف شبہ میں ابیری جان جاتی رہے گی۔ لیکن رشید نے  
 میرا عندہ نہ سنا اور کہنے لگا۔ میرا قطعی ارادہ ہے کہ ہر ایک کا استیصال کر دوں۔ اور فضل بن یحییٰ کو

**وزارت کی تبدیلی پر** (۱۶)  
 جو امیر المومنین مہدی پروردہ ہے وزارت عطا کروں مگر انفس  
 ہے کہ فضل میں ویسی عقل و دانش نہیں ہے جو ہر ایک میں ہے  
 ہارون الرشید کے خیالات  
 ایسا نہ کہ اسے زوال پر ملک میں بد امنی اور اتاری بیابا ہے

یہ خیالات اکثر میرے دل میں آتے ہیں لیکن سخت مجبور ہوں۔ نہ تو فیرت اور حسد کی مجھ میں

حاصلیہ نہ ہو۔ وہ تلخ برائی سے مجھے مجھے ہیں۔

تائب ہے اور قتل براءکہ مناسب سمجھتا ہوں۔ کیونکہ سلطنت کا قیام ان کے دم سے ہے۔  
 اس معاملے میں میری قوت فیصلہ بالکل کمزور ہے۔ تمہاری کیا رائے ہے۔ میں یہ تقریر سنکر  
 دم بخور رہ گیا۔ کیونکہ نہ تو صاف جواب دے سکتا تھا اور نہ بغیر کچھ کہے ہوئے چارہ تھا۔ اور  
 میں اچھی طرح سمجھتا تھا کہ خلافت عباسیہ کا نظم و نسق صحف اور صحیحی کے ماتھے میں ہے انکے  
 قتل ہوتے ہی خلافت کا ڈھچھوٹھیللا پڑ جائے گا۔ اس لئے میں نے عرض کیا کہ ابراہیم بنی  
 کی رائے میں میرے مشورے کی ضرورت نہیں ہے۔ لیکن جہاں تک ممکن ہو مجھ کو فکر سے  
 کام لینا مناسب ہے اور مثیلاً براءکہ کی چند خدمات کا میں نے ذکر کیا۔ رشید نے سر جھکا لیا۔  
 جس جگہ ہم لوگ بیٹھے ہوئے باتیں کر رہے تھے یہ ایک خوش فضا باغ و جلہ کے کنارے تھا۔  
 اس باغ کے متصل ایک ٹکڑا اراضی کا افتادہ تھا۔ لوگوں سے پوچھا کہ یہ کس کی مین ہے  
 کسی نے جواب نہیں دیا۔ فضل ربیع سے بھی رجو اس وقت حاجب تھا، دریافت کیا اس  
 نے بھی کہا کہ مجھ کو اس کا علم نہیں ہے تب جعفر کو بلا کر دریافت کیا اس نے اول سے آخر  
 تک اس کی تاریخ بیان کر دی کہ پہلے فلاں کے قبضے میں تھی اور اس وقت فلاں شخص  
 مالک ہے۔ تب مارون کو اطمینان ہو گیا اور نظر انماض سے میری طرف دیکھا۔ جس میں یہ

کنا یہ تھا کہ ایسے عاقل اور دانا وزیر کو کیونکر قتل کروں“ دینر حاشیہ ۲۸۰ دیکھو

## خلیفہ ہارون الرشید کی ناراضی کا اثر خاندان براکمہ پر ان کے باہمی مشورے اور ہارون و یحییٰ کا معاہدہ

جب یحییٰ برکی کو خلیفہ ہارون الرشید کے افعال و حرکات سے یقین ہو گیا کہ اس کا جوش انتقام اور غلبہ غضب کسی طرح کم نہ ہوگا اور وہ روزِ سیاہ غنیمت بآئے والا ہے کہ جعفر قتل ہو گا اور خاندان کے چھوٹے بڑے قید کی سخت مصیبتیں اٹھائیں گے اسلئے یحییٰ نے اپنے تمام خاندان کو جمع کیا۔ اور ان سے مخاطب ہو کر کہا کہ تم سب کو معلوم ہے کہ خلیفہ ہارون الرشید کا مزاج کس درجہ برہم ہے اب مصلحت یہ ہے کہ ہمارے پاس جس قدر مال۔ دولت۔ اور ہاگیریں ہیں ان کی ایک فہرست مرتب کریں۔ اول میں اپنا تمام سرمایہ پیش کروں گا۔ خاندانی عورت کا اگر کچھ

یحییٰ کا مشورہ  
خاندان سے

بھی پاس ہے تو یہ سب سرمایہ جمع کر کے ہارون کو دے دینا چاہئے۔ ممکن ہے کہ اس کا ردوائی سے اس کا غصہ ٹھنڈا ہو جائے۔ کیونکہ وہ بڑا لالچ ہے۔ میں اس کے مزاج سے خوب واقف ہوں۔ یحییٰ کی تقریر سن کر سب لڑکے دم بخور ہو گئے فصل نے جو فرزند رشید تھا۔ باپ سے مخاطب ہو کر عرض کیا کہ میرے پیارے باپ آپ کی ہمیشہ ہم سب کو نصیحت تھی کہ جہاں تک ہو سکے دنیا میں ایک نامی حامل کرو۔ مساکین و فقراء کی امانت کرو۔ دولت کو جمع مت کرو۔ اب آپ فرماتے ہیں کہ اثاث البیت کی فہرست تیار

کیجائے اور جو اندوختہ ہے وہ برآمد کیا جاوے۔ آپ کو خوب معلوم ہے کہ مال ہمارے پاس  
اب کہاں ہے اور اگر الامرفوق الادب حکم کی تعمیل کی جائے اور ہم اپنا کل سرمایہ مارون کے  
خوش کرنے کو دے دیں تو بھی کوئی نتیجہ نہ ہوگا۔ کیونکہ مارون طامع ہے۔ اس دولت کو  
دیکھ کر اس کی طمع کو اور تحریک ہوگی اور جلب منفعت کی غرض سے وہ ہم کو قید کر لیکا۔  
میرے نزدیک دیدہ و دانستہ ہلاکت میں نہ پڑنا چاہیے۔ بغرض محال اگر کچھ ہوا تو یہ ہو سکتا  
ہے کہ آپ کے بڑھاپے پر رحم کر کے آپ کو زندہ چھوڑ دے گا۔ لیکن ہمارا زندہ رہنا محال  
نظر آتا ہے۔ اور اس وقت بھی امید حیات نہیں ہے۔ خدا کا حکم غریب جاری ہونے  
والا ہے۔ اے محکمہ حکم والقضاء قضاء۔ جب تک میں نے فضل کا ملاحظہ ہوا اب سنو تو رونے  
لگا چونکہ کل گنہ کے دل سوز و گداز سے بھرے ہوئے تھے یہ بھی کی آواز سننے ہی  
سب کے سب اس ماتم میں شریک ہو گئے۔ اب براہ پر ایک ایک دن بھاری تھلا صدقہ  
اور خیرات کا یہ حال تھا کہ راتوں کو مساکین اور فقرا کے مکان پر جو کچھ ہو سکتا تھا روانہ  
کرتے تھے اور اپنی خدمات اور حالت پر افسوس کیا کرتے تھے۔ جو مشورہ بھیجی برکمنی  
پنے بیٹوں کو دیا تھا اگر اس پر عمل نہ کیا جاتا تو ممکن تھا کہ مارون الرشید کا عضو  
دھیما ہو جاتا اور اپنے خیالات سے درگزر کرتا لیکن افسوس ہے کہ خود فضل و جعفر کو  
بھی طمع نے اس مفید مشورے سے فائدہ اٹھانے دیا۔

علی بن سلیمان سے روایت ہے کہ ایک دن  
جعفر اپنے مکانات کی سیر کر رہا تھا اور ہر چیز

جعفر کو اپنے قتل کا یقین تھا

کو نہایت غور و فکر سے دیکھ رہا تھا جب سب دیکھ چکا تو کہا کہ اس مکان میں کوئی عیب نہیں ہے شانان عجم کے مکانات کے نمونے پر بنا رہے ہاں اگر کچھ عیب ہے تو یہی کہ اس کے الگ کی حیات کا جام لبریز ہو چکا ہے یہ پھر ایک ٹھنڈی سانس بھر کر رونے لگا۔ نجوم میں جعفر کو کمال تھا اسی عالم میں اُس نے اپنا راستہ دیکھا تو معلوم ہوا کہ خانہ طالع ہیو طامیں ہے۔ منوس ستارے سعد پر غالب ہو رہے ہیں۔ چنانچہ اس واقعہ کے تین مہینے بعد قتل ہوا۔ اور ایک سال میں کل خاندان تباہ و برباد ہو گیا۔

### اجاب کے مشورے

براکہ کے عام احسان اور فیاضی نے رھایا کے دلوں پر پورا قبضہ کر لیا تھا۔ اسلئے سارا ملک رہا مستعشا، چند امرا، براکہ کا طرفدار تھا۔ اجاب جیسی جیسی وحشت انگیز خبریں سنتے تھے۔ ویسے ہی مفید مشورے براکہ کو دیتے تھے۔ عثمان بن عبدالرحمن ایک خراسانی فاضل راوی ہے کہ جب میں نے شہید کا مزاج براکہ کی طرف سے برم پائیا تو بیگم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور جو غناک واقعات مدینۃ السلام میں میں نے سنے تھے اس کا ذکر کیا اور مشورہ دیا کہ خلیفہ کے کئی بیٹے ہیں مصارف بھی زیادہ ہو گئے ہیں۔ نقدی تو آپ کے پاس نہیں ہے۔ البتہ جاگیریں فضل و جعفر کے پاس ہو جو وہیں مناسب ہے کم ان میں سے آپ ایمین و مامول کو دیدیں کہ مارون کا حصہ کم ہو جائے یہ سچائی نے سنا تو رو کر کہنے لگا کہ میری ہمیشہ لڑکوں کو یہ نصیحت رہی کہ خوب صرف کرو اور دنیا میں نیک نام ہو کر رہو۔ چنانچہ جو جاگیریں تھیں ان میں سے بڑا حصہ اوقاف کا ہے۔ آمدنی میں سے خضیف رقم خرچے میں رہتی ہے۔ بفرص



محال اگر گنج قارون بھی مارون کو دیدیا جائے تو ہم کو زندہ نہ چھوڑے گا۔ رضینہ بقضاً  
 اللہ اور کلام مجید کی یہ آیت پڑھ کر چپ ہو رہا۔ منجاء بالحنۃ فلہ عشر امثالہا  
 ومنجاء بالسیئۃ فلا یجزی الا مثلہما وہم لا یظلمون

اسحاق بن سلیمان سے مشورہ

فما راوی ہے کہ ایک دن میں یحییٰ کے ہمراہ اسحاق بن  
 سلیمان کے مکان پر حاضر ہوا۔ اسحاق نے یحییٰ کا استقبال  
 کیا اور بڑے تپاک سے لاکر مسند پر بٹھایا اور خود یحییٰ کے  
 سامنے بیٹھ گیا۔ تب یحییٰ نے کہا کہ ”اس وقت آپ دونوں صاحب موجود ہیں مجھے سعید  
 مشورہ دیجئے کیونکہ مارون کے مزاج سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ ہمارے قتل پر تلا ہوا ہے۔  
 موقع ملنے پر وہ کسی کو نہیں چھوڑے گا“ تاہم کہتا ہے کہ دوسری نماز کے وقت تک ہم  
 لوگوں نے نشست کی لیکن کوئی مفید رائے قائم نہ ہوئی اور کسی کی زبان سے کچھ نہ  
 نکلا۔ جب یحییٰ نے یہ رنگ دیکھا تو دل کھول کر خوب دویا اور کہا ”المقدّر کائن جو  
 ہونے والا ہے وہ حکم الہی ہے۔ ہمارے زوال کی واضح علامت اس سے زیادہ اور کیا  
 ہو سکتی ہے کہ آپ کی زبان بھی بند ہے۔ حالانکہ تمام بعداویں آپ کی صاحب رائے مشہور  
 ہے۔ پھر یحییٰ اٹھ کھڑا ہوا اور کہہ کر ”المقدّر کائن“ اس گفتگو کے ایک ہفتے بعد جعفر  
 قتل ہوا ہے۔

خلیفہ مارون الرشید اور یحییٰ کا معاہدہ

مارون الرشید کے طرد عمل اور

روزانہ معاملات سے یحییٰ کو اپنی

تباہی کے سامان نظر رہے تھے اور دن رات اسی اودھیر طربن میں رہتا تھا جس کا  
 نتیجہ یہ ہوا کہ یحییٰ کے قے بالکل مضمحل ہو گئے تھے اور حزن و ملال کی علامتیں  
 اس کے ہرے پر نظر آتی تھیں جب رشید نے یحییٰ کو دیکھا کہ وہ بالکل تحلیل ہو گیا  
 ہے۔ اور ہر وقت اس پر اودھیں چھاٹی رہتی ہے۔ تو ایک دن یحییٰ سے پوچھا کہ میں  
 آپ کو ان دنوں بحالت پریشان دیکھتا ہوں اس کا باعث کیا ہے؟ یحییٰ نے جواب  
 دیا کہ اس شخص کی غمناکی کیا پوچھتے ہو۔ جس کے سامنے موت کا فرشتہ کھڑا ہو؟  
 خلیفہ نے تہاول مارا کہ اسے یحییٰ کو جواب دیا کہ یہ کیونکر ممکن ہے کہ میری حیات میں  
 آپ کو اس قسم کے واقعات پیش آویں۔ آخر وہ ہے کون جس کی طرف سے آپ کو  
 خدشہ ہے؟ یحییٰ نے کہا کہ سوائے امیر المومنین کے اور کون ہے جس سے مجھے خوف ہو  
 ہے۔ میری مشکلات کی انتہا استاد خلافت تک ہے۔ خود سلطنت ہمارے خاندان  
 کی دشمن ہے۔ یہی باعث میری پریشانی ہے۔ یحییٰ کی تقریر سن کر رشید نے بہت  
 سی قسمیں کھائیں۔ اور کہا کہ جب تک میں زندہ ہوں کسی قسم کی برائی نہ کروں گا۔  
 یحییٰ نے کہا کہ مجھے ذہانی باتوں کا اعتبار نہیں ہے کیونکہ جب غضب کی آگ ٹپکتی  
 ہے اس وقت معاہدے اور حلف کا خیال نہیں رہتا ہے یہ تب خلیفہ نے ایک کاغذ  
 پر ان قسموں کو جس کا ذہانی اقرار تھا لکھا اور بطور معاہدے کے کچھ اور بھی اضافہ کیا۔

تکمیل کے بعد عبداللہ بن علی۔ عباس بن محمد۔ محمد بن ابراہیم  
 اور موسیٰ بن عیسیٰ کے رجوعی ماسٹم سے تھے اس معاہدے پر دستخط ہوئے

علاوہ اس شہادت کے ارکان فوج کی بھی مہریں ہوئیں۔ اور دستاویز بھیجی کے حوالہ  
 کر دی گئی اور دستاویز کے دیتے وقت مارون الرشید نے کہا کہ ”جدا سے لایزال!  
 میرے دل میں کبھی خاندان براء کی بُرائی کا خیال بھی نہ آئے گا“ مارون الرشید  
 کی اس کارروائی سے بھی بہت خوش ہوا۔ اور اپنے بیٹے فضل سے کہا کہ اس  
 کا فائدہ کو باجیٹا رکھنا کسی وقت یہ کام آدو گیا۔ فضل نے کہا کہ اگرچہ مارون میرا بھائی  
 ہے (باعتبار رضاعت) لیکن انتقام کے وقت اپنی تحریر کا وہ کچھ بھی خیال نہ کرے گا  
 بلکہ اس کا جو بی چاہے گا کرے گا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔

### واقعات سفر مکہ معظمہ ۱۸۶ھ ہجری

خلافت عباسیہ میں سب سے زیادہ جس خلیفہ نے حج کئے ہیں وہ صرف مارون الرشید  
 ہے جس کی تفصیل مورخ سعودی نے بقید سنین لکھی ہے۔ لیکن باہ صفر ۱۸۶ھ ہجری  
 میں جو ایفرج اس نامور خلیفہ نے کیا ہے اس کو تمام مورخوں نے کسی قدر بفضل لکھا  
 ہے کیونکہ یہ لحاظ واقعات یہ سفر خاص سمجھا جاتا ہے جو مؤرخ جعفر و عباسہ کی شادی کے  
 قائل ہیں۔ وہ یہ لکھتے ہیں کہ جب زبیدہ خاتون کی شہادت سے  
**مقاصد سفر** مارون کو یہ یقین ہو گیا کہ جولو کا عباسہ سے پیدا ہوا ہے وہ مکہ  
 روانہ کر دیا گیا ہے اسلئے واقعات کی صحت کے لئے اس نے یہ سفر کیا تھا۔ لیکن جس  
 سمجھا کی یہ خبر ہے وہ غلط ہے۔ اسلئے یہ بھی ایک معمولی فقرہ ہے۔ بلکہ اصلیت یہ ہے

کہ ہارون الرشید کو مصلحت ملے سے دار السلطنت میں جعفر کا قتل کرنا منظور تھا۔ اس لئے حج کا قصد کیا۔ اور بلاشبہ بمقابلہ بغداد وغیرہ ارض حجاز میں کسی قسم کی مشکلات کا سامنا ہارون کو نہیں کرنا پڑا۔ اور جب جعفر کے قتل کا مصمم ارادہ ہو گیا اس وقت اول میرہ سے براہ دریا اہلبار (مستحق صوبہ رقعہ) کی طرف کوچ کیا پھر وہاں سے مدینہ منورہ پہنچا۔ اس مابین سفر میں کوئی واقعہ ہجر اس کے قابل ذکر نہیں ہے۔ کہ

خاندان خلافت نے اہل مدینہ کو انعامات سے مالا مال کر دیا۔  
**مدینہ منورہ میں خلیفہ**  
 چنانچہ اس سال کا نام ”عام الاعطیۃ الثلاثہ“  
**اور براکھ کی فیاضی**  
 قرار پایا۔ اور خلیفہ کے مقابلے میں براکھ نے جو فیاضیاں اس سفر میں کیں ہیں ان کی نسبت محمد بن سناور نے حسب ذیل اشعار لکھے ہیں۔

اتقانوا الاملاک من آل بکر فیاطیب اخبار و احسن منظر لهم رحلة فی کل عام الی الہدای واخری الی البیت العتیق المعطر اذ انزلوا البھاء ملة اشرف	ہمارے ملک میں آل بکر آئے جو بادشاہوں کی نسل سے ہیں تو کیا اچھی خبر ہے اور کیا اچھا منظر ہے۔ ہر سال ان کا ایک سفر خوشنوں کی طرف ہوتا ہے۔ اور دوسرا سفر کعبہ پاک کی طرف۔ جب یہ بھلے لوگ کہیں اترتے ہیں تو وہ
--	--

حاشیہ: مکہ کا ایسے سفر و اوقات حج کن باڑے ہندو کی جانب مغرب نہزات پر یہ شروع ہوتا ہے۔ ایرانی اس کو فیردوسا اور کہتے ہیں اس کا نام سابر بن ہرودس ہے۔ ہمارے اس سفر کے اسکے زمرہ ہمارے کیا تھا اور شاہان و حکماء نے بڑی تعظیم و احترام سے اس کا استقبال کیا۔  
 صفحہ ۳۳۱ سے وہیں پر شروع ہوتے اوقات کہ تباہ نہیں بعد ازاں گار کے قائم ہیں چونکہ ہارون الرشید امین الرشید ہارون الرشید بنو ہاشم نے مکہ میں سے زیادہ فیاضی کی تھی اس وجہ سے اس کا نام ”عام الاعطیۃ الثلاثہ“ قرار پایا۔ یہ وہی وہاں کے مسکن و مسکن

بجی و بالفضل بن بجی و جعفر	بجی اور فضل بن بجی اور جعفر کی جو سے کھل گئے تھے
قطرہ بغداد و تجلولنا الدجی	جب یہ تینوں چاند جگہ کہتے ہیں تو کہیں آ جا لیا
ملکہ ما حجو ثلاثہ افترا	ہو جاتا ہے اور بغداد میں تاریکی چھا جاتی ہے۔
فما خلقت الا محمود اعظم	ان کی تہلیلان سخاوت کے لئے بنی ہیں۔
واقدا صم السعی مظفر	اور پاؤں ظفر مند کو شش کے لئے۔
اذا طام بجی الامر ذلت معاہدہ	جب بجی کام کا ارادہ کرتا ہے تو شکستیں مل جاتی ہیں
وناہیک مزراع لہ ومدبر	اور اس سے بڑھ کر کام کا مدبر اور محافظ کو ن پرگاہ۔

غرض کہ اسی طرح پرتالیف قلوب کرتا ہوا۔ فارون الرشید کہ مسطر پہنچا اور خالد بن مسی کاتب کے مکان میں ٹھہرا علاوہ بجی۔ جعفر۔ فضل۔ اور موسیٰ کے اس سفر میں محمد برکی بھی ہمراہ تھا تھا جو اپنے بھائیوں سے علیحدہ ابن نوح کے یہاں فروکش تھا۔ درپردہ اگرچہ فارون الرشید جعفر کے قتل کی فکریں تھا۔ لیکن انتظام سلطنت سے بھی غافل نہ تھا کیونکہ سب سے بڑا کام اس نے یہ کیا کہ شہزادہ قاسم جس کا موتن لعنت تھا اس کے واسطے لوگوں سے بیعت لی کہ بعد امین و امون کے یہی وارث تاج و تخت ہوگا اور جزیرہ تغور و حوام کی حکومت بھی اس کے سپرد کی اور ہر طرف آمینہ و استحکام سلطنت یہ بھی کیا کہ امین و امون کو خانہ کعبہ کے اندر لے جا کر نصیحت کی۔

معاہدہ امین الرشید  
وامون الرشید  
بمقام کہ معظم

پھر دونوں سے جدا جدا معاہدے لکھوائے اور اس پر گواہیاں ثبت کیں اور علیٰ رؤس الاشهاد  
 جس میں یحییٰ برمکی، جعفر بن یحییٰ، فضل بن یحییٰ حاجب، اور فقہا و علما بھی شامل تھے۔  
 یہ دستاویزیں پڑھ کر سنائی گئیں اور بعد تکمیل یہ معاہدہ سونے کے ٹوکے میں رکھ کر حرم  
 کعبہ میں دروازے کے اوپر آویزاں کرا دیا گیا۔ اس کارروائی سے بھی لوگوں کو معلوم  
 ہوا کہ اصلی مقصد اس سفر سے یہی تھا پھر سفر کے قصائد اور خلیفہ کی فیاضی نے اس  
 واقعہ کو اور بھی چمکایا۔

اگرچہ بطاہر خلیفہ ہارون الرشید ایسے کام کرتا تھا تھا جس سے نہ اس کا نام فی الضمیر معلوم  
 ہوا اور نہ برائے میں انتشار و وحشت پیدا ہو لیکن پھر بھی ولی جذبات کو نہ روک سکا اور اسی  
 مقدس مقام سے چھڑ چھاڑ شروع کر دی۔ سب سے پہلی چٹک یہ ہوئی کہ مقام **عسفان**  
 میں جعفر برمکی جو دعوت ہمیشہ کیا کرتا تھا وہ اس مرتبہ ہارون الرشید  
**ابتدائی چھڑ چھاڑ** نے انطور کی۔ جس سے جعفر کو یقین ہو گیا کہ بس اب میری خبر

نہیں ہے ورنہ درجن قال سے  
 آئیں گے سرگرداب فنا کشتے موع  
 ہر نفس بادِ مخالفہ کا ہے جھونکا ہم کو  
**یہ یحییٰ برمکی و خلیفہ ہارون الرشید**  
**کی مناجات خانہ کعبہ میں**  
 واقعات مذکورہ بالا کے ذیل میں ایک

حاشیہ ص ۵۵ صفحہ ۵۵ جلد ۵۔ الامون حصہ اول۔ تاریخ الخلفاء سید علی صفحہ ۱۱۳ ص ۱۱۳ عسفان  
 الجند اور مکہ کے مابین ایک مشہور قریب ہے جہاں حجاج کا قافلہ ٹھہرتا ہے۔ اس مقام پر پانی کا ایک  
 چشمہ ہے۔ اہل حال میں مجاز دیوے کا ایک آئینہ بھی ہے۔ بحکم البلدان جلد ۶ صفحہ ۱۷۱

دل چپ بات اور بھی ہے اور وہ یہ کہ خانہ ان خلافت اور وزارت میں اس  
 درجہ رنج بڑھ گیا تھا کہ حرم محترم میں دونوں نے ایک دوسرے کی بربادی کی  
 دعا مانگی ہے اس موقع پر پہنچ کر علامہ ابن الاثیر الجزری تحریر فرماتے  
 ہیں کہ لوگوں نے اس واقعہ کو سبب ذوال برائتہ نہیں قرار دیا ہے۔ حالانکہ سب سے بڑا  
 اور قوی سبب تو یہی ہے (یعنی مناجات کعبہ اثر سے خالی نہیں جاتی ہے۔)

چنانچہ یحییٰ حرم کا پردہ پرکڑ کر یہ مناجات کرتا ہے۔ کہ اے خدا! میں گنہگار ہوں۔ اور میرے  
 گناہ بھی بے شمار ہیں جس کو تیرے سوا کوئی نہیں جانتا ہے۔ اگر تیری یہ مرضی ہے کہ  
 مجھ کو سزا دی جائے تو میں راضی ہوں لیکن یہ سزا مجھ کو دنیا ہی میں دیجائے۔ مجھے کچھ افسوس  
 نہ ہو گا اگرچہ میری دولت اور اہل و عیال مجھ سے چھین لئے جاویں۔ لیکن اے خدا میری  
 عزت باقی رہے۔“

یہ دعا کر کے دروازہ مسجد حرم تک پہنچا تھا کہ پھر لوٹ آیا اور عرض کیا کہ اے خدا! اپنی عزت  
 کو میں نے دعا میں مستثنیٰ کیا ہے۔ نہیں تو یہ بھی سلب کئے میں راضی ہوں۔ چونکہ خانہ کعبہ

حاشیہ پر سالہ کامل اثیر صفحہ ۵۵ جلد ۹ عقوبت کی دعائیں و دروایتیں میں لہذا ہر دور روایت مسیحی لغات کے نقل  
 کی جاتی ہیں در روایت موسیٰ بن یحییٰ برکی، اللهم ان ذلونی حجة عظيمة لا يحصيها عيني و لا  
 يعرفها سواك اللهم ان كنت تعاقبني فاجعل عقوبتي بذلك في الدنيا و ان احاطت بك  
 لبعثني و لصبري و ولدتي و مالي حتى تبلغ رضائك و لا تجعل عقوبتي في الاخرة۔ در روایت احمد بن  
 حسن بن حرب، اللهم ان كان رضاك في ان تسلبني مالي و اهلي و ولدتي فاسلبني الا الفضل  
 طبری کی تصنیف ۶۷ جلد سوم حیات المؤمنین و میری صفحہ ۱۱۲ جلد ۱۔

کی دماغیولیت کے اثر سے خالی نہیں رہتی ہے لہذا خدا نے کبھی کی دعا کو سن لیا۔ سرور کی روایت ہے کہ جب مارون طواف کر رہا تھا اس وقت اس نے یہ دعا مانگی کہ اے خدا! تو فوب جانتا ہے کہ جعفر و جب القتل ہے جس تجھ سے اس کے قتل میں استخارہ چاہتا ہوں یا چنانچہ وقت واپسی کا مغلطہ انہار کے قریب مارون الرشید نے جعفر کے قتل کا حکم دیدیا تھا۔

## واقعات قتل جعفر برکی

ہے عجیب سیر اگر دید و بینا دیکھے  
دیکھنا ہو جسے عبرت کا تماشا دیکھے

حج سے فارغ ہو کر خلیفہ مارون الرشید نے مکہ معظمہ سے کوچ کر دیا۔ اور منزل بزنل بھڑتا ہوا حیرہ پہنچا اور چند روز قصر عون العباسی میں قیام کیا۔ چونکہ مکہ معظمہ ہی سے خلیفہ کا مزاج برہم ہو گیا تھا۔ اور معمولی باتوں پر چھیڑ چھاڑ ہونے لگی تھی۔ اسلئے جعفر مرتد تھا اور اپنے سچاؤ کی تدبیر میں سوچتا تھا۔ یاس کا یہ عالم تھا کہ بات بات پر زائچے کھینچتا اور شکون لیتا تھا غرض کہ جعفر اپنے خیالات میں ڈوبا ہوا تھا اور مارون الرشید اپنی مومن میں تھا کہ قافلہ حیرہ سے اپنا مار

پہنچا۔ یہاں ایک دوسری چھیڑ ہوئی کہ علی بن عیسیٰ بن  
ہامان نے جو قدیمی دشمن اس خاندان کا تھا موسے برکی

علی بن عیسیٰ کی مخالفت

کی شکایت مارون سے کرنا شروع کی کہ موسے نے رعایا سے خراسان کو بھڑکا دیا ہے۔

حاشیہ طبری کہ صفحہ ۳۳۴، ج ۱، فصل ۱۱، بن علی مرہ۔ کوثر سے تین میل پراگ ہے بحر المہدان جلد ۳، صفحہ ۳۳۴، ابن مسعود  
تہ لائل الزمان جلد ۱، صفحہ ۳۳۴۔ دہری کہ صفحہ ۳۳۴ جلد ۳



اور اس پر آمادہ کیا ہے کہ وہ اطاعت سلطانی سے آزاد ہو جائیں اور اسی قسم کی خط و کتابت بہرے  
خراسان سے ہو رہی ہے۔ یہ سنکر مارون جھلکا اٹھا اور موسے کو قید کر کے بمقام کوفہ عباس  
بن موسیٰ کے پاس بھیج دیا۔ اگرچہ اس کے بعد امام الفضل کی سفارش سے رہا کر دیا گیا۔

لیکن جب بمقام عمر مہینچا تو پوری پوری تیاریاں قتل کی  
مارون الرشید کا بمقام عمر مہینچا تو پوری پوری تیاریاں قتل کی  
کئی گئیں۔ خیام شاہی اس جگہ نصب ہو گئے۔ اور غور  
سیر و شکار میں مشغول ہوا۔ اگرچہ جعفر کی طرف سے  
ٹھہرنا اور جعفر کا قتل ہونا

مارون نہایت ہی غضبناک ہو رہا تھا مگر اپنی حکمت عملی سے اس کی کوشش کر رہا تھا کہ  
جعفر کو کسی قسم کی بدگمانی اس کی جانب سے نہ ہو۔ چنانچہ تاریخ قتل سے ایک دن پیشہ کا  
واقعہ ہے کہ حسب دستور جعفر برکبی دربار میں حاضر ہوا۔ مارون الرشید نے سلام کے بعد مزاج  
پر سی کی اور نہایت عروت و تپاک سے اپنے برابر بٹھالیا۔ اور دیکھتا ہی کرتا رہا جعفر نے  
چوڑا کٹنی مٹی و رویش کی اور کل کا فذات پڑھ کر سنائے اور احکام جاری کیئے۔ چلتے  
وقت عرض کیا کہ آج میری خراسان کی روانگی کا دن ہے۔ مارون نے سننا تو ایک منہم کو  
طلب کیا اور اس سے پوچھا کہ اب کیا وقت ہے اس نے عرض کیا کہ سارے تین گھڑی  
دن چڑھ گیا ہے۔ تب منہم سے صراط لایا اور دل ہی دل میں کچھ حساب لگایا اور آسمان  
کو دیکھ کر کہا کہ ”برا درمن آج کا دن تو خشن ہے۔ اور یہ گھڑی سفر کے واسطے خطرناک ہے۔“

حاشیہ ۱: یہ ایک ہاڑی گاؤں کا نام ہے جو صوبہ اہل میں جانب رند واقع ہے اور تہذیب و اخلاق پر ہے اور کتاب المعارف و  
تعمیم الملک ان علیہ اعلام الناس صفحہ ۱۰۸

کل بعد نماز جمعہ روانہ ہونا شب کو ہزاران میں قیام کر کے سینچر کو دن ہی دن میں روانہ ہونا  
 جعفر بھی اس پر رضا مند ہو گیا اور خود بھی اصطبلاب سے دیکھ کر کہا ”بیشک جو اسیر انہیں  
 نے ارشاد فرمایا ہے وہ صحیح ہے تمام ستارے احتراق میں ہیں بھرم ٹھکڑا ہوا اور بج  
 نیچے میں چلا گیا ارکان سلطنت اور مہم نے نیچے تک مشاغت کی اور ہارون الرشید  
 نے بڑے اعزاز سے رخصت کیا۔ غرض کہ آج کا دن تو اس حکمت سے نکلا۔ جب جمعہ کا دن  
 آیا تو کرمانی دروایت بشارت الہی کی کہتا ہے کہ ہارون الرشید نے شکار کا قصد کیا اور  
 جعفر کو بھی اپنے ساتھ لے گیا۔ اور سارا دن شکار میں غمہ کر دیا واپسی کے وقت جعفر سے کہا  
 کہ آج کی رات میش و طرب میں کاٹنا چاہئے۔ جعفر نے انکار کیا لیکن ہارون نے غلام  
 باصرہ کو کہا کہ نہیں آج ضرور جشن کرو تب طوعاً و کرہاً سامان میش مرتب کیا گیا ہارون الرشید  
 کی جعفر کے حال پر آج خاص مہربانی تھی۔ اور لحظہ بہ لحظہ نقل و تحولات اور عطیات کی  
 کشتیاں آتی تھیں۔ جبرئیل بن بختیشوع کی روایت ہے کہ آج خلیفہ نے جعفر کی بہت  
 کچھ خاطر تواضع کی تھی۔ اول وقت جب ملاقات ہوئی تو معافہ کیا اور پیشانی کا بوسہ لیا۔  
 اور ہاتھ میں ہاتھ دے کر گھینا ایک ہزار گز کے فاصلے تک دونوں ٹہلتے رہے۔ جب اپنے نیچے کو  
 لوٹنے لگا تو جعفر سے کہا کہ تمکو ہماری جان کی قسم آج حبش کا دن ہے جاؤ اور خوشی

حاشیہ ۱۔ احتراق اور تقسیم نجوم کی اصطلاح میں دو متقابل لفظ ہیں مرکز آفتاب سے جب کسی ستارے کا فاصلہ ۶۰ درجہ  
 بہتے تو کہتے ہیں کہ ستارہ احتراق میں ہے۔ اور یہ ۱۰۰ فاصلہ کہہ کر کہتے ہیں کہ ستارہ تقسیم میں ہے ہر حال  
 پہلی صحت محسن اور دوسری صحت ہے طبری بحیرہ ص ۲۸۳ جلد ۱۰ ص ۲۸۳ دیکھئے تذکرہ عین الانباء ابن ابی عمیر حالات  
 جبرئیل بن بختیشوع ص ۲۸۳ جلد اول۔

## جشن کی رات

سناؤ۔ اور مجھ سے کہا کہ جو رات میں اپنے غمے میں جاتا ہوں تم میرے بجائی کے ساتھ جا کر شریک جلسہ ہو گے چنانچہ میں جعفر کے ساتھ اس

غمے میں چلا گیا جو جشن کے واسطے مرتب کیا گیا تھا۔

ابو ذکار الکلوذانی منہی زنا بنایا بھی موجود تھا۔ سوائے ان کے اور کوئی نہ تھا خلیفہ کی مہربانی کا یہ حال تھا کہ خادم پر خادم چلے آتے تھے لیکن جعفر ان کے آنے پر ٹھنڈی سانسیں بھرتا تھا اور مجھ سے کہتا تھا کہ ابو علی سی ایر المومنین کی مہربانیوں سے میں کانپ رہا ہوں یہ معاملات خالی از علت نہیں ہیں۔ پھر نمین کا دور چلنے لگا جعفر کے حکم سے ہر پالہ پر ابو زکار یہ گاتا تھا۔

ان بنی المندرجین انقصوا	مندرج کا خاندان جب فنا ہو گیا۔
بحیث شاد البیعة الراحب	جہاں کہ راہب نے کلیسا بنایا تھا۔
اضحوا ولا یرہجہم راہب	ان کی یہ حالت ہو گئی کہ نہ ان سے کوئی ڈرتا ہے۔
حقا ولا یرجواہم راغب	نہ کسی کو ان سے کچھ امید ہے۔
کانت من انخرلہو سا تہم	ان کے ہاں سس لشمینہ کے تھے۔
لہم یحلب الصوف لہم حالب	صرف تو ان کے لیے کوئی لایا ہی نہیں۔

جب خلیفہ مارون الرشید نے معلوم کر لیا کہ جعفر بدستور مجلس نشاط میں بیٹھا ہے اس وقت اس کے لپٹے خاص خادم ابوماسم سرور الکبیر کو طلب کیا اور اس سے مخاطب ہو کر

حاشیہ لہ روختہ الصفا کی روایت ہے کہ کاتب ابوالفی شیخ بھی اس جلسہ میں موجود تھا۔

حسب ذیل گفتہ شروع کی۔

مارون الرشید مسرور! جس کام کے واسطے میں نے تجھ کو اس وقت طلب کیا ہے میرے نزدیک اس کے انجام دینے کی قابلیت نہ محمد امین الرشید ہے نہ عبداللہ (مارون الرشید) اور قاسم (موتن) میں۔ یاد رکھ! میں جو حکم دیتا ہوں ٹھیک ٹھیک اس کی تعمیل کرنا ورنہ تیرے اعزاز اور تیرے میں فرق آجائے گا۔

مسرور۔۔۔ امیر المومنین! اگر حکم ہو تو تمہارا اپنے سینے میں پشت سے پار کر دوں؟ مارون الرشید۔ ہاں مجھ کو تجھ سے ایسی ہی امید ہے۔ تو جعفریہ کی کو پہچانتا ہے؟ مسرور۔ ہاں میں جانتا ہوں۔ ایسا کون ہے جو اس بزرگ شخص کو نہ جانتا ہو۔ مارون الرشید۔ تو نے دیکھا ہو گا کہ میں نے آج صبح کو اس کو کس اعزاز سے رخصت کیا؟ مسرور۔ ہاں۔

مارون الرشید۔ اچھا اب تو رخصت اور جعفر کا سر کاٹ کر میرے سامنے پیش کر۔ مسرور۔ کانپ کر! امیر المومنین! یہ تو سخت مشکل کام ہے۔ اگر یہ خدمت کسی اور سے لی جائے تو مناسب ہے۔

مارون الرشید۔ نہیں۔ ہرگز نہیں۔ یہ کام مجھی کو کرنا پڑے گا۔ اب اگر کوئی عذر کیا تو بڑا سرقم کر دیا جائیگا۔ جب مسرور نے مارون الرشید کا غصہ بڑھتے ہوئے دیکھا تو جان ک

حاشیہ: سلمہ دیکھ لیری کہ مسرور، علامہ شیخ الصفار کا لایعہ و علامہ ابن ابی حنیبلہ جرح کرے۔

خون سے رخصت ہوا اور مارون الرشید نے حماد بن سالم - ابو عاصمہ -  
 ہرثمہ بن اعین سمزدسروہوں کو بھی مسرور کے ساتھ کر دیا۔ علاوہ ان کے سو ڈان کے  
 حبشیوں کا ایک مختصر دستہ تھا جس میں چالیس سپاہی تھے، چنانچہ مسرور اپنے ہزار  
 ارکان سلطنت اور قوجی سپاہیوں کو لے کر جعفر کے خیمے کی طرف روانہ ہوا پھر تنہا جعفر کے  
 خیمے میں داخل ہوا۔ جعفر کی صحبت اپنے رنگ پر جمی ہوئی تھی اور ابو زکاء منحنی یہ گارانتھا۔

<p>فلا ابتعد - فکل فتی سیاتی          علیہ الموت بطرق اولیغادی          وکل ذخیرۃ لا سدیوما          وان کومت لتصدیرالی نفاء          ولو غودیت من حدث الالیالی          فدنیک بالطلوئف وبالستلاد</p>	<p>تو دور ہو رہیں (زندہ رہ) ہر جان کو موت آئیگی۔          مات کو آئے یا صبح کو۔          اور ہر ذریعہ۔          گوڑا ہو۔ ایک نہ ایک دن غم ہو جائے گا۔          اور حادث زمانے کے مقابلے میں اگر مذیہ تو کھل جائیگا          تو میں نئی پرانی سب چیزیں تیرے ذریعے میں دیتا</p>
---	---

ابو زکاء نے دوسرے صبح کو اچھی طرح ادا بھی نہیں کیا تھا کہ یکایک جعفر نے مسرور کو دکھایا۔  
 مسرور نے ہاں ابو زکاء کو کیا خوب حسب حال گارہے ہو میں بھی اسی لئے آیا ہوں۔ وقت بھی اتنا تھا  
 جعفر مسرور تھارے آئیے مجھ کو مسرت ہوئی لیکن بلا اجازت چلنے کا افسوس ہے۔

حاشیہ: کہ کسی بھی شاعر نے ان اشعار کا ترجمہ نہیں کیا ہے۔

<p>مرگ در مردماں ہے امید          گرچہ پنہاں کنی از خود را          آنچه داری بہ دست اگر برہی</p>	<p>بادادوش با نگر و بیگاہ          آشکارا کند بچید راو          ہم نیابی از تو هیچ پناہ</p>
---	---

مسرور۔ بیشک آپ کو انوس ہو رہا ہو گا۔ لیکن میں جس کام کیلئے آیا ہوں تو اس بھی یا تو قابل انوس ہے  
جعفر۔ مسرور یہ موقع اشارہ و کنایہ کی گفتگو کا نہیں ہے جو کچھ کہنا ہے صاف صاف کہو۔

مسرور۔ (نہایت غصہ سے) امیر المومنین نے آپ کے قتل کا حکم دیا ہے۔

جعفر۔ مسرور یہ بتا دیں کہ غرضی سے خدا کی قسم ہند کے نشہ بین آقا ایسا حکم دیا ہو گا یا نہ؟ انکا اہل حکم نہیں ہے تم لوٹ جاؤ۔  
مسرور۔ یہ مذاق نہیں ہے میں آپ کا سر کاٹے آیا ہوں۔

جعفر۔ مسرور تم اس وقت واپس جاؤ۔ اگر صبح کو امیر المومنین کو پتہ چان پانا تو کہہ دینا کہ  
جعفر زندہ ہے اور اگر وہ اپنے حکم پر مستقل رہا تو مجھے کوئی فخر نہ ہو گا اور رات بھر  
کی مہلت کا صلہ اس قدر رونگا کہ جس کا حساب نہیں ہے اور اگر یہ نامکن ہے تو  
مجھ کو امیر المومنین کے سامنے لے جا کر کھڑا کر کے کیا عجب ہے کہ مجھے دیکھ کر رحم  
آجائے اور اپنے حکم کو منسوخ کر دے۔

مسرور۔ مجھے خوب معلوم ہے امیر المومنین آپ کو کسی طرح پر زندہ نہیں چھوڑیں گے۔  
جب جعفر نے مسرور کی گفتگو سنی تو اس کو اپنے قتل کا یقین ہو گیا اور مسرور سے  
کہا کہ اچھا میرے قتل میں مقصود اس اور توقف کر اور خلیفہ سے جا کر کہہ کہ حکم کی تعمیل کر دی  
گئی اور میں بھی خلیفہ کا حکم اپنے کانوں سے سنا چاہتا ہوں یا چنانچہ مسرور نے منظور  
کیا اور خلیفہ سے جا کر اطلاع کی کہ میں نے جعفر کو قتل کر دیا ہے۔ مارون الرشید اس وقت  
غضبناک بیٹھا ہوا تھا پوچھا مسرور کہاں ہے؟ مسرور نے عرض کیا کہ فلان جگہ میں جہاں  
قتل کیا گیا ہے حکم دیا کہ فوراً پیش کر۔ چنانچہ مسرور جعفر کے پاس گیا اور کہا کہ اب تو میرے

قول کی آپ کو تصدیق ہو گئی اس وقت جعفر رونے لگا اور سرور کے قدموں پر گرنا چاہا۔ اور نہایت عاجزی کے لہجہ سے کہا کہ ”مجھے اس قدر مہلت دو کہ میں عرم سرا میں جا کر وصیت کرنا ہے کہناں۔“ لیکن سرور نے یہ درخواست نامنطور کی اور کہا کہ ”جو وصیت کرنا ہے یہاں کر لیجئے اندر جانے کی اجازت نہیں مل سکتی ہے۔“ تب جعفر نے کہا اگے سرور! میرے جس قدر حقوق تحفظ ہیں کیا اس کے مکافات میں ایک ساعت کی مہلت دینے کی جگہ قدرت نہیں ہے؟“ سرور نے کہا میں مجبور ہوں امیر المومنین کے حکم کے خلاف کیونکر کروں۔ جب جعفر کو یقین ہو گیا کہ کعبت سرور کسی طرح اس کو زندہ نہیں چھوڑ سکتا۔ اس وقت

### جعفر کی وصیت

”کلمہ طیبہ باؤز بلند پڑھا اور حاضرین جلسہ کو مخاطب کر کے کہا کہ ”تم کو لہر ہو۔ میرے جس قدر لونڈی غلام ہیں وہ آج سے فی سبیل اللہ آزاد ہیں۔ اور میرا جس قدر مال ہے وہ سارا کین پر وقت ہے جس قدر امانتیں اور قرض میرا لوگوں پر ہے میں اس کو بھی معاف کرتا ہوں۔“ حاضرین جلسہ کا اس وقت برا حال تھا۔ سب زار زار رو رہے تھے جبرئیل کی روایت ہے کہ پھر ہرثمہ بن اعین نے اپنا ماتھ بڑھایا اور جعفر کا ماتھ چڑھ کر کہا کہ ”اے فاسق! اٹھ کھڑا ہو۔“ اتنے میں مارون الرشید کا ایک خادم آیا اور کہا کہ جلد لے چلو۔“ چنانچہ جعفر کو اس کے پیچھے سے مارون الرشید کے پیچھے تک بری طرح گھسیٹتے گئے اور اسی جگہ سرور نے ایک ماتھ تلواریں جعفر کی گردن پر بیا

مارا کہ مرتن سے جدا ہو گیا !!

چھتیس برس کی عمر میں سترہ برس سات مہینے گیارہ دن وزارت  
**جعفر کی موت** کر کے محمد کی آخری تاریخ رستہ صفر سنہ ۱۸۶۷ء ۲۹ جودی سنہ ۱۲۸۷

میں بقیہ عمر نہایت حسرت و بکسری کی حالت میں یہ بلند قبال وزیر دنیا سے رخصت ہوا۔

مخوش و خوشیدہ و لے دولت مستعجل ہوو۔

اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ ہ

## واقعات بعد از قتل جعفر بر مکی

جب سرد جعفر کو قتل کر چکا تو خون میں مدگی ہوئی تلوار لے ہوئے مارون کے سامنے

حاضر ہوا اور جعفر مرحوم کا سر جس سے خون کے فورے جاری تھے۔ ایک طشت میں

رکھ کر پیش کیا جس وقت مارون ارشید کی نظر اس خون آلودہ ہرے پر پڑی تو بے ساختہ

ایک ٹھنڈی سانس لی اور چیخ مار کر رونے لگا۔ جبریل بن بختیشوع طبیب کا قول ہے

کہ جعفر کو قتل ہوئے آدھا گھنٹہ بھی نہیں گزرا تھا کہ ایک خادم آیا اور کہا کہ چلیے امیر المومنین

یا وفرا رہے ہیں چنانچہ میں فوراً حاضر ہوا۔ جعفر کا سر ایک طشت میں مارون کے سامنے

حاشیہ امام وزارت کی خداداد موزخوں نے سترہ برس گھٹی ہے لیکن تاریخ کی مطابقت سے تخمیناً پندرہ برس کا زمانہ

ہوتا ہے۔ توفیقات قازی فتاویٰ پاشا صفر ۹۴۰ھ صفر کی چاندات اور سنہ ۱۲۸۷ء میں جعفر قتل ہوا۔ یہی روایت

مستبرک اکثر سترہ سالے رشتوں میں اس کا ذکر کیا ہے۔ چنانچہ دانش نے بھی لکھا ہے کہ اِتی السبلت بالاموال الذی

ہلک کننا و فی صفحہ جاء البلاغ مصححاً جعفر تے قتل کے واقعات طبری پر۔ رزقہ الصفا کا لایا ایشیا عالم اسلام

الطاریت۔ حیات الحجاز سے لکھے گئے ہیں۔ جبریل طبری ہے کہ پہلی تاریخ ۲۹ جودی سنہ ۱۲۸۷ء میں کے رشتہ



رکھا ہوا تھا۔ مجھے دیکھتے ہی کہا کہ ”جبریل تم مجھ سے پوچھا کرتے تھے کہ غذا کیوں گھٹ  
 گئی ہے؟ میں نے عرض کیا کہ ”جی ہاں۔“ کہا ”مجھے اسی کی فکر تھی جو اس وقت دیکھ رہے ہو۔  
 اب میں اچھا ہوں چنانچہ اسی وقت کھانا منگایا اور شل تندرست آدمیوں کے خوب سیر  
 ہو کر کھایا۔“

ایک ندرخ لکھتا ہے کہ جعفر کا سر ڈارون کے سامنے رکھا ہوا تھا اور وہ  
 اس کے دانتوں پر چبانا جاتا تھا اور کہا تھا کہ ”اے جعفر میں نے  
 تجھ کو کیسا رتبہ دیا تھا کیا اس کا یہی عوض تھا۔ افسوس! تو نے میرا

ہارون الرشید

کا دربار

کچھ بھی حق نہ پہچان میرے خسرو نہ مراحم کا تو نے کچھ بھی لحاظ نہ کیا اور یہ بھی نہ سوچا کہ ذرا دیر میں  
 زمانہ کیسے انقلاب برپا کر دیتا ہے افسوس! تو نے میرے اور اپنے دونوں کے حق میں برا کیا  
 پھر عارضین جلسہ کے سامنے جعفر کے اور جرائم بھی بیان کئے۔ اس کے بعد خاص انتظام  
 کر کے دربار سے اٹھ گیا محمد بن اسحاق (ابروایت جعفر بن محمد بن حکیم مادی ہے کہ مجھ  
 سے خود سندھی بن شاہنشاہ بیان کیا کہ جعفر کے قتل کی صبح کو میرے پاس ہر کارہ

بے شکایت کی کہ آپ کی غدار وزیر روز کم ہوتی جاتی ہے اس کا کیا سبب ہے کچھ جواب نہ دیا۔ جب میں  
 مستور ہو چھا تو کہا کہ ہمدان کی آب و ہوا ان دونوں کے موافق نہیں ہے اور دارالسلطنت سے دور دراز مقام  
 پر ہانا بھی منظور نہیں ہے ہمارے نزدیک دارالسلطنت سے متصل اگر کوئی مقام ہو تو تجویز کرو کہ تبدیل آپ ہو  
 کے واسطے وہاں چلوں۔ میں نے حیرہ کا نام لیا یہ ناپسند کیا۔ کیونکہ وہ دور تھا لیکن انہار کو پسند کیا۔ اور بغداد  
 سے کوچ کر دیا۔ مگر کئی غذا کی شکایت بدستور رہی۔ یہاں تک کہ جس دن جبر کو قتل کیا ہے اس روز غریب  
 شام ہو کر کھایا مجھ سے کہا کہ میں تمہارا حضور اس جہ سے کھانا تھا کہ بائزہر جاؤں۔ طبقات الاطبا حالات جبریل فرم  
 ۱۳۲۲ جلہ اول صفحہ ۱۰۰ کہ جعفر کا سر ڈارون کے سامنے رکھا ہوا تھا اور وہ اس کے دانتوں پر چبانا جاتا تھا اور کہا تھا کہ ”اے جعفر میں نے

آیا اور ایک لفافہ میرے والد کیا جب میں نے اس کو کھول کر پڑھا تو معلوم ہوا کہ امیر المومنین  
 مارون نے خود اپنے قلم سے لکھا ہے جس کے یہ الفاظ تھے۔

یا سندی اذا انطوت فی کتابی	سندی ایں وقت تم اس خط کو پڑھو۔
هذا فان کنت قاعدا فقم۔ وان	اے اگر بیٹھے ہو تو اٹھ کھڑے ہونا۔
کنت قائما فلا تقعد حتی تصید الی	اور اگر کھڑے ہو تو پھر نہ بیٹھنا یہاں تک کہ تم نہ پھانسی پھانسی

چنانچہ مارون الرشید اس وقت موضع عرب میں تھا جس قدر جلد ممکن ہوا میں بھی جا پہنچا۔  
 اول عباس بن فضل بن سید سے ملاقات ہوئی تو معلوم ہوا کہ خلیفہ میرے ہی انتظار میں  
 اس وقت فرات کے کنارے بیٹھا ہوا ہے۔ میں نے فوراً اپنی حاضری کی اطلاع کرائی  
 چنانچہ اسی وقت حضور میں طلب ہو گیا۔ جو لوگ بیٹھے تھے وہ رخصت کر دئے گئے۔  
 جب غلوٹ ہو گئی تو کہا میرے قریب آن کر بیٹھو۔ جب میں قریب ہو گیا تو پوچھا جانتے  
 ہو میں نے تم کو کیوں خط لکھا ہے؟ میں نے عرض کیا کہ امیر المومنین مجھے کیا علم ہے؟  
 تب کہا کہ ایک امر یہ مشورہ کرنا ہر لیکن وہ ایسی بات ہے کہ اگر اس سے میری قمیص واقف  
 ہو تو میں اس وقت فرات میں ڈال دوں۔ پھر مجھ سے پوچھا کہ محمد امینان فوج اور  
 قدام میں سے کون کون موجود ہیں میں نے عرض کیا کہ ہر قومہ اور مصر و راہ البکیر  
 کہاں بھیجے ہے۔ پھر مجھے حکم دیا کہ ان دونوں کو اپنے ہر لے کر مدینۃ الاسلام بغداد کو

روانہ ہو۔ اور ہر ایک کے کل  
 احکام ضبطی جاگیرات بر لکھ دو کہ قمارخی اندان  
 مکانات ضبط کر کے ہر ایک

پر پردہ مقرر کر دیا کہ کوئی شے مکان سے نکلنے نہ پائے اور جعفر کی نقش کے تین ٹوٹے کر کے ایک ایک ٹکڑا بنداؤ کے پلوں پر لٹکا دیا جائے اور سر جدا گانہ جسٹرا وسط پر آویزاں کیا جائے یہ چنانچہ میں نے ہمراہی ہرثمہ بن امین - و ابراہیم بن حمید المروزی جعفر کے سر کو روانہ کر دیا اور خود بنداؤ پہنچ کر براقہ کی تمام جاگیریں ضبط کر لیں میرے پہنچنے کے بعد ہرثمہ بھی آگیا تھا اور جعفر کی نقش ایک اونٹ پر معلق جس پر پالان تک نہ تھا۔ اور سر جٹرا وسط پر عجمۃ النماطین لٹکا دیا گیا تھا۔ اس کے بعد میں نے جعفر کے مکان پر سردار کو فضل کے مکان پر ابراہیم بن حمید اور حسین خادم کو اوتیکہی و محمد کے مکان پر تیجے بن عبدالرحمن اور رشید کو کھیمشیت ایک ذمہ دار اضر کے نگران مقرر کیا اور متعلق منطبی و دیگر جاگیرات کے اسی قسم کے احکام تمام شہروں میں جاری کر دئے گئے کہ کل مال و اسباب براقہ کا ضبط کیا جائے۔

## جعفر کے قتل کا اثر حناندان پر

جب اس انتظام سے فرصت ہوئی تو براقہ کی گرفتاری کی فکر ہوئی چنانچہ سب سے پہلے یحییٰ فضل و موسیٰ جو رشید کے ہمراہ تھے گرفتار کر لئے گئے اور جس قدر مال و اسباب غنائہ سفر میں ہمراہ تھا وہ بھی ضبط کر لیا گیا۔ محمد برمکی - گرفتاری سے محفوظ رہا۔ کیونکہ مارون کے خوف سے یا کسی اور وجہ سے محمد برمکی کو اپنے بھائیوں فضل و جعفر وغیرہ سے کسی قسم کی مہموری نہ تھی اس سبب سے مارون محمد سے خوش تھا اور جو جاگیر محمد برمکی کے نام تھی وہ بھی

بہنو پہلی سے برکمی دیکھی ہے ان قیدیوں کے ہر روز بندہ نیت میں فضل برکمی کی والدہ اور بائیر کزیر بھی برکمی بھی

عہرت کیا دعا کی شان ہے کہ جس سر کے سامنے بڑے بڑے مزدور اور شاگردوں کی گردنیں جھک جاتی تھیں  
جسکا احوال اور تہذیب و تعلیم سے بڑھ کر تھا۔ آج اس کا سر ہندو کے ایک پل پر لٹک رہا ہے جس کا کوئی پرسان ٹال  
نہیں ہے۔ کل تک وہ اقبال منہ تھا اور آج دنیا میں اس سے زیادہ بے نصیب کوئی نہیں!! محض کے شاعر اور نویس  
نے اس فناک سین کو نہایت دلکش الفاظ میں اس طرح پردکھایا ہے۔

اے زمانے پر دھوکہ کھانے والے!  
یہ زمانیں پھر جاتا ہے اور دھوکہ دے جاتا ہے  
اس سے اور اس کے عملوں سے۔  
ہمیشہ شکستہ رہنا۔

اگر تو اس کے اُلٹ پھیر سے واقف نہیں ہے  
تو اس کے حال سے جبرے کرو سب کو ہندو کے پل پر لٹک کر

یا ایہا المغترب الدھر  
والدھر ذو صورت و ذو غدس  
لات امن الدھر و صولاتہ  
و کن من الدھر علی حدی  
ان کنت ذا جہل تبصر لہ  
فانضی الی المصلوب بالجہر

حاشیہ: یہ بھی برکمی کی کیزوں میں دبا کر جو سب بڑھ کر تھا۔ علاوہ کمال حسن صبا و منظر کے عام سستی میں کچھ  
فرستی۔ نظم و نثر خوشنویسی اور حساب میں ماہر تھی۔ سستی میں بڑل! ابن ہاشم۔ ابراہیم اسحاق حکم الودی کی شاگرد تھی۔ ماوریکہ  
راگنی کی تعلیم میں بھی نے ہزاروں بار حرف پکے تھے۔ مارون الرشید اکثر دنا نیر کے دوق فخر و سرور میں بھیجی کے گھر جایا کرتا تھا۔ سستی  
میں کتاب کو روکنے والا نانی اس کی تعنیفات سے شہور ہے جو کے قتل کے بعد مارون نے اس سے فرمائش کی کہ عود بجا کر کہی  
چیز سنو تو اس نے انکار کیا لیکن جب بہت اصرار ہوا تو رد اوچھڑ لیے ہیں ایسے استاد سنائے کہ تمام مجلس تہجیح اٹھی۔ آگے  
بھڑویدنے اس کو قید سے چھوڑ دیا۔ زمانہ آزادی میں دنا نیر نے مارون الرشید سے بڑے بڑے انعام حاصل کئے۔ ایک تو تیرہ  
لکھ تھیں تیس ہزار دینار ایک رتبہ انعام میں دے دیا تھا۔ مصنف دنا نیر نے اس واقعہ کو تفصیل سے لکھا ہے۔

لیکن ہارون نے اس قدر ہربانی کی کہ قیدیوں کی کسی قسم کی سختی نہ ہو انہیں دی جاتی تھی تمام ضرورت کے سامان

مہیا تھے۔ اور جو خدمتگار و کنیزیں برامکہ کی عقیں وہ سب ان کے پاس تھیں عبدالملک بن صالح جو ان قیدیوں پر نگراں مقرر تھا۔ وہ بھی بہت اچھی طرح سے پیش آتا تھا تاہم جعفر و حرم کے بعد جو مصیبت اس غلامان پر نازل ہوئی وہ قیامت سے کم نہ تھی ہارون الرشید کے خوف سے برامکہ کے قرابت والے بھی اپنے رشتے سے انکار کرتے جاتے تھے اور جن لوگوں کو برامکہ کی دوستی کا دعوئے تھا وہ دشمن ہو گئے تھے۔

یحییٰ بن فضل - موسیٰ بن خالد کے علاوہ جو نو جوان اس غلامان کے گرفتار ہوئے وہ ذیل تھے۔

## شجرہ قیدیان آل برمک

پسران جعفر بن یحییٰ			پسران فضل بن یحییٰ			پسران محمد بن یحییٰ			پسران خالد بن یحییٰ		
۱	۲	۳	۱	۲	۳	۱	۲	۳	۱	۲	۳
عبدالمک	یحییٰ	خالد	یزید	خالد	معر	یحییٰ	جعفر	زید	جعفر	عمر	معر

لیکن علاوہ مذکورہ بالا اشخاص کے جن کو کچھ بھی لگاؤ رشتہ داری یا ملازمت وغیرہ کا تھا۔ وہ سب گرفتار ہو گئے تھے۔ طبری کی روایت ہے کہ جس وقت جعفر-فضل-اہر محمد کے لوگے مارون الرشید کے سامنے پیش کئے گئے تو اس نے ان سب کو قید سے رہا کر دیا۔ اور بعض تبت سے محمد بن علی کی گرفتاری بھی پائی جاتی ہے مگر وہ حقیقت میں برائے نام تھی۔ کیونکہ طبری کا بھی یہی قول ہے کہ محمد بن علی ان مصائب سے مستثنیٰ رہے۔ ان نوجوانوں کی گرفتاری کیلئے کوئی ایسا سخت دل نہ تھا جو راکھ پر غم کے آنسو نہ بہا ہو۔ مگر کبھی کے صبر و استقامت میں کچھ بھی فرق نہ آیا تھا۔ مثل سپہ اور پاک نفس مسلمانوں کے وہ مارون الرشید کے مشائخ پر صبر کر رہا تھا۔ لوگ تعزیت سے اس کے غم کو ابھارتے تھے مگر وہ دوبارے غمناک کلمے لہک رہا تھا۔ اور شیت از دی سے دم بخود تھا۔ ابو یوسف بن مارون بن سلیمان بن علی نے کبھی کو تعزیت نہ لکھا اس کے جواب میں کبھی نے بجز اس کے اور کچھ نہیں لکھا کہ "انا بقضاء اللہ راض و بائعنا رمنہ عالم ولا یؤخذ اللہ العباد الا بذنوبہم وما ربک بظالم للعبد وما یعفو اللہ اکثر واللہ اعلم" محمد بن اسحاق راوی ہے کہ جب جعفر قتل ہو چکا تو لوگوں نے کبھی سے کہا کہ تم راہب یا بنی جعفر آج قتل کر ڈالا گیا اور تمہارے مکان ویران کر دیے گئے یہ سنکر کہا کہ جس طرح جعفر قتل ہوا ہے ویسے ہی مارون کا بیٹا بھی قتل ہو گا اور ایسے ہی اس کے مکان بھی ویران اور برباد ہونگے۔ وائین الرشید کے قتل ہونے پر یحییٰ کی پیشین گوئی لوگوں کو بہت یاد آتی تھی جب مارون الرشید نے یہ وگداز کلمات سنے تو کہا "مجھے ڈر ہے کہ ایسا ہی ہو۔"

کیونکہ یحییٰ جو کچھ کہتا ہے وہ صحیح ہوتا ہے ۷ مارون الرشید کا خیال تھا کہ وہ بڑا کمال بخوشی ہے  
جو کچھ کہتا ہے بخوشی کے موافق کہتا ہے اسلئے بن مارون راوی ہے کہ مارون الرشید کا کہنا  
رقہ میں پڑا ہوا تھا۔ میں سمجھی کے ہمراہ رکاب تھا کہ یکایک یحییٰ کو بے چین ہو کر غنیمت گئی پھر چند  
سیکنڈ میں گھبرا کر اٹھ بیٹھا اور مجھ سے مخاطب ہو کر کہا کہ ”سہل“ یہ کیا ہوا۔ خدا کی قسم میری حکمت  
اور عزت جاتی رہی ۷ میں نے عرض کیا کہ آپ کیا فرماتے ہیں تب کہا یہ شعر کس نے پڑھا۔

کان لہد یکن بین النجیون الی الصفا انیس ولہد سیم جملۃ سا مر میں نے نے البدیہ ہوا عرض کیا۔ بلی نحن کنا اہلہا فابادنا صروف الیالی والمجد ود العواش	جو کہ ایک صفا تک گیا کوئی کبھی دہتوں میں تھا ہی نہیں۔ اور گویا کہ میں کبھی کسی نے قہر نہیں کھا تھا اں ہم ماں کے ہونے والے تھے۔ لیکن ہم کو زمانے کے انقلابات اور تغیر نے نشانیا
---	---

یحییٰ چپ ہو رہا۔ لیکن جس روز یہ گفتگو ہوئی ہے اس دن سے میں برابر دیکھتا رہا کہ  
دیکھئے کہ پردہ غیب سے کیا ظاہر ہوتا ہے چنانچہ قیصر اسی دن تھا میں یحییٰ کے پاس بیٹھا ہوا  
لوگوں کے عرائض چمک رہا تھا کہ ایک شخص دوڑتا ہوا آیا اور یحییٰ پر گر پڑا یحییٰ نے سر اٹھا کر پوچھا کہ  
کجبت بتاؤ سہی کیا خبر لیا ہے؟ اس نے کہا کہ ”امیر المومنین نے  
یحییٰ کا صبر اور استقلال“  
ابھی جعفر کو قتل کر دیا ہے“ جب وہ کہہ چکا تو کہہ کر پوچھا کہ اں

حاشیہ صفحہ ۳۴۹ فقہ الفقیہ جلد ۱ صفحہ ۱۱ کتاب الامارۃ ۷ آسیا آج کل قیصر یزید بن معاویہ ۳۰ مجاہد و دھرم ۱۵۷۵ ابن خلکان میں لکھا ہے کہ شہنا  
بن شہاب نے جعفر کو قتل غیب میں دیکھا کہ وہ زبردستی سے ہٹے ہوئے اور مذکورہ بالا روایت پڑھ رہا ہے۔

نے الحقیقہ جعفر قتل ہو گیا اس نے کہاں۔ یہ سن کر یحییٰ کے ماتھے سے قلم چھوٹ کر گر پڑا اور کسی قسم کا تغیر نہیں ہوا اور کہا کہ قیامت بھی یکایک اس طرح آوے گی؟

جعفر کے قتل کے بعد ہی اگرچہ بغداد کو ہر شہ روانہ کر دیا گیا تھا کہ  
**تقدوا مال منضبطہ** براکہ کے مکانات اور مال اسباب کو منضبط کرے لیکن اس ابتدائی

حکم کے بعد بہت سختی سے اس کا عملہ راجہ سہل بن مارون کرتا ہے کہ براکہ کے کل مال اسباب و نقدی و جاگیرات کی منضبطی سے بیٹن کر درجہ لاکھ چھ ہتر ہزار دینار وصول ہوئے بھلا اسکے ایک کروڑ بیس لاکھ کی رقم صرف آمدنی خراج کی جتنی جو براکہ کی جاگیرات سے وصول ہو کر داخل خزانہ ہونی جتنی؟

جب براکہ کا تیار شدہ قافلہ بغداد پہنچا تو مارون الرشید نے  
**براکہ کی مع سرائی کی ممانعت** مردوں کو جیلخانہ **جس زما وقم** (منصور نے بنایا تھا) میں اور عورتوں کو دارالبانوقہ میں رہا تو مارون کی بہن کا نام تھا

قید کر دیا۔ اور تمام ملک میں عام منادی کرا دی کہ کوئی شخص براکہ کی تعریف نہ کرے نہ آنکے مرثیے لکھے ورنہ وہ تعزیر کا سزاوار ہو گا۔ لیکن مارون الرشید کا یہ حکم محض فضول تھا جعفر کا قتل کوئی معمولی بات نہ تھی۔ تمام ملک اور قوم پر جعفر کے قتل کا اثر ہوا تھا یہ ممکن ہے کہ طبقہ امرا کو جعفر کے قتل سے کچھ نقصان نہ پہنچا ہو۔ لیکن عوام الناس کے واسطے یہ واقعہ

حاشیہ: ہادی تغیر بھی روایت سلام اہلبش کی ہے و کعبہ کامل اثر ذکر تباہی براکہ سے یہ روایت محمد الفریس سے لکھی ہے سنہ ۱۸۷۱ء کے مطابق ۵۰ کروڑ ۳۰ لاکھ ۵۰ ہزار روپیہ ہوا۔



خدا کا ایک قہر تھا۔ ہزاروں۔ نہیں۔ بلکہ لاکھوں ہی خاندان اس کی فیاضی اور سلوک سے  
 امیرانہ زندگی بسر کرتے تھے۔ جعفر کا مکان فقرا۔ علما۔ شعرا۔ اور مشائخ کا مرجع و مآب تھا۔  
 جہاں چند آدمی جمع ہو جاتے تھے اسی جگہ براکہ کا ذکر ہونے لگتا تھا۔ عوام جعفر و یحییٰ کے  
 حالات سننے کے اس قدر شائق تھے کہ راہ چلتے شعرا سے ان کے مرثیے پڑھوا کر سنتے تھے۔  
 اور اس کا کچھ بھی خیال نہ تھا کہ بموجب احکام سلطنت ہم ملزم ہیں۔ باوجود مخالفت کے  
 شعراء نے جس قدر براکہ کے مرثیے لکھے ہیں ان کی تعداد ان مرثیوں سے کہیں زیادہ ہے  
 جو ایک آل العزم بادشاہ کے انتقال پر لکھے جاسکتے ہیں۔ خلیفہ دارون الرشید اور براکہ کے  
 شرانے جو مرثیے جعفر و جعفر کے لکھے ہیں اس کا انتخاب ذیل میں درج کیا جاتا ہے۔

### سیف بن ابراہیم

برکیرک بہ فیاضی کا ستارہ ٹوٹ پڑا اور سخاوت کی نئی نئی  
 اور بخشش کا دیباغ شک ہو گیا ہے۔

خاندان برک کے ستارے جن سے اونٹ  
 چلانے والے رستہ پہچانتے تھے غروب ہو گئے۔

ہوت انجم المجد وحی شلت ید المد  
 و غاضت بھجرا مجود بعد البوامک

ہوت انجم کانت لا بناء بومک  
 بھالیہن الحادی طریق المسالک

### ابونواس

اے وہ شخص خاکیں گھر میں گرا کر لگا سکی غریبوں کا خلیفہ ہو چکے ہیں

یا غائباً فی الثری بتلی محاسنہ

<p>ہر تہمت کو مغفرت اور احسان عنایت کرے۔  اگر تو نے موت کا اکہ پایا لہ ہیا ہے۔  تو تو ہم کو ہندو مذہب طبع کی سرت چکتے ہیں۔</p>	<p>اللہ یولیک غفرانا و احسانا  ان كنت جرعت كاس الموت وحدة  فی حل یوم اذوق الموت الوانا</p>
<p>وعمل بن علی الخزاعی</p>	
<p>جب میں نے دیکھا کہ کوار نے حنفی کو خاک پر کر دیا  اور غلیفہ کے سنا دی نے یحییٰ کی نسبت اعلان دیا۔  میں دنیا پر رو دیا اور مجھ کو یقین ہو گیا۔  کہ آدمی کا بغیر نتیجہ دنیا کو چھوڑنا ہے۔</p>	<p>ولما رأيت السيف جند لـ جعفر  وفادى مناد للخليفة في صحير  بلبيت على الدنيا وايقنت انما  نصاري الفتي فيها مفارقة الدنيا</p>
<p>رقاشی سے</p>	
<p>بن کوں کے دل فم سے خالی ہیں وہ ہمارے سوسے  لیکن میری آنکھوں سے نیند کو اس ہی نہیں رہتا۔  میرے بیداری اسلئے نہیں ہے کہ میں شیفتہ ہوں۔  جبکہ عاشق شیفتہ بنے خوب رہتا ہے۔  البتہ مصیبتوں نے مجھ کو بیخواب کر رکھا ہے۔  تو جب اور لوگ تھکتے ہیں میں جاگتا رہتا ہوں۔</p>	<p>هدأ المخالون عوججوى فناموا  وعيني لا يلا يمهامنا م  وما سهر حلا في مستهام  اذا اذق محب المستهام  ولكن المحو اذ اتر فتني  فلي سهر اذا هجد النيام</p>

اصبغت لبادۃ کافوا مخوما  
 بهم نسقی اذا انقطع الغمام  
 علی المعروف والدینا جمیعاً  
 لدولة آل برمک السلا م  
 جزعت علیک یا فضل بن یحیی  
 ومن یجزع علیک فلا یلا م  
 فلم اقبل قتلاک یا ابن یحیی  
 حساما فله السیف الحسام  
 ألهو بعد حکم واقربینا  
 علی المصوب بعد کم حرام  
 وکیف لطیب لی عیش وفضل  
 اسیر وودنه المبد الشام  
 وجعفر ثابیا بالبحر ابلت  
 محاسنه السما سم والمقام  
 اقول وقت منتصباً لیه  
 الی ان کاد لیضحی القیام  
 اما والله لو لا خوت وانش  
 وعین الخلیفه لانتام

محمد کو ان سرداروں کے مرنے کی مصیبت پیش کی  
 جن سے ہم لوگ سیراب ہوئیں جبکہ مرنے پر دعا  
 جب خاندان برمک نہ رہا تو

دنیا اور بھلائی۔ دونوں کو سلام ہے۔

اے فضل بن یحییٰ میں تیرے لئے روتا ہوں۔

اور جو تجھ پر دے وہ قابلِ ملامت نہیں۔

تیرے قتل سے پہلے میں نے اے یحییٰ کے بیٹے

یہ نہیں دیکھا تھا کہ تلواریں کو کاٹے۔

کیا میں تم کو کون سے کھیل کو میں پرستان کی ٹھنڈی ہوا میں

تہلکے بعد مجھ پر کھیل کو حرام ہے۔

کیا میری زندگی پر طعنت ہو سکتی ہے۔

جبکہ ایسے خوش شہر میں قید ہے۔

اور جعفر پر پڑا ہوا ہے۔ جس کی نوچوں کو۔

اگر دار لؤن نے مٹا دیا ہے۔

میں کے دلاش کے پاس مرد قہ کھڑا ہو کر کھڑا۔

یہاں تک کہ توب تھا کہ بری نصیحتی ہو۔

کہ وہ اندر چلے خوار و غنیہ کی

آنکھوں کا ڈر ہوتا جو کبھی سوتی نہیں۔

تو میں تیری سولی کے گرد طواف کرتا۔

اور ہوسہ دیتا جس طرح حورِ سود کو گدہ بیٹھیں

لطفنا حول جذعك واستلطنا

كما للناس بالحجر استلام

مرطبی می اور اخانی میں جعفر مروج کے جس قدر مرثیے لکھے ہیں ان کے انتخاب کیونچے  
بھی ابراہیم کی وسعت کافی نہیں ہے لہذا مذکورہ بالا اشعار پر اکتفا کیا جاتا ہے۔ یوں تو اپنے  
اپنے رنگ پر ہر ایک شاعر نے جعفر کے مرثیے خوب لکھے ہیں لیکن ان سب میں رقاشی  
کا مرثیہ نہایت دلکش ہے کیونکہ اس شاعر نے اپنے سچے جوش اور دلی ذوق سے لکھا ہے۔  
ایک مؤرخ لکھتا ہے کہ جس مقام پر جعفر کا سر آویزاں تھا۔ رقاشی وہاں بیٹھ کر بہوں یا  
کرتا تھا اور جیسا کہ اس نے اخیر شعر میں لکھا ہے نے تحقیق جعفر کے سر کے گرد طواف کیا کرتا  
تھا۔ اور جب ان اشعار پر پہنچتا تھا تو اس کو سخت رقت ہوتی تھی۔ اور چونکہ سلطنت نے  
بریکہ کی مع سرائی کو قانوناً جرم قرار دیا تھا۔ اس وجہ سے رقاشی علیٰ رؤس الاشباد نہ تو مرثیہ پڑ  
سکتا تھا نہ اس مروج کا ماتم کر سکتا تھا۔ لیکن جعفر کے عام احسانات رقاشی پر اس قدر تھے کہ اس نے  
بلا خوف مواخذہ قانونی غصہ طور پر جعفر کا مرثیہ لکھ ڈالا اور اس کا کچھ بھی خیال نہیں کیا کہ  
مثل دیگر شعرا کے میں بھی قتل کر دیا جاؤنگا۔ یا سزا بے ہوؤنگا۔

افغانی کی روایت ہے کہ جب مخزن نے ہارون الرشید سے رقاشی کے حال کی اطلاع کی تو  
اس نے رقاشی کو مبارک میں بلایا اور مخاطب کر کے کہا کہ ”رقاشی! کیا تو نے میرا حکم نہیں سنا  
ہے کہ کوئی شاعر جعفر کا مرثیہ نہ لکھے اور نہ براہمہ کی مع سرائی کرے۔ پھر تجھے کس چیز نے

جعفر کے مرثیے لکھنے پر جرات والی ہے؟ زقاشی نے عرض کیا کہ ”امیر المومنین جعفر کی سرکار مجھ کو ایک ہزار دینار سالانہ وظیفہ ملتا تھا اس کے علاوہ جعفر کے احسانات مجھ پر اس قدر ہیں کہ جس سے میں مجبور ہوا یہ جب رشید نے یہ مرثیہ سنا تو اس کا بھی دل بھرا یا اور حکم دیدیا کہ جب تک زقاشی زندہ رہے اس کو دو ہزار دینار سالانہ وظیفہ ملا کرے یہ حقیقت میں زقاشی بڑا خوش نصیب تھا کہ وہ زندہ بچ گیا۔ ورنہ داروگیر کا دمانہ تھا۔ جس نے برا کلمہ کا ذکر کیا وہ مارا گیا۔ اگر خوبی قسمت سے زندہ رہتا تو قید کی سختیاں مزور ٹھاتا۔ جس کی تائید میں یہ دو نظریں کافی ہیں +

طبری کی روایت ہے کہ قتل جعفر کے بعد ابراہیم بن عثمان بن نبیک  
**ابراہیم بن عثمان**  
**بن نبیک کا قتل**  
 برا کلمہ کا ذکر کر کے ان کے مال پر روپا کرتا تھا۔ بلکہ روتے روتے  
 اس کی یہ حالت ہو جاتی تھی کہ جعفر کا قصاص مانگے لگتا تھا۔  
 اور جب بنید پیکر کنیزوں کے ساتھ مجلس عیش میں بیٹھتا تو تلوار ہاتھ میں لے کر کہتا تھا ”وہ جعفر  
 واستیدائے جعفر ہے میرے سردار! میں تیرے قاتل کو ضرور قتل کر ڈالوں گا اور تیرے خون  
 کا جو من لوں گا“ جب ابراہیم میں یہ ہوش انتقام بڑھ گیا تو ابراہیم کے بیٹے نے رشید سے  
 جا کر اطلاع کر دی۔ رشید نے ابراہیم کو بلایا اور اسے خوب بنید پلائی۔ اور جب ابراہیم نشے میں  
 متوالا ہو گیا تو رشید نے ابراہیم سے کہا کہ ”میں جعفر کو قتل کر کے نامد ہوں۔ بلکہ یہی جی چاہتا ہے  
 کہ بغداد سے چلا جاؤں۔ اور جعفر کے غم میں مجھے نیند حرام ہو رہی ہے“ بقول شخصے دیوانہ را

ہوئے بس ست۔ رشید کی باتیں سنتے ہی ابراہیم رونے لگا اور اس کے آنسو جاری ہو گئے۔  
 پھر رشید سے کہنے لگا کہ اے ابو الفضل! خدا تجھ پر رحم کرے خدا کی قسم تو نے بڑی غلطی کی ہے  
 اب دنیا میں جو جگر کا مثل کہاں مل سکتا ہے یہ سن کر رشید جھلا اٹھا اور ابراہیم سے کہا کہ چل اٹھ کھڑا  
 ہو طعون۔ دو قدم اٹھ کر چلا تھا کہ پیچھے سے اس کے بیٹے نے تلوار کا ایک ماتھہ لگایا۔ جس کے  
 صدمے سے جان نہ ہوسکا اور چہنہ ہی راتوں میں انتقال کر گیا۔

دوسرا واقعہ انس بن ابی شیح کا ہے (خالدا لحداء الحدیث کا مجتبیٰ تھا) زہیر  
 بن بکار روایت جعفر بن المسین کہتا ہے کہ جعفر کے قتل کی صبح کو خلیفہ  
 مارون الرشید اور انس سے کچھ گفتگو ہوئی اور اسی روز اس کو قتل کر دیا۔  
 اور ابن قتیبہ کا قول ہے کہ انس جعفر کی دوستی میں سولی دیا گیا اور یہ شخص نہایت بھی شہور تھا۔

**انس بن ابی شیح کا قتل**

آل برمک کا بند او میں قید ہونا۔ اور مصائب اٹھانا۔ یحییٰ کا مارون الرشید

سے رہائی کی درخواست کرنا۔ اور نامنظور ہونا۔ مع دیگر واقعات

جعفر کا غم سب زیادہ فضل برمکی کو تھا۔ اور اپنے عزیز بھائی کے فراق میں کسی وقت اس کو آہ و  
 زاری سے نصرت نہ تھی۔ خالد بن عثمان فضل کا ایک صاحب راوی ہے کہ جعفر کے قتل کے بعد فضل  
 کا کھانا۔ پینا۔ بالکل چھوٹ گیا تھا اور یہ ارادہ کر لیا تھا کہ اسی حالت میں دنیا سے نصرت

حاشیہ طبری پر صفحہ ۱۰۷ کتاب المارقین ابن قتیبہ صفحہ ۱۳۰ طبری نے اس واقعہ کے ویل میں یہ شعر بھی لکھا  
 ہے۔ تلطم السیف من شوق الی انس۔ فالسیف یلخط واکا قن ارتطیض۔

ہوں۔ جب مارون نے یہ حال سنا تو رات کے وقت فضل کے پاس گیا اور جب فضل نے مارون کو اسے ہوسے دیکھا تو واسطے تعظیم کے کھڑا ہو گیا۔ اور مارون کو سلام کر کے بے ساختہ

## مارون اور فضل کی گفتگو

رونے لگا۔ مارون نے فضل کو مخاطب کر کے کہا کہ ”جعفر کے قتل کا تم کو اس قدر افسوس کیوں ہے؟ وہ تو فاسق اور بدکردار آدمی تھا۔ تم سے اُس کو دلی بیخ تھا۔ کیونکہ مجھے اکثر جعفر نے اس پر آمادہ کیا تھا کہ میں تم کو مصرت پہنچاؤں علاوہ برس تمہاری ماں اور ہے اور جعفر کی ماں اور ہے مارون کی تقریر سنکر فضل سے ضبط نہ ہو سکا اور رونے لگا۔ تب مارون نے گلے لگالیا۔ اور جو چاہو کرو گے تھا وہ فضل کو اوڑھادی پھر کھانا لگایا اور قسمیں دلا کر کسی قدر کھلایا اور پھر فضل سے کہا کہ ”تم جعفر کا غم نہ کرو وہ تم سے نہ صرف عداوت ہی رکھتا تھا بلکہ تم کو معزول کرنا چاہتا تھا فضل نے جواب دیا کہ ”میں نے مانا جعفر ایسا ہی تھا۔ لیکن اس کا قصور ایسا نہ تھا جس پر اہل المؤمنین نے قتل کر دیا یہ تو آپ کو معلوم ہے کہ اب جعفر حبیباً وزیر آپ کو مہیہ نہیں آ سکتا ہے اور وہ یگانہ قتل کیا گیا ہے جب اس کے ساتھ یہ بتاؤ کیا گیا تو میں نہیں کہہ سکتا ہوں بھی اور وزیر سے ساتھ کیا سلوک کیا جائے گا، فضل کی تقریر سنکر مارون چپ ہو رہا اور غما ہو کر چلا گیا بعد ازاں ان قیدیوں پر جو سختی کی گئی ہے وہ ناقابل بیان ہے۔

ابو الحسن احمد بن حسین (عدالت میں محرر تھا) راوی ہے۔ کہ

## قید میں فضل پر تشدد

ایک دن سرور نے چند غلاموں کو طلب کیا اور انکو جھاننا

حاشیہ ملے تہیخ ضیاء ربی وہاں غلامان سے یہ دہم لکھا گیا ہے۔

روانہ کیا۔ اور پھر چند مقام اپنے ساتھ لیکر خود روانہ ہوا۔ منہیل سر پر ہندھی ہوئی تھی۔ اور ایک  
 سہارنا ناتھ میں تھا۔ یہیں سمجھ گیا کہ فضل کو سزا دینے جا رہے۔ مزدوٹا میں بھی چلا اور سرور کو  
 سلام کیا۔ مجھے دیکھ کر کہنے لگا کہ تم بھی چلو دیکھو تو آج فضل کے ساتھ کیا کرتا ہوں؟ سنکر  
 میرے ہوش جاتے ہیں۔ کیونکہ میں فضل کا پروردہ تھا اور ہر روز دو مرتبہ جا کر دیکھ آتا تھا سرور  
 نے جلیانہ میں پہنچ کر فضل کو بلایا۔ اور نہایت حقارت آمیز کلمات سے مخاطب ہوا۔ فضل نے  
 کہا کہ ”سرور ہم پر یہ عتاب کیوں ہے؟“ جواب دیا کہ ”امیر المومنین نے مجھ کو حکم دیا ہے کہ میں تمہارے  
 مال و دولت کی تصدیق کروں کہ کس قدر ہے اور جو کچھ ہے وہ پیش کیا جائے کیونکہ امیر المومنین  
 کو روپے کی سخت ضرورت ہے۔ اگر صحیح صحیح نہ بتاؤ گے تو دو سو تادیائے لگائے جائیں گے“  
 فضل نے کہا اے سرور تو خدا سے نہیں ڈرتا ہے کہ میں تجھے اس کے قہر سے آگاہ کروں۔  
 جو تجھے حکم ہے اس کو پورا کر البتہ اس قدر التجاہ کہ کوڑے کی آواز نہ بجی کے کافروں تک  
 پہنچے ورنہ اس کے دل پر سخت صدمہ پہنچے گا۔ دوسرے یہ کہ امیر المومنین سے کہہ دے کہ ہمارے  
 پاس جو دولت تھی وہ سب خرچ ہو چکی ہے۔ بلکہ اس ایشاد و کرم سے امیر المومنین رضامند تھے۔  
 اور فرمایا کرتے تھے کہ تم پر خدا کی رحمت ہو کیا اچھی زندگی بسر کرتے ہو۔ اور یہ بھی معلوم ہے۔  
 کہ نہ ہم نے چوری کی ہے نہ خیانت۔ جو مال تھا وہ سب فی سبیل اللہ صرف ہو چکا ہے اور سرور  
 تو خوب جانتا ہے کہ ہم اپنی عزت کو مال سے بچاتے ہیں۔ اور جان تو مال سے کہیں زیادہ  
 عزیز ہے بجائے ایک کوڑا کھالے کے جان دے دینا آسان ہے۔“ سرور نے فضل کی  
 باتیں سنیں تو غصے سے آگ ہو گیا اور چاروں غلاموں کو جو اس کے ہمراہ تھے حکم دے دیا



## سکرتا مازیانہ فضل بر مکی

ہر ایک سچا سچا سچا کوڑے فضل کی مٹی پر ماریں چنانچہ ان لوگوں  
نے نہایت بید روی سے مسرور کا حکم پورا کیا۔ شدت مزبے فضل  
بہوش ہو گیا تھا۔ جب مسرور چلا گیا تو میں نے فضل کا سر گود میں

لے لیا۔ تھوڑی دیر میں فضل نے آنکھ کھولی۔ میں نے تسلی دہی اور کہا کہ مارون ارشید پر  
خدا کی لعنت ہو جس نے تم کو صدمہ پہنچایا ہے۔ فضل نے کہا کہ اُس کی جواب ہی قیامت میں  
ہو گی۔ اور مجھے علم دیا کہ ایک ہوشیار جراح کو لاؤ کیونکہ میرے جسم کا اکثر حصہ چھٹ گیا  
ہے اور زخموں کی تو کوئی انتہا نہیں ہے۔ میں نے جراح کو حاضر کر دیا اور علاج شروع  
ہو گیا۔ جب سحی کو فضل کی خبر ہوئی تو خود کشی پر آمادہ ہو گیا۔ لیکن پہرے کے سپاہیوں  
نے اُس کو اس ارادے سے روکا۔ جس وقت بغداد میں یہ خبر شہر ہوئی ہے اس وقت  
لوگوں کا بڑا حال تھا۔ مگر مارون کے خوف سے سبم بخود تھے۔ میں روزانہ زناں چرسی کو  
جایا کرتا تھا۔ چنانچہ چند روز میں فضل کو صحت ہو گئی۔ غسل صحت کے دن ایک دوست  
سے قرص لیکر مین ہزار دینار اُس جراح کو انعام دئے اور مجھ سے کہا کہ ”برادر من! دیکھتے

## فضل کی ایک تقریر

ہو۔ مارون نے میرے ساتھ کیا کیا ہے؟ میرے باپ نے  
مارون پر بہت کچھ احسان کیے ہیں خلیفہ مادی مارون  
کے قتل پڑا ہوا تھا۔ صرف میرے باپ کی سعی کا نتیجہ ہے کہ وہ زندہ رہا اور ہماری ہی شش  
سے مارون کو تخت سلطنت پر بیٹھا نصیب ہوا ہے۔ میری ماں کا اُس نے دودھ پیایا ہے  
اور جس قدر مالک فتح ہوئے ہیں وہ ہماری ہی جانفشانی کا نتیجہ ہے۔ جو خدمت ہمارے

سپر دھتی اس میں اور نیز جاگیرات میں ہم نے کوئی خیانت نہیں کی ہے نہ کبھی بدخواہی کا خیال ہمارے دل میں آیا ہے ہمارے ساتھ مارون نے بڑے بڑے وعدے اور عہدہ کیے ہیں لیکن افسوس ہے کہ اس وقت اس نے سب کو بھلا دیا ہے مال کے میلے سے ہم کو قید کر دیا ہے۔ نہ اس کو خدا کا ثبوت ہے نہ لوگوں سے شرم ہے کہ آخر اس ظلم کو دیکھ کر خلق خدا مجھ کو کیا کہے گی۔ مارون اگر شہید کی بے وفائی اور عہد شکنی مسلمانوں کو یاد رہے گی۔ اور ہم تو اب چند روز کے مہمان ہیں۔ لیکن یہ یاد رہے کہ ہمارے بعد مارون کو بھی بقا نہیں ہے۔ "ابن خلکان کی روایت ہے کہ زمانہ قید میں فضل یہ اشعار پڑھا کرتا تھا۔

جو مصیبت ہر پریشی ہم اس کا شکوہ خدا سے کرتے ہیں  
کیونکہ اسی کے ہاتھ میں تکلیف اور مصیبت کا دفع کرنے ہے  
ہم دنیا سے خارج ہو گئے ملاحم ہم ابھی تک نائیں ہیں  
سوم نرزدہ ہیں نرزدہ۔

الی اللہ یماننا لنزفع الشکوٰۃ  
فخی یدہ کشف المصرتۃ والبلوی  
خرجنا من الدنیا ونخرج من اہلہا  
فلا یخفن فی الاموات فیصاۃ الہا

ذکرہ بالا واقعہ کے بعد شمس العلماء خواجہ الطاف حسین صاحب عالی کا یہ شعر ہم کو یاد آتا ہے۔

ماجر اہو گا ہمارا عجرت اوروں کے لئے

چیت جائیں گے بہت شکر ہماری مٹاں

باپ کی اطاعت باپ اور بیٹے میں جو فطرتی محبت ہوتی ہے وہ ظاہر ہے لیکن فضل کو

حاشیہ شہ علامہ ابن خلکان تحریر فرماتے ہیں کہ یہ اشعار ابراہیم صاحب سے ہیں یا علی بن عبد القدوس کو جب وہ بکر اہری عباسی بالزام زندہ قید تھا۔ لیکن وہاں ابراہیم صاحب کا جزو دلی اتنی الزامات اہمات سے ملے تھے اس میں یہ اشعار درج ہیں۔ مکتوبہ بیروت صفحہ ۱۰۸ حیات المیوان و میری مکتوبہ ۷ جلد ۲ ابن خلکان صفحہ ۲۰۷ کتاب الجان و ہمدانی نام

یہ بھی کے ساتھ جو محبت تھی وہ اس واقعہ سے ابھی طبع ظاہر ہوتی ہے کہ یہ بھی کو زمانہ قید میں بوسیر کا عارضہ تھا اور اس زمانے میں جائز شدت سے پڑتا تھا۔ قیدیوں کو بچا کر م پانی کے سرد دیا جاتا تھا۔ یہ بھی کو بھی مجبوراً اسی سرد پانی سے وضو کرنا پڑتا تھا جب فضل نے دیکھا کہ یہ بھی کو اس سے تکلیف ہوتی ہے تو اس نے یہ ترکیب نکالی کہ آفتابہ قندیل کے پاس رکھ دیتا تھا۔ صبح کی نماز تک حدت قندیل سے پانی میں گرمی آ جاتی تھی۔ یہ بھی اس پانی سے وضو کرتا تھا۔ یہ بھی نے جب اپنے بیٹے کی یہ خدمت دیکھی تو بہت خوش ہوا۔ اور دعائیں دینے لگا جب داروغہ جیل کو یہ حال معلوم ہو گیا تو اس کجنت نے قندیل کرے سے ملحدہ کرادی۔ تب فضل نے یہ تدبیر کی کہ ابتداء شب سے آفتابہ کو اپنے پیٹ میں لگا لیتا جس میں بمقابلہ سرد پانی کے کسی قدر گرمی آ جاتی تھی۔ اس حال کو دیکھ کر آخر کار داروغہ کو بھی رحم آ گیا اور سزائیں بند کر دیں۔

قید میں سب سے زیادہ سختی فضل برکی پر تھی اور اس کی ایذا دہی کے واسطے دارون الرشید طبع طبع کی فکریں کرتا تھا۔ یہ بھی برکی (بہ سبب ضعیفی)۔۔۔ قید کی سزاؤں سے مستثنیٰ تھا تاہم فضل کی تکلیفیں دیکھ کر وہ بے چین ہو جاتا تھا۔ جب دارون الرشید فضل کے صبر و تقال کا امتحان کر چکا اور جہاں تک ممکن ہوا۔ اس کو سزا بھی دے چکا۔ تب یہ بھی کو تسنا شروع کیا۔

اور ایک دوسرا جیل نکال کر فضل کے

عبدالملک بن صالح کی گرفتاری الزام نجات

قتل کی ممکن ہی لیکن سبھانے

کچھ اس کی پروانہ کی اس اجمال کی تفصیل یہ ہے کہ اسی دہانے میں عبدالرحمن عباسی نے اپنے

باپ عبدالملک دین صالح بن علی بن عبدالمدین عباس ہاشمی کی دارون الرشید سے شکایت کی  
 کہ وہ خلافت کا دعویدار ہے اور امیر المومنین کو معزول کرنا چاہتا ہے اور اپنی تائید میں قمامہ  
 کا تہ کو پیش کر دیا۔ یہ فتاوت انجیز خیر سنکر دارون سے ضبط نہ ہو سکا اور فوراً عبدالملک کو  
 گرفتار کر کے فضل بن برہت کے سپرد کر دیا کہ تم اس کو اپنی قید میں لکھو۔ چنانچہ دائرہ قید میں  
 آئیں عبدالملک کو اپنے سامنے طلب کیا اور نہایت غصے ہو کر کہا کہ ”عبدالملک تم نے ہاسپاسی  
 کی۔ اور ہماری بخشش و احسانات کے منکر ہوئے“ عبدالملک نے نہایت فصاحت سے تقریر  
 شروع کی اور عرض کیا کہ مجھے تو آپ کی طاعت فرض ہے۔ کیونکہ آپ خلیفہ رسول اللہ و حامی  
 دین ہیں لیکن جو کچھ آپ فرماتے ہیں اس کی کچھ بھی اہمیت نہیں ہے یہ سارا فساد ہمارے  
 حاسدوں کا ہے اور انھیں اس کی کچھ بھی خبر نہیں ہے کہ باعتبار قرابت مجھے امیر المومنین  
 سے کس قدر تعلق ہے۔ دارون نے کہا ”نہیں یہ بالکل غلط ہے جیسا تم زبان سے کہتے  
 ہو ویسا دل سے کرنا نہیں چاہتے ہو۔ خود قمامہ نے جو تمہارا کاتب ہے تمہاری بدتمیزی اور  
 مخالفت کی مجھ سے اطلاع کی ہے اور اس کی بھی تقریر سنو“ چنانچہ قمامہ فوراً حاضر کیا گیا۔  
 دارون نے کہا کہ بلا خوف و خطر جو کچھ جانتے ہو بیان کرو“ قمامہ نے کہا کہ عبدالملک جو امیر المومنین  
 کے سامنے حاضر ہے وہ نقص سمیت پورا مادہ ہے اور فتاوت کیا چاہتا ہے۔ عبدالملک نے کہا  
 کہ ”امیر المومنین اقامہ تو جھوٹا ہے۔ جبکہ وہ میرے سامنے تخت لگا رہا ہے تو میرے پیچھے وہ  
 مزد و محٹ برتا ہو گا۔ ایسے شخص کی باتوں کا مجھے کیونکر یقین آ سکتا ہے۔ دارون نے کہا کہ  
 بیٹس نے تم قمامہ جھوٹ برتا ہے لیکن عبدالرحمن بھی تمہاری معصنانہ کارروائیوں کی خبر دیتا

ہے اگر کو تو وہ بھی پیش کیا جائے اور ہمارے نزدیک ان دو گراہوں سے زیادہ کیا سچی  
 شہادت ہو سکتی ہے۔ جب عبدالملک نے عبدالرحمن کا نام سنا تو کہا "امیر المومنین! وہ تو مامور  
 ہے اس نے وہ معذور ہے اور اس کی بات کا یوں بھی مجھے اعتبار نہیں ہے کیونکہ خداوند  
 تعالیٰ فرماتا ہے اِنَّ مِنْ اٰذِیْنَا جَکُمْ وَاَنْتُمْ لَا تَدْرِیْتُمْ وَ اَلَمْ نَجْعَلْ لَّکُمْ فَاخِذًا مِّمَّ عِبَادِ الرَّحْمٰنِ کُو  
 میرا ہی بیٹا ہے لیکن جبکہ وہ باغی ہو گیا تو پھر ایسی نافرمان اولاد کی باتوں کا یقین نہیں  
 ہو سکتا۔" یہ سنکر رشید اٹھ کھڑا ہوا اور کہنے لگا معاملے کی حلیت تو مجھے کھل گئی ہے مگر  
 اس معاملے میں مجھے غلبت منظور نہیں ہے میں خدا کو حکم قرار دیتا ہوں۔ عبدالملک نے کہا  
 "میں بھی رضامند ہوں۔ خدا پر ارجح ہے۔ اور امیر المومنین حاکم ہیں۔ کیونکہ میں جانتا ہوں۔  
 امیر المومنین خدا کی رضامندی پر اپنی خواہشات نفسانی کو ترجیح نہ دیں گے۔" اس گفتگو کے  
 بعد عبدالملک کو پھر قید میں بھیج دیا اور چھ روز کے بعد دوبار اپنے سامنے بلا کر ایک دن پھر  
 سمجھایا۔ عبدالملک نے کہا کہ "امیر المومنین خدا سے خوف کیجئے بھائے شکر گزاری کے خدا کی  
 نعمتوں کی ناشکری نہ کیجئے۔ آپ کے قیام سلطنت کے واسطے جو کوششیں میں نے کیں ہیں  
 اس پر خیال فرمائیے۔" لیکن مارون الرشید نے کچھ خیال نہیں کیا اور کہا کہ اگر بنی ہاشم پر  
 رحم کرنے کی میری عادت نہوتی تو میں ضرور تجھ کو قتل کر دیتا۔ کیونکہ بغاوت کے تمام سامان  
 میں اپنی آنکھوں سے دیکھ رہا ہوں۔ اس کے بعد مسرور کو تیسرے کے پاس روانہ کیا اور کہلا  
 بھیجا۔ میں نے سنا ہے کہ تو اس کی کوشش کر رہا ہے کہ عبدالملک بن صالح تخت خلافت پر  
 حاشیہ عبدالملک مارون الرشید کے زمانے تک بد قیام امیر المومنین تحت سلطنت پر مجبور قید سے آیا یا اللہ تعالیٰ غفر

بیٹھے اور میں غمزدہ کیا جاؤں۔ اور اس کی دلیل یہ ہے کہ عبدالملک جس قدر تمہاری عورت کرتا  
 رہے ویسی میری نہیں کرتا ہے۔ اگر اصلی حالات ظاہر کرو تو میں فرماؤں کہ تم کو قید سے چھوڑ دوں گا اور  
 پھر اسی اعزاز پر پہنچا دوں گا۔ یہی نے جب یہ پیام سنا تو سرور سے کہتا یہ ارضا کا وہ ہے اگر  
 میں اس میں شریک ہوں۔ مجھے یہ محض بہتان ہے۔ ہاں اگر خلیفہ کو یہ منظور ہے کہ معاملات  
 سلطنت میں نیابت کا الزام لگا کر مجھے بدنام کرے۔ اور لوگوں پر یہ ظہر کرے کہ جو منراویہ جاتی  
 رہے وہ حق بجانب ہے تو اسی جلد سازی کی میرے قتل کے واسطے حاجت نہیں۔ کیونکہ نہ صرف  
 علام الغیوب بلکہ ساری خدائی جانتی ہے کہ ہم لوگ بے گناہ ہیں لیکن اگر وہ قتل کرنا چاہتا  
 ہے تو ہم کو قتل کرے تاکہ اس کا بھی دلی سزا نکل جائے اور ہم بھی اس مصیبت سے چھوٹ  
 جائیں اب رہی یہ بات کہ میں عبدالملک کی محبت کا دم بھرتا ہوں اور اس کی عورت کرتا  
 ہوں۔ یہ امر بلحاظ تقدس دینی کے ہے۔ اس کو کسی دنیاوی معاملے سے تعلق نہیں۔ اور سچ  
 یہ ہے کہ عبدالملک میں ادب و شرم۔ وحیا۔ پارسائی۔ دیانت۔ اور عقل و فہم سب مہاسیوں سے  
 بڑھ کر ہے۔ لغو و امتدایے نفس زکیہ کو حکمرانی کی آرزو کیونکر ہو سکتی ہے؟ اور اس کی  
 تصدیق خود عبدالملک سے ہو سکتی ہے اس وقت مارون الرشید کو میری سچائی کا حال  
 معلوم ہو جائیگا۔ چنانچہ سرور نے یہی بھی کہا جو اب مارون الرشید کو جاسنایا۔ مارون نے  
 یہ پیام سکر کہا کہ جو کچھ یہی نے کہا ہے وہ بالکل غلط ہے میں تحقیق کر چکا ہوں عبدالملک کے  
 واسطے بیعت ہو چکی ہے۔ یہی سے دوبارہ ہمارا کہو کہ اگر صحیح صحیح حالات ظاہر کر دو گے  
 تو اس قید سے چھوٹ جاؤ گے۔ ورنہ فضل کے قتل کا حکم صادر ہو چکا ہے۔ اور فضل کے

قتل کی دھمکی اس وجہ سے دیکھی تھی کہ یحییٰ کو فضل سے زیادہ عزیز تھا۔ لیکن سرور کو درپڑ  
 یہ حکم تھا کہ فضل کو یحییٰ سے الگ کر کے دوسری جگہ چند روز تک قید رکھے کیونکہ فضل کے  
 مزاج کی طاقت یحییٰ میں نہیں ہے وہ مزور عبد الملک کی سمجیت کا حال کہہ دیا۔ چنانچہ جب  
 سرور نے یحییٰ سے دوبارہ ہاکر کہا تو یحییٰ نے روئے لگا۔ اور کہا کہ اے سرور مجھے اس سمجیت  
 کی کچھ بھی خبر نہیں ہے۔ بفرض محال اگر میرا گناہ بھی ہے تو سختی سزا کا میں ہوں۔  
 غریب فضل نے کیا کیا ہے کہ وہ قتل کیا جاتا ہے؟ خداوند تعالیٰ ایسا سبکدہ پسند نہیں کرتا  
 اور وہ بہار منتقم ہے ضرور اس ظلم کا بدلہ لائے گا۔" سرور نے جواب دیا کہ آپ ہارون الرشید  
 کی نادرک مزاجی سے واقف ہیں جو اس نے حکم دیا ہے اگر میں اس کے حکم کی تعمیل نہ کروں  
 تو مجھے مع اہل و عیال قتل کر ڈالینگا۔ یہ کہہ کر فضل کا ہاتھ پڑ لیا اور بے چارہ اس وقت یحییٰ  
 کی حالت قابلِ رحم تھی۔ آئندہ سوؤں کا دیا جاری تھا۔ یحییٰ نے رخصت کے وقت فضل کو دیا  
 دی۔ سرور کی روایت ہے کہ جب میں فضل کو لاپرے آیا تو ایک گوشے میں بے ہاکر  
 اس کے کپڑے اتروائے۔ اور بجز ایک شلواری کے اس کے پاس کچھ نہ رہا اس وقت فضل  
 نے کہا کہ اے سرور ہارون الرشید سے میرا ایک پیام کہہ دینا اور وہ یہ ہے کہ جو سامان سے  
 تم نے کئے تھے وہ سب شکست کر گئے۔ اب بجز پتھوں اور عورتوں کے کوئی نہیں ہے۔ جیسا  
 پرتاؤ تو ان سے کرے گا وہیسا ہی لوگ تیرے ساتھ کریں گے۔" سرور نے فضل کی آنکھوں  
 پر ہٹی بازہ دی لیکن تھوڑی دیر بعد پر کھول دی۔ اور کہا کہ میرا جی نہیں چاہتا ہے کہ  
 میں تجھ ایسے فوجوان کو قتل کروں۔ اب میں پھر جاتا ہوں۔ خلیفہ سے عرض کر دوں گا۔

فضل نے کہا افسوس جس قدر آج تو مجھ پر مہربان ہے۔ کاش جعفر مرقوم کے ساتھ ایسی شفقت کی ہوتی۔ کیونکہ جعفر نے کسی قسم کی بدسلوکی تجھ سے نہیں کی تھی۔ چنانچہ سرسور نے تین دن تک تیجی سے فضل کو الگ رکھا جب کچھ نہ معلوم ہوا تو مجبوراً پھر تیجی کے پاس بھیج دیا۔ اور سرسور نے بھی سفارش کی کہ فضل عالم ادھر پارہا ہے اس کو عبداللہ کی سمیت کا کچھ علم نہیں ہے ورنہ وہ ضرور بیان کر دیتا چنانچہ مارون نے بھی اس کی سچائی کا اس طرح پر تجربہ کیا کہ فضل سے پوچھا کہ قید میں تھارے ساتھ کس کس شخص نے سلوک کیا ہے۔ فضل نے صاف کہہ دیا کہ سیدی بن معاذ اور محمد بن عباس نے میری ہر طرح مدد کی ہے چنانچہ مارون نے بھی سیدے دریافت کیا تو اس نے بھی تصدیق کی اور تیجی کی وفاداری پر تحسین کی۔ لیکن محمد بن عباس نے چونکہ انکار کر دیا تھا۔ لہذا اس کو چار مہینے کے واسطے قید کر دیا۔ مارون الرشید کے حکم سے قدم قدم پر مجبور اور جاسوس بن گئے تھے۔ جو شخص برائے کی خدمت کرتا یا مالی امداد پہنچاتا۔ فوراً اس کی اطلاع کیجاتی تھی گردہ لوگ جن کو برائے سے فائدہ پہنچا تھا خوف و خطر جیل میں جا کر تیجی وغیرہ سے ملنے اور جس قدر ممکن تھا ان کی مدد کرتے تھے۔

تیجی ابرمکی کا خط بنام سیارہ بن معروف راوی ہے کہ جب زمانہ قید میں تیجی ابرمکی پر سختی ہونے لگی۔ اور ہاؤں کی پٹریاں معمولی مقدار سے بھاری کر دیں اس وقت تیجی نے مارون کو ایک خط



لکھا جس کا مضمون یہ ہے۔

### بسم اللہ الرحمن الرحیم

یہ خط یحییٰ کی طرف سے امیر المومنین مارون الرشید کے نام ہے جو تمام مسلمانوں کا امام اور رسول اللہ صلعم کا جانشین ہے۔ یحییٰ گنہگار ہے اور اس کو اپنے گناہوں کا اقرار ہے لیکن پھر بھی وہ امیر المومنین کی مہربانیوں کا امیدوار ہے کیونکہ جب سے امیر المومنین نے اپنی مہربانی کی نظر پھیر لی ہے اس وقت سے تمام بلائیں اس پر ٹوٹ پڑی ہیں۔ راحت۔ محنت سے تبدیل ہو گئی ہے منکھوں نے شب بیداری کا سرمہ لگا لیا ہے۔ بجائے جگھٹاتے ہوئے عالیشان محلوں کے تنگ و تاریک زندان میں گرفتار ہے۔ اب مرتے دم تک اس کو بجز غم کھانے کے اور کوئی کام نہیں ہے۔ اس کی مصیبت کا ایک ایک دن سال کے برابر ہے اور چورات کہ بیخ و غم میں کھنٹی ہے وہ درازی میں روز قیامت کے ہم پل ہے۔ موت اس کے سامنے ہر دم کھڑی رہتی ہے۔ اب وہ مرنے پر آمادہ ہے۔ اسے موت اگلاں تو اپنے وقت سے پہلے آجاتی اور قید حیات سے چھڑا دیتی۔ امیر المومنین مجھے اسکا فسوس نہیں ہے کہ میں آپ کی فیاضیوں سے محروم ہوں۔ بلکہ دلی صدمہ یہ ہے کہ آپ سے ہوں۔ امیر المومنین! خدا گواہ ہے اگر میں جھوٹ کہتا ہوں مجھے اپنی عورت اور مال و اسباب کے تلف ہونے اور جعفر کے قتل کئے جانے کا کچھ بھی افسوس نہیں ہے۔ کیونکہ میں اچھی طرح جانتا ہوں کہ یہ سب چیزیں مستعار تھیں۔ اور اگر شے مستعار آئیں مالک کو واپس کیجئے تو وہ شکایت بے جا ہے۔ میرا مقصد اس سے بڑھ کر یہ ہے کہ اس قدر

ہے کہ جعفر پر جو مصیبت آئی وہ اس کے گناہوں کا نتیجہ تھا۔ میں اس معاملے میں کوئی  
نکتہ چینی نہیں کرنا چاہتا۔ نہ یہ کہتا ہوں کہ آپ نے ظلم کیا بلاشبہ جس سزا کا وہ مستحق تھا  
سیاست مکی نے اس کو پورا کیا۔

ماں یقیناً اقرار صالح کے ساتھ اپنے گناہوں کا معترف ہے اور امیر المومنین سے معذرت  
کرتا ہے اگر اس کے خدات اور ضعیفی پر لحاظ فرمایا جائے تو وہ اس کا مستحق ہے کیونکہ  
تو کروں سے تصور ہوا ہی کرتے ہیں اور آقا ہمیشہ صاف کر دیا کرتے ہیں۔ پس اگر  
امیر المومنین بھی رحم فرمائیں اور رضامند ہو جائیں تو آخرت کی نجات اور دنیا کی نیکنمایی  
کے لئے بس ہے ؟

نشر کے بعد جو نظم بھیجی برکلی نے لکھی ہے اس کا انتخاب بھی ذیل میں درج کیا جاتا ہے۔

قل للخليفة ذى الضيعة	خليفة سے کہد جو صاحب احسان
والعطايا العناشيه	اور کثرت سے انعام دینے والا ہے
وابن الاخلاق من قریش	اور قریشی خلفاء
والمملوك العالیه	اور غلام بادشاہوں کی اولاد میں سے ہے
راس الامور وخيزم	جو مہمات کا سرچارہ ہے اور ان سب کے بڑھ کر ہے
ساس الامور الماصیه	جنہوں نے امور کو انجام دیا۔
ان البعامة الذين	وہ برکلی "جن پر
راموالد يك بداهيہ	تیری وجہ سے مصیبت پڑی۔

<p>ان کے چہرے زرد ہیں۔          اور ان پر علانیہ دولت کا لباس ہے۔          تو گویا وہ اس مصیبت کی وجہ سے          درخت سے تپتے ہیں جڑ اٹھ گیا ہے۔</p>	<p>صفا الوجه علیہم          خلع المذلتہ بادیہ          فکانہم ممّا بہم          اعجاز یخل حناویہ</p>
<p>لیکن خلیفہ مارون الرشید نے یحییٰ کے اس طولانی خط کو پڑھ کر یہ مختصر جواب          لکھا +</p>	<p>لیکن خلیفہ مارون الرشید نے یحییٰ کے اس طولانی خط کو پڑھ کر یہ مختصر جواب          لکھا +</p>
<p>اے خاندان برک۔          تم کشتیں بادشاہ تھے۔          تم نے نافرمانی کی اور حد سے بڑھ گئے۔          اور میری نعمتوں کی ناشکری کی          یہ اس شخص کی سزا ہے۔          جو اپنے افسر کی اور میری نافرمانی کرے۔</p>	<p>یا ال برمک استکم          کنتم ملوکا عاتية          فعصیتمو وطغیتمو          وکفرتمو لغنائیہ          ہذی عقوبة من عصی          من فوقہ وعصانیہ</p>
<p>اور نظم کے خاتمے پر قرآن شریف کی یہ آیت لکھی وَصَبَّ اللَّهُ مَثَلًا قَرِيبًا كَانَتْ</p>	
<p>حاشیہ علیہ مقدار الفیہ اور اعلام الناس میں یحییٰ کا خط نظم میں پورا موجود ہے۔ لیکن جواب کے شمار صرف اعلام الناس میں ہیں          علیہ اور خدا ایک گاؤں کی مثال بیان فرماتا ہے کہ وہاں کے لوگ دہریہ ہیں امن و اطمینان سے تھے ہر طرف سے          با فراغت ان کا رزق ان کے پاس چلا آتا تھا پھر انہوں نے خدا کی نعمتوں کی ناشکری کی تو ان کے گناہوں کے پے          میں اللہ نے انکو مزہ بھی چکھا دیا کہ جبکہ ان خوف کوڑا لگا اور عذاب کھینچا، بجا دیا۔ سورہ نمل پارہ ۱۴ رکوع ۱۴          ترجمہ مولانا ذریعہ احمد صاحب دہلوی صفحہ ۴۴۴۔</p>	

اٰمِنَةٌ مُّطْمَئِنَّةٌ يَّاتِيهَا رُزْقُهَا رَغَدًا مِّنْ كُلِّ مَكَانٍ فَلَمَّ رَتَّ بِالْعِجْمِ اللّٰهُ  
فَاَذَا قَهَا اللّٰهُ لِبَاسٍ مُّجْجُوْعٍ وَّامُخْوَوْتٍ بِمَا كَانُوْا يَصْنَعُوْنَ۔ جب یحییٰ برکی  
نے مارون الرشید کا جواب پڑھا تو اس کو یقین ہو گیا کہ میں اب میری قید سے رہائی نہ  
ہوگی اور ولی سنج و غم کا یہ نتیجہ ہوا کہ یحییٰ کو بخارا آنے لگا۔ اب یحییٰ کا یہ حال تھا کہ وہ زمین  
پر سوتا تھا اور اپنی زندگی کے دن پورے کر رہا تھا۔

زمانہ قید کا ذکر ہے کہ یحییٰ برکی سے کسی  
نے سوال کیا کہ اے وزیر کرم اسب عمدہ

### یحییٰ کے اقبال اور ادبار کی حکایت

واقعہ جو آپ کے زمانہ اقبال میں گزرا ہو بیان فرمائیے یحییٰ نے کہا کہ ایک دن تفرسما میں  
دریا کی طرف گیا کشتی پر سوار ہوتے وقت انگوٹھی کا نگینہ دریا میں گر پڑا۔ یہ نگینہ یا قوت  
کا تھا جس کی قیمت ایک ہزار شقال سونا تھا۔ میں نے اس واقعہ کو فال قرار دیا۔ اور گھر کو  
واپس آیا تو باورچی نے وہی یا قوت میرے سامنے لا کر پیش کیا۔ میں نے خدا کا شکر ادا کیا۔ اور  
باورچی سے پوچھا کہ تجھے یہ کیونکر ہاتھ لگا۔ اس نے کہا کہ میں نے آج ایک معمولی غریبی  
بھٹی۔ اس کے پیٹ سے یہ یا قوت نکلا۔ میں نے خیال کیا کہ وزیر کے سوا اور کون ہے جسکے  
نذر کے قابل یہ ہو سکتا ہے؟ یہ واقعہ تو میرے اقبال کے زمانے کا ہے۔ اب میرے ادبار کا  
نوکر سنو کہ اسی قید میں ایک دن میں نے گوشت کھانا چاہا۔ ہزار و نیا قرص منگائے اور  
گوشت۔ سرکہ۔ بانڈی۔ اور ضروری سامان خرید کر لیا۔ اور آگ جلا کر گوشت پکانا شروع کیا۔  
آگ پھونکتا جاتا تھا اور میری دڑھی زمین پر لگ لگ جاتی تھی۔ جب گوشت تیار ہو گیا

تو میں نے روٹی پکا کر شروع کی اور ماٹھی کو اوتاڑنا چاہا۔ اس وقت میرا ہاتھ ڈنگ گیا اور  
ماٹھی ہاتھ سے چھوٹ کر چولے میں گر پڑی شور باجول سے مرغوب غناوہ سب گر چکا تھا  
مجبوراً زمین پر سے بوٹیاں اٹھ لیں اور صاف کر کے اُسی کو کھا لیا اس سے زیادہ مصیبت کا  
اور کیا واقعہ ہوگا۔ اور اس سے زیادہ عبرت ناک ذیل کا واقعہ ہے۔

**بی بی کی بی بی اور اسکی مصیبت** محمد بن غسان حاکم کو فدا کا بیان ہے کہ  
عید الفصح کے دن میں اپنی والدہ کی خدمت

میں حاضر تھا کہ اس کی مجلس میں میں نے ایک ضعیف عورت کو دیکھا جو پرانی چادر اوڑھے  
ہوئے نہایت فصاحت و بلاغت سے بول رہی ہے۔ میری ماں نے کہا کہ بیٹا! اپنی خالہ کو  
سلام کر۔ میں نے پوچھا کہ یہ کون ہیں؟ تب کہا کہ یہ عمتا بہ ام جعفر برکمی ہیں۔ یہ دیکھ کر میں  
فک رہ گیا۔ اور انقلاب زمانہ پر مجھے نہایت تعجب ہوا۔ پھر میں نے سلام کیا اور پوچھا کہ یہ  
کیا حال ہے بیان فرمائیے؟ کہا اے بیٹا! کیا پوچھتا ہے۔ دنیا ایک آنے جانے والی چیز  
ہے۔ کل کی بات ہے کہ عید کے دن میرے مرنے چار سو کنیزیں کٹھری ہوتی تھیں۔ باوجود اسکے  
میرا خیال تھا کہ جعفر میری خدمت میں کوتاہی کرتا ہے اور ایک دن یہ ہے کہ میرے پاس  
دو پستین ہیں جن میں سے ایک اوڑھنا ہے اور ایک سمجھونا! فَاَعْتَبُوْا یَا اُولِی  
الْاَبْصَارِ۔

حاشیہ سلفہ السلام انس منہوم ۱۴۔ حیات الامیدان دیری ابن خلکان تاریخ نگارستان میں بھی یہ روایت کم و بیش تکرر  
ہوئے تاریخ سنیا، الدین برنی تاریخ اصفہانی برادیت احمد بن خلیفہ کاتب۔

حقیقت میں برآمد کی تباہی اور ان کی مصیبت کے حالات پڑھنے سے دل پر زمانے کے انقلاب کا پورا اثر پڑتا ہے اور انسان کے اقبال و ادوار کی تصویر آنکھوں کے سامنے پھر جاتی ہے۔ یہ وہی جعفر کی والدہ ہے کہ جو آج معمور لی تن کے کپڑوں کو تمحل ج ہے۔ اوکل اسکے بیٹے جعفر کا وہ زمانہ تھا کہ ہزاروں اس کے مکان سے خلعت فاخرہ پہن کر نکلتے تھے۔

جعفر کے قتل پر خلیفہ مارون الرشید کا اسف۔ وزیر کی ضرورت  
ملکی بغاوتیں سیفرے جعفر کی نقش کا جالنا۔ اور بغداد سے سفر رقتہ  
جعفر کے قتل کے بعد خلیفہ مارون الرشید کو کسی وقت اطمینان نصیب نہیں ہوا۔ گو ملکی  
اس قبیلے سے جعفر کو قتل کر دیا تھا مگر ہر شکل موقع پر جعفر یاد آتا تھا۔ خصوصاً جب ملک میں بغاوتیں  
ہونے لگیں اور دالیان ملک کی سرکشی کی خبریں آنے لگیں۔ اس وقت جعفر کا نام ورد زبان  
ہوتا تھا۔ اور چونکہ وزلت کمزور ماعتوں میں تھی۔ اسلئے استغلامت ملکی میں ایک ایک مصاحب  
مصلح لیتا تھا ابو الحسن علوی کا بیان ہے کہ جعفر کے قتل کے بعد مارون الرشید دن رات  
پریشان اور غمناک رہتا تھا۔ اسی زمانے میں ایک دن میں بھی مارون کے پاس گیا۔ اپنے پاس  
بلا کر بٹھالیا۔ اور باتیں کرنے لگا۔ پھر سب کو نصرت کر دیا۔ جب میں تنہا رہ گیا تو مجھ سے مخاطب  
ہو کر کہا کہ ایک راز کی بات کہنا ہے۔ مجھے امید ہے کہ افشاء کرنے کے بعد اپنے آقا کے حقوق  
نعمت سے تم واقف ہو، میں نے عرض کیا کہ "ایرالمونین! ایسی گفتگو ہونا چاہئے جسے  
حاشیہ شہادۃ الخ صیا، الدین برنی ص ۵۵۰۔

در آئینا یا فرستائو کوئی نہ پہنچ سکے۔ روزِ دوبارہی لوگ قیاس عقلی پر بہت کچھ فرس مشہور کر دیئے، "خلیفہ نے کہا کہ نہیں وہ ایسی بات ہے جس کو کلمائے بھی کوئی نہیں سمجھ سکتا ہے۔ پھر مجھ سے کہنے لگا کہ ابو الحسن! مجھ سے بڑی غلطی ہو گئی ہے کہ میں نے انجام کار پر کچھ خیال نہ کیا اور صرف ذاتی غصہ۔ کمینہ۔ عداوت۔ اور حسد سے میں نے ایسے خاندان کو تباہ کر دیا جس کی ذات سے میری سلطنت کا نظام تھا۔ دیکھو ملک میں ہر طرف بد امنی پھیل رہی ہے جس کا یہ نتیجہ ہے کہ ہر شورش کے دبانے کے واسطے مجھ کو خود جان پڑتا ہے ورنہ پیشہ یہ حال تھا کہ ملک کا بڑے سے بڑا حادثہ باغ سے بیٹھے بیٹھے براہِ کم کی تدبیروں سے ختم ہو جاتا تھا جب بہت ہی بڑی ضرورت ہوتی تھی اس وقت جعفر یا فضل کو بھیج دیتا تھا۔ براہِ کم کی بربادی کے مسئلہ پر میں نے برسوں غور کیا تھا۔ لیکن اخیر کو میری عقل جانی رہی۔ اور مغلوب الغضب ہو گیا اور اپنی نادانی و ناتجربہ کاری سے جو نہ کرنا تھا وہ کر چکا۔ جب میں نے جعفر کو قتل کر دیا تو پھر دوسروں کے قتل کی ضرورت نہیں رہی۔

**جعفر کو قتل کر کے**

**ماروں الرشید کا نام نہ**

لیکن کلمیتاً اس خاندان کو میں نے برباد کر دیا۔ اب جو کام براہِ کم کے سپرد تھے۔ بتاؤ میں کس کے سپرد کروں؟ میں نے عرض کیا جو ہونا تھا وہ ہو چکا اب اسکی تلافی حال ہے۔ پشیمانی سے کوئی فائدہ نہیں ہے۔ میری رائے میں بشرطیکہ امیر المومنین کے

حاشیہ ملے معصفت دہلوی لکھتا ہے "ماروں الرشید وہم کہہ کر براہِ کم شامل غایہ ہاد و فیکہ ایں ارادہ کرتا تھا کہ ایشا نازا میاں برداشت وہ سال گذشت۔ مسرور خادم سب تا قیر قتل ایشاں از وقت ارادہ از رشید پر سید گفت کسے را ندید کہ بجائے ایشاں قرار بدہم و اگر ایشاں را دلع سے کہ ہم ملکات سن فاسد میشو و بعد از ان خط اشخاصے ہر سید کہ بجائے ایشاں قرار داد ایشاں را بدہم کہ دم۔ جلد اول صفحہ ۲۴۷۔

نزدیک بھی مناسب ہو۔ **فضل بن یحییٰ** (جو اس خاندان کا پروردہ نعمت ہے) وزیر  
 مقرر کر دیا جائے۔ "میری رائے سنکر مارون الرشید نے کہا کہ "ابو الحسن خدمت وزارت  
 کا مستحق وہی شخص ہے جو تمام قوم میں فضل ہو۔ سیف قلم کا مالک ہو اور اس کی تقریریں  
 یہ اثر ہو کہ خواص و عوام دونوں کو اپنا شیدائے بنائے۔ ان میں سے ایک بات بھی فضل میں  
 نہیں ہے نہ اس کا کینہ بڑا ہے نہ مکارم اخلاق میں مشہور ہے۔ نہ فیاضی میں اس کی شہرت  
 ہے۔ جس کے باعث ملک کا اس کی طرف رجحان ہو۔ نہ کسی خاص ہنر میں کمال ہے نہ  
 عقل و فہم میں ممتاز ہے۔ علاوہ بریں و برہم و دیندار کا بندہ ہے۔ فضل یحییٰ کو تم مجھ سے زیادہ  
 نہیں جانتے ہو۔ فضل کی طرف سے مجھے بھی انوس ہے۔ کیونکہ وہ ہمارا ہی خادم اور پروردہ  
 ہے لیکن ایسے لوگوں کو معزز و برہم پر مقرر کرنے سے ملکی غرض حاصل نہیں ہو سکتی ہے۔ اولاً وہ  
 بادشاہوں کا قول ہے کہ انتظامی خدمتیں اور بڑے بڑے عہدے ان لوگوں کو دینا چاہئے  
 کہ جن کی ذات سے اس عہدے کو شرف اور اعزاز حاصل ہو۔ اور جن کے قلم اور کلام سے بادشاہ  
 کا مطلب پورا ہو جائے۔ اور اگر اس خدمت سے وہ محزول کر لئے جائیں تو بھی ان کے  
 ذاتی اعزاز اور حشمت میں کچھ فرق نہ آئے۔ بدرجہ مجبوری میں بھی چاہتا ہوں کہ فضل یحییٰ  
 کو خدمت وزارت پر مقرر کروں لیکن مجھے یقین ہے کہ جو کام برا مکہ نے کیے ہیں اس کا  
 ہزار ہا حصہ بھی فضل سے نہ ہو گا۔ یہ گفتگو ہو رہی تھی کہ فضل بھی آسمو جو ہوا۔ اور آتے  
 ہی یہ اطلاع کی کہ "جملہ سردارانِ فوج سلیمان کے لڑکوں کے ہمراہ آئے ہیں اور ان کا  
 یہ بیان ہے کہ پچھلے زمانے میں ہمارے بزرگوں کی بڑی عزت ہوتی تھی اور ہم خلیفہ کے



کام آتے تھے۔ اب زمانہ امیر المومنین میں ہم سے کوئی کام نہیں لیا جاتا ہے لہذا ہم درخواست کرتے ہیں کہ ہمارا استعفا منظور فرمایا جائے اور اپنی جاگیر پر واپس جانے کی اجازت دیکھائے کیونکہ موجودہ برتاؤ امیر المومنین کا ہم کو پسند نہیں ہے۔ ایسی ملازمت سے کاشت کاری کر کے زندگی بسر کرنا بدرجہا بہتر ہے۔ میں نے ان لوگوں کو ہر چند سمجھایا کہ اس وقت امیر المومنین خلوت میں ہیں وقت فرصت کے عرض کرنا گمراہیوں نے نہیں مانا سلیمان کر کے یہ لڑکے بڑے فسادچی ہیں ان کے سروں میں باغیانہ خیالات ہیں میرے نزدیک گستاخ و جبقتل ہیں۔ جب فضل اپنی تقریر ختم کر چکا تو مارون الرشید نے میری طرف دیکھا یعنی اس بات کا اشارہ کیا کہ فضل کی عقل و سمجھ کو دیکھیں پھر فضل کو حکم دیا کہ میری طرف سے پیام دو کہ کوئی شبہ نہیں ہے کہ تمہارے ساتھ میں نے غفلت کی ہے جس سے تم کو صدر پہنچا لیکن مجھے ہمتا رہی ضرورت اس سے بھی زیادہ ہے کہ عتبی ابو جعفر منصور و خلیفہ مہمدی کو قتل جو کچھ ہوا میں اس کی معافی چاہتا ہوں۔ ائمہ کے واسطے میری مہربانی کے امیدوار رہو۔ فضل نے مارون الرشید کا جواب سن کر کہا کہ ایسے سرکشوں کے واسطے ایسا نرم جواب مناسب نہیں ہے۔ لیکن خلیفہ گستاخانہ جواب سن کر فضل پر بہت غصہ ہوا اور کہا کہ میرے حکم میں دخل دینے کا تنہا کیا حق ہے جو میں نے حکم دیا ہے وہ ان لوگوں سے جا کر کہہ دے۔ اور پھر میری طرف دیکھ کر کہا کہ بجلے جعفر اویسی کی ایسے شخص کی سفارش کرتے ہو جس کی عقل اور سمجھ کا یہ حال ہے۔ حقوڑی دیر میں فضل واپس آیا اور عرض کیا کہ میں نے امیر المومنین کا فرمان سنا دیا۔ سب گھوڑوں پر سے اتر پڑے اور اطاعت کا سر جھکا دیا۔ اور خوشی خوشی و عادی تے ہوئے واپس گئے۔

پھر مجھ سے کہا کہ ”دیکھو اس وقت نرمی سے کیسا کام نکل گیا۔ اگر میں فضل کے کہنے پر چلتا۔ تو معلوم نہیں کیا انجام ہوتا۔ اور میں نے تاج عجم میں پڑھایے کے کسرے (پیرزنیہ والے عادل) نے بزرگ پر سے پوچھا کہ عورتیں جس قدر باتوں سے خوش ہوتی ہیں انمال سے نہیں آغراس کا سبب کیا ہے؟ حکیم نے جواب دیا کہ عورتیں ناقص العقل ہوتی ہیں۔ ان کی سمجھ مال یا متاع مال تک نہیں پہنچتی ہے۔ غرض کہ تم نے میری بات کا نتیجہ سمجھ لیا ہوگا۔ اب میں تم کو ایک واقعہ جعفر کی زکاوت و فراست کا سناتا ہوں۔ ایک دوز میں شکار میں تھا جعفر پر کی بیرے آگے آگے چلا جا رہا تھا۔ مجھے اس وقت آگے

### جعفر کی زکاوت

جرائم کی یاد آگئی اور طبیعت میں غصہ پیدا ہو گیا اور دل میں یہ خیال آیا کہ جعفر کی گردن اڑا دوں اور اس خیال سے دل کو ایسی سرت ہوئی کہ مجھے ہنسائی آگئی جعفر نے پیچھے مڑ کر دیکھا اور مجھ سے پوچھا کہ بغیر شاہد کسی عیب شے کے ہنسی کا کیا سبب ہے؟ میں نے کہا کہ شب کو کینہوں نے جوئے تکلفی اور شوخیوں کی تھیں اسی کا خیال آ گیا ہے جعفر نے کہا نہیں بلکہ امیر المومنین کا یہ خیال ہے کہ جعفر کشتی ہے خداوند نعمت! اس خیال سے ڈرنا چاہئے۔ میں بے گناہ ہوں۔ خون ناحق اپنی گردن پر نہ لیجئے۔“ میں جعفر کی ذہانت سے رنگ رہ گیا۔ جب یہ قلعہ کھچکا تو پھر مجھے رخصت کر دیا اور تاکید کی کہ دیکھو ان باتوں کا کسی سے ذکر نہ آنے۔ چنانچہ میں رخصت ہو گیا اور اس گفتگو کا یہ نتیجہ نکلا کہ سلطنت اور وزارت دونوں کی کم عقلی سے ملک میں اتھری پیدا ہوتی ہے۔ ہمیشہ پاری کی روایت ہے کہ ہر ایک کے معاملات میں ان لوگوں

افسوس کیا کرتا تھا۔ بلکہ ایک دفعہ یہ بھی کہتا تھا کہ اگر مجھے معلوم ہو کہ براء کی نیت اچھی ہے تو میں ان کو پھر اصلی درجہ پر پہنچا دوں۔ جعفر کا قتل نہ صرف اس کے دوستوں کو گراں تھا۔ بلکہ مسرور جو شہنشاہ براء اور جعفر کا قاتل تھا۔ اس نے اکثر موقعوں پر کہا ہے کہ جعفر کے قتل کے بعد مجھے کھانے میں مزا نہ ملا۔ جب میں بغداد میں سوار ہو کر نکلتا تھا تو مجھے یہی ڈر لگتا تھا تھا کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ رعایا مجھے سنگسار کر ڈالے۔ یہ تو خود میرا حال تھا۔ اور مارون الرشید کی یہ حالت تھی کہ بالکل چپ رہتا تھا۔ جب اطراف ملک سے کوئی وحشت انگیز خبر آتی تو چلا آٹھتا تھا کہ آج اگر براء کہہ دے تو یہ کچھ بھی نہ ہوتا۔ اور اس کی یہ پریشانی دمِ مرگ تک نہ گئی۔ جب امین اور مامون میں لڑائی ہوئی اور طاہر ذوالعینین فتحیاب ہوا اور امین مارا گیا اس وقت تمام ملک میں یہ صدا نہایت بلند تھی کہ یہ بے گناہ جعفر کے خون کا بدلہ ہے۔

جعفر کے قتل کے بعد چونکہ مارون الرشید مثل الحواس ہو گیا تھا۔ اور نظامِ سلطنت بھی درہم برہم تھا اس سبب سے خاندانِ خلافت کے بعض ارکان خود سر ہو گئے تھے۔ اور صوبہ جات میں بھی بغاوت انگیز خیال پیدا ہو چکے تھے۔ اس لئے جب کسی قدر خوار آتے تو اس طرف متوجہ ہو لیکن ٹیکہ فورس (تقصور) قیصرِ روم سے جنگ چھڑ جانے کی وجہ سے ان سازشوں کا کوئی انتظام نہیں ہوا لیکن جب غزوہ روم سے فراغت ہوئی تو خراسان کی فکر ہوئی۔ کیونکہ جب سے یہ ملک براء کی حکومت سے نکلا تھا اسی وقت سے یہاں کی ہوا بگڑ گئی تھی۔ چنانچہ رشتہ داروں میں خراسان کے انتظام کے واسطے خود مارون نے سفر کیا۔ اور

اس سفر کی تحریک کا بڑا سبب یہ ہوا کہ اعیان خراسان نے علی ابن عیسیٰ والی کے ظلم و ستم کی متواتر عنیناں بھیجی تھیں اور یہ بھی لکھا تھا کہ علی ابن المومنین کی مخالفت پر تیار ہے۔ چنانچہ صفحہ ۱۸۹ جہری میں مارون نے نے کا سفر کیا۔ مارون الرشید اور قاسم دونوں شہزادے بھی ساتھ تھے۔ چار مہینے تک نے میں خیام شاہی نصب ہے علی بن عیسیٰ ابھی جواب دہی کے لئے حاضر ہوا لیکن علی نے اطاعت کی حکمت علی سے مارون الرشید کا خیال ملٹ دیا۔ اور لاکھوں ہی کے قیمتی تحفے نذر کئے اور علاوہ شاہی نذرانے کے مارون الرشید۔ قاسم۔ امیران فرج۔ کتاب۔ اور تمام اہل دفتر کو جدا جدا تحفے دئے۔ خلیفہ مارون الرشید کی لالچی طبیعت نے اس کے ظلم و ستم کی کچھ بھی تحقیقات نہیں کی اور پھر خراسان کو واپس کر دیا اور آخر نے الحجہ میں بنداد کو لوٹ آیا۔ غریب جعفر کا سر اس وقت تک جبر بنداد میں لٹکا ہوا تھا۔ سہل بن مارون راوی ہے کہ میں نے جعفر کے چہرے کی طرف دیکھا سوچ کی سیدھی کہ نہیں جعفر کے منہ پر پڑتی تھیں۔ تو خدا کی قسم یہ معلوم ہوتا تھا کہ گویا سوچ جعفر کی بھوؤں کے اندر سے نکل رہا ہے۔ جب مارون کی نظر جعفر کے چہرے پر پڑی تو اس کے قریب گیا اور پریشان بالوں کو جمع کر کے چہرے کو گرد و غبار سے صاف کیا۔ اور انکھوں کو جو کھلی ہوئی تھیں بند کر دیا۔ عبد الملک بن فضل حاجب نے کہا کہ افسوس جعفر کا گناہ اس جو عظیم الشان تھا کہ اس کو امیر المومنین کا عضو بھی نہ معاف کر سکا۔ مارون الرشید نے کہا کہ ”جو شخص حد سے گزر جاتا ہے اس کی یہی سزا ہے“ پھر حکم دیا کہ جعفر کا سر اور نقش

حاشیہ: کابل اثر صفحہ ۶، جلد ۶، واقعات ۱۸۹ھ عقد الفریہ جلد سوم کتاب الاثر قبیلہ دینوری صفحہ ۱۲۳۔

نقل طبری جلد ۶۸۳ صفحہ ۶۸۳ جلد سوم بردایت محمد بن اسحاق ۶

#69

عزت

## حالات سفر قه

حاشیہ نگارستان مہ حیات المیران صفحہ ۱۳، جلد دوم کئی پیکر صفحہ ۳، جلد ۹، تالیف ضیاء الدین برقی۔

اس پر بھجایا۔ اور حکم دیا کہ یحییٰ میرے ساتھ رہے۔ اور فضل۔ موسیٰ۔ و سترات کی سواریوں کے اونٹ لشکر کے ساتھ کرنے جائیں چنانچہ حمید بن ابراہیم مروزی کو ان لوگوں پر نگران مقرر کیا کہ لشکر کے ساتھ ساتھ رہے۔ اور جب کوچ و مقام کرتا ہوا یہ لشکر ویر قانم میں پہنچ گیا تو مارون نے یحییٰ کے پاس پیام بھیجا۔ کہ یہ مقام مع اطراف کے ہمیشہ تمہارے قبضہ حکومت میں رہے لہذا اگر تم پسند کرو تو میں تم کو اجازت دیتا ہوں کہ اسی جگہ پر رہو۔ لیکن تمہارے اہل و عیال ساتھ نہ رہ سکیں گے۔ اور نہ تم پر کسی قسم کا پھرہ ہو گا۔ لیکن فضل وغیرہ قید رہیں گے۔ یحییٰ نے کہا میں اس قید کو جو اہل و عیال کے ساتھ ہو اس آزادی پر فوق دیتا ہوں۔ چنانچہ بتاریخ ۱۵۔ ۱۶ جمادی الاول ۱۱۸۱ یوم دوشنبہ) و قیل رقعہ ہوا۔ اور جب لشکر رقعہ پہنچ گیا۔ اس وقت سب قیدی ایک جگہ گردنے گئے۔ مسرور اور ہرثمہ بن اعین کا پھرہ مقرر ہوا۔ لیکن یہ حکم ہو گیا تھا کہ ہر ایک سے جو لوگ ملنا چاہیں وہ بلا مزاحمت مل سکتے ہیں۔ اور تین لاکھ درہم اور تین سو جوڑے کپڑے رحمت فرمائے۔ اور جو سزائیں دی جاتی تھیں وہ بند کر دی گئیں۔ اس کارروائی سے ہر ایک و نیز رعایا سے بغداد کی تالیف قلوب منظور تھی۔ کیونکہ ہر ایک کی سخت سزائیں دیکھ کر بعض لوگ خلیفہ کے مقابلے میں تلوار اٹھانے کو تیار تھے۔

جعفر کے قتل سے رقعہ پہنچ کر اب کسی قدر آرام ان قیدیوں

کو ملا تھا۔ دوست و احباب بھی وہیں سے ملنے آتے تھے اور جعفر کی عزت کرتے تھے۔ خلیل بن شیم

مسرور ان قبائل اعراب کا  
جعفر کی تعزیت کو آنا

حاشیہ: یہ واقعہ واقعہ دیلمی غزوات کے کدے رقعہ سے مزید بیان دہ احمد بن محمد الملقان صفحہ ۱۷۱ جلد ۱

کی روایت ہے کہ رقیہ میں مختلف قبائل عرب کے سردار آتے تھے۔ ایک دن محمد العزیز بن  
 محمد جو تمام قبائل اعراب کا سردار تھا۔ جعفر کی تعزیت کو آیا۔ جب بیٹی کو اونٹ پر سوار دیکھا تو  
 گھوڑے سے اتر پڑا اور بیٹی کے قدم کا بوسہ لیا۔ اور اس حال میں دیکھ کر رونے لگا۔ پھر لہذا وہ  
 سے جعفر کا رشتہ پڑھنا شروع کیا۔ محمد العزیز کے چاروں طرف لوگوں کا جھوم تھا۔ بیٹی کے آنسو  
 جاری تھے۔ حاضرین پھینک مار مار کر دیتے تھے اور عبدالعزیز وہ شخص ہے جس کو جعفر نے  
 نہایت اعزاز کا درجہ دیا تھا۔ گھوڑے کی سواری۔ تیر اندازی۔ اور بہادری میں راجہ و کبک حصہ لے  
 عبدالعزیز بے مثل تھا۔ جب عبدالعزیز لشکر میں آیا تو مارون الرشید کو بھی ان حالات سے  
 اطلاع ہوئی کہ عبدالعزیز نے ملے دسوں الاشہاد جعفر کا رشتہ پڑھا ہے۔ اس لئے عبدالعزیز  
 کو جواب دہی کے لئے مارون الرشید نے اپنے ہنرمیں طلب کیا۔ اور مخاطب کر کے کہا کہ  
 ”محمد العزیز! کیا تم نے نہیں سنا ہے کہ میں نے تمام ملک میں منادی کرا دی ہے کہ کوئی جعفر کا رشتہ  
 پڑھے۔ نہ اس کے غم میں سوگوار ہو ورنہ وہ سیاست کا مستحق ہوگا۔ تم نے میرے شہر و حکم سے  
 انحراف کیا ہے۔ بتاؤ کیا وجہ ہے کہ تم کو اس عدول مکی کی سزا نہ دی جائے۔“ عبدالعزیز نے جواب دیا  
 کہ ”امیر المومنین! جعفر مرحوم کا غم اس سے کہیں بالاتر ہے کہ آپ کے حکم سے مرثیہ پڑھنا تعزیت  
 کرنا۔ ایک دم سے بند ہو جائے۔ اور پھر جعفر ایسے شخص کا کہ جس کا مثل مہفت اقلیم میں نہ تھا۔  
 یہ کیونکر ہو سکتا ہے کہ اس کی صبح نہ کی جائے۔ اور ایسے بزرگوں کا رشتہ پڑھنا تو ایک رسم ہے  
 جس کو خلیفہ خود جانتا ہے۔ اور میں جعفر سے بے انتہا لطمہ اٹھا چکا ہوں۔ اگر اس مصیبت  
 میں جعفر کا شریک نہ ہوں تو میری ناسپاسی ہے۔ البتہ میں مذمہ ہوں لیکن جعفر کے صدقے

میں امیر المؤمنین میرا قصور معاف فرمائیں۔“ خلیفہ نے عبدالعزیز کا جواب نہایت ناگواری سے سننا۔ غصہ سے ہرہ سرخ ہو گیا۔ اور عبدالعزیز سے کہا ”معلوم ہوتا ہے کہ تم نے جعفر کے گناہوں کا حال نہیں سنا ہے۔ اور میرے اعلان کی صدا بھی تمہارے کانوں میں نہیں گئی ہے۔ ورنہ ایسی نا فرمانی تم سے نہ ہوتی۔ بہر حال اب یہی بہتر ہے کہ تم اپنے ملک کو لوٹ جاؤ تاکہ میری رعایا اور فوج میں ایسی گستاخی کی جرات نہ ہو۔ چنانچہ عبدالعزیز کیجی سے مل کر واپس چلا گیا۔ اور خلیفہ ہارون الرشید نے بھی اس معاملے میں زیادہ زور نہیں دیا۔ کیونکہ اگر عبدالعزیز پر ذرا بھی سختی کی جاتی تو تمام اعراب بگڑ جاتے اور ملک میں ایک شورش ہو جاتی۔ غلامان براکہ اعراب (بدو) کی جن کی تقریر و خطبوں پر لغت و فحش ادب کا دھار ہے ہمیشہ قدر دانی کرتا تھا۔ اس واسطے یہ ہادیشیں قابل براکہ کے ہر وقت مطیع رہتے تھے۔

اور قہ پہنچ کر ہارون الرشید کے خیالات میں تغیر پیدا ہو گیا تھا۔  
**رقیب ہارون کے**  
**کیا خیالات تھے**  
 اور براکہ کو بدظن و کینے لگا تھا۔ اگرچہ براکہ قید تھے مگر ان سے قیدیوں کا سہارا نہیں تھا۔ جو لوگ براکہ کی دوستی کا دم بھرتے

تھے۔ وہ بلائے جاتے تھے۔ ان سے اپنی پریشانی کہتا اور چپ ہو جاتا تھا۔

**محمد بن محمد** ایک مقرب دربار ہارون الرشید راوی ہے کہ بمقام رقبہ بعد نماز فجر ہارون الرشید نے مجھے بلا بھیجا۔ میں ڈر گیا کہ معلوم نہیں کیا کہنا چاہتا ہے۔ چنانچہ میں قمر بیض کو شک سعید میں پیش کیا گیا۔ خلیفہ صحن مکان میں ٹہل رہا تھا۔ میرا تھ چڑھ لیا اور ٹھنڈی سانس بھری۔ پھر مصری پھر پورا ہوا کہ میرا نکلا۔ اور مجھ سے کہنے لگا کہ ”خلفا میں سے کسی کو مخلوق نہ سمجھو“



نے ایسے فرزند۔ اہلکار۔ امرا۔ غلام۔ اور خادم نہیں عطا فرمائے تھے جیسے میرے ہیں۔ اور اس  
 خداوند عالم کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ جس نے اپنے رسول کے چچا کی اولاد کو سلطنت بخشی۔ اگر  
 وہ خدا مجھ سے یمنین چھین لیتا تو بھی مجھے اس قدر رنج نہ ہوتا۔ مہنا رنج مجھ کو جعفر کے قتل کا  
 ہے۔ میں نے ڈر کے مارے عرض کیا کہ مجھے برا کہہ دیجئے۔ جس قدر محبت تھی وہ اس وجہ سے تھی  
 کہ امیر المومنین ان پر مہربانی فرماتے تھے۔ اب مجھے بھی ان سے کوئی ہمدردی نہیں ہے۔“  
 خلیفہ نے کہا کہ محمد اتم مجھ سے مت ڈرو۔ میں تو تم سے واقعی اپنا درود دل کھنا چاہتا ہوں۔ تم میرے  
 خلاف کیوں کہتے ہو۔ اور خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ جو کچھ میں نے کہا ہے وہی میرے دل  
 میں ہے جب میں نے دیکھا کہ اس وقت مارون الرشید رحم دل ہو رہا ہے۔ تو عرض کیا کہ ابھی  
 کچھ نہیں بگڑا ہے۔ سو اسے جعفر کے سبب خاندان زندہ ہے۔ اگر امیر المومنین رحم فرمائیں تو برا کہہ  
 کو اسی درجہ پر پہنچا دینا ممکن ہے۔ یہ سن کر مجھ سے کہنے لگا کہ ”محمد سمجھ دار ہو کر ایسی باتیں  
 کرتے ہو۔ اس خاندان میں جو سب سے زیادہ محترم تھا۔ میں نے اس کو تو قتل کر دیا اور قہر کے  
 ساتھ جو کچھ کیا گیا اس سے ان کی رسوائی اور ذلت میں کوئی دقیقہ باقی نہیں رہا۔ تو یہ کیوں  
 ہو سکتا ہے کہ میں انتظامات سلطنت پھر ان کے سپرد کروں۔ معلوم ہوتا ہے کہ تم قانون  
 سیاست اور امور سلطنت سے واقف نہیں ہو۔ لہذا حرم میں چلا گیا۔“

اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ مارون الرشید اب وہ نہیں رہا تھا جو پہلے تھا اگر اپنے احکام  
 کا پابند تھا آزادی کے ساتھ جو قید براہ کو تھی اسی حالت میں اس کو رکھنا منظور تھا۔  
 چنانچہ ہر شے نے بخمال رضامندی مارون الرشید بقیام رہے جب ان قیدیوں پر سختی کی اور

معمولی استعمال کی چیزیں دینا بند کر دیں تو اس پر مارون الرشید سخت ناراض ہوا۔ اور دوسرا نیک دل انسرنگراں مقرر کیا اور کہا کہ ”بھئی بجائے باپ کے ہے اس کے مجھے بہت حقوق ہیں۔ لہذا کسی قسم کی تکلیف نہ دیا جائے“ جب خلیفہ مارون الرشید سفرِ قحہ سے بغداد کو واپس گیا۔ اس سال نہایت شدت سے جاڑا پڑا تھا۔ اس لئے حکم دیا کہ ”ایک ہزار پھروں پر لکڑی۔ اور تین سو پر کوئلہ لودا کر بیچنے کے پاس بھیجا جائے۔ اور تین سو نفیس کپڑے۔ علاوہ پوستیں۔ سمور۔ اور قاقم کے عتاب۔ ام جعفر کے پاس روانہ کئے جائیں اور خود اپنے ظلم سے ایک قمہ لکھا۔ جس کا یہ مضمون تھا کہ ”آپ بجائے خیر زمان (مارون) کے ہیں۔ اور آپ کی لڑکیاں میری بہنیں ہیں۔ اگر بھئی کے پاس رہنا مناسب ہے تو وہاں قیام کیجئے۔ ورنہ بغداد میں تشریف لائے۔ آپ کے واسطے کوئی روک ٹوک نہیں ہے“

اور دوسرا خط بھیجی برکمی کی والدہ کے نام حسب ذیل تھا۔

**خلیفہ مارون الرشید کا خط بنام مادرِ بھئی برکمی**

مادرِ من! شرم و محالت مانع تھی اس سبب آج تک میں نے کوئی عرصہ نہیں لکھا تھا۔ اور یہ تو آپ پر ظاہر ہے کہ جعفر نے کیا گناہ کیا تھا۔ اور اس کی خیانت کس درجہ تھی۔ اور ایسے جرم کی خلفا اور بادشاہ کیا سزا دیتے ہیں؛ چونکہ معاملہ سلطنت کا تھا میں نے بھی وہی کیا جو کرنا چاہتے تھا۔ کیونکہ قصور کی معافی کی گنجائش باقی نہیں تھی میں نے غور و فکر کے بعد جعفر کے قتل کا حکم دیا ہے۔ اور چونکہ جعفر قتل ہو چکا۔ اس لئے آلِ برکمی کو کوئی موقع مجھ سے مصالحت کا باقی نہیں رہا۔ اب حکم الہی جاری ہو چکا۔ پشیمانی اور تاسف میسر ہو رہے ہیں نے اب تک کوئی چیز نہیں بھیجی

تھی۔ اب جو ضرورت ہو گئی۔ فوراً بھیجی جاگئی۔ چنانچہ یہ دونوں خطامع سامان سر ملے پہنچے۔ یہ عورتیں بہت خوش ہوئیں۔ اس ضعیفہ نے کوئی جواب نہیں دیا لیکن فاطمہ قتبہ بہ اعتبار نے اوروں کے ہر دو خط کا جواب اپنے قلم سے لکھا اور روانہ کر دیا۔ جس کا مضمون حسب ذیل ہے۔

عاشیہ علیہ فاطمہ دختر محمد بن حسین بن قتبہ قتبہ بہتجاہ کی نسبت ایک مؤرخ مکتنا ہے کہ وہ عالمہ اللہ تعالیٰ خیرہ و شرفی  
 اور حبیب میں فرمائی لیکن یہ عورت صرف فاطمہ کی نہیں تھی بلکہ تاریخ سے واضح ہے کہ راکہ میں جس طرح علیہ الرحمہ رد قابل تھے یہی اس  
 خاندان کی عورتیں بھی خارج صفات تھیں جیسا کہ ذیل کے فقرے ثابت ہوتا ہے۔ ایک ان غلیظہ دارون الرشیدہ و با علم میں  
 بیضا ہوا تھا کہ ایک حرکت آئی اور دارون کو مخاطب کر کے دعا دی "یا اُمید المؤمنین۔ اقر اللہ عینک و فرحک  
 بجا اتاک و انتہ سعدک لقد حکمت فقططت" یعنی خدا ایر المؤمنین کی آنکھ ٹھنڈی کرے اور جو برا  
 ہے اس سے فوج بخشنے اور سعادت کو پورا کرے بیشک تو نے انصاف سے حکومت کی ہے جب یہ کہہ چکی کہ غلیظہ نے پوچھا کہ کو کون  
 ہے اس نے جواب دیا کہ میں خاندان برا کہے ہوں جن کے مردوں کو تو نے ہلاک کر دیا ہے۔ جن کی دولت چھین لی ہے اور  
 ان کی فیاضیاں بند کر دی ہیں یہ سن کر غلیظہ نے کہا کہ مردوں کی اہمیت تو اب کچھ نہیں ہو سکتا۔ حکم الہی ہے جو بہتقا دور  
 ہو چکا۔ البتہ مال تجھہ اپس ہو سکتا ہے۔ اس کے بعد حاضرین جلسہ سے پوچھا کہ تم بھی کبھے کہ اس عورت نے کیا کہا ہے  
 کہا اس نے ایر المؤمنین کو دعا دی ہے غلیظہ نے کہا کہ بیشک تم کچھ نہیں سمجھو مجھ کو کس ہی ہے۔ پہلی بات تو مرد کہتی  
 ہے کہ میں اندھا ہوجاؤں کیونکہ جب آنکھ کو اس کی معمولی حرکت سے سکون ہوتا ہے تو وہ ٹھنڈی ہو جاتی ہے اور اس کا ٹھنڈا  
 ہونا عدم بصارت کی دلیل ہے اور وہ سرافقہ اس کیت سے اغوڑ ہے حتیٰ اذ افرح حوا جہا و نواخذتھم بغیظہ  
 وہاں تک کہ جو نعمتیں ان کو دی گئیں تھیں جب ان کو پا کر خوش ہوئے لگا لگا کر ہم نے ان کو غلاب میں (دھڑکا) اور فیما  
 فقرہ شرسے اغوڑ ہے اذ اقم اموید النقصہ و ترقب زوالا اذ اقبل ستہ و جب کوئی کام پورا ہو چکا  
 ہے تو اس میں نقص شروع ہو جاتا ہے۔ اسلئے ہر چیز کے ٹکڑے ہونے پر زوال کے اسید ہمار بنا جاہتے۔ ایسے ہی جبری سلطنت کا  
 خاتمہ یہ ہے۔ اور یہ فقرہ اس آیت سے اغوڑ ہے وَاَمَّا الْقَائِسُ طُونَ فَكَانُوا بِحُجْمَتِهِمْ حُطْبَاه  
 اور جنہوں نے سرتراپی کی وہ ڈیڑھے رستے پہلے صراغ کار (دور) کے کندے بن گئے غلیظہ دارون الرشیدہ کی اس عجیب و غریب  
 کلچر سمجھی سے سب دنگ ہو گئے اور وہ غارت چلی گئی۔ السلطنت فی کل فن مستوف جلد اول صفحہ ۴۰۰۔ عہ از تاج منہاد الدین برنی

## فاطمہ مادرِ جعفر برکی کا خط ہرون الرشید کے نام

امیر المومنین کا فرمان - خداوندگار عزیز کے پاس پہنچا۔ مقتضائے  
 بزرگی جو شفقت آمیز کلمات لکھے ہیں وہ معلوم ہوئے۔ لیکن  
 امیر المومنین کی مالی مہنتی پر مجھے سخت تعجب ہے کہ جعفر حرم  
 کے سوگ میں میرے دل کے زخم کو تازہ کر دیا۔ جعفر کی خیانت اور عدولِ علمی جو بیان کی گئی ہے۔  
 امیر المومنین کو اپنی فیاضی سے سزاوار تھا کہ محبت تک ان باتوں کا ذکر نہ آتا۔ کیونکہ جو الزام تھے  
 اس کی سزا دیدی گئی۔ اور اگر ناکردہ گناہ جعفر پر ظلم کیا گیا ہے تو اس کی بھی امیر المومنین کو خبر ہے  
 محبتِ غریب دکھیا کے دل جلانے سے کیا فائدہ ہے۔ امیر المومنین کو اچھی طرح معلوم ہے کہ میرا بیٹا جعفر  
 کس رتبے کا شخص تھا۔ منزلِ قتل۔ فیاضی۔ اور شجاعت میں کوئی اس کا مثل نہ تھا۔ افسوس کہ  
 جب ایسا فرزندِ جوان اور وہ بھی مظلوم مارا جائے تو اس کی ماں کا کیا حال ہوگا اور وہ کیونکر زندہ  
 رہ سکتی ہے۔ میری زندگی یا سعادت جو کچھ سمجھو اب اس میں ہے کہ میں بھی جعفر سے جالوں۔ جو  
 معاملہ اب چھپا ہوا ہے روزِ محشر میں کیسا چھپا رہے گا امیر المومنین نے اپنی مہربانی ذرہ نوازی  
 اور فیاضی سے یہ حکم دیا ہے کہ جو رز وہ لکھو۔ اس دنیا میں میری امید اور آرزو میرا دی بیٹا تھا جسکو  
 امیر المومنین نے مجھ سے جدا کر دیا خداوند تعالیٰ سے یہ تضرع و مزاری اب یہی دعا ہے کہ میں بھی  
 جعفر سے جالوں و هو الماحول للاجابة والقادر علیہ اگر امیر المومنین مجھے ضعیفہ  
 کی خدمات سابق پر لحاظ فرمائیں تو صرف ایک درخواست کرنا چاہتی ہوں اور وہ یہ ہے کہ  
 جاگیراتِ مضبوط میں سے تھوڑی سی اراضی واکندہ فرمائی جائے جو میرے یتیم بچوں کی  
 پرورش کے واسطے کافی ہو۔ اور اگر لائق کی ذلت سے محفوظ رہیں۔ کیونکہ یہ صدرِ میرے لئے ہے

کے بعد بھی موت سے زیادہ ہو گا امیر المؤمنین کو اچھی طرح سمجھنا چاہئے کہ مجھ جیسا مصیبت زدہ نہ کوئی ہوا ہے نہ ہو گا۔ کیونکہ جیسا خدا نے مجھ کو حدیم المثل بنایا تھا اب ویسی ہی حدیم النظر مصیبت بھی دی ہے جس نے میرے بیٹے کو ہلاک کیا اس کے حقوق بھی مجھ پر بہت ہیں۔ اسلئے میرے دل سے ہمدردانہ نہیں نکلتی ہے۔ اور یہ مروت اور حق شناسی کا نتیجہ ہے کہ بد کوئی سے میری زبان بند ہے اور قیامت میں بھی میری طرف سے کوئی دعوے نہ پیش ہو گا۔

خیل بن بشیم کہتا ہے کہ جب مارون نے یہ خط پڑھا۔ بہت رو دیا اور کہنے لگا کہ مجھ پر خدا کی عطا کردہ ہوشیار ہو۔ اس دن پر بھی۔ کہ جس دن میں نے جعفر کو قتل کیا تھا۔ اور فاطمہ سے کہلا بھیجا کہ مجھ کو اور آپ کو خدا جعفر و قوم کا صبر و رحمت فرمائے۔ جو حال فراق جعفر میں آپ کا ہے وہی میرا ہے۔ لیکن اب کیا ہو سکتا ہے جو ہوتا تھا وہ ہو چکا۔ سرور کی روایت ہے کہ مارون الرشید نے اس خط کو مکرر پڑھا میں اپنے دل میں ڈرتا تھا۔ کہ اس حالت بے قراری میں کہیں میرے قتل کا حکم نہ دیدے۔ کیونکہ جعفر کا قاتل تو میں ہی تھا۔ جب کسی قدر تسکین ہوئی تو مجھے حکم دیا کہ خزانے سے زر نقد۔ ظروف اور کل اسباب واپس کر دے۔ اور حکم دیا کہ جعفر کی اُس سے کہو کہ ہفتہ میں ایک مرتبہ مجھے اپنے حال سے اطلاع دیا کریں۔

اور فضل برکمی نے بحالت قید و قہر میں انتقال کیا۔ یہ مارون الرشید کی رضائی اُن مٹی۔ جب اس کے انتقال کی خبر سنی تو رشید نے بہت افسوس کیا اور نہ فرات کے کنارے دیر ماہ جیس ہیں اس کا

زبدہ بنت منیر  
اور فضل کی موت

تیار کرادیا۔ یہ مالیشان عمارت سلطان محمود غزنوی کے دمانے تک باقی تھی۔ اور قریب برکیہ سے مشہور تھی۔

زبدۂ کے انتقال کے بعد اسی قید میں بھی برکیہ نے بھی تاریخ ۲۴ مئی ۱۱۹۰ء

### یہ بھی کی موت

سنہ ۱۱۹۰ء رجب الثانی سنہ ۱۱۹۰ء یوم شنبہ دینا سے سفر کیا۔ لیکن اپنی اولاد کو بہرستور قید میں چھوڑ گیا۔ ابن خلکان کی روایت ہے کہ انتقال کے وقت سبھی کو کسی قسم کا عارضہ نہ تھا۔ لیکن متواتر صدات اور بڑھاپے کی وجہ سے وہ تحلیل ہو گیا تھا۔ ایک مؤرخ لکھتا ہے کہ جب یہ بھی کی موت کا وقت قریب آ گیا تو اس نے اپنے قلم سے ایک قہ لکھا اور فضل کو وصیت کی کہ میرے بعد اس کو خلیفہ مارون الرشید کے پاس بھیج دینا۔ مضمون اس کا یہ تھا کہ قد تقدم اعظم الی موقف الفصل وانت علی الامر واللہ محکم عدل وستقدم فقلہ "میں نے دعویٰ دیا تو اچھی کے واسطے عدالت کے کمرہ میں جاتا ہے اور تو بھی پیچھے آئے والا ہے۔ خدا عادل ہے۔ منصف ہے۔ وقت پرشی کے وہاں معلوم ہو جائے گا۔ اور نثر کے ساتھ حسب ذیل اشعار لکھے۔

قیامت کے دن حساب کے وقت جب ملاقات ہوگی۔

تو معلوم ہو جائے گا کہ اُن کا حال تھا۔

دنیا کی لذت منقطع ہو جائے گی۔

اور غم کا قاتل ہو جائے گا۔

تم سو رہے ہو۔ لیکن موت نہیں سوتی۔

اے سونے والے موت کے لئے ہر شیاء ہو۔

ستعلم فی الحساب اذا التقینا

غدا ایوم القیام من العلوم

و ینقطع التذلل عن اناس

من الدنیا وتنتقم الهموم

تنام ولم تنم عند المنايا

تنبہ للنیة یا نوؤم

حاشیہ: غزوہ اسلام الناس بحمد اللہ المستوف۔ ابن خلکان۔ کمال پیر ضیاء برنی۔

خدا کے حق کی قسم ظلم کرنا مکینہ پن ہے۔

اور ظلم کی چراگاہ پڑی ہے۔

قیامت کے دن شجرہ بے دینے والے کے پاس ہم جو گناہ

اور ضلالت کے ماں - خصوم کا مجمع ہوگا۔

وَحَقُّ اللَّهِ أَنْ الظَّالِمَ لَوْمٌ

وَأَنَّ الظَّالِمَ مَرْتَقَهُ وَحَنِيْبُهُ

إِلَى دِيَارِ يَوْمِ الدِّينِ مَعْضِي

وَعِنْدَ اللَّهِ تَجْتَمِعُ الْخُصُومُ

موسیٰ عباسی کی روایت ہے کہ فضل نے انتقال کیجی برکمی کے بعد یہ رقمہ مارون الرشید کے پاس بھیج دیا۔ مضمون پڑھ کر وہ بہت رویا اور کمینے لگا کہ خدا کی قسم کیجی نے انتقال نہیں کیا۔ بلکہ آج جو درد سخا و نہایت اٹھ گئی۔ اور اس نظم کو اکثر اوقات پڑھتا کرتا تھا۔

آخر زمانے میں کیجی برکمی پر قید میں دو سختی نہیں تھی جو معمولاً قیدیوں پر ہوتی ہے اور عظیم رقمہ بالکل آزاد تھا۔ لیکن فاطمہ کو جو کیجی کی نگہداشت کرنی تھی اس کا اس حالت

کیجی کی مانی کے واسطے  
فاطمہ ام جعفر کی کوششیں

میں بھی رہنا منظور نہ تھا۔ اس لئے کیجی کے انتقال سے پہلے اس نے یہ کوشش کی تھی کہ عضو قصور ہو کر قید سے رہائی مل جائے لیکن مارون الرشید کی سنگدل طبیعت اس معاملے میں بالکل نہ ہنسیمی۔ اور اس نے کیجی کا بغداد میں آنا اور رہنا منظور کیا۔

سہل بن مارون کی روایت ہے کہ خلیفہ مارون الرشید نے فاطمہ کا دو دفعہ پیا تھا۔ اور اپنی اس رضاعتی ماں کی وہ بہت عزت کرتا تھا۔ اسی زمانے میں جبکہ خاندان براء کے مرض زوال میں تھا مارون نے قسم کھا کر کہا تھا کہ فاطمہ کے واسطے کسی قسم کی روک ٹوک نہیں ہے وہ

جب چاہیں میرے پاس آسکتی ہیں اور جو سفارش کریں وہ منظور ہو سکتی ہے۔ چنانچہ مارون الرشید کی اجازت سے جب فاطمہ رقبہ سے بغداد میں واپس آئی تو داربانو قمر سے محل شاہی میں آنے کی اجازت چاہی۔ مگر جب اجازت کے ملنے میں دیر ہوئی تو گھبراہٹ میں بلا اجازت فاطمہ گھر سے نکل کھڑی ہوئی۔ اور ننگے پاؤں ہاتھ بٹا کر محل شاہی تک پہنچی۔ عبدالملک بن فضل حاجب نے اطلاع کی کہ "امیر المؤمنین کی وادیہ دروازے پر حاضر ہے اس وقت مارون نے گھبرا کر جلدی سے آنے کی اجازت دی اور برہنہ پاتل کر چند قدم کے فاصلے پر خود استقبال کیا۔ اور پیشانی کا بوسہ کر اپنے قریب بٹھایا اور مارون الرشید سے کہا کہ "امیر المؤمنین! کیا زمانہ ہم پر ایسی طرح سختی کئے جانے کا اور آپ کے خوف سے ہم کو لوگ یونہی ستائے جائینگے اور ایسی ہی جیہی تہمتیں لگائے جائینگے میں نے اسی واسطے آپ کو دور در پلایا تھا اور خدمت کی جتنی کہ زمانہ۔ اور دشمنوں کے ہاتھ سے امان ملگئی۔" فاطمہ کا یہ سوال سنکر مارون نے بطور تعجب کے پوچھا کہ مادر مہربان کیا ہوا اور کس بات کی شکایت ہے؟ فاطمہ نے جواب دیا کہ "بعد محمد بن عباسی کے بھئی کا درجہ ہے اور وہ بجائے آپ کے والد کے ہے اور جس رتبے کا وہ شخص ہے اس سے آپ خود واقف ہیں کہ اس نے کیسی کیسی مہربانیاں کی ہیں۔ اور غاصکر کا وہی کے مقابلے میں جو کوشش کی ہے وہ تو ظاہر ہے۔" مارون الرشید نے کہا کہ "ہاں لیکن جو حکم الہی تھا وہ جاری ہو چکا ہے۔ اور یہ بھی ایک خدا کا غضب تھا۔" فاطمہ نے کہا کہ "خدا کو بڑی قدرت ہے۔ یحییٰ اللہ ما ایشاء ویشئت وعندہ اقم الکتاب۔" مارون نے کہا بیشک یہ سچ ہے کہ خدا جس کا چاہتا ہے تصور معاف کر دیتا



ہے۔ لیکن یہ قصور ایسا نہیں ہے جس کو خدا معاف کر دے۔ فاطمہ نے کہا کہ محاملات غیب کی تو انبیاءِ مرسلین کو بھی خبر نہ تھی۔ امیر المومنین کو کیسے معلوم ہو گیا کہ خدا معاف نہیں کرے گا؟ سہل بن مارون کہتا ہے کہ یہ سمجھتا ہوا فقرہ سن کر مارون چپ رہ گیا۔ پھر کسی شاعر کا یہ شعر پڑھا۔

و اذا المنيۃ انشبت اظفارها	جب موت اپنے ناخن چھوتی ہے۔
الفيت كل قمية لا تنفع	تو کوئی تونیز فائدہ نہیں دیتا۔

لیکن فاطمہ نے بھی نے البدید جواب دیا کہ ”امیر المومنین میں تو بھیجی کے حق میں قویٰ نہیں ہوں اور نہ میرا یہ دعوے ہے لیکن آپ اسی شاعر کا یہ دوسرا شعر بھی پڑھے۔

و اذا افاقرت الى الذخائر لم تجد	جب تم کو سرے کے کی موزت پیش آئے۔
ذخرا يكون كصالح الاعمال	تو کوئی سرمایہ اچھے اعمال سے بڑھ کر نہیں ملے گا

اور خداوند تعالیٰ نے بھی ایسا ہی فرمایا ہے **وَالْكَافِرِينَ الْغَيْظُ وَالْعَافِينَ عَنِ النَّاسِ وَاللَّهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِينَ** فاطمہ کی یہ جہتہ تقریر سن کر مارون الرشید نے سر جھٹک لیا۔ پھر دیر تک ہانپیں سے اسی قسم کی عالمانہ گفتگو ہوتی رہی۔ اور فاطمہ نے گزشتہ اقوال اور ہمارے مارون کو یاد دلانے لیکن مارون پر کسی قسم کا اثر نہیں ہوا۔ تب مجبور ہو کر فاطمہ نے ایک ڈوبہ دمر و سبز کا پیش کیا۔ جس میں سونے کا قفل لگا ہوا تھا۔ مارون نے اس کو کھولا تو اسی کے بال اور بچپن کے ٹوٹے ہوئے دانت نکلے جو شک میں ڈوبے ہوئے تھے۔ تب فاطمہ نے کہا کہ ”میں ان چیزوں کو اپنا شفع بھاتی ہوں اپنے ہاتھ پیروں کے صدمے میں ہم

فرما کر یحییٰ کو چھوڑ دیجئے۔ لیکن مارون نے کچھ لحاظ نہیں کیا۔ البتہ ان چیزوں کو دیکھ کر رو لگا اور اس کے درباری بھی اس غم میں شریک ہوئے لیکن جیسا سو تھے تو پھر ڈر بہند کر دیا اور فاطمہ سے کہا کہ ”حقیقت یہ ہے کہ آپ نے خوب ہی امانت کا حق ادا کیا ہے“ فاطمہ نے جواب دیا تو میں اس صورت میں معاوضے کی مستحق ہوں۔ لیکن مارون الرشید نے کوئی جواب نہیں دیا اور ڈر بہند کر کے واپس کر دیا۔ اور کہا کہ ”خدا کا حکم یہی ہے کہ اناتیں آجھے مالکوں کو واپس کیجائیں“ اس کے بعد امین الرشید کے ذریعہ سے زبیدہ خاتون کو یحییٰ کی سفارش کے لئے آگاہ کر دیا۔ اور زبیدہ نے سفارش بھی کی لیکن مارون نے یہ کلمہ ٹال دیا کہ ”یہ مرام قابلِ ساقی نہیں ہیں“

یحییٰ کے انتقال کے بعد فضل اور موسیٰ اس خاندان میں باقی رہ گئے۔ محمد برکی کی موت

تھے۔ محمد برکی بھی ہیبت سے صغرتہ ہجری میں انتقال کر چکا تھا۔ محمد کے انتقال میں دورِ وایت ہیں بعض مؤرخین کا قول ہے کہ اگرچہ محمد کو کوئی ہمدردی اپنے خاندان سے نہ تھی تاہم بھائی کا قتل اور بھتیجیوں کی گرفتاری کا اس کے دل پر ایسا اثر ہوا کہ اسی غم میں مر گیا۔ اور بعض کا قول ہے کہ یحییٰ برکی کے طرفداروں نے جبکہ وہ اپنی دہرا حکومت سوا کو واپس ہمارا تقاضا ہر دے دیا۔ مارون الرشید کو محمد کے انتقال کا بہت افسوس ہوا نمازِ جنازہ کی خود ہی پڑھائی اور تہنیز تکفین میں شریک ہوا۔ اور رعایا کی تالیفِ قلوب کے واسطے حکومت سوا واپس کے بیٹے کو مقرر کر دیا۔ براہِ مکہ میں محمد برکی

سب زیادہ دو گتہ تھا۔ حتیٰ کہ لوگ اس کو قارون ثانی کہتے تھے۔ چنانچہ ایک شاعر اس کے رشتے میں لکھتا ہے۔

سالت الدی والعجود عالمی اراکما تبدل قاعداً بذل مؤبد وما بال رکن انجد اسی محمد ما فقال اصبنا با بن یحییٰ عمہ فقلت فہلا متا بعد موتہ وقد کنتم اعدیہ فی کل مشہد فقال اقمنا کی نفزی بفقہ مسافۃ یوم بشر تلوہ فی غدا	میں نے جو دو کرم سے پوچھا کہ کیا حال ہے میں تو گڑبخت ہوں کہ تم نے اپنی عزت ہمیشہ کی ذات سے بدل دی ہے۔ اور یہ کیا بات ہے کہ کج عورت کا ستون گرا ہوا ہے۔ دوڑوں نے جواب دیا کہ ہر مجھ پر کسی کلمے کی بصیرت پڑی ہے اس پر میں نے کہا کہ تم بھی اس کے بنے کے بد کردار ہو گئے اور تم تو ہر موقع پر اس کے نذر ہتے تھے۔ دوڑوں نے جواب دیا کہ ہم اسے پیر گئے کہ اسے خدا کا بھروسہ بنایا بھول کر ہم بھی اس سے جا ملیں گے۔
---	---

حاشیہ: علامہ ابن مسعود ۱۶۹ مسکن جلد اول صفحہ ۱۵۷ اصرار ہے کہ یہی اسٹار ریمے اشریت کے رشتے میں موجود ہیں و انداء علم محمد پر کی اگر تمام خاندان میں سب زیادہ مالدار تھا مگر کوئی مالدار اسکی خاصیت کا بہتر تجزیہ میں نہیں ملا البتہ اسے کل کا ذکر جائز ہے چنانچہ سیدنا احمد اپنی کتاب ذہر الریح میں تحریر فرماتے ہیں کہ ایک جڑو لوگوں نے کہا کہ تو باس کی اسے جوڑ لیا کہ اس کیوں نہیں جانتا اس نے کہا خدا کی قسم اگر اس کا گھر سوٹیوں سے بھرا ہوا ہو اور حضرت یعقوب علیہ السلام سے تمام پتھروں کے شفیق ہوں اور کل ملائکہ کی منادات دلاؤں اور ایک سوٹی مستعار آئیں کہ میرے تیس حضرت یوسف کے دوا پس کر دے گا۔  
تب بھی دو دروہے اور اسی معنوں کو زبانی غنیم میں اسطرح پراوا کیا ہے۔

لوان دارک ابنتک وحشت ابراہیم بقا فناء المنزل واتاک یوسف سیتجربک ابوتہ لیحیط قد قبیضہ لہ تفعیل جلد اول صفحہ ۱۵۷ ذہر الریح ص ۱۵۷	اگر تیرے گھر میں سوٹی کی کھیتی آگے اور۔ وہ کثرت مرکب مکان میں کہیں کھنے کی گنجائش نہ رہے۔ اور حضرت یوسف اپنے تیس بیٹے کے لئے سوٹی لینے آویں تو تو کبھی زندہ نہ رہے۔
--	--

یحییٰ اور محمد برکی کے انتقال کے بعد فضل کی حالت بھی نہایت خراب تھی کیونکہ وہ عارضہ نقل باللسان میں مبتلا ہو رہا تھا۔ اور خلیفہ مارون الرشید بھی اندرونی صدمات کے علاوہ جو اس کے دل پر تھے۔ ملک کی ظاہری بد امنی سے نہایت پریشان تھا۔ علی بن یسے والی خراسان کا زور شور بہت بڑھ چکا تھا۔ اسلئے ۱۹۱ھ میں تنگ ہو کر اس کو معزول کر دیا اور اس وقت جعفر کا قول یاد آیا جو اس نے ایک موقع پر کہا تھا کہ بجائے ایک ایک مہم کے جو خزانہ میں اس وقت آیا ہے خلیفہ کے سو سو دینار خرچ ہونگے اور تب بھی ملکی بنگاوتیں دور نہونگی اور بھلے علی کے ہر دشمن امین کو خراسان کی حکومت سپرد کر دی اور مصطفیٰ خزانہ کا حکم صادر فرمایا۔ چنانچہ ہر شہ نے اپنی لاکھ کی رقم منضبطاً لکھ کر پانچ سو اونٹوں پر لا کر دارا لکھنؤ میں روانہ کر دی۔ اور اسکے بعد نہایت دولت سے ایک اونٹ پر سوار کر کے علی بن یسے کو بھی روانہ کیا۔ حسن بن عہد اشد کاتب کلایان ہے کہ جب بعض اصناف خراسان کی بڑی حالت مارون الرشید نے سنے تو ۱۹۳ھ میں پھر سفر کیا۔ اور بغداد میں امین الرشید کو اپنا جانشین بنایا۔ اور انتظام رقبہ قاسم کے سپرد کر کے خراسان کو روانہ ہو گیا۔ چونکہ جرجان میں بیمار ہو گیا تھا اس لئے خراسان میں ایک مہینے تک قیام کیا۔ جب کسی قدر افاقہ ہو گیا تو طوس کو روانہ ہوا۔ یہاں پہنچ کر عوارض شکم میں مبتلا ہو گیا۔ اور بیماری نے اس قدر طول کھینچا کہ اپنی زیست سے ناامید ہو گیا اور فضل کی طالت کی گرم خبروں نے مارون کو اور بھی بے تاب کر دیا تھا۔ اسلئے فضل بن یحییٰ وزیر اعظم کو حکم دیا کہ جس قدر جلد ممکن ہو رقبہ سے فضل

طلب کیا جائے۔ لیکن پہنچنے کی طلبی میں بہت توقف کیا۔ کیونکہ وہ سمجھتا تھا کہ اگر فضل برکمی مارون الرشید تک پہنچ گیا تو مجھے معزول کر کے فضل کو پھر وزیر مقرر کر دیا گیا۔ چنانچہ مارون نے جب پوچھا کہ اب فضل کا کیا حال ہے تو یہی جواب دیا کہ وہ سخت بیمار ہے۔ معلوم نہیں کہ وہ زندہ بھی ہے یا مر گیا ہے۔ چنانچہ اسی عارضے میں فضل برکمی نے بروز جمعہ وقت صبح ماہ گنبرشتہ ۱۹۳ھ ہجری میں بمقام رقعہ انتقال کیا۔

### فضل کی موت

عزیزوں نے مکان کے اندر جنازے کی نماز پڑھائی۔ پھر دوسری مرتبہ مجمع عام میں جماعت سے نماز پڑھی گئی۔ ناصر بن خلیل کہتا ہے کہ فضل اپنی بیماری میں بار بار مارون الرشید کے رنے کی خبر پوچھا کرتا تھا۔ ایک بار میں نے سوال کیا کہ آپ بار بار کیوں مارون کی موت کو دریافت کرتے ہیں۔ تو جواب دیا کہ میری اور مارون کی ولادت ایک ہی وقت میں ایک ہی ساعت کی ہے۔ اجرام فلکی کا اثر جو اعتبار علم نجوم کے ہے وہ ہم دونوں پر کیا ہے۔ یعنی اگر وہ مر چکا ہے تو میری موت بھی قریب ہے۔ فضل کی موت کا تمام ملک کو اسنوس ہوا لیکن فضل پہنچ کر سب سے زیادہ خوشی ہوئی کیونکہ فضل برکمی اس کا دشمن تھا اور اس موقع پر جو خوف و زارت کے نکل جانے کا اس کے دل میں تھا۔ اس سے رونے لگا لیکن ہو گئی۔ شہر اے فضل کے انتقال پر جاگ اڑے تھے ہیں۔ چنانچہ رقاشی کے دو تین شعروں پر ہم بھی اکتفا کرتے ہیں۔ اور فضل سے رخصت ہوتے ہیں۔

ہم اور ہماری سہیلیاں آرام سے بیٹھ گئیں۔

اَلَا اِنْ سَتَوَحَّشَا وَ سَتَوَاحَتَا رَكَابَنَا

حاشیہ ۱۵ ابن خلکان صفحہ ۵۰۲ جلد ۲۔ و کامل اثر صفحہ ۵۹۹ و تاریخ برنی صفحہ ۱۰۰

وامسك من مجددي مكران مجتدي  
فقل للعطايا قد است من السرحي  
وطني الضيافي فدا فدا العبي فدا فدا  
فقل للعطايا بعد فضل فطلي  
وقل للزاياء كل يوم مجددي  
الا ان سيفاً بر مكياء مهنداً  
اصيب للسيف هاشمي مهنداً

اور دینے والا اور مانگنے والا۔ دونوں یک گئے۔  
اوپیشیوں سے کہہ دو کہ اب باتوں کے سفر۔  
اور محروم آنکھ سے طے کرنے سے تم سب کو دش ہو گئیں۔  
فضل کے بے برکتی سے کہہ دو کہ بیکار ہو جا۔  
اور مصیبت سے کہہ دو کہ ہر روز نئی ہوتی جائے۔  
ہاں برکتی ہندی تلوار کو۔  
ہاشمی ہندی تلوار نے مرز پہنچایا۔

### مارون الرشید کا انتقال

فصل کے انتقال کے بعد۔ جمادی الاخریٰ ۲۰۴ھ ہجری  
۸۰۰ء عیسوی رجب ثانی میں بقم طوس مارون الرشید

لے بھی انتقال کیا اور اسی مقام پر دفن ہوا۔

امیر المومنین مامون الرشید کی خلافت۔ فضل بن سهل کی وزارت۔

آل بربک قید سے رہائی پانا۔ اور ملکی عہدوں پر مقرر ہونا۔

خلیفہ مارون الرشید کے انتقال پر بغداد میں امین الرشید اور مروم مامون الرشید تخت خلافت پر بیٹھے۔ یہ دونوں شہزادے مع اپنی اپنی اعیان و انصار کے مستقل خلافت کی فکر میں تھے۔ لیکن بقول ایک فلسفی کے کہ یہ ایک جھگڑا میں دو شیر۔ اور ایک ملک میں دو بادشاہ نہیں رہ سکتے ہیں۔“ خیر خواہوں کو یہ فکر ہوئی کہ صرف ایک ہی خلیفہ بلا شرکت غیرے کل سلطنت پر

حکمرانی کرے۔ اسلئے فضل بن الرزین نے جو تمام دربار کا مالک تھا امین الرشید کا ساتھ دیا۔ اور جس کی پرزور کوششوں کا یہ نتیجہ بھی ہوا کہ والہ الخلائع بغداد میں فوج شاہی اور غزائے عامہ پر امین کا قبضہ ہو گیا۔ لیکن فضل بن سہل نے بھی حق رفاقت ادا کیا اور اس ناواری میں ماموں کے ساتھ رہا۔ چنانچہ اس وزیر کی وفائی اور طاہر و ولیمینین (ردو ماتھوں والا) کی بہادری سے تین برس کی خو نیز لڑائیوں کے بعد تاریخ ۲۵۔ محرم ۷۱۰ یوم پنجشنبہ مطابق یکم ۱۳۰۰ مامون الرشید مستقل خلیفہ ہو گیا۔ اور فضل بن سہل جس کو مامون الرشید نے ذوالریاسین کا لقب دیا تھا۔ وزارت اعظم کے درجے پر ممتاز ہوا۔ جب اس وزیر کو جو بہ لحاظ اقتدار حقیقت میں خلافت کرتا تھا۔ ان خانہ جنگیوں سے فرصت ہوئی اور ملک میں امن و امان کی عام سادھی ہو گئی۔ تب اپنے قدیم سرپرست اور محسن خاندان کا خیال کیا اپنے آل برک کو قید سے رہا کرنا چاہا۔ چنانچہ خلیفہ مامون الرشید سے تمام موجودہ قیدیوں کا تصور معاف کر اگر قید سے رہا کرادیا۔ اور مامون الرشید نے بھی اپنی فیاضی سے

حاشیہ ۱۔ فضل بن سہل اور بن سہل دیر دروزں حقیقی بھائی تھے (سب از بنابری تھے) مگر مامون الرشید کے اہل پر فضل اسلام آیا تھا۔ جہز رکھی تھے اور بن الرشید کی خدمت میں اس قدر پہنچے اسکو پیش کیا تھا کہ شہزادہ مامون کی مصاحبت کے لائق ہے۔ لیکن جب اردن نے اہتمام دیا میں طلب کیا تو شہزادہ عیسیٰ و جمال کا ایسا اثر ہوا کہ فضل چرت زدہ ہو گیا۔ اور آج کل عام کے کوئی انفرادی اور نہ کر سکا۔ اردن نے سبباً جعفر کی طاعت دیکھا۔ فضل نے بڑھ کر روض کی میر الرضین انعام کی سعادت کی یہ بڑی میل ہے کہ آقا کی ہیبت سے متاثر ہو۔ اردن چونکہ اٹھا و جہز کے انتخاب کی تقریف کی۔ ابتدا میں مامون کا زیر عاصم رہا۔ اور اب وزیر اعظم تھا نہایت فیاض و دربر و زائد۔ علم دوست تھا۔ الامون صفحہ ۲۵۹۔ اور کامل اثر کی روایت ہے کہ فضل کا باپ سہل خلیفہ ہمدی کے اہل بطلان رہا۔ اور مامون کا قول ہے کہ فضل رحمتوں میں سے تھی کے اہل بطلان رہے۔ بطلان اس خاندان کی ساری رہا خلافت میں لڑنے کے فیصل میں رہی تھی دیکھ کر کامل صفحہ ۲۵۹۔

سب کو اگر انصافِ خلعت اور انعامات سے مالا مال کر دیا۔ اور جو جاگیریں اس وقت تک ضبطی میں تھیں وہ سب بحق براکہ واکذار کر دی گئیں۔ اور جو نوجوان لڑکے اس خاندان میں باقی رہ گئے تھے ان کو خلیفہ کے روبرو پیش کر کے حسب استعداد ملکی عہدوں پر مقرر کرادیا۔ چنانچہ مقام مرو سے جو خط فضل بن سہل نے اپنے مخدوم زادوں کے نام لکھا تھا وہ حسب ذیل ہے جس کے پڑھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ حقیقت میں آل برک پر اس وزیر نے بہت بڑا احسان کیا۔ اور سچائی و جعفر کے حقوقِ نعمت سے سبکدوش ہوا۔

### فضل بن سہل کلخط بنام عباس بن فضل و موسیٰ ابن حبیبی ابرمکی

یہ آپ کو معلوم ہے کہ میری تعلیم و تربیت میں آپ کے آباد اجداد نے کس قدر کوشش کی تھی خصوصاً بیجی برمکی کی شفقتیں اور احساناتِ محض بہت ہیں۔ میری تعلیم و تربیت میں حبیبی نعمتِ بیجی نے کی تھی میں کہہ سکتا ہوں کہ اپنے بیٹوں کی پرورش۔ تہذیب۔ اور تادیب میں بھی اس قدر سختیاں سچائی کو نہ اٹھانا پڑی ہوگی۔ علاوہ بریں فضل و جعفر کے حقوقِ نعمت ہیں۔ میں ان تمام حقوق کو فرو گذاشت نہیں کر سکتا ہوں میں جو کچھ آپ کے حق میں کوشش کروں وہ کہہ۔ امیر المؤمنین مامون الرشید کا اقتدار بڑھتا جاتا ہے۔ تمام خراسان پر قبضہ ہو چکا

حاشیہ طے معنی مورخوں نے لکھا ہے کہ بیجی بن جعفر برمکی۔ امین الرشید کا راضی تھا۔ اور مامون الرشید بھی بیجی سے بہت خوش تھا۔ اس کی سفارش سے نام نہاد جاگیریں بحال کر دی گئی تھیں۔



ہے اور ہر شے میں حکام مقرر ہوتے جاتے ہیں۔ اب عراق کا قصد ہے۔ انشا اللہ عنقریب تمام سلطنت عباسیہ کا مامون الرشید مالک ہونے والا ہے۔ اور مستقل خلافت مامون کے حق میں ہو گی میں آپ کو شہرہ سناتا ہوں کہ تمام جاگیرات کے بحالی کا فرمان امیر المومنین سے حاصل کر لیا ہے۔ اب جس قدر جلد ممکن ہو دربار میں حاضر ہو۔ اور میں بھی خدا سے مدد کا امیدوار ہوں کہ آپ کے حق سے جلد ادا ہوں۔

عبداللہ بن عباس کی روایت ہے کہ خلیفہ مامون الرشید کے حضور میں سات اٹھ ذیون فضل نے پیش کئے تھے۔ چنانچہ ان میں سے عبداللہ بن یحییٰ کو سب سے زیادہ پسند کیا اور اپنے خاص نذیبوں میں مقرر کیا۔ موسیٰ بن یحییٰ کو مدینہ اور عباس بن فضل کو خراسان کی حوت مرحمت فرمائی۔

مامون الرشید کے اس انتظام سے رعایاے خراسان نہایت خوش ہوئی اور جو بنادو تیں اور بدنامیاں پھیلی ہوئی تھیں وہ سب دور ہو گئیں۔ اور جو خاندان جلاوطن ہو گئے تھے وہ سب ملک میں واپس آ گئے۔ چنانچہ موسیٰ اور عبداللہ نے اپنے اپنے مقام حکومت پر تہتال کیا۔ خلیفہ مامون الرشید نے حبیبی آل ہرک پر سختی کی تھی۔ مامون الرشید نے اس سے بڑھ کر ان کے حال پر مہربانی فرمائی۔ لیکن موجودہ خاندان میں کوئی شخص جعفر یا فضل کے مثل باقی نہیں رہا تھا اس وجہ سے مامون میں اس خاندان کو وہ شہرت حاصل نہیں

حاشیہ: موسیٰ اور عباس کے تغیری کے حالات کمال اثر و قوت پر یوں ہیں نہیں ہیں کیا جب ہے کہ چند روزہ انتظام ہو البتہ طار بن ذری نے کھلبے۔ کہ موسیٰ منصورہ (سندھ) کا گورنر تھا۔ کہ یحییٰ المہمان منصورہ مہم۔

ہوئی جو ہر ناچاہئے مٹی۔ جو لوگ باقی رہ گئے تھے وہ ہر ت کا نونہ تھے۔ جو ان کے دشمن تھے وہ خوش تھے۔ اور جو دوست تھے وہ ان کے افسانے سکڑا اور ریت پڑھ کر غم کے آنسو بہاتے تھے خصوصاً جعفر برکمی جو حسن و جمال اور فضل و کمال میں اپنا آپ نظیر تھا وہ بہت یاد آتا تھا اور انصاف یہ ہے کہ آل برکم میں جعفر اس شعر کا مصداق تھا۔ "حالی۔

قیس سا پھر کوئی اٹھانہ بنی عامر میں  
فخر ہوتا ہے گھرانے کا سدا ایک ہی شخص

## ملک کی فخر خوانی براکہ کی تباہی اور فیاضی پر

جعفر کے قتل اور براکہ کی تباہی کو اگرچہ عہد مامون الرشید تک گیارہ یا بارہ برس زمانہ ہو چکا تھا مگر جو لوگ براکہ کے دلدادہ اور ان کی فیاضیوں سے امیر الامرا بن گئے تھے ان کے دلوں میں ہونوہ و اتعات تازہ تھے اور جس طرح وہ عہد مامون میں بلا خوف و خطر براکہ کے قصص و حکایات بیان کیا کرتے تھے۔ اسی طرح پر آج بھی وہ ان کے حال پر آنسو بہاتے تھے چنانچہ سرور کی روایت ہے کہ ایک روز بوقت شب حکم علیفہ مامون الرشید نے طلب کیا۔ اور کہا کہ "چند آدمیوں نے مجھ سے اطلاع کی ہے کہ ایک بڑا شخص ہر روز آدھی رات یا پچھلے پہر کو براکہ کے

منذر بن النعیرہ و مشقی

دربار مامون الرشید میں

مسما شدہ مکانات میں آکر رویا کرتا ہے اور انکے مرثیے پڑھ کر اپنا دل ٹھنڈا کرتا ہے اور چلا  
 جاتا ہے۔ لہذا تو اسی وقت علی بن محمد اور دینار بن عبداللہ کو اپنے ہمراہ لے کر روانہ ہو۔ جب وہ  
 بوڑھا اپنے کاموں سے فارغ ہو تو بلاتال میرے سامنے پیش کرے چنانچہ ہم لوگ اس مقام پر  
 پہنچے اور دیواروں کی آڑ میں چھپ کر بیٹھے۔ صبح ہوتے ہوئے ایک حبشی غلام آیا۔ اور ایک کڑے  
 کی کرسی بچھا کر چلا گیا۔ چند منٹ کے بعد ایک بوڑھا آیا اور اس کرسی پر بیٹھ گیا۔ اول اس نے  
 براکھ کی مح و ثنا میں بہت سے اشعار پڑھے پھر نوم و زاری شروع کی جب رو چکا تو مٹھ کھڑا  
 ہوا لیکن ہم لوگوں نے اس کو فودا اگر قمار کر لیا۔ تب اس نے گھبرا کر بوچھا کہ تم کون ہو اور کیا  
 چاہتے ہو؟ میں نے کہا کہ امیر المومنین کا خادم ہوں۔ چلیے آپ کو یاد فرمایا ہے۔ یہ سنستے ہی اس کے  
 ہوش اڑ گئے۔ اور کہا کہ بس اب پانچہ حیات لبریز ہو چکا ہے۔ مجھے اس قدر مہلت دو کہ صحت  
 کر لوں میں نے کہا کہ کوئی تردد کی بات نہیں ہے۔ اطمینان سے چلئے۔ چنانچہ ایک دکان کھلو کر  
 لکھنے کا سامان منگایا۔ اور وصیت نامہ لکھ کر غلام کو دے دیا۔ اور ہمارے ساتھ ہو لیا۔ جس وقت  
 مامون الرشید کا سامنا ہوا۔ تو اس نے بوڑھے سے پوچھا کہ تو کون ہے۔ اور براکھ کا تجھے کیا حق  
 ہے کہ ان پر رویا کرتا ہے۔ جو سچی بات ہو عرض کرے؟ اس نے کہا کہ میں امیر المومنین سے براکھ  
 کے احسانات اور فیاضیاں کیا عرض کروں۔ ان کی کوئی حد و انتہا نہیں ہے۔ تاہم اگر آپ  
 اجازت دیں تو میں صرف اپنا ایک ابتدائی واقعہ عرض کروں خلیفہ نے کہا ہاں اجازت ہے۔  
 کہو۔ تب اس نے کہا کہ امیر المومنین! میرا نام منذر ہے۔ مغیرہ و مشقی کا بیٹا ہوں۔ میرا خاندان  
 حسب و نسب میں ممتاز تھا۔ اور میں نے عیش و کام کی گود میں پرورش پائی تھی۔ لیکن زمانہ

عادت کے موافق میرے خاندان پر بھی تباہی آگئی۔ اور راحت و ثروت دونوں نے ساتھ چھوڑ دیا۔  
 قربت بہ اینبار سید کہ مردوں کی پچھٹیاں اور عہد توں کی چادریں پک گئیں تب مجھے لوگوں نے  
 صلاح دی کہ برآمدہ کی خدمت میں جاؤ۔ چنانچہ ملک شام سے میں بغداد میں آگیا۔ میرے ساتھ مرد و عورت  
 ملاک سب تین آدمی تھے۔

جب میں مدینۃ السلام بغداد میں پہنچا ہوں اس وقت اتنا بھی سہارا نہ تھا کہ کچھ بیچ کر یاہن کر کے  
 کھانے پینے کی فکر کروں اس لئے ایک مسجد میں ٹھہر گیا۔ اور ایک جوڑہ کپڑا جو میرے ساتھ تھا  
 اس کو ہینکا ہر نکلا۔ اور اہل درعیال کو اسی حالت میں چھوڑ دیا۔ چنانچہ برآمدہ کا پتہ پوچھتے پوچھتے  
 ایک مسجد کے دروازے پر پہنچا۔ یہ نہایت عالیشان مسجد تھی۔ دروازے پر خوب صورت نقش و  
 نگار تھے۔ اور صحن میں نفیس پتھر کھف فرش بچھے ہوئے تھے۔ دروازے پر دو آدم کھڑے ہوئے  
 تھے اور اندر دیرینہ سال بزرگوں کا مجمع تھا۔ چنانچہ میں بھی ان میں جا کر بیٹھ گیا۔ پھر یہ ارادہ کیا کہ  
 ان لوگوں سے اپنا حال کہوں۔ لیکن سوال کی ذلت سے مجھے پسینہ آگیا اور خاموش بیٹھا رہا۔ اتنے  
 میں ایک خادم آیا۔ اور سب کہا کہ دوسرے مکان میں تشریف لے چلئے چنانچہ سب کے ساتھ میں  
 بھی آئے کھڑا ہوا۔ اور ایک فیض الشان محل کے دروازے پر پہنچا۔ یہ بڑی لمبی چوڑی عمارت  
 تھی۔ صحن سے ملا ہوا پائین باغ تھا اس میں ایک درنگار تخت چوکی بنی خالد برکی بیٹھا تھا۔  
 اور داہنے بائیں دس فوجوان سبزہ آغا بیٹھے ہوئے تھے۔ اور تخت کے چاروں طرف اٹھتی  
 دانت کی مصحح چوکیاں بھی ہوئی تھیں۔ ہم لوگ اس پر جا کر بیٹھ گئے۔ پھر ایک خادم نے حاضرین  
 مجلس کو شمار کیا تو سب ایک سو ایک آدمی تھے۔ پھر بقدر تقدیر اندک وہ خادم آئے جن کی کڑتیں

ذرین چنگے بندھے تھے۔ اور ہر ایک کے ماتہ میں تقریباً ایک میٹھی تھی۔ جس میں عود اور لوہاں سلگ  
 رہا تھا۔ چنانچہ سب مہمانوں کے کپڑے بخورات سے بسائے گئے۔ اس کے بعد ایک نوجوان نایت  
 خود۔ موزوں اندام۔ سبزہ فاد کیا۔ اور کھجی کے قریب آن کر بیٹھ گیا۔ اس وقت قاصی سے  
 یہ کھجی نے کہا کہ آپ میرے بھتیجے کا عقد میری بیٹی عائشہ سے کر دیجئے۔ چنانچہ قاصی نے خطبہ  
 پڑھا اور نکاح ہو گیا۔ چاروں طرف سے مبارکباد کی صدائیں بلند ہوئیں۔ اور کھجی نے جوش سر  
 سے شکر عزیزی کی گولیاں لوگوں پر پھینکیں۔ امیر المومنین! خدا کی قسم میں نے تو اس لوٹ میں  
 اپنی آستین بھری۔ جب پھنکار ہو چکی تو پھر ایک سو ایک خادم آئے۔ ان سب کے ماتہ میں ایک  
 ایک فقرہ طبق تھا۔ اور ہر طبق میں ایک ہزار دینار تھے۔ چنانچہ سب کے سامنے ایک ایک کھ دیا۔  
 ان لوگوں نے دینار اپنی آستینوں میں رکھ لئے اور طبق بل میں دہالیا اور نصت ہو گئے۔ اب  
 میں اکیلا رہ گیا۔ چونکہ مال زیادہ تھا اس وجہ سے میری جرات نہ ہوتی تھی کہ میں بھی بے رنج  
 چلتا ہوں اور غصی کی وجہ سے یہ ہو سکتا تھا۔ کہ یہ رقم چھوڑ کر خالی ماتہ چلا جاؤں۔ جب  
 مجھے اس شش و پنج میں ایک خادم نے دیکھا تو اشارہ کیا کہ دو نو چمیزیں لے کر چلا جا چنانچہ  
 میں ہلکا چلا لیکن مجھے یقین نہ آتا تھا کہ میں گھر تک اس کو لے جاؤں گا بلکہ میرا خیال تھا۔  
 کہ یہ نوکر مجھ سے چھین لیں گے۔ اسلئے پھر پھر کر پیچھے دیکھتا جاتا تھا۔ میری ان حرکتوں کو خود  
 کھجی نے دیکھا تھا اس لئے جب پہلے دروازے کے قریب پہنچا اور میں نے جا کر پردہ ہٹا کر  
 باہر نکل جاؤں کہ اتنے میں ایک خادم نے مجھے روکا۔ اور کھجی کے پاس لے گیا۔ تب مجھے یقین  
 آ گیا کہ مزدوریہ دینار چھین لئے جائیں گے۔ لیکن کھجی نے مجھے اپنے پاس بلا کر بٹھایا اور

منفصل حالات پوچھے۔ میں نے سارا قصہ بیان کر دیا۔ اور جس وقت میں نے کہا کہ میرے اہل  
 و عیال بھوکے پیاسے فلاں مسجد میں بیٹھے ہیں۔ اس وقت اپنے بیٹے موسیٰ کو بلایا اور میری طرف  
 اشارہ کر کے کہا کہ یہ شخص عالی خاندان ہے۔ اور کسی زمانے میں صاحبِ ثروت تھا۔ اب خواہش  
 ایام سے پریشان ہے۔ اس کو اپنے گھر لے جاؤ اور ہمانداری کرو۔ چنانچہ ایک شبانہ روز میں  
 موسے کا ہمان رہا۔ بڑی تکلف کی دعوتیں کھائیں۔ لیکن اہل و عیال کی فکر سے طبیعت چین  
 تھی۔ میں نے موسیٰ سے انکا حال پوچھا تو جواب دیا کہ خدا ان کے رزق کا خود کھیل ہے۔ اس کے  
 بعد ایک خلعت فاخرہ دے کر مجھے رخصت کیا۔ اور اپنے بھائی عباس کے سپرد کیا اور کہا کہ مجھے  
 امیر المومنین نے یاد فرمایا ہے۔ یہ ایک ہمارے ہمان ہیں۔ آج آپ بشرط ہمانداری ادا کیجئے  
 چنانچہ عباس نے بھی میری سیسی ہی خاطر کی جیسی موسے نے کی تھی۔ چنانچہ یکے بعد دیگرے  
 ایک ایک بھائی کا ہمان ہوا دسویں دن جعفر کی باری آئی ایک روز یہاں بھی رہا گیا رحوین ان کا بیٹا دم  
 نے کہا کہ بھلا اپنے اہل و عیال سے ملے بیٹے کہا کہ میں باقی دس روز یہاں گزارا کچھ نقد بھی ہاتھ نہ لگا  
 اور جو انعام تھیں ان کے یہاں سے ملا تھا وہ بھی چھین گیا۔ کاشش! میں اسی دن چلا جاتا تو اچھا تھا۔  
 غرض کہ اسی دھن میں خادم کے ساتھ ساتھ جا رہا تھا کہ اس نے ایک مکان کے دروازے  
 پرے جا کر کھڑا کر دیا اور کہا کہ یہی تمہارا مکان ہے۔ مجھے اس مکان کی رفعت و شان اور ساز  
 و سامان دیکھ کر حیرت ہوئی کہ یہ کیا معاملہ ہے۔ چنانچہ چار درجے کے مکان کے اندر  
 پہنچا۔ وہاں میں نے اپنے اہل و عیال کو دیکھا کہ ریشمی کپڑے پہنے ہوئے اور ہوا دھڑھڑ رہے  
 ہیں اور ایک لاکھ درہم اور دس ہزار دینار کا عطیہ بھی موجود ہے اس کے بعد خادم نے دو

موضع کی صفائی کا قبالہ میرے حوالہ کیا۔ اور کہا کہ یہ مکان مع اسماء کے تھا ہمارے ابراہیمؑ  
 اسی شان و شوکت سے میں تیرہ برس تک برآمد کا خدمت گزار رہا۔ ان کی  
 فیاضیوں اور مہربانیوں سے کسی کو یہ تیز نہیں ہو سکتی تھی کہ آیا میں بھی آلِ برمک سے  
 ہوں یا کوئی غیر۔ اور اب بھی جو کچھ ہے انہیں کے خوانِ کرم کا صدقہ ہے لیکن جب  
 خلیفہ مامون الرشید نے اس خاندان کو بر باد کر دیا تو مجھ پر بھی سخت مصیبت پڑی اور  
 جو میری صفائی تھی اس پر عمرو بن مسعد نے لگانِ تحفین کر دیا۔ اب اس میں کچھ منافع نہیں  
 ہے۔ اور اداوے لگانِ سرکاری کے بعد مجھے کچھ نہیں بچتا ہے۔ اب میں برمک کو یاد کرتا ہوں  
 اور اُسے حق میں دعا کرتا ہوں۔ مامون الرشید بھی یہ حال سُکر متاثر ہوا۔ اور اُسی وقت عمرو  
 بن مسعد کی طلبی کا حکم دیا۔ جب وہ حاضر ہوا تو پوچھا کہ اس شخص کو پہچانتے ہو کون ہے؟  
 عمر نے کہا ماں۔ واقف ہوں۔ یہ برمک کا ایک جاگیر دار ہے۔ اور اس کی صفائی پر جمع تحفین  
 کر دی گئی ہے۔ چنانچہ مامون الرشید نے اُسی وقت حکم دیا کہ بندوبست سے آج تک جو  
 رقم وصول ہوئی ہے وہ سب واپس کیجائے۔ اور بدستور صفائی ہے۔ مامون الرشید کا یہ حکم  
 سُکر مندر دشتی خوب روایا۔ مامون الرشید نے پوچھا کہ اب رونے کا کیا موقع ہے۔ دیکھو  
 میں نے تمہارے ساتھ کیسا سلوک کیا ہے۔ مندر نے کہا ابراہیمؑ کا ارشاد صحیح ہے لیکن  
 هذا الجنان صنائع البواملک یعنی یہ فیاضی بھی برمک ہی کی بدولت ہے نہ میں  
 اُسے حال پر روتا۔ نہ آپ کو خبر ہوتی۔ نہ یہاں تک پہنچتا۔ نہ یہ صلہ ملتا۔ ابراہیم بن میمون کہتا  
 ہے کہ مامون الرشید نے بھی تسلیم کیا اور کہا لعمری هذا الجنان صنائع البواملک

بیشک براکمہ کے احسان اور فیاضی پر جس قدر تو آنسو بہائے تبھہ کو سزاوار ہے اور جس قدر غم کرے وہ مقصود ہے۔ اس وقت سے سزہ کا قول ضرب المثل بن گیا۔ اور عرب میں ایسے ہی موقع پر استعمال کیا جاتا ہے۔

فضل برمکی کی فیاضی <sup>(۱)</sup> یحییٰ بن سلام الاربعش بیان کرتا ہے کہ خاندان براکمہ کی تباہی کے بعد ایک دن خلیفہ مارون الرشید برصہ شکار کا ایک خاص واقعہ

جاری تھا کہ براکمہ کے کھنڈرات کی طرف جا نکلا۔ ایسے دورانہ مقامات پر لوگوں کی عادت ہے کہ کچھ نہ کچھ لکھدیا کرتے ہیں چنانچہ ایک دیوار پر یہ اشعار لکھے

یامنذولہ لب الزمان باہلہ فابلاہم بتفرق لا یجمع ان الذین عہد تقم باک مودہ کان الزمان بہم نصیر و نیفع اصبحت تفرغ من راک وطالما کنا الیک من المھاول نصیر ذهب الذین یعاشرفی اکنافہم وبقی الذین حیا تقم لا تنفع	اے گھر جیکے ہے ’’الوئے ساتھ زمانے مذاق کیا۔ سو اس طرح ان کو کبیر کر مٹا دیا کہ پھر یک جانہ ہر گئے۔ بیٹے ایک دفعہ ہاں جن لوگوں کو دیکھا تھا۔ زمانہ انھیں کے زریع سے لوگوں کو فائدہ اور نقصان پہنچاتا تجواب جو کہ مقصد ہے وہ پہنچ آٹھتا ہے۔ حالانکہ متوں ہم معیتوں میں تیری طرف جمع کرتے تھے۔ دو لوگ چلے گئے جن کے زیر سامے دنگی بسر کجائی تھی اور دور د گئے جن کی زندگی بے فائدہ رہی۔
---	---

مارون الرشید یہ اشعار پڑھ کر بہت متاثر ہوا۔ پھر علامہ اسمعی سے جو ہمراہ رکاب تھا۔ پوچھا کہ

حاشیہ ۱۔ اخذ از راجۃ الجنان فیاضی۔ و اعلام الناس۔



کچھ برآمدہ کے حالات بھی جانتے ہو۔ صمصمی نے عرض کیا کہ امیر المومنین امان دیجئے تو عرض  
 کروں چنانچہ مارون الرشید نے امان دی۔ تب صمصمی نے اس طرح پر اپنا چشم دید واقعہ  
 بیان کرنا شروع کیا کہ امیر المومنین میں ایک دن فضل بن یحییٰ کے ہمراہ شکار میں تھا۔  
 چاروں طرف نیمے لگے ہوئے تھے کہ لشکر میں ایک بدواؤٹ پر سوار جنگل کی طرف سے  
 آیا۔ فضل نے مجھ سے کہا کہ یہ بدو میرے پاس آیا ہے۔ چنانچہ جب لشکر کے اندر پہنچ گیا تو  
 غیموں کی دھوم دھام اور لوگوں کا مجمع دیکھ کر سمجھا کہ یہ امیر المومنین کا لشکر ہے۔ چنانچہ  
 وہیں آکر پڑا۔ اور اوٹ کو بازو دیا پھر فضل کی طرف بڑھ کر کہا ”السَّلَامُ عَلَیْكَ يَا  
 اَمِيْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَکَاتُہٗ“ فضل نے کہا کہ چپ رہ کیا کہتا ہے؟ تب کہا اَللّٰمُ  
 عَلَیْکُمْ اَیُّهَا الْاَمِيْرُ فَضْلُ نے سلام کا جواب دیا اور بیٹھنے کا اشارہ کیا۔ جب وہ بدو فضل کے  
 قریب بیٹھا تو دونوں میں حسب ذیل گفتگو شروع ہوئی۔

### ایک بدو سے فضل کا مکالمہ

**فضل**۔ آپ کس قبیلہ سے ہیں۔ اور اُن میں کونسا درجہ ہے۔ اعلیٰ یا اونٹ۔

**بدو**۔ میں قبیلہ قضاعہ سے ہوں۔ اور درجہ اعلیٰ میں ہوں۔

**فضل**۔ عراق سے ارض قضاعہ تک کیا مسافت ہے۔

**بدو**۔ جہاں تک مجھے علم ہے دو ہزار چار سو میل ہے۔

**فضل**۔ یہ فرمائیے کہ ایسی کٹھن اور اتنی بڑی منزلیں طے کر کے یہاں آنے کی کیا ضرورت تھی

بدو۔ جناب! جگہ یہاں تک اُن بزرگوں کی شہرت کھینچ لائی ہے جن کی فیاضی اور نیکی کی تمام ملکوں میں تعریف ہو رہی ہے۔

فضل۔ آغزوہ ہیں کون؟ جو ایسے مشہور و معروف ہیں۔  
بدو۔ ”براکہ“۔

فضل۔ آپ سچ فرماتے ہیں۔ لیکن براکہ تو ایک خاندان کا نام ہے اُن میں مجھوٹے بڑے بہت سے آدمی ہیں۔ اور ہر ایک کا عہدہ آگاہ خاصہ ہے۔ آپ نے اُس خاندان میں سے کس کو انتخاب کیا ہے جس سے حاجت براری کی امید ہے۔

بدو۔ اطوہم باعداؤ سمحکم کھا!، یعنی میں نے اُس کو انتخاب کیا ہے جو سب بڑھ کر فیاض ہیں۔  
فضل۔ آخر اُس کا نام بھی جانتے ہو؟

بدو۔ ہاں اُس کا نام فضل ہے۔ وہ بھی کابیشہ اور خالد کا پوتا ہے۔

فضل۔ بیشک سچ کہتے ہو لیکن وہ بڑا جلیل القدر اور مقتدر آدمی ہے۔ جب وہ مجلس عام میں بیٹھتا ہے تو اُس کے ساتھ علما، فقہاء، ادباء، شعراء، کتاب اور مناظرین علم و فن کا بڑا مجمع ہوتا ہے۔ اب فرمائیے کہ آپ کون ہیں۔ عالم یا ادیب۔ یا ماہر یا مام العرب۔

بدو۔ نہیں۔ جناب! میں تو ایک معمولی آدمی ہوں۔ نہ عالم ہوں نہ ادیب۔

فضل۔ اچھا عالم فاضل نہ سہی کوئی فضل کے نام سفارشی خطا لائے ہو۔

بدو۔ نہیں۔

فضل۔ تعجب ہے کہ میرے ذریعے سے فضل جیسے بڑے آدمی کی ملاقات ہو سکتی ہے۔

بدو۔ اے امیر! خدا کی قسم۔ میرے پاس کوئی وسیلہ نہیں ہے۔ البتہ اس کی مع میں شیئہ  
دو شعر لکھے ہیں وہ اس کے حضور میں پڑھو گا امید ہے کہ اس کی فیاضی مجھے  
محرور کر کے گی۔

فضل۔ بہتر ہے آپ وہی اشعار پڑھ دیجئے گا۔ لیکن پہلے مجھے سنائیے اگر وہ عمدہ ہونگے  
تو میں فضل کی ملاقات کی صلاح دوں گا اور اگر معمولی ہوئے تو جو کچھ مجھ سے ہو سکیگا آپ کی  
نذر کروں گا۔ اور آپ کو اسی مقام سے نصرت کروں گا۔

بدو۔ بہت خوب عرض کرتا ہوں شیئہ؟

المرتبان الجود من عہد آدم	تم نے دیکھا؟ سخاوت حضرت آدم کے زمانہ سے۔
تحت رحمت صارہ تیط الفضل	آزادی چلی آئی۔ یہاں تک کہ فضل کے پاس نہ چلی۔
ولوان اما مسما جوع طفلها	کسی بچے کو اگر مہو کہ گئے۔
غذتہ باسم الفضل لا غتذی الا فضل	اور میں کائنات فضل کا نام لے تو بچے کی غذا ہو جائیگی۔

فضل۔ سبحان اللہ کیا خوب مضمون ہے۔ لیکن اگر کوئی یہ کہے کہ یہ اشعار فلان شاعر کے ہیں۔  
اور وہ فضل کی مع کر کے صلیہ بھی پا چکا ہے تب کیا کہو گے۔  
بدو۔ اس وقت میں یہ شعر پڑھوں گا۔

قد کان آدم حین حان وفاته	آدم نے جان دینے رقت
اوصاک وهو یجود با نحو باء	تجھ کو وصیت کی تھی۔
ببنیہ ان ترعاهم وفر علیہم	کہ یہ بچوں کا خیال نہ کھنا۔

و کیفیت آدم عولۃ الالباء  
سوزنے میں میت کا بپاس کیا اور آدم کی اولاد کا قریبی

فصل بہت خوب ہے۔ لیکن اگر فضل نے اہتمام کیا کہ یہ اہتمام آپ نے لوگوں سے سن سنا کر  
پڑھ دئے ہیں۔ اس وقت کیا کہو گے۔ اور وہ مدار کا موقع ہو گا کہ جہاں پر چاروں  
طرف سے آدمیوں کی نظریں پڑیں گی اس وقت فی البدیہہ کیا پڑے گا۔  
پتہ۔ اگر ایسا اتفاق ہوا تو میں خاموش نہیں رہوں گا اور یہ شعر پڑھوں گا۔

ولو قيل للمصروف ناد اخا العلاء  
لنادی باعلی الصوت ما فضل الفضل  
ولو انفق جودا من رمل عاجم  
لا صبح من جودا قد نفل النمل  
اگر بھلائی سے کہا جائے کہ صاحب وصل کو نکلو  
تو نہایت اونچی آواز سے پکارے گا کہ اے فضل فضل  
اگر تیری سخاوت۔ رنجی کو خرچ کرنے لگے۔  
تو تیری سخاوت سے۔ ریت بھی ختم ہو جائے گی

فصل واہ وا کیا اچھا مضمون ہے لیکن اگر مقرر اس پر بھی ہی قرائن کرے تب کیا کہو گے  
پتہ اس وقت میں جرت یہ کہوں گا۔

وما الناس الا ثنّان صب دہا ذل  
وانی لذات الصب الباذل الفضل  
علی ان لی مثلاً کما ذکر الوہبی  
ولیس لفضل فی ساحتہ مثل  
آدمی دو قسم کے ہیں رشتاق۔ اور فیاض  
سہوشتاق تو میں ہوں اور فیاض فضل۔  
لیکن یہ فرق ہے کہ مجھ جیسے دنیا میں اور بھی ہیں۔  
اور فضل جیسا سخاوت میں کوئی بھی نہیں۔

فصل بہت ہی اچھا مضمون ہے۔ لیکن اگر فضل آپ کے اشارے سے متستے گھبرا جائے اور  
یکے کہ ”الکنایۃ المبلغ من القصوم“ یعنی میری مع میں ایسے اشارے پڑھو۔

جس میں ہر مرحلے نام نہ ہو بلکہ صرف کمیت ہو۔

بدو اگرچہ کثرت ایسے اشعار میں لیکن میں صرف دو بیت پر اکتفا کر دینگا۔

اے ابوالعباس یا واحد الوہی و یا مملکا خد اللوک له فصل الیک تستیر الناس شوقاً وغروباً فما دی واز واجاکا لہم فصل	اے ابوالعباس۔ اے یکتا سے زمانہ اے وہ بادشاہ کہ بادشاہوں سے ہرے کی جڑیاں ہیں۔ لوگ ہر بچہم سے تیرے ہی طرف آتے ہیں۔ تھنا تھنا۔ اور کئی کئی شہد کی کھسی کی طرح۔
---	--

فصل بس کافی ہے۔ لیکن اگر فضل نے اس کے بعد بھی یہ کہا کہ قافیہ بدل کر کمیت اور نام کم  
چھوڑ کر اشعار بناؤ تب بھی کچھ کہہ سکتے ہو۔

بدو (غصہ ہو کر) باوجود اس قدر امتحان کے بھی اب اگر فضل میرا امتحان کرے گا تو صرف  
چار شعر پڑھونگا۔ لیکن وہ ایسے ہونگے کہ جس پر کوئی عربی یا عجمی سبقت نہ لیجائیگا۔  
اور اگر اس پر بھی نہ مانا اور پھر فرمایش کی تو باور ہے کہ فضل کی .... ہے اور میرے  
ناقہ کے چاروں پر۔ زیادہ کیا کہوں اور بلا حصول مطلب قصاعہ کو لوٹ جاؤنگا۔  
فصل۔ (شرمندہ ہو کر) امید نہیں ہے کہ فضل اس قدر سختی سے امتحان لے لیکن میں  
بہت مشتاق ہوں۔ آپ وہ چاروں شعر سنا دیجئے۔

بدو۔ سنئے جناب!

و لا مئة لامتک یا فضل نے المذی فقلت لہا ہل یقیم اللوم فی البحر	ایک طاقت خردالی نے فضل کو کٹا کی۔ مہمان کے پاس میں تو میں اس کے کٹا کٹا۔ کیا کچھ نقصان پہنچا سکتی ہے
---	---

اتنھیں فضلا عن عطایہ للغنی	کیا زفضل کو سخاوت سے روکتی ہے۔
فمن ذ الذی یبھی السحاب غز القطر	بادل کو بھی کوئی بارش سے روک سکتا ہے۔
کان لوال الفضل فی کل بلدۃ	فضل کی بخششیں ہر شہر میں اس طرح ہیں۔
مقد وھذا المزن فی مھمدہ قھر	جس طرح اس بادل کا برساتنا ویرانہ ہیں۔
کان وفود الناس فی کل مھجۃ	لوگ ہر طرف سے فضل کے پاس پلے آتے ہیں
الی الفضل لا قوا عندہ لیلۃ القدر	اگرچہ ان کو فضل کے پاس شب قدر مل جاتی ہے۔

جب اعرابی یہ اشعار سننا چکا تو پھر کوئی سوال نہیں کیا گیا۔ لیکن بدو کی باتوں پر فضل کو ہنسی آگئی اور ہنستے ہنستے لوٹ گیا۔ پھر بدو سے کہا اے عرب خدا کی قسم! فضل بن یحییٰ برکمی میں ہوں۔ مانگ کیا مانگتا ہے۔ فضل کا نام سنکر وہ تقانی کے ہوش اڑ گئے۔ اور کہا خدا کے واسطے۔ سچ بتائیے آپ مجھ سے مذاق تو نہیں کرتے ہیں۔ فضل نے کہا نہیں۔ تب بدو نے بہ کمال ادب و درخواست کی کہ میرے گستاخانہ اور فریب دہانہ فقرے کو معاف فرمائیے۔ فضل نے کہا خدا معاف کرے گا۔ اب تو اپنی حاجت بیان کر۔ اس نے کہا کہ مجھے دس ہزار درہم کی ضرورت ہے۔ فضل نے کہا کہ درخواست منظور ہے اور حکم دیا کہ..... دیا جائے۔ اس قدر کثیر رقم دیکھ کر فضل کے کاتب سے ذرا گیا اور عرض کیا کہ خداوند نعمت! یہ فیاضی نہیں ہے۔ بلکہ اسراف ہے۔ ایک بدو کو جس نے چوری کے اور بیزار و اوجھر کے اشعار آپ کو سنائے اس قدر انعام دینا مناسب نہیں ہے۔ فضل نے کہا کہ میرے نزدیک یہ اس حلیہ کا مستحق تھا کہ وہ ایک بڑی مسافت طے کر کے مجھ تک آیا ہے۔

جب کاتب نے دیکھا کہ میری بات کارگر نہیں ہوئی تو دوسری چال چلا اور فضل کو متم  
دیکر کہا کہ حضور عالی ہمایں کمان میں تیر جوڑ کر دیتا ہوں آپ اس بدو پر نشانہ لگائیے۔ اگر اس  
دار کو بدو کسی عمدہ شعر کی سپر سے روک لے تو مال اہل ہے ورنہ کچھ دیکر رخصت کر دیا  
جائیگا۔ چنانچہ فضل کمان میں تیر جوڑ کر چاہتا تھا کہ بدو پر نشانہ لگائے کہ اس نے برجستہ یہ  
شعر پڑھا۔

لقد ساء قوس الحجد والوتر والندا وسهمك سهم العز فارم بدقصری	تیر کی کان بزرگی۔ دشمنی اور سخاوت کی کان ہے۔ اور تیر تیر عزت کا تیر ہے۔ تو اس میری غلطی پڑ لگا
---	---

بدو کا یہ شعر سنکر فضل بہت خوش ہوا۔ اور ایک لاکھ درہم یہ کہہ کر نئے کہ خدائے محکوتیرے نامہ کے  
شر سے بچا لیا۔ جب بدو انعام پا چکا تو رخصت ہوا۔ لیکن اس وقت اس کی آنکھوں سے آنسو  
جہدی تھے فضل نے پوچھا کہ اب کیوں روتا ہے۔ کیا کوئی اور خواہش باقی ہے؟ اس نے  
جواب دیا کہ میں اس بات پر روتا ہوں کہ جب تجھ ایسے فیاض شخص کو موت ہم سے چھین  
لے گی۔ اس وقت ہم جیسے غریبوں پر کون فیاضی کرے گا اور کسی شاعر کے یہ اشعار پڑے۔

لعمرك ما الوزية فقد مال ولا فوس يموت ولا بعير ولكن الوزية فقد حو صیوت لموته حناق كیشی	مصیبت اس کو نہیں کہنے کہ مال گم ہو جائے۔ یا گھوڑا یا اونٹ مر جائے۔ مصیبت اس کا نام ہے کہ ایسا شیر یعنی وہی گم ہو جائے جس کے رتنے سے ایک عالم مر جائے۔
--	--

جب امی خلیفہ ہارون الرشید سے یہ واقعہ بیان کر چکا تو خلیفہ نے کہا اس میں کوئی شک نہیں





فضل یہ شعر سن کر بہت خوش ہوا۔ اور بارہ ہزار درہم صلہ رحمت فرمایا۔ پھر مجھے جعفر کے پاس بھیج دیا میں نے وہ اشعار جو منتخبہ کی تہنیت میں لکھے تھے پڑھ کر سنائے بارہ ہزار درہم ٹول سے ملے۔ پھر اسی قدر بھیجی نے دیا۔ غرض کہ ۳۹ ہزار درہم ایک شعر کا صلہ لے کر گھر کو واپس آیا یہ واقعہ ان کے عروج کے زمانہ کا ہے۔ لیکن بعد تباہی اس خاندان کے مجھے مصر جانے کا اتفاق ہوا۔ اور ایک دن میں ایک حمام میں نہانے گیا وہاں ایک نوجوان لڑکا میری خدمت کے واسطے حاضر ہوا۔ اور میری محاسن بنا نے لگا۔ اُس وقت اتفاقاً میری زبان سے یہ مصرعہ نکل گیا ”وَلَفَرَحَ بِالْمَوْلُودِ مِنْ آلِ بَرٍّ“ اُس مصرعہ کے سنتے ہی اُس نوجوان کی حالت متغیر ہو گئی ہاتھ کاپنے لگے اور سترہ ہاتھ سے چھوٹ کر گر پڑا۔ اور عرش گر گیا۔ مجھے اس کی حالت پر بہت تعجب ہوا۔ جب ہوش میں آیا تو میں نے پوچھا کہ ”اے عزیز یہ کیا واقعہ تھا۔“ اُس نے کہا کہ ”آپ ہی کے طفیل میں میری یہ ذمت پھنچی ہے۔ جو مصرعہ آپ نے پڑھا ہے اسکا شان نزول میں ہوں۔ کسی شاعر نے میری ولادت کے وقت یہ مصرعہ کہا تھا۔“ پس نکر میں ملے میں رہ گیا اور انقلاب زمانہ پر مجھے نہایت تعجب ہوا اور اُس نوجوان سے کہا کہ اسے عزیز وہ جو نصیب شاعر میں ہوں اس کے بدلے میں اُس نوجوان کے سامنے ایک معتول مزارع پیش کیا لیکن اُس نے ہنسا فیاضی سے کچھ نہ لیا اور اُمّہ کر چلا گیا۔ فضل کے اس بے نصیب بچے کا نام عباس تھا۔

برہم کی تباہی کے قصص و حکایات اس کثرت سے تاریخوں میں پائے جاتے ہیں کہ ذمہ داری پانچ کا بھی انتخاب ہم نہیں کر سکتے ہیں اور نہ فی نفسہ ایسے واقعات سے قوم کو کوئی فائدہ

پہنچ سکتا ہے۔ لہذا اس عنوان کو ختم کرتے ہیں۔

## براکہ کا مذہب

کس کی ملت میں گنوں آپ بتلائے شیخ  
تو کہے گبر مجھے گبر مسلمان مجھ کو

براک اعظم گبر تھا اور تشکدہ نو ہمار کا مذہب ہی مشیوا لیکن مسلمان ہو جانے کے بعد پورے طور پر مذہب اسلام کا پابند رہا۔ اور اس کا دنیا خالد برکی تو مشابیر اسلام میں سب سے نامور اور ممتاز تھا۔ البتہ باعتبار عقائد مؤرخین نے براکہ کو شیعہ لکھا ہے۔ لیکن اس عہد میں شیعہ پن کا جوش صرف سلطنت کے لباس میں تھا اور جو نقشب آج ہمارے زمانے کے شیخ و گروہ میں ہے اس کا اس عہد میں نام و نشان تک تھا۔

اور چونکہ فلسفہ کا اثر مذہب سے بالاتر تھا۔ اسلئے حقیقتاً براکہ کو شیعہ سنی وغیرہ کے خانہ برانداز جھگڑوں سے چنداں بحث بھی نہ تھی۔ اور اسی فلسفہ پسندی کا اثر تھا کہ براسمہ زندہ مشہور ہو گئے تھے۔ بہر حال ہم ان کو تاریخی حیثیت سے شیعہ کہتے ہیں لیکن خود شیعی نورخوں کی نظروں میں براکہ کا شیعہ شستہ سمجھا جاتا ہے۔ اور وہ یہ دیکھتے ہیں کہ خاندان براکہ حضرت امام موسیٰ کاظم کی شہادت کا باعث ہوا ہے۔ اور انہیں لوگوں نے امام صاحب کو زہر دلوایا ہے۔ جو بحیثیت شیعہ ہونے کے نہایت بعید ہے۔

چونکہ یہ بحث طبل دینے کے قابل نہیں ہے لہذا اسی مضمون پر ہم اپنی کتاب کو ختم کرتے ہیں  
اور ہر ایک سے رخصت ہوتے ہیں۔ س

کیا خوب آدمی تھے خدا مغفرت کرے

تیسرا حصہ تمام ہوا

﴿(ج۳)﴾

ضمیمہ

# المہرون

زنج قفسہ مارفتہ خوائے چشم خلصاں را  
شب آخر گشتہ و افسانہ انا افسانہ مخیز و

تہدید برا مکہ کے جس قدر حالات لکھنا مقصود تھے۔ وہ ہم کلمہ چکے۔ لیکن سچ پوچھئے! تو ابھی  
ہمت کچھ لکھنا باقی ہے۔ کیونکہ وزارت کے ساتھ حب تک سلطنت کے کارنامے نہ کھلائے  
جائیں تو یہ سمجھنا چاہئے کہ گویا مصور نے یک مخفی تصویر کھینچی ہے۔ اسلئے الہر لکھ کے خاتمے  
پر مختصر تذکرہ خلیفہ مارون الرشید کا لکھا جاتا ہے۔ اور انصاف یہ ہے کہ نامور فرمازدیوان  
اسلام میں جس عظمت و شان سے اس نامور خلیفہ نے سلطنت کی ہے وہ بھی ایک تاریخی  
یا گارہ ہے۔ اگرچہ چھٹھات میں ہم امیر المومنین مارون الرشید کی پوری سوانح عمری

نہیں کہہ سکتے ہیں لیکن آنا مزہ ہے کہ اس منبر سے ایک اجمالی نقشہ اس نامور شہنشاہ کی سلطنت کا معلوم ہو جائیگا۔ نے الحال مالایدرک کلام لایدرک کلام۔ بکے مقولہ پر عمل کیا جاتا ہے۔ حضرت عباسؓ

نسب نامہ آل عباسؓ

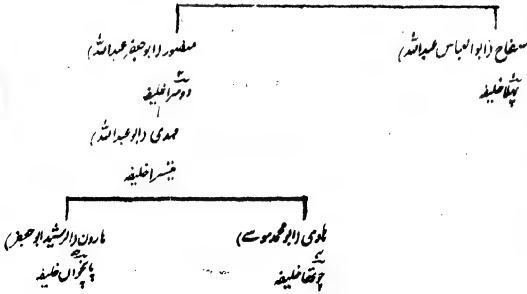
لائے تھے۔ اور حضرت نے آپ کے حق میں ایک طولانی دعا مانگی

حق جس کا ایک ٹکڑہ یہ بھی تھا کہ "واجعل الخلفاء باقیۃ فی عقبہ" یعنی عباسؓ کے خاندان میں خلافت باقی رہے۔ حضرت عباسؓ کے کئی صاحبزادے تھے۔ لیکن ان سب میں حضرت عبداللہ خصوصیت کے ساتھ قابل ذکر ہیں۔ یہ تمام صاحبزادے اپنی بے نظیر قابلیت کی وجہ سے اس درجہ ممتاز تھے کہ حضرت فاروق اعظمؓ باوجود کبرسنی کے تعظیم فرماتے تھے اور خلفاء عباسیہ کا سلسلہ نسب انھیں حضرت تک منتهی ہوتا ہے۔ اندر جس غلیفہ کے حالات ہم لکھنا چاہتے ہیں وہ اسی سلسلے کا پانچواں تاجدار ہے۔ چنانچہ شجرہ شریفہ کے آئندہ سے نسب فقلا کی ترتیب معلوم ہوگی۔



حضرت عباسؓ - م رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

عبد اللہ  
علی  
محمد



دولت بنی امیہ کے زوال پر ابو العباس محمد بن عبد اللہ بن محمد بن علی بن عبد اللہ بن عباس بن عبد المطلب بن ہاشم کل ممالک مفتوحہ اسلام کا پہلا خلیفہ ہوا۔ بتاریخ ۱۳۰ - رجب الاول ۱۳۲ھ بمقام کوفہ ابو العباس کی عام بیعت ہوئی اور بتاریخ ۱۳۰ جمادی الاول ۱۳۲ھ خورشیدہ مطابق یکم جنوری ۷۵۰ء رسم تخت نشینی عمل میں آئی یہ خلیفہ چونکہ فطرتاً غوریز تھا اس لئے سفاح لقب ہوا۔ چار برس حکومت کر کے بعارضہ چھپک بتاریخ ۱۳۰ ذی الحجہ ۱۳۲ھ مطابق مئی ۷۵۴ء بمقام انبار فوت ہو گیا۔

خلافت عباسیہ کا  
مختصر تذکرہ

حارثیہ ملعہ صفت الغزوی ابو العباس کی صحن میں لکھتا ہے کہ درکان کر گیا علیہ وفور عاتلکا کا ما کثیر اعیان صلا حلقا ،، تحت نشین ہو کر سبے پہلے رجال بنی امیہ کو قتل کیا۔ ایک دن ستراموی قتل کرائے اور ان کی نشوں پر زرش بھجوا کر کھانا کیا دشمنوں میں امیر ولید رضی اللہ عنہ اور یزید کی تہریں کھدا ڈالیں۔

اور اس کا جانشین ابو جعفر منصور ہوا۔ خلیفہ مدبر۔ منتظم۔ اور عامی علوم و فنون تھا۔ موحنین نے اس کو فاتحۃ الخلفاء کا لقب دیا ہے۔ اس کے عہد خلافت میں فوج۔ خزانہ۔ صنیعہ تعلیم۔ اور حدود سلطنت میں بہت وسعت ہوئی۔ دربار میں بجائے غلوں کے ترکوں کا زور ہوا۔ جس کا نتیجہ آگے چل کر نہایت خراب ہوا۔ ۲۲ برس بڑی شان و شوکت سے حکمرانی کر کے ۱۵۱۴ء میں انتقال کیا۔ اس کے بعد اس کا بیٹا ابو عبد اللہ مہدی تخت نشین ہوا اس کے عہد کے مشہور واقعات میں سے حکیم المقنع (کو تاء قامت۔ یک چشم۔ باشندہ مرد) کا واقعہ ہے جس نے خدائی کا دعوے کیا تھا۔ اور اپنے علمی کمالات سے چاہے غضب سے مصنوعی چاند نکالا تھا۔ جس کی روشنی چھ میل تک پہنچتی تھی۔ لیکن بمقام ماوراء النہر ۱۱۷۷ھ میں جب اس نے علم نبوت بلند کیا اور خلیفہ کا لشکر مقابلہ میں صف آرا ہوا تو قلعہ بند ہو کر خودکشی کر لی۔ مہدی نے ۲۵ برس کئی عینے حکومت کی اور بتاریخ ۲۲۔ ۱۶۹ھ مطابق ۱۲ جولائی ۱۱۷۷ھ فوت ہوا اور اس کے انتقال کے بعد بڑا بیٹا ابو محمد موسے نامی سریرارے خلافت ہوا۔ لیکن سو برس کے بعد ۱۱۷۹ھ میں اس نے بھی سفر آخرت قبول کیا۔ اور چھوٹے بھائی کے واسطے جگہ خالی کر گیا۔ چونکہ واقعات مذکورہ سے ترتیب خلافت کی معلوم ہو چکی ہے لہذا اب خلیفہ مارون الرشید کے واقعات زندگی لکھے جاتے ہیں۔

اخیر ذی الحجہ ۱۷۵۵ھ میں بمقام ”رے“ بیہ نامو خلیفہ پیدا ہوا۔

کیونکہ خلیفہ مہدی اس زمانے میں یہاں کا والی تھا۔ اور بعض

مؤرخ لکھتے ہیں کہ یکم محرم الحرام ۱۷۹ھ میں خلیفہ پیدا ہوا۔

مارون الرشید کی ولادت  
اور تعلیم و تربیت

ماں کا نام خیران (ام ولد) تھا۔ اور چمک خوش قسمتی سے ابو جعفر منصور (علاء) بھی زندہ تھا۔  
 اس لئے تعلیم و تربیت کا خاص اہتمام کیا گیا تھا۔ ہرن کے محمد بن جہاد پڑھاتے تھے۔  
 اور عام نگرانی بچہ بنی خالد برکی کے سپرد تھی۔ علمی ذوق و شوق خدائے بچپن سے دیا تھا۔ علامہ سیوطی  
 نے قاضی ناھن سے نقل کیا ہے کہ آج تک کسی بادشاہ نے حصول علم کے لئے سو خلیفہ مارو  
 الرشید کے سفر اختیار نہیں کیا۔ چنانچہ یہی خلیفہ ہے جو امام مالک کی خدمت میں سوا پڑھنے  
 کے واسطے حاضر ہوا۔ سوا کا وہ نسخہ جس میں مارون الرشید نے پڑھا تھا۔ مدت تک مصر کے  
 کتب خانے میں موجود تھا۔ امام مالک کی شاگردی کے علاوہ خلیفہ ہمدی منصور۔ اور  
 مبارک بن فضالہ سے جو اپنے زمانے کے شیخ الحدیث تھے علم حدیث کو خاص طور پر حاصل  
 کیا تھا۔ صرف۔ بخیر لغت۔ ادب اور تمام فنون میں جو عربیت کے معر میں اس کی طبیعت  
 نہایت سوزن واقع ہوئی تھی۔ اغانی اور عقد العریہ وغیرہ علم ادب کی کتابیں اس کے  
 فصیح و بلیغ خطبات۔ حکیمانہ اقوال اور دلکش اشعار سے مالا مال ہیں۔ فن شعر میں  
 مارون الرشید کو کامل دست گاہ تھی۔ فصاحت و بلاغت کے متعلق وہ شعر آکو غلیاں بتا  
 دیتا تھا کہ یہاں ہونا چاہئے۔ لیکن خود بہت کم شعر کہتا تھا اور شاعری کو اہمیت نہ دیتا  
 معتد رہتا تھا (ذریعہ فخر سمجھتا تھا۔ چنانچہ اپنے بیٹے مامون الرشید کو جبکہ اس نے  
 اراکین دربار کی زمائش سے ایک موقع پر ذیل کا قطعہ لکھ کر پیش کیا۔ تو بطور مضحکہ کے  
 جواباً لکھتا ہے کہ اے جان پدر تم کو شعر سے کیا کام۔ شعر عام آدمیوں کے لئے باعث فخر  
 ہے۔ مگر عالی رتبہ لوگوں کے لئے کچھ عزت کی بات نہیں ہے۔



### ماہون الرشید کا قلعہ

یا حیدر من دبت المطی بہ ومن تقدی بسر حہ الفرس هل غایة فی المسیر یفر فہا امہ امر نافی المسیر ملتبس ما علمہ هذا الا المملک من نورہ فی الظلام نقبتس	لئے اُن سب لوگوں بہتر جن کو ساریاں لیکر جاتی ہیں اور وہ جس کے گھوڑے پر ہمیشہ زین بہتا ہے سفر کا کوئی وقت ہے جس کو ہم لوگ جان سکیں یہ اہل ہمارے لئے بہم رہے گا۔ استبا کا علم صرف اس بادشاہ کو ہے۔ جس کے نور سے ہم لوگ تاریکی میں روشنی حاصل کرتے ہیں
---	--

رشیدؒ میں ہمدی عباسی نے یہ فیصلہ کیا تھا کہ ہمدادی کے رشیدؒ تاج و تخت کا مالک ہو گا۔ لیکن تجربے سے معلوم ہوا کہ بقابلہ ہمدی کے رشید میں سلطنت کی قابلیت زیادہ ہے تب ہمدی نے اس کو لکھا کہ فوراً دار الخلافہ میں حاضر ہو۔ لیکن رشیدؒ نے خلاف امید قاصد کو نہایت دلت سے پٹوایا۔ اور اپنی جگہ سے نہ ملا تب مجبوراً ہمدی نے جرجان کا سفر کیا۔ لیکن سببان تک پہنچا تھا کہ پیام اہل آگیا اور موافق ہمدی کے ہمدادی باپ کا جانشین ہوا۔ اور رشیدؒ نے بھی نہایت تحمل سے ہمدی کی خلافت کو تسلیم کیا۔ لیکن ہمدادی نے بدعتی اور چالاک سے بھائی کو محروم کر کے اپنے نابالغ بیٹے جعفر کو ولیعہد کرنا چاہا۔ لیکن سیکھے برمکی کی حکمت عملی سے ہمدی کو اخیر وقت تک کامیابی نہ ملی اور شہادہ میں خود ہی دینا سے کوچ کر گیا۔ اس موقع پر پہنچ کر ایک شاعر صرست سے لکھتا ہے

موج ست دروچ شیرواں چ بیاں

قدمات فلان و فلان و فلان

تاریخ جہاں کہ قصہ فرد و کلاں

دہرورش سجاں کہ فی عام کذا

خلیفہ ہادی کے انتقال کے بعد شنبہ کی رات سولہویں

۱۱۸۶ھ ۱۷ ستمبر ۱۷۶۷ء میں بڑی دھوم دھام

## مارون الرشید کی خلافت

سے ہتھام عیسے آبا و ۲۲ برس کی عمر میں مارون الرشید تخت خلافت پر جلوس فرما ہوا۔ جس رات

کلیہ واقعہ ہے وہ رات بھی عجیب غریب تھی کہ ایک خلیفہ نے وفات پائی۔ دوسرا سند خلافت پر بیٹھا۔

اور قیصر اور شاہ تاج و تخت (مارون الرشید) پیدا ہوا۔ اور اسی شب کو غزنیہ بن خازم نے جعفر بن ہادی

کو گرفتار کیا۔ وہ پچارہ جو اس باغیہ ہو کر خواب غفلت سے چونک پڑا۔ نب غزنیہ نے کہا کہ اگر تم

میں روس الہ شمار اپنی خلافت سے باز دعوے دخل کر کے مارون الرشید کی خلافت کو تسلیم نہ کرو گے

تو میں اللہ باری قتل کر دے گاؤ گے۔ چنانچہ تم کوار کے زور اور جان کے خوف سے جعفر نے دعوے

خلافت سے ہاتھ اٹھا لیا۔ اور صبح کو مجمع عام میں مارون سے بیعت کی۔ جن لوگوں نے پیشتر

ہادی کے دباؤ سے جعفر کی بیعت کی تھی انہوں نے بھی یکدوشی حاصل کی۔ اور بلا شکر تفر سے

مارون الرشید مستقل خلیفہ قرار پایا۔ چنانچہ خلیفہ نے عمان سلطنت اپنے ہاتھ میں لے کر کل سعید و

سیاہ کا صحیحی برکمی کو مالک کر دیا۔ اور یہ اس کی کارگزاریوں کا صلہ تھا جو حصول خلافت میں مقابلہ

ہادی کے کی گئی تھیں۔

اس سال کے تاریخی واقعات میں سے یمن الرشید اور مارون الرشید کی ولادت۔ اور افریقہ و دینہ

منورہ کے والیوں کی تبدیلی کے سوا اور کوئی خاص بات نہیں ہے۔ یعنی سبب فوت ہو جانے

یزید بن عامر مہلبی کے افریقہ میں اُس کا بیٹا داؤد مقرر کیا گیا۔ اور مدینے کا والی عمرو بن عبدالعزیز العمری معزول کیا گیا۔ اور بجائے اُس کے اسحاق بن سلیمان عباسی مقرر ہوا۔

یہ عنوان اس قدر وسیع ہے کہ جسکی تفصیل کے لئے کئی

## عمال کا عزل و نصب

جزوہ کار ہیں لیکن مختصر یہ ہے کہ ۱۱۱ھ سے ۱۱۴ھ تک ۱۱۱ھ سے ۱۱۴ھ

تک خراسان۔ حبل۔ سندھ۔ کران کے حکام کا انتظام تبادلاً کیا گیا۔ جس میں سوا سے

مسموئی نظم و نسق کے اور کوئی بات نہ تھی۔ البتہ ۱۱۶ھ میں عبدالمدین الحسن علوی کے

غریب کے سب سے بعض بعض والیوں کے خیالات بھی بگڑ چکے تھے اسلئے مارون الرشید

نے تمام صوبوں پر ایک خاص نظر ڈالی اور جس کی نسبت شبہ ہوا وہ علحدہ کر دیا گیا چنانچہ

موسے ابن عیسیٰ والی مصر کی نسبت دارا مخالف میں یہ خبریں پہنچ رہی تھیں کہ وہ خلیفہ کا

دشمن ہے اور انقلاب حکومت پسند کرتا ہے اسلئے غصہ ہو کر خلیفہ نے یہ قسم کھائی کہ

بجائے موسیٰ کے میں مصر کی حکومت ایسے شخص کو دوں گا جو نہایت ہی ذلیل اور اونٹ

درجے کا ہوا اور جعفر برکمی کو حکم دیا کہ اس خدمت کے واسطے کوئی شخص تجویز کیا جائے۔

چنانچہ وزیر السلطنت عمرو بن مہران کو پیش کیا۔ یہ شخص نہایت مشکل۔ اور عجیب الخلقہ

تھا۔ اور آنکھیں اس کی بھیگی (راول) تھیں اور شکل و صورت کے ساتھ لباس بھی نئے

رنگ و رنگ کا پہنتا تھا۔ جس قسم کا امیدوار خلیفہ کو منظور تھا چونکہ یہ شخص ٹھیک و بیا

ہی تھا اس لئے عطائے سند کے واسطے دربار عام میں بلایا گیا۔ جب خلیفہ نے حکومت

مصر کا ثرہ سنایا۔ تو اس نے یہ شرط پیش کی کہ ”جس وقت میں مصر کے انتظام سے فائدہ پہنچاؤں

تو واپسی کے لئے دوبار خلافت سے اجازت کی ضرورت نہ رہے۔ بلکہ جب میرادل چاہے چلا آؤں، غلیف نیہ شرط منظور کر لی۔ اور قاعدے کے موافق رخصت کر دیا۔ کمال بن الاثیر کی روایت ہے کہ جب یہ حضرت دارالامارۃ مصر میں پہنچے ہیں اس وقت موسیٰ کا دوبار لگا ہوا تھا۔ ارباب حاجت عرض معروض ہیں معروض تھے جب سب رخصت ہو گئے تو اخیر میں ان کی باری آئی۔ موسیٰ نے سائل سمجھ کر پوچھا کہ کیا چاہتے ہو؟ جواب دیا کہ مصر کی حکومت تب تو موسیٰ حیران ہو گیا۔ کبھی سائل کو دیکھتا تھا اور کبھی اسکی درخواست پر غور کرتا تھا۔ کہ عمر بن ہرآن نے امیر المومنین کا دستخطی نہری پروانہ نکال کر سامنے رکھ دیا۔ موسیٰ نے مضمون پڑھ کر پوچھا کہ ”جناب ابو حفص (خدا ان کو زندہ رکھے) تشریف لاتے ہیں؟“ انھوں نے جواب دیا کہ ابو حفص میری کنیت ہے۔ لیکن موسیٰ کو باوجود ملاحظہ پروانہ کے ابو حفص کی بات کا یقین نہ آتا تھا۔ اور اسی حیرانی میں سرنگوں تھا۔ آخر مجبوراً یہ فقرہ کہہ کر اٹھ کھڑا ہوا۔ ”لعن اللہ فرعون حیث قال“ ایس لی ملک مصر“ یعنی فرعون پر خدا کی لعنت ہو اسی ملک مصر کے غرور پر خدائی کا دعوے کرتا تھا اور کہتا تھا کہ کیا میں مصر کا مالک نہیں ہوں؟“

کیا خدا کی شان ہے۔ ایک زمانہ سلطنت اسلام کے جاہ و جلال کا یہ تھا کہ ایک شہنشاہ نے مصر کی حکومت کو اس درجہ معمولی اور ذلیل سمجھا تھا کہ سب سے بڑے شخص کو اس پر مامور کیا تھا

حاشیہ ۱۰۔ بعض ہرغوں نے کہا ہے کہ موسیٰ بن یسے کی مزدولی کے بعد ابوبکر بن صلح مقرر کیا گیا تھا۔ مزدولی کی تاریخ ۱۰۱۔ مفرتہ ہے۔

اور ایک ناز آج ہے کہ ملک مصر پر دنیا کا ہر شے سے بڑا بادشاہ بمصرہ رکھنے کو اپنی سلطنت کے لئے سرمایہ فخر سمجھتا ہے۔ یہ ہیں تفاوت رہ از کجاست تا بکجا۔

مصر کے انتظام کے بعد ۹۲ھ سے ۱۰۱ھ تک افریقہ اور خراسان کے والیوں کے تباہی ہوتے رہے۔ اور ۹۲ھ سے مارون الرشید کے انتقال تک بہت زیادہ رد و بدل نہیں ہوا چنانچہ تمام سلطنت کے مشہور صوبوں کے گورنروں کی فہرست ہم ذیل میں درج کرتے ہیں۔ جس سے اگرچہ سہ و سال کا اندازہ تو نہ ہو سکے گا لیکن پھر بھی اس عہد کے معزز طبقہ کی فہرست معلوم ہو جائے گی جو غلط سے خالی نہیں ہے۔

## فہرست والیان صوبہ جات عہد خلافت مارون الرشید

نام صوبہ	نام والی
کے مصر	عباس بن محمد بن ابراہیم - سلیمان بن جعفر بن سلیمان اور مرتبہ موسیٰ بن عیسیٰ - عبداللہ بن محمد بن ابراہیم عبداللہ بن قثم دو مرتبہ عبداللہ بن محمد بن عثمان - عبید اللہ بن محمد بن ابراہیم عباس بن موسیٰ - علی بن موسیٰ - محمد بن عبداللہ عثمانی - حماد بیری - فضل بن عباس بن محمد - احمد بن سہیل -
دریہ منور	اسحاق بن علی - عبدالملک بن صالح بن علی - محمد بن عبداللہ موسیٰ بن عیسیٰ - ابراہیم بن محمد بن ابراہیم - علی بن عیسیٰ - محمد بن ابراہیم عبداللہ بن مصعب - بکاد بن عبداللہ بن مصعب - محمد بن علی - وہب بن
کوفہ	موسیٰ بن عیسیٰ - چار مرتبہ محمد بن ابراہیم - عبید اللہ بن محمد بن ابراہیم یعقوب بن ابو جعفر - عباس بن عیسیٰ دو مرتبہ اسحاق بن الصبلح الکندی - جعفر بن ابو جعفر -

<p>محمد بن سلیمان بن علی - سلیمان بن ابوجعفر - عیسیٰ بن جعفر دچاورم (تر) خزیمہ بن علی نام -          جریر بن یزید (دو مرتبہ) جعفر بن سلیمان - جعفر بن جعفر - عبد الصمد بن علی (۲۱ مرتبہ) مالک          بن الخزاعی - اسحاق بن سلیمان - سلیمان بن جعفر - حسن بن حمیل - اسحاق بن عیسیٰ بن علی -</p>	<p>بصرہ</p>
<p>ابوالعباس طوسی جعفر بن محمد بن الاشعث - عباس بن جعفر - غطفان بن عطاب -          سلیمان بن راشد - علی الخزاعی - حمزہ بن مالک - فضل بن یحییٰ برکی - منصور بن یزید -          جعفر بن یحییٰ برکی -</p>	<p>خراسان</p>
<p>ارقلیقہ روح بن حاتم مہلبی - یزید بن حاتم - داؤد بن یزید - فضل بن روح بن حاتم - ہرثمہ ابن ا          محمد بن مقاتل بن حکم - ابراہیم بن اغلب - جملہ ثند بن ابراہیم بن اغلب -</p>	<p>عین</p>
<p>علاوہ ان صوبوں کے اگر تاجک کی ورق گردانی کی جائے تو بحرین - اہولہ - فارس -          موصل - جزیرہ - ارمنیہ - سندھ وغیرہ کے ولایت کی بھی ایک فہرست تیار ہو سکتی ہے۔ مندرجہ بالا          فہرست کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ حکومت کا سب سے بڑا حصہ ہمیشہ عباسیوں کے ہاتھ میں          رہا ہے۔</p>	
<p>امین الرشید کی ولیعہد زہیدہ خاتون اور فضل برکی - اور عیسیٰ          بن جعفر (امین کامامون) کی کوششوں سے ۱۱۹ھ میں          ہو چکی تھی۔ لیکن چونکہ امین کی طبیعت عیش پسند و اتع ہوئی          تھی اس لئے مارون الرشید ہر موقع پر ماموں کو ترجیح دیتا تھا۔ اور اس کا میلان طبعی یہی          تھا کہ وہی خلافت کا مستحق مالک ہو۔ اس لئے یہ تمام رقمہ ہا محرم یوم پنجمینہ ۱۲۲ھ مطابق</p>	<p>امین و مامون          کی ولیعہد می</p>

۲۲ فروری ۱۹۴۷ء مانوں کی ولیمہ دی پر لوگوں سے بیعت لی۔ اور صوبہ خراسان و ہمدان کا والی مقرر کر دیا۔ تاہم علامہ بنی ہاشم اور ارکان فوج کے خوف سے جو امین کے طرہ دار تھے، یہاں سے مارون الرشید نے بمقام مکہ معظمہ دونوں شہزادوں سے جدا جدا معاہدے لکھوائے۔ اور خانہ کعبہ کے اندر لیجا کر خاص طور پر ہمنمائش کی۔ صاحبِ روضۃ الصفا نے لکھا ہے کہ اس تقسیم کی رو سے جو ممالک مانوں الرشید کو ملے اس میں کرمان شاہ نہاوند۔ قم۔ کاشان۔ اصفہان۔ فارس۔ کرمان۔ رے۔ قوس۔ طبرستان۔ خراسان۔ ذابل۔ کابل۔ ہندوستان۔ ماوراء النہر اور ترکستان داخل تھے۔ امین کو بغداد۔ واسطہ۔ بصرہ۔ کوفہ۔ شامات۔ سواد عراق۔ موصل۔ جزیرہ۔ حجاز۔ مصر اور مغرب کی انتہا سے حد و تک کی حکومت ملی۔ اور دستاویزات بعد مکہ کے حرم کعبہ میں آویزاں کر دی گئیں۔

اس کے بعد شیخ ابیہ میں اپنے تیسرے بیٹے قاسم (موتن) کو جزیرہ قنوز اور عجم کی حکومت دی اور مانوں الرشید کو اختیار دیا کہ اگر قاسم لائقِ ثبات ہو تو وہ اس کو معزول کر سکتا ہے لیکن چوتھے بیٹے معتمد کو خلافت سے اس بنیاد پر محروم رکھا کہ وہ جاہل ہے۔ لیکن یہ بھی خدا کی قدرت ہے کہ زوالِ سلطنت عباسیہ تک معتمد کی اولاد میں خلافت و سلطنت باقی رہی۔ مارون الرشید نے بنظرِ رف خانہ جنگی اپنے بیٹوں میں سلطنت کو تقسیم کر دیا تھا۔

علامہ سیوطی لکھتے ہیں کہ یہی تقسیم گویا خانہ جنگی کی بنیاد تھی۔ جیسا کہ مارون الرشید کے انتقال کے بعد واقعات پیش آئے۔

ملکی بغاوتیں خلیفہ مارون الرشید کے عہد میں جو بغاوتیں ہوئیں وہ عمال کی

بے عزتیاں رعایا کی ناراضی کا ثمرہ یا سادات و علویین کی فتنہ پروازیوں کا نتیجہ تھا چنانچہ منصور عباسی کے زمانے میں محمد بن عبداللہ بن حسن نے جاسیدنا امام حسن رضا کے پرپوتے تھے علمائے مدینہ کے فتوے کے موافق خروج کیا تھا اور بہت فوزی کے بعد وہ شہید ہوئے تھے۔ اور ان کے بھائی یحییٰ بن عبداللہ اس زمانے سے روپوش ہو گئے تھے۔ لیکن سالہ میں جب ان کی طرف رجوعات زیادہ ہو گئی تھی تو وہ علم میں خروج کیا۔ اور بڑی شان و شکوہ سے خلیفہ کے مقابلہ کو اٹھے۔ لیکن فضل برکی کی حکمت عملی نے فوراً اس فتنے کو دبا دیا۔ اس کے بعد سادات نے پھر سر نہیں اٹھایا۔ البتہ اسی سال میں دمشق رشام میں بہت بڑی فساد کی آگ مشتعل ہوئی۔ جس میں طرفین کے ہزاروں آدمی کام آگئے۔ اس فتنہ کا بانی ابو الہیڈام تھا جس کا اصلی نام عازب بن عمارہ ہے اور سب اس کا یہ ہوا کہ خلیفہ کے ایک عامل نے حبتان میں اس کے بھائی کو مار ڈالا تھا۔ اس نے وہاں تو کچھ نہیں کیا۔ لیکن شام میں اگر جمعیت ہم پہنچائی اور پوری قوت کے ساتھ مقابلہ کو اٹھا۔ آخر اس درجہ سخت لڑائیاں ہوئیں کہ کتنے ہی قبائل عرب کے فنا ہو گئے۔ اور یہ فساد اس وقت تک نہیں مٹا جب تک ابو الہیڈام پہنچا۔ ہمیں مر نہیں لیا۔ اس کے بعد موصل۔ مصر۔ ماوراء النہر وغیرہ میں عمال کی جانب سے جو بغاوتیں ہوئیں وہ قابل ذکر نہیں ہیں۔ کیونکہ یہ سب جھگڑے بہت جلد رخص کر دیے گئے۔ اور ایسے معمولی تھے کہ کبھی کوئی اثر سلطنت پر نہیں پہنچا۔

**فتوحات** خلیفہ نارون الرشید ان اولوالعزم خلفائے ہرے جسکے ایک ہاتھ



میں قلم اور دوسرے میں تلواریں تھیں۔ لیکن قلم کا پلہ بھاری تھا۔ اس لئے لوگ مالک مفتوحہ کی طولانی نہر سے ہم نہ لکھ سکیں تو کوئی تعجب نہ ہونا چاہئے۔ تاہم ۷۳ برس کی محنت میں باوجود سادات اور عمال کی فتنہ پردازیوں کے فتوحات میں خلیفہ منصور وہابی سے کم نہیں ہے۔ جنگ ہماؤ کا شوق اس خلیفہ میں پیدا نہیں تھا۔ چنانچہ شاہزادگی کے زمانے میں چاہ مجادی الثانی ۱۶۵ھ ۲۱ جنوری ۱۸۴۴ء کی جمعیت سے روم پر فوج کشی کی اور پے در پے فتحیں حاصل کرتا ہوا خلیج قسطنطنیہ تک پہنچ گیا۔ اور اس قدر لوٹ مارتہ آئی کہ گھوڑا ایک ایک درہم (چار آنہ) کو بک گیا۔ اور ملکہ ایرینی نے ستر ہزار دنیا سالانہ خرچ دینا تسلیم کیا اور صلح کر لی اس لڑائی میں ۵۴ ہزار رومی قتل ہوئے۔

جب تخت نشین ہوا تو قلمہ صفیات قلمہ صقلیہ (سلی) قلمہ قلعونہ اور شہر فتح کہا۔ یہاں پر کئی مرتبہ حملہ آور ہوا اور غر کو با جگر ارنہا لیا۔ قبرس فتح کیا پھر مندم کر کے آگ لگا دی اور سولہ ہزار آدمی گرفتار کر لیا۔ غرض کہ ملکی حدود اس قدر وسیع کر دیئے کہ دولت عباسیہ میں کبھی نہیں ہوئے تھے۔ مارون الرشید کے کل فوجی کارنامے تفصیل سے دکھانا تو مشکل ہے لیکن اہل روم کے ساتھ جو واقعات پیش آئے وہ مختصراً لکھے جاتے ہیں۔ جن میں خلیفہ خود پہ سالار بن کر گیا تھا۔ چنانچہ پہلے چاہ کا واقعہ ہے کہ جب ملکہ ایرینی فرمانروا سے روم نے سرکشی کی تو شہزادہ قاسم کی ماتحتی میں روم پر فوج کشی ہوئی۔ اور شہزادے نے قلمہ سنان کا محاصرہ کر لیا۔ اس وقت ملکہ نے

کتاب مقابلہ مذکورہ کراوے خراج پر صلح کر لی۔ لیکن اس کی معزولی کے چند مہینے بعد  
 نقفور (نقفورس یا نائفورس) تخت نشین ہوا تو اس نے اداے خراج سے انکار کیا۔  
 اور ارکان سلطنت کے مشورے سے ہارون الرشید کو یہ خط لکھا کہ ”ملکہ سابق نے جو  
 کچھ کیا تھا وہ اس کی کمزوری اور عافیت تھی۔ اب میں تخت نشین ہوا ہوں اس لئے  
 لکھتا ہوں کہ جس قدر خراج اب تک سلطنت روم سے وصول کیا ہے وہ فوراً واپس کر دو  
 ورنہ بذریعہ تلوار کے فیصلہ کیا جائے گا۔“ نقفور کی گستاخانہ تحریر پڑھتے ہی ہارون الرشید  
 آپے سے باہر ہو گیا اور اس کا چہرہ غصہ سے آگ ہو گیا۔ امرا اور وزرا کے جو اس جاتے  
 رہے۔ کسی میں آنکھ اٹھا کر دیکھنے کی بھی مجال نہ تھی۔ چہ جائیکہ کوئی گفتگو کر سکتا۔  
 اس لئے خط کی پشت پر خود ہی اپنے قلم سے یہ الفاظ لکھے ”من ہارون امیر  
 المومنین الی نقفور کلب الوم۔“ قد قوات کتابک یا ابن الکافر  
 وامجواب ماتوا ہ دون ما تسمعه“ یعنی یہ خط امیر المومنین ہارون الرشید کی  
 طرف سے نقفور (سگ رومی) کے نام ہے اے کافر کی اولاد۔ میں نے تیرا خط پڑھا۔  
 جواب اس کا تو نہ سنے گا بلکہ آنکھوں سے دیکھ لیگا۔“ اور اسی وقت فوج کی تیاری  
 کا حکم دے دیا۔ اور اس تیزی سے جا پڑا کہ نقفور حیرت زدہ رہ گیا۔ جب پائے تخت  
 ہریکلی (ہرقلہ) بہت کچھ تباہ ہو گیا۔ تب نقفور نے معافی مانگی اور شرائط سابق پر  
 صلح کر لی۔ لیکن ۹۱ھ میں نقفور کی پھر نیت بدل گئی۔ اور معاہدہ توڑ ڈالا۔  
 جب بغداد میں اس کی خبر پہنچی۔ تو عبداللہ بن یوسف اور ابو العتاہیہ نے چند شہروں

میں یہ واقعہ لکھا اور پیش کر دیا۔ چونکہ شاہ روم نے تین مرتبہ چند سال کے عرصے میں معاہدہ فسخ کر دیا تھا۔ اس لئے مارون الرشید نے اس مرتبہ ایک لاکھ پینتیس ہزار فوج نظامی سے علاوہ فوج تنظومہ (وائٹینز) کے دار السلطنت پر حملہ کیا اور فوج کو تمام ملک روم میں پھیلا دیا۔ جب سرحد روم کے بہت سے مشہور قلعے فتح ہو گئے۔ اس وقت فقہور کا نشہ آ ترا۔ اور ہمیشہ کے واسطے خراج دینا منظور کیا۔ لیکن خلیفہ نے ہڑنگی کو بالکل باہر کر دیا۔ اور بزورِ غیر شرط لکھنوالی کہ پھر کبھی آباد نہ کیا جائیگا۔ یہ واقعہ شوال ۱۹۰ھ مطابق اگست ۷۹۷ء کا ہے۔

**وسعت سلطنت سالانہ خراج**  
 خلیفہ مارون الرشید کی عظمت اور وسعت سلطنت کا اندازہ اس سے ہو سکتا ہے کہ وہ جس ملک کا فرمانروا تھا **تعداد فوج و اسلحہ** اس کی حدیں ہند اور تاتار سے بھرا و قیافہ تک نہیں۔ سوائے اسپین کے اور کل اسلامی دنیا تاج فرمان تھی۔ یورپ جس پر ناز کر سکتا تھا وہ صرف روم و یونان کا ملک تھا اور یہ دونوں سلطنت عباسیہ کے باجگزار تھے۔

کل ملک کا سالانہ خراج سات ہزار پانسو قنطار (ایک قنطار ۴۰۰۰ دینار اور ایک ہند = ۷۵ روپے) یعنی بجل کے حساب سے اکتیس کروڑ پچاس لاکھ روپے تھا۔ باری النظر میں یہ خراج روپے میں ایک پائی کے بھی برابر نہیں معلوم ہوتا ہے اور نہ اس خراج سے وسعت سلطنت کا اندازہ ہو سکتا ہے لیکن یہ یاد رکھنا چاہئے کہ اس وقت خراج کے حوالہ بالکل اسلامی تھے۔ اور جن ممالک کی آمدنی سے آج شاہوں کے خرچے پُر ہیں ان کا نام و

نشان تک نہ تھا۔

فوج کی تعداد قریباً دو لاکھ سوار و پیادہ کے تھی۔ گویہ تعداد کم معلوم ہوتی ہے۔  
 مگر انتظام سلطنت کے واسطے کافی تھی۔ کیونکہ اس عہد کا ہر مسلمان پیدائشی سپاہی تھا۔  
 اور وقت ضرورت کے تمام ملک اُمڈ آتا تھا۔ جن کو صرف سوار ہی اور تیار سرکار سے  
 دئے جاتے تھے۔ سوار کی تنخواہ پچیس روپے۔ اور پیادہ کے دس روپے ہوتے تھے۔  
 افسروں کی تنخواہ بھی کچھ زیادہ نہ تھی۔ اور سپہ سالاری کا کام جنگ کے وقت قسمت یا صوّ  
 کے افسر۔ وزیر اعظم۔ قاضی القضاۃ۔ اور خلیفہ کے بیٹے کر لیا کرتے تھے۔  
 خلیفہ کے انتقال کے وقت غزوات السِّلح میں حسب ذیل اہل موجود تھے۔ اور  
 غالباً یہ علاوہ اس تعداد کے ہیں جو فوج کے پاس موجود ہونگے۔

مطلّا و مذہب تلواریں	۱۰ ہزار	شاکریہ و غلاموں کے لئے	۱۰ ہزار
یزے	ایک لاکھ پچاس ہزار	کمانیں	ایک لاکھ
مطلّا زہیں	ایک ہزار	عام زہیں	ایک ہزار
خود	بیس ہزار	جوشن	بیس ہزار
ڈھالیں	ڈیڑھ لاکھ	مطلّا زین	چار ہزار
		عام قسم زین	تیس ہزار

خلیفہ مارون الرشید کے زمانے میں جس درجے اور مرتبے کے

امام۔ عالم۔ فقیہ۔ شاعر۔ صوفی۔ وغیرہ جمع تھے اس کا اندازہ

مشاہیر کی موت

ذیل کے چند ناموں سے ہو سکتا ہے جنہوں نے مارون الرشید کے عہد میں انتقال کیا اعلیٰ  
 سیدوطی نے بڑی فہرست لکھی ہے امام مالک۔ امام موسیٰ کاظم۔ قاضی ابو یوسف۔ امام محمد  
 اشجانی عبد اللہ بن بکر۔ سلم بن خالد زنجی۔ مروان بن حفصہ۔ عباس بن احنف شاعر۔ فضیل  
 بن عیاض۔ فضل بن فضالہ۔ ابن سہاک۔ سیبویہ۔ کسائی۔ یونس بن حبیب بخوی یعقوب  
 بن عبد الرحمن قاری مدنی ابو الحکم مصری۔ معصود بن سلام عالم اندلس۔

خلیفہ مارون الرشید کے خلیفہ مارون الرشید میں حقیقت وہ تمام مصلحتیں  
 عام خلاق عبادات اور واقعات جمع تھیں۔ جو ایک پاکباز اور نیکار بادشاہ میں  
 ہونا چاہئیں۔ علامہ ذہبی اور جاحظ کا قول ہے

کہ مارون الرشید میں جس قدر خوبیاں جمع تھیں وہ کسی دوسرے فرمانروا کو نصیب نہیں  
 ہوئیں۔ علم و ہنر۔ تدبیر۔ دانائی۔ فہم و فراست۔ عزم و ثبات۔ فیاضی۔ شجاعت اور بلند  
 حوصلگی میں وہ خلفائے بنی ابوالعباس میں ایک ممتاز خلیفہ تھا۔ شانہ شان و شوکت اور  
 علم و ہنر کی سرپرستی نے مارون الرشید کی شہرت کو اور بھی چمکادیا تھا۔ اسکی قدر دانی  
 کی ذمہ داریوں میں وہ شوق اور حوصلے پیدا کرے کہ زمانہ کے تمام اہل کمال و دربار  
 میں کھینچ آئے۔ اور مدنیۃ السلام بغداد علوم و فنون کا مرکز بن گیا۔ بیت الحکمتہ کی گاسیاں  
 اسکے عہد میں سب بڑی علمی فتوحات ہیں۔ الف لیلة کی تالیف اسی کے مبارک زمانہ  
 میں ہوئی جس نے مارون الرشید کے نام کو زبان زد خاص و عام کر دیا ہے۔ علمی درس  
 گاہیں جس قدر تمام ملک میں گھلیں اس کی ایک بڑی فہرست تیار ہو سکتی ہے۔ اگرچہ علوم

فلسفہ سے چنناں ذوق نہ تھا۔ لیکن فقہ و حدیث۔ ادب۔ ایام العرب۔ کا فاضل تھا جیسا  
 خود قابل طبع و فصاحت مآب تھا۔ ویسے ہی اس کے اراکین دولت تھے یہ خصوصاً خاندان  
 براہمہ جو رتبہ وزارت پر ممتاز تھا جس طرح حضرت سلیمان کو آصف بن برخیا نصیر و اس کو  
 بزرگچہر بہرام گور کو خوردہ روز۔ ملک شام کو نظام الملک طوسی جیسے وزرا پر فخر تھا۔ اسی طرح  
 پرمارون الرشید کو اپنے ربی و حسن یحییٰ فضل۔ اور جعفر برکی وزیر پر ناز تھا۔ باوجود ویسے  
 عظیم القدر شہنشاہ ہونے کے تکلف اور تعصب مزاج میں نام کو نہ تھا۔ جبرئیل اور عیسیٰ شوع  
 وغیرہ عیسائی اطبا کا جو اعزاز و بار میں تھا آج اس کی نظیر سے یورپ اور ایشیا غافل  
 ہے۔ جو عورت عیسائیوں کو برابر میں مٹی و سیاہی مرتبہ۔ یہودی۔ پارسی۔ ہندو علماء و حکما  
 کو بھی تھا۔

اپنے زمانے کے معصروں سے بھی دوستانہ ملا تھا۔ چنانچہ شارلین شہنشاہ فرانس  
 اس کا خاص دوست تھا۔ اور اس محبت کو خود شاہ فرانس نے بڑھایا تھا۔

مذہبی عقائد اور خیالات میں مستحکم تھا۔ اور مذہق و الحاد کا قطعی دشمن۔ یہود و کتبیں  
 روزانہ پڑھنے کا دستور تھا۔ اور سوائے بیماری کے کبھی نماز قضا نہیں ہوتی۔ اگر ایک  
 سال جہاد کرتا تو دوسرے سال خانہ کعبہ کی زیارت کو جاتا تھا۔ تین تیس برس کی خلافت  
 میں آٹھ یا نو بار حج کیا۔ اور ایک مرتبہ مکہ معظمہ سے عرفات تک پیادہ گیا۔ حج کے موقعہ  
 میں علماء و فقہاء کی کثیر تعداد ہمراہ ہوتی تھی۔ اور جس سال اتفاق نہ ہوتا تو  
 اپنی طرف سے تین سو حجاج کا ایک قافلہ روانہ کرتا تھا۔ خیرات علانیہ اور خفیہ دونوں

طرح پر جاری تھی۔ اور ایک ہزار درہم روزانہ جیب خاص سے خیرات کیا کرتا تھا۔ آنحضرت صلعم اور حضرت علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ کے عشق و محبت کا بندہ تھا۔ فضائل حسنین میں بھی اس نے حدیثیں روایت کیں ہیں۔ قتل سادات اور علویین کا اگرچہ اس پر الزام ہے لیکن یہ محاللات ملکی تھے۔ اور ایسی مجبوری تھی کہ جس سے کسی خلیفہ کو سفر نہیں ہو سکتا تھا۔ تاہم ہارون الرشید نے سادات پر ایسا ظلم نہیں کیا۔ جیسا کہ خود سادات نے اپنی چند روزہ حکومت میں عباسیوں پر کیا تھا۔

بزرگان دین سے خاص تعلق رکھتا تھا۔ حضرت فضیل بن عیاض کے مکان پر خود جاتا تھا۔ اور وہ جو نصیحت فرماتے تھے اس کو رغبت کے کانوں سے سنتا تھا۔ ابو معاویہ ایک عالم کے ہاتھ دسترخوان پر خود آفتاب و پشت لے کر ڈھلے جو تاریخی یادگار ہے۔ ابن سہاک وغیرہ کے غلط سے اسکو رقت ہوتی تھی۔ اور صوفیائے کرام کے خاص وظیفے مقرر تھے۔ باوجود پابندی شریعت وہ زناہنشک بھی نہ تھا۔ اسکی بے تکلفی کی مجلس میں نغمہ و سرود بھی ہوتا تھا۔

ابراہیم الموصلی موسیقی کا استاد۔ خاص اس خدمت پر دس ہزار درہم کا نوکر تھا۔ کیزوں سے بھی صحبت کرتی تھی۔ اور نیند کا بھی دور چلتا تھا۔ جس کی حالت کا فقہانے فتنے دے دیا تھا۔

عدل و انصاف کا بھی جوہر اس میں موجود تھا اور جس کا یہ اثر تھا کہ تمام ملک میں خوشحالی پائی جاتی تھی۔ تجارت میں کسی قسم کی روک ٹوک نہ تھی۔ قریہ قریہ مال و

دولت سے آباد تھا۔ اور دار الخلافہ کی شان و شوکت ظاہر کرنے کے لئے ایک مستقل کتاب کی ضرورت ہے۔ مختصر یہ ہے کہ دس لاکھ کی مردم شماری بھی نہیں ہزار مسجدیں۔ اور دس ہزار جام موجود تھے۔ ۱۲ میل طوٹا اور ۳۵ میل عرضاً مسلسل آبادی تھی۔ علاوہ اس کے اپنے عہد دولت میں طرطوس مصیصہ اور عرش نے شہر آباد کرائے۔ اور وقت ضرورت کے بڑے بڑے صوبوں میں دورہ بھی کیا۔ اور ملک کی حالت اپنی آنکھوں سے دیکھی۔ خلفائے عباسیہ میں سب سے پہلے چوگان کھیلا۔ اور کوزا نشانہ پر شہر بائزہ کثیر اندازی کی۔ اور شطرنج بھی کھیلی۔ گویوں کے واسطے مراتب اور طبقے مقرر کئے۔ بہر حال خلیفہ مارون الرشید کے تمام دور حکومت میں سوائے قتل برائے کے اور کوئی الزام نہیں ہے۔ لیکن منصف مزاج اس قتل کا خود ہی اندازہ کر سکتے ہیں کہ ایسا کیوں ہوا۔ اور اگر یہ نہ ہوتا تو بقائے سلطنت کے واسطے اور کون تمہیر تھی؟ سیاست مملکی میں بے انتہا سخت تھا۔ اور معاملات سلطنت میں کسی کی دستخط تھیں۔ تینیس برس دو مہینے اٹھارہ دن خلافت کر کے سنیتا لیس برس پانچ مہینے کی عمر میں پنجشنبہ کے دن ۳۔ جمادی الاخریٰ ۱۳۰ھ ۲۲۔ مارچ ۹۸۵ء کو بمقام طوس انتقال کیا۔ اور اسی مقام پر دفن ہوا۔ جبریل بن سختیوش کی روایت ہے کہ مرنے سے پہلے خواب دیکھا تھا اور یہ بھی معلوم ہو گیا تھا کہ میں طوس میں مرؤنگا اس وجہ سے وہ نہایت پریشان تھا۔ شعرائے مارون الرشید کے نہایت دردناک مرنے لکھے ہیں لیکن ہم صرف ابوالشیخ کے دو شعروں پر اکتفا



کرتے ہیں۔

<p>آفتاب مشرق میں ڈوب گیا۔ اور ہماری دونوں آنکھیں آنسو بہاتی ہیں۔ ہم نے یہ کبھی نہیں دیکھا تھا۔ اگر آفتاب جہاں طلوع ہوتا ہے۔ وہیں غروب ہو۔</p>	<p>عنوبت فی الشرق شمس فلنا عینان تد مع مارأینا قط شمساً عنوبت من حیث تطلع وہدہ در من قال ہ</p>
--	--

خاور سے باختر تک جن کے نشان تھے برپا  
کچھ مٹھروں میں باقی ان کی نشانیاں ہیں  
مارون کی اولاد دُکڑ میں بارہ بیٹے تھے۔ جن میں سے امین۔ مامون۔ مومن۔ معتصم  
سب زیادہ مشہور ہیں۔ بارہ بیٹیاں تھیں۔ لیکن باستثنائے محمد امین یہ سب اولاد  
کینزوں کے لطن سے تھی۔ مارون الرشید کے چچ نکاح ہوئے تھے۔ لیکن سب  
زیادہ ممتاز اور محبوب بی بی زبیدہ خاتون تھی۔ جو مارون الرشید کے چچا کی بیٹی تھی۔  
اصلی نام امنا العزیز تھا۔ لیکن خلیفہ منصور بچپن میں جب گو د میں لیتا تھا تو کہا کرتا تھا۔  
”انت زبیدہ“ چنانچہ وہی نام تمام دنیا میں مشہور ہو گیا۔ زبیدہ کے خزانے کا بڑا حصہ  
ہمیشہ رفاہ عام میں صرف ہوتا تھا۔ علاوہ پلوں اور مساجد کی تعمیر کے جو ہر ہر قدم پر  
اس کی فیاضی کی یاد دلاتے ہیں سب زیادہ یہ کام ہے کہ حجاز کی پتھریلی زمین کو مبرا  
کر کے بارہ میل کی سافت میں سچاسی لاکھ روپے صرف کر کے ایک نہر جاری کی جسکا

نام عین الشاس ہے اور جو راستہ عراق سے حجاز کی طرف آتا ہے اُس میں مسافروں اور  
 حجاج کے آرام کی واسطے بھرت تالاب اور حوض تیار کرائے جس سے آج تک قافلے  
 سیراب ہوتے ہیں۔ اور زب و زینت کی سیکڑوں چیزیں ایجا و کیں۔ شہر بنشاش و  
 تبریز آباد کیا۔ علاوہ اس کے ایشیائے کوچک میں اس کی بہت سی یادگاریں باقی ہیں۔  
 ۲۶ھ میں انتقال کیا۔

## ت

نوط پیغمہ ذیل کی تاریخوں سے لکھا گیا ہے ابن خلدون۔ المحارث۔ کامل بن الاثیر۔ ابن خلکان۔ تاج  
 المملکات۔ سیوطی۔ معجمات الاسلام۔ بیہقی۔ وطلان۔ شرح مقامات حمیری۔ روضۃ الصفیاء۔ سیدنا زکریا المکرم  
 الغفری۔ التوفیقات۔



# فہرست وکیل ٹریڈنگ کمپنی لمیٹڈ امرتسر

## تذکرے اور سوانح

تذکرۃ المصطفیٰ - یہ کتاب سید نواب علی صاحب رضوی ایم۔ اے کی تصنیف ہے۔ قیمت ۵۰ پیسے +  
 سوانح عمری حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم - مرتبہ شیخ محمد رشید اعظمی پراگ برادری دھرم پبلیشرز ۱۵۰  
 المصطفیٰ - حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی سوانح عمری اور ان کے عہد خلافت کے مفصل حالات مع فتوحات قیمت ۸۰  
 المصطفیٰ - مرتبہ حافظ عبد الرحمن صاحب ستیا ج مع نقشہ عرب - قیمت ۵۰ پیسے +  
 الفاروق - سوانح عمری حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ مصنف مولانا شبلی نعمانی - قیمت ۵۰ پیسے +  
 سیرۃ الفاروق - مؤلف مفتی سراج الدین احمد اڈیشہ اخبارچہ دہویں صدی - قیمت ۵۰ پیسے +  
 سیرۃ عثمان - مفصل سوانح عمری حضرت عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ - قیمت ۶۰ پیسے +  
 المرتضیٰ - سوانح عمری حضرت علی کرم اللہ وجہہ - قیمت ۵۰ پیسے +  
 سیرۃ النعمان - امام احمد بن حنبلہ رحمۃ اللہ علیہ کے حالات و اخلاق و عادات و مناظرات مؤلف مولانا شبلی نعمانی +  
 سیرۃ الشافعی - سوانح عمری حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ - قیمت ۵۰ پیسے +  
 خالد ابن ولید - حضرت خالد بن ولید سیف اللہ کے حالات - قیمت ۵۰ پیسے +  
 سوانح مولانا روم - مولوی جلال الدین رومی کی مفصل سوانح عمری مؤلف مولانا شبلی نعمانی - قیمت ۵۰ پیسے +  
 مقامات مولانا روم - یعنی اردو ترجمہ کتاب مناقب عارفین - قیمت ۵۰ پیسے +  
 حیات خسرو - حضرت امیر خسرو دہلوی کی سوانح عمری - قیمت ۱۲ پیسے +  
 حیات صاحب - یعنی سوانح عمری نواب سید اللہ خاں وزیر اعظم شاہجہان - قیمت ۶۰ پیسے +  
 اوزنگ نسیب عالمگیر ایک نظر - مؤلف مولانا شبلی - قیمت ۸۰ پیسے +  
 تذکرۃ الاولیاء نرسی - قیمت ۴۰ پیسے - اردو ۵۰ پیسے +  
 مجموعہ حالات و مقامات امام ربانی قیمت ۱۲ پیسے +  
 حیات باقیہ - حضرت خواجہ باقی باللہ کے حالات زندگی - قیمت ۱۲ پیسے +  
 بڑی سوانح عمری - حضرت خواجہ ابجدان معین الدین امیری قدس سرہ کی سوانح عمری - قیمت ۸۰ پیسے +  
 سوانح ہندہ نوادر - یعنی حضرت خواجہ سید محمد ہندہ نوادر گیسو وراں دہلوی ثم انگلج گیسو کی مفصل سوانح عمری قیمت ۸۰ پیسے +  
 تذکرہ صابریہ - حضرت پیران کلیر کے سوانح اور حالات زندگی - قیمت ۴۰ پیسے +  
 ہندوستانیوں - ہندوستان کی باکمال ہندوستانیوں کے سوانح - قیمت ۸۰ پیسے +  
 جہاں آراء - شہنشاہ شاہجہان کی نقل پٹی جہاں آراء کی سوانح عمری قیمت ۸۰ پیسے +  
 حیات جاوہری یعنی مناقب و حالات حضرت محبوب بھائی شیخ عبدالقادر گیلانی رحمۃ اللہ علیہ بیان مصطفیٰ پر  
 جواہر فریدی - اس کتاب میں جناب سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے تکریم جلا صاحب گیارہ حالات زندگی ذکر کیا  
 الملشد عابدہ شجرۃ اطوار پاک حضرت اباض فریدی کے تحریر حقیقی رحمۃ اللہ علیہ پر تفصیل درج ہے - قیمت ۵۰ پیسے +  
 میخو تک دیو - وکیل ٹریڈنگ کمپنی لمیٹڈ امرتسر

